حدیثِ کربلا

طالب جوہری

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ھیں

مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ھیں.

منجانب.



سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان

Knowledge for All

SABIL-E-SAKINA

یا عباسؑ

۷۸۶

۹۲-۱۱۰

یا صاحب الزّماںؑ ادرکنی

DvD Version

لبیک یا حُسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

علمدار جعفری بک سیلرز و مُہر نگینہ سینٹر
امام بارگاہ شہدائے کربلا انچولی کراچی۔

حدیثِ کربلا

حدیثِ کربلا

سبیلِ سکینہؑ

حیدرآباد لطیف آباد، یونٹ نمبر ۸-1

طالب جوہری

نام کتاب	:	حدیثِ کربلا
مصنف	:	علامہ طالب جوہری
اشاعتِ چہارم	:	۲۰۱۱ء
کمپوزنگ	:	مزمل شاہ
ناشر	:	مولانا مصطفیٰ جوہر اکیڈمی، کراچی
طباعت	:	سید غلام اکبر 03032659814
قیمت	:	۵۴۵/- روپیہ

رابطہ

فلیٹ نمبر 1، آصف پیلس، بی۔ایس ۱۱، بلاک ۱۳

فیڈرل بی ایریا، کراچی، پاکستان

فون: ۰۲۱۔۶۳۷۸۶۰۱

موبائل: ۰۳۳۳۔۲۱۲۷۹۳۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سبیل سکینہؑ

حیدرآباد لطیف آباد، یونٹ نمبر ۸-C1

فہرست

عرضِ ناشر

بحمد اللہ حدیثِ کربلا کی پے در پے تین اشاعتوں کے باوجود مختلف علاقوں سے اس کی طلب جاری رہی۔ لہٰذا یہ چوتھی اشاعت ہدیۂ ناظرین ہے۔ اشاعتِ دوم کے کچھ عرصے بعد اسی عنوان سے تیسری اشاعت کی گئی جس پر اشاعتِ سوم نہیں لکھا گیا تھا۔ حتی الامکان یہ کوشش کی گئی ہے کہ ٹائپ کی اغلاط کی تصحیح کردی جائے۔ اس تصحیح کے ضمن میں بعض مقامات پر تدوین کی مختصر سی تبدیلی بھی کی گئی ہے۔ خطا و نسیان کا امکان ہر صورت موجود رہتا ہے انشاء اللہ اگلی طباعتوں میں تلافی ہوتی رہے گی۔

ہماری اس کتاب میں یہ جملہ موجود ہے کہ ''جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں'' اس کے باوجود ہمارے علم کی حد تک بعض اشخاص یا اداروں نے اسے اجازت کے بغیر چھاپا ہے۔ ہمارے سامنے نظامی پریس لکھنؤ (ہندوستان) کا ایڈیشن موجود ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ مذکورہ ادارہ ایک قدیم اور معتبر ساکھ کا حامل ہے۔ اس ادارے کی غیر قانونی اور غیر اخلاقی حرکت پر قانونی چارہ جوئی کا حق حاصل ہے جو ہم استعمال کر سکتے ہیں۔

اُمید ہے کہ ہماری اس پیشکش کو اہلِ علم کی جانب سے پذیرائی حاصل ہوگی۔

ناشر

حرفِ آغاز

زیرِ نظر تحریر واقعۂ کربلا کا ایک معروضی مطالعہ ہے۔ کربلا کے قریب ترین ادوار کے لوگوں کے لئے اس کا ماخذ سماعی تھا۔ وہ اگر اس واقعہ کو سمجھنا چاہتے تھے تو ان کے پاس راویوں کے اقوال کا ایک بڑا ذخیرہ تھا، جن میں وہ راوی بھی تھے جو یا تو خود قاتلوں کے گروہ میں شامل تھے یا قاتلوں کے طرفداروں میں شمار ہوتے تھے۔ اور وہ راوی بھی تھے جو مقتولوں سے قریبی وابستگی رکھتے تھے یا مقتولوں کے طرفدار تھے۔ ایسے میں واقعات کو پوری طرح معلوم کر لینا اور اُن کے پس منظر و پیش منظر کو سمجھ لینا آسان تھا۔ لیکن یہ کام آج کے عہد میں بہت دشوار ہے۔ ہمیں اس کا مطالعہ کرنے کے لئے اُن مآخذ کو دیکھنا پڑتا ہے جن سے اس واقعہ کے تفصیلات حاصل کئے جا سکیں۔

تواریخ

کربلا کے واقعات کا بنیادی ماخذ تاریخ کو سمجھا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس کے علاوہ ہمیں کسی دوسرے علم کے ذریعہ واقعہ کربلا کے سلسلے میں تفصیلی معلومات نہیں مل سکتیں۔ کربلا کے واقعات کا سب سے اہم ماخذ محمد بن جریر طبری (۳۱۰ھ) کی تاریخ ہے۔ اس کی یہ خصوصیت کہ وہ واقعات کو سلسلۂ سند کے ساتھ نقل کرتا ہے اور عینی شاہدین کے بیانات کو خصوصی اہمیت دیتا ہے، اسے دوسری تاریخوں سے ممتاز کرتی ہے۔ اس کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ ایک ہی واقعہ کے سلسلہ میں ایک سے زیادہ بیانات تحریر کرتا

ہے۔اس سے ان محققین کو فائدہ پہنچ سکتا ہے جو تاریخی واقعات میں اجتہاد کرنا چاہتے ہیں۔ابن اثیر کی تاریخ کامل اگر چہ ایک لحاظ سے طبری کی تنقیح وتہذیب ہے لیکن اس کی یہی خصوصیت اسے فنِ تاریخ میں اہم جگہ عطا کرتی ہے۔

بیان واقعہ میں راوی کا زاویۂ نگاہ اور اس کا عقیدہ کسی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا لہٰذا واقعات کے تقابلی مطالعہ یا واقعات کی تردید وتوثیق کے لئے دوسری تاریخوں کو مدِّ نظر رکھنا بھی ضروری ہے۔ جن میں اہم ترین نام یہ ہیں۔

(۱) الاخبار الطّوال ابوحنیفہ دینوری ۲۸۲ھ

(۲) تاریخِ یعقوبی احمد بن یعقوب ۲۹۲ھ

(۳) الفتوح ابن اعثم کوفی ۳۱۴ھ

(۴) مروج الذھب ابوالحسن علی بن الحسین مسعودی ۳۴۶ھ

تاریخ کا اساسی طریقہ یہ ہے کہ کسی بھی زمانے اور کسی بھی زمین کی تاریخ ہو، وہ اپنے دائرۂ تحریر میں آنے والے ہر واقعہ کو یکساں توجہ کا مستحق قرار دیتی ہے۔ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ کسی خاص واقعہ کو اہمیت دے کر اس کے ساتھ خصوصی برتاؤ کیا جائے۔لہٰذا اگر ہم صرف تاریخ پر اکتفا کریں تو ہمیں واقعۂ کربلا کی اتنی ہی معلومات حاصل ہوں گی جتنی تاریخ نے اپنی ضرورت کے تحت اپنے پاس جمع کی ہیں۔لیکن اگر ہم مزید معلومات حاصل کرنا چاہیں تو تاریخ ہمیں مایوس پلٹا دے گی۔اس کے برعکس مقتل کا مقصد ہی کربلا کی سوانح نگاری ہے۔مقتل کی نگاہ تاریخ کی طرح مختلف اطراف میں پھیلی ہوئی یا بکھری ہوئی نہیں ہوتی۔ بلکہ صرف ایک موضوع کے جزئیات اور تفصیلات پر مرتکز رہتی ہے۔لہٰذا کربلا کے موضوع پر مطالعہ کرنے کے لئے سب سے بنیادی اور اہم ماخذ مقتل کو قرار دینا چاہیئے۔

مقاتل

مقتل کے جزئیات اور تفصیلات ان لوگوں سے ملتے ہیں جو واقعۂ کربلا کے شاہد ہوں۔کربلا کے واقعہ میں موجود ہونے والے افراد دو قسم کے ہیں۔ایک وہ ہیں جو سید الشہداء علیہ السلام کے ساتھ ہیں اور دوسرے

وہ ہیں جو لشکرِ یزید میں ہیں۔ لشکرِ یزید کے لوگوں کی اکثر روایات تاریخ کی کتابوں میں مل جاتی ہیں اور امام حسین علیہ السلام کے ساتھیوں کی روایات کا بیشتر حصہ مقاتل میں ہے اور ان روایات کا کمتر ذخیرہ تاریخ میں ہے بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس کی دو وجوہ ہیں۔

(۱) مقاتل کے راویوں کا فطری رجحان آلِ محمد کی طرف تھا اور آلِ محمد اور ان سے متعلق حلقہ کے افراد سے ان کا میل جول اور رابطہ تھا۔ جب کہ مورخین کا ایسا کوئی رجحان ہمارے سامنے نہیں ہے۔

(۲) قدیم ادوار میں آلِ محمد اور ان کے چاہنے والوں پر جو تشدد روا رکھا گیا اور جس طرح ان کے ذکر پر پہرے بٹھائے گئے اس کے فطری اثرات میں ایک اثر یہ بھی تھا کہ مورخ حکومتِ وقت کے خوف سے ہمیشہ آلِ محمد سے غیر متعلق اور دور رہا۔

مقتل کے لغوی معنی ہیں قتل کی جگہ۔ اصطلاحی طور پر وہ کتابیں جو کسی شخص کے قتل کی تفصیلات پر لکھی جاتی ہیں وہ مقتل کہلاتی ہیں۔ جس کثرت سے کربلا کے واقعہ اور شہادتِ حسین پر کتابیں لکھی گئی ہیں اس کی مثال تاریخِ عالم میں نہیں ملتی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مقتل کے لفظ سے ذہن فوراً اس کتاب کی طرف جاتا ہے جو شہادتِ حسین پر لکھی گئی ہو۔

آغا بزرگ تہرانی نے الذریعہ کی ج ۲۲ کے صفحہ ۲۳ سے ۲۹ تک اُن مقاتل کی فہرست تحریر کی ہے جو لفظِ مقتل سے شروع ہوتے ہیں۔ اور وہ مقاتل جن کے نام لفظ مقتل سے شروع نہیں ہوتے وہ الذریعہ میں حروفِ تہجی کے حساب سے ہیں۔ انھیں شمار تو نہیں کیا گیا لیکن ایک اندازہ کے مطابق دوسو (۲۰۰) سے زیادہ ہیں۔

چند قدیم مقاتل حسبِ ذیل ہیں۔

(۱) مقتل اصبغ بن نباتہ مجاشعی، ان کی وفات قرن اول میں ہوئی اور سو (۱۰۰) سال سے زیادہ عمر پائی۔
آغا بزرگ ان کے مقتل کو تاریخِ مقاتل کا پہلا مقتل قرار دیتے ہیں۔

(۲) مقتل جابر بن یزید جعفی ۱۲۸ھ

(۳) مقتل ابومخنف لوط بن یحییٰ بن سعید ازدی ۱۵۷ھ، آغا بزرگ تہرانی لکھتے ہیں کہ اس مقتل کی نسبت ابومخنف کی طرف بہت مشہور ہے لیکن اس میں کچھ وضعی اور جعلی باتیں بھی ہیں۔ مولانا راحت حسین

گو پالپوری اسے ابو مخنف ہی کا مقتل قرار دیتے ہیں اور اس میں وضعیات کے بھی قائل ہیں۔

(۴) مقتل نصر بن مزاحم منقری (عطّار) ۲۱۲ھ

(۵) مقتل ابو اسحاق ابراہیم بن اسحاق نہاوندی

(۶) مقتل ابن اسحاق ثقفی ۲۸۳ھ

(۷) مقتل یعقوبی معروف بہ ابن واضح ۲۹۲ھ کے بعد

(۸) مقتل جلودی عبدالعزیز بن یحییٰ جلودی ۳۳۲ھ

(۹) مقتل شیخ صدوق (خصال میں اس کا تذکرہ ہے) ۳۸۰ھ

(۱۰) مقاتل الطالبیین ابوالفرج اصفہانی ۳۵۶ھ

(۱۱) مقتل خوارزمی موفق ابن احمد ۵۶۸

اصفہانی اور خوارزمی کی مقاتل کی اس خوبی کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ انہوں نے بھی طبری کی طرح واقعات کے اسناد تحریر کیے ہیں۔

واقعہ کربلا کے بیان کرنے والے کون لوگ ہیں؟ حسینی گروہ سے کتنے لوگ بچے تھے جنہوں نے مقتل کی تفصیلات فراہم کیں؟ اس لئے کہ دشمنی کا یہ عالم تھا کہ لوگ عاشور کے دن حسین علیہ السلام کا خطبہ سننے کو تیار نہ تھے اور آپ کی آواز پر طنز و تمسخر کی صدائیں بلند کررہے تھے۔ عمر بن عبدالعزیز کے زمانے تک تو کسی میں جرأت نہ تھی کہ اس واقعہ کا تذکرہ کرے تحریر تو بہت دور کی بات ہے۔ ابوالفرج نے لکھا ہے کہ سابق کے شعراء بنی امیہ سے اس درجہ خوف زدہ تھے کہ امام حسین کا مرثیہ لکھنے سے گریز کرتے تھے۔ سوال یہ ہے کہ ایسے کابوس آور ماحول میں یہ واقعہ کیسے محفوظ رہا؟ اس کے محفوظ رہ جانے کے دو اسباب ہیں۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امیر المومنین علیہ السلام اور امام حسن علیہ السلام کے بیانات جنہوں نے ذہنوں کو اس واقعہ کے اثرات کے قبول کرنے پر تیار کیا۔

(۲) اہلحرم کا کربلا کے واقعہ میں موجود ہونا۔ دمشق کی سیاست نے آل محمد کے فضائل و کمالات اور حقیقی اسلام پر جو پردے ڈالے تھے وہ پڑے ہی رہتے اگر حسین علیہ السلام اپنے اہلحرم کو ساتھ لے کر نہ نکلتے اور اہلحرم اسیر ہو کر دمشق نہ جاتے۔

عصر عاشور میں ہمیں دو اہم واقعات ایسے ملتے ہیں جن پر مستقبل کی مقتل نویسی کی عمارت تعمیر ہوئی۔ اس میں پہلا واقعہ جناب زینب، جناب ام کلثوم اور دیگر خواتین عصمت وطہارت کے بیتیہ جملے ہیں جو دنیا کا پہلا مقتل ہیں۔ اور دوسرا واقعہ اُسی وقت توّابین کی نمود ہے جو بعد میں عزاداری اور بیان مقتل کا ایک بنیادی عنصر قرار پائے۔ آل محمد نے کربلا سے کوفہ، کوفہ سے دمشق اور دمشق سے مدینہ تک مقتل نویسی کے لئے مواد فراہم کیا۔

بعض مقتل نویسوں نے صرف جمع آوری اور تدوین کا کام کیا ہے اور اس میں صحیح وسقیم ہر قسم کی روایات اور ہر قسم کے اقوال کی جمع آوری کر دی ہے۔ پہلے مرحلہ میں یہی کام ہونا چاہئے تھا اور ہُوا، تاکہ ذخیرہ زمانے کی دست بُرد سے بچ جائے۔ لیکن ایسے ذخیروں سے استفادہ کرنے کی صورت یہ ہے کہ مؤلف کی عظمت واہمیت کے باوجود واقعات پر نقد ونظر کی نگاہ ڈالی جائے اور صحیح صورت حال کو تلاش کرنے کی کوشش کی جائے۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ جامع روایات نے سب روایاتِ صحیحہ جمع کی ہیں۔ اس لئے کہ جامع کا مقصد صرف جمع آوری تھی۔

دوسرے مرحلہ میں مقاتل میں اجتہاد سے کام لیا گیا اور کوشش کی گئی کہ صحیح وسقیم روایات میں خط فاصل کھینچا جائے۔ یہ کوشش اس لئے بھی ضروری سمجھی گئی کہ اس واقعہ کے راویوں میں ایسے مختلف النوع اور مختلف المزاج افراد شامل ہیں جن کے اقوال کی تحقیق ضروری ہے۔ حمید بن مسلم جو اپنے کو آل محمد کا بہت ہمدرد اور خیر خواہ ظاہر کرتا ہے، یہ حکومت کے قریبی حلقوں سے وابستہ ایسا شخص ہے جو ابن زیاد کے پاس امام حسین علیہ السلام کا سرِ اطہر لے جانے والے دو افراد میں سے دوسرا ہے۔ ہماری نگاہ میں اس کی خیر خواہی اور ہمدردی خود اپنی ہی بیان کردہ ہے۔ ہوسکتا ہے کہ جب عوامی ردّعمل نے قاتلانِ حسین کے گروہ کے لئے زندگی دشوار کردی ہو تو اس شخص نے اپنے تحفظ کے لئے اپنی ہمدردیاں مشہور کی ہوں۔ اسی طرح ابوالفرج اصفہانی ہے جو بیشتر زبیریوں اور امویوں سے روایت کرتا ہے جو آل محمد کی دشمنی میں صریح اور واضح ہیں۔ طبری کی بیشتر روایات سدّی اور مجاہد وغیرہ سے ہیں جن کے دینی رجحانات اور سیاسی وابستگیاں معلوم ومشہور ہیں۔ خود ابومخنف کی ہر روایت پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ ابومخنف نے ان راویوں سے بھی روایت لی ہے جن میں دشمنی آل محمد کے جراثیم موجود تھے۔ اس صورتِ حال کی روشنی میں صحتمند رائے یہی ہے کہ روایاتِ مقتل میں تحقیق واجتہاد

سے کام لیا جانا چاہئے۔

اس وقت مقتل کی دو قدیم کتابیں ہماری دسترس میں ہیں۔ پہلی مثیر الاحزان ہے جو شیخ جعفر ابن نما کی تصنیف ہے۔ ان کا سنِ وفات سن ٦٦٤ ہجری ہے۔ اور دوسری کتاب لہوف ہے جو سید ابن طاؤس کی تصنیف ہے۔ ان کا سنِ وفات ٦٤٥ ہجری ہے۔ ان دونوں بزرگوں نے مقتل کی تصنیف یا تالیف کا جو سبب بیان کیا ہے وہ بالترتیب یہ ہے کہ ابن نما مثیر الاحزان میں لکھتے ہیں کہ اس مقتل کے لکھنے کا سبب یہ ہوا کہ ﴿ انّی رأیت المقاتل قد احتویٰ بعضھا علٰی الاکثار والتسویل وبعضھا علٰی الاقتصار والتقلیل ﴾ جب میں نے مقاتل کو دیکھا تو بعض کو بہت مفصل اور کثرتِ مضامین پر مشتمل پایا اور بعض کو مختصر اور قلیل مضامین کا حامل پایا لہٰذا میں نے مفصل اور مختصر کے درمیان ایک مقتل مرتب کیا۔ ﴿ فوضعت ھذا المقتل متوسطا بین المقاتل قریباً من یدالمتناول ﴾ میں نے جو مقتل مرتب کیا ہے وہ مقاتل میں درمیانے درجہ کا ہے جس کے سبب پڑھنے والے کے لئے اس کا استعمال آسان ہے۔ جناب سید ابن طاؤس لہوف میں غرضِ تالیف بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے ''مصباح الزائر و جناح المسافر'' مرتب کی تو میں نے محسوس کیا کہ یہ کتاب زیارتوں اور ان سے متعلق اعمال پر اس خوبی سے مشتمل ہے کہ دوسری بڑی اور مفصل کتابوں سے مستغنی کر دیتی ہے۔ اور میں نے پسند کیا کہ زائر کے لئے ایک ایسی کتاب مرتب کردوں جو زیارتِ عاشورا کے لئے جانے والے زائروں کو کتبِ مقتل کے لے جانے سے مستغنی کردے۔ میں نے اس کتاب میں فقط اتنا جمع کیا ہے جو زائروں کی تنگیٔ وقت میں مناسب ہو ﴿ وعدلت عن الاطالۃ والاکثار ﴾ اور میں نے طویل مطالب اور کثیر واقعات سے صرف نظر کیا ہے۔

مجالس

ہمیں شیخ و سیّد کے زمانے تک طویل وعریض اور مفصل و مبسوط مقاتل کا سراغ ملتا ہے لیکن آج وہ ہماری دسترس میں نہیں ہیں تو کیا یہ باور کر لیا جائے کہ وہ صفحۂ ہستی سے مکمل طور سے غائب ہو گئے؟ اس کا جواب نفی میں ہے۔ اس نفی کو سمجھنے کے لئے ہمیں کتبِ مجالس کے کردار پر نگاہ ڈالنی ہوگی۔ واقعۂ کربلا سے قبل پہلی مجلس تو رسول اکرم ﷺ کے بیان پر مشتمل تھی اور آپ ہی کی زبانِ مبارک سے ادا ہوئی تھی۔ اور

بعدِ کربلا پہلی مجلس عصر عاشور اُس وقت ہوئی جب اہلحرم لاشۂ حسین پر آئے اور انہوں نے حسین علیہ السلام اور اصحاب حسین کے بے گور وکفن لاشوں کو دیکھ اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ پھر یہ مجلس کوفہ و دمشق کے درباروں اور بازاروں سے ہوتی ہوئی لٹے ہوئے قافلے کے ساتھ مدینہ واپس آئی۔

یہ مجلس آل محمد کے گھروں سے نکل کر مدینہ کے گلی کوچوں میں پھیل گئی اور سید سجاد کی سنت بن کر آنے والی نسلوں میں سرایت کر گئی۔ ان مجلسوں میں کربلا کے جو واقعات بیان ہوئے وہ آگے چل کر جب تحریر کی شکل میں آئے تو مقتل کی صورت اختیار کر گئے۔ اس وقت ہم انہیں مقاتل کے موجود نہ ہونے پر گفتگو کر رہے ہیں لیکن بلا انقطاع مجلس کا سلسلہ جاری ہے۔ پچھلے زمانوں میں جو کتبِ مجالس تحریر ہوئیں، اُن کے بیشتر لکھنے والے بہت باخبر اور صاحبانِ مطالعہ تھے۔ ہمیں ان کتابوں میں مندرجہ واقعات کو مرسل روایات کا درجہ دینا چاہئے اور ان کے صحت وسقم پر فنی گفتگو کرنی چاہئے۔ عام طور سے کچھ مقتل نویس یہ کہہ کر گزر جاتے ہیں کہ یہ بحر المصائب یا ریاض القدس کی روایت ہے اس لئے قابل توجہ نہیں ہے۔ یہ رویّہ غیر علمی ہے اور فقط اس بات کا اظہار ہے کہ ہم بھی مقتل کے بارے میں کچھ جانتے ہیں۔

اس بات کا انکار ممکن نہیں ہے کہ ماضی قدیم کے بعض غیر محتاط اہل منبر نے بعض واقعات میں زبانِ حال اور نثّاری وخطابت کے اضافے کو حقائق کا روپ دے کر واقعہ بنا دیا ہے جبکہ بعض واقعات کے جعلی ہونے سے بھی انکار ممکن نہیں ہے۔ علامہ محمد باقر بیر جندی تحریر فرماتے ہیں کہ ہمیں اپنے زمانے کے واعظین، ذاکرین اور مصائب خواں حضرات پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ اس بات پر دھیان نہیں دیتے کہ احادیث معصومین پڑھیں یا جعلی و وضعی احادیث بیان کریں۔ اُن کے بیان کے مطابق ایسے واقعات بھی پڑھے جاتے ہیں جن کا تعلق صرف عالم خیال سے ہے (۱)۔ صاحبِ کبریت احمر نے شرائط منبر کی پندرہویں شرط میں بھی اس موضوع پر بہت مستحکم گفتگو فرمائی ہے۔ اسی طرح علامہ حسن بن محمد علی یزدی نے اپنی کتاب مہیج الاحزان کے مقدمہ میں تحریر کیا ہے کہ ''لہٰذا یہ لازم ہوا کہ اخبار معتبرہ اور احادیث ماثورہ پر کوئی جامع کتاب مرتب و مدوّن کی جائے اور کاذبوں کی زباں بندی کی جائے چنانچہ ہم نے احادیث صحیحہ کی روشنی میں اس کام کو شروع کیا''۔ آپ نے مقدمہ ہی میں مطلبِ دوم کے ذیل میں اس موضوع پر مزید افادات فرمائے ہیں۔ فاضلِ خبیر محمد حسین ابن

۱۔ کبریت احمر ج ۱ ص ۳۶

محمد علی اپنی کتاب اخبار ماتم (ص۹) پر تحریر فرماتے ہیں کہ ''بہت مدت میں آثار مناقب اور مصائب کو قیدِ نگارش میں لائے۔ فاصلۂ وسط سے جو صدہا سال گزرے فتورِ منافات ایک دوسرے کے حافظہ پر ظہور میں آئے۔ لٰہذا لوازم توفیق اور توثیق عبارات مندرجہ سے ناچار ہو جو سانحہ دفترِ سلف میں لکھا پایا اور مغائر عصمت نظر نہ آیا اس میں پابندِ رشتۂ اظہار ہوں''۔

یہ حوالے اس بات کی نشان دہی کرتے ہیں کہ ہر عہد میں جعل و تدلیس کی ہمت شکنی کی گئی اور کربلا کے سلسلہ میں محتاط مواد پیش کیا جاتا رہا اور یہ عمل اس حد تک کامیاب رہا کہ غیر مستند روایت پر قاری یا سامع کا ذہن چونک اٹھتا ہے۔ آج ہمارے لئے بہترین رویہ یہ ہے کہ روایات کو نقل و درایت کے مسلّمہ اصولوں پر پرکھیں اور اگر اتنا وقت یا حوصلہ یا علم نہ ہو تو کم از کم یہ اصول اپنائیں کہ ایسی کتابوں سے استفادہ کیا جائے جو اپنے مآخذ کو بیان کرتی ہوں۔

اختلاف کے اسباب

جب ہم واقعاتِ کربلا کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں بہت سے مقامات پر ایک ہی واقعہ کے چند متن ملتے ہیں جن میں واقعہ کی تفصیل میں کمی یا بیشی نظر آتی ہے اور ناموں کا اختلاف بھی نظر آتا ہے۔ اس اختلاف کو اس لئے اہمیت نہیں دینا چاہئے کہ اس سے اصل واقعہ کی صداقت یا عدم صداقت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ بیان واقعہ کا تعلق انسانی مشاہدے کی جزرسی سے ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ ہر انسان کی نگاہ کسی واقعہ کے ہر جز پر یکساں پڑے اس لئے اُسے بیان کرتے وقت کمی یا بیشی ہو سکتی ہے۔ اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ ہر انسان کا حافظہ اتنا قوی ہو کہ گزشتہ دنوں کی ہر بات کو بے کم و کاست بیان کر سکے۔ انسانی توانائیوں کے تفاوت نے ان اختلافات کو جنم دیا ہے۔

ناموں کے اختلافات سہوِ کتابت اور تصحیف کی پیداوار ہیں اور کہیں لفظ کو صحیح نہ پڑھنے کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ بریر بن خضیر کو یزید بن حصین پڑھ لینا بھی اس کی ایک صورت ہے۔

متون کا مسئلہ

آج طباعت کے عہد میں اگر کوئی تحقیق شدہ متن ایک ہزار کی تعداد میں چھپتا ہے تو گویا

اصل کتاب کے ایک ہزار اصلی نسخے دنیا میں موجود ہیں۔اس کے باوجود اگر کتابت کی غلطیاں باقی رہ جائیں تو اختلاف متن پر گفتگو کے امکانات باقی رہتے ہیں۔عہد کتابت میں اصل نسخہ صرف مصنف کا ہوا کرتا تھا۔اس اصلی نسخہ کے نقول پڑھنے والوں کو دستیاب ہوتے تھے اور زمانے کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ نقلوں سے نقلوں کی پیداوار بڑھتی رہتی تھی۔جن میں سہو کتابت کی غلطیاں مزید گل کھلاتی تھیں۔گزشتہ زمانوں کے مخطوطے اب ہمارے سامنے مطبوعہ اور کچھ مخطوطات کی صورت میں ہیں اور ان کے اختلافات ہماری بحث و تمحیص کی زد پر ہیں۔میں سمجھتا ہوں کہ کربلا کے واقعات پر محققین نے جو بھرپور کدو کاوش کی ہے اس کا ثمر ہمیں اختلافات میں کمی کی صورت میں حاصل ہوا ہے۔ہمیں امید ہے کہ اگلے زمانوں میں یہ واقعہ بہت نکھر کر اور متنی اختلافات سے مبرّا ہو کر ہماری دسترس میں ہوگا۔

زیر نظر تحریر نہ کوئی تحقیقی اور اجتہادی کتاب ہے اور نہ تجزیاتی ہے کہ واقعہ کربلا کے اسباب و عوامل اور اس کے اثرات و نتائج پر بحث کی جائے۔یہ صرف ایک طالب علم کا مطالعہ ہے لیکن ایسے مطالب سے یکسر خالی بھی نہیں ہے۔بہت لکھنے والے اس واقعہ کو محض سیاسی قرار دیتے ہیں اور بہت سے لوگ سید الشہداء کے روحانی اوصاف سے صرفِ نظر کرتے ہوئے انہیں صرف ایک مکمل انسان کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں۔سید الشہدا اُن سارے الوہی اور معنوی اوصاف سے متصف تھے جو انہیں رسول اکرم ﷺ اور امیر المومنین علیہ السلام سے وراثت میں ملے تھے لہٰذا کربلا کے واقعہ کو روحانیت سے الگ کر کے دیکھنا علمی انصاف نہیں ہوگا۔یہی سبب ہے کہ اس تحریر میں بعض مافوق العادۃ واقعات کی طرف بھی اشارہ ہے۔

کربلا پر آثار و روایات کا ذخیرہ اتنا ثروتمند ہے کہ بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔اس تحریر میں اختصار کو مدّنظر رکھا گیا ہے لہٰذا یہی سمجھنا چاہئے کہ یہ سمندر سے چند قطروں کا استفادہ ہے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

کربلا کی روایت

سانحہ کربلا کے وقائع نگار عموماً اس سانحہ کو یزید کی تخت نشینی اور طلبِ بیعت کے واقعہ سے شروع کرتے ہیں لیکن میرے خیال میں بہتر اور صحیح تر نتیجہ تک پہنچنے کے لئے ہمیں اس سانحہ کو رسول اکرم ﷺ کے زمانے سے مطالعہ کرنا ہوگا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب امام حسین علیہ السلام ابھی اس دنیا میں تشریف نہیں لائے اور اپنی مادرِ گرامی کے بطنِ مطہّر میں ہیں اور اس وقت جبریلِ امین نے رسول اکرم ﷺ کو آنے والے بچّہ کی شہادت کی خبر سنائی (۱)۔ ولادت کے بعد کے واقعات میں جناب ام الفضل زوجۂ عباس بن عبد المطلب کی ایک روایت میں ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی پرورش کے دوران ایک دن میں نے بچّہ کو رسول اکرم ﷺ کی گود میں دے دیا۔ اس دوران بچہ کے پیشاب کا ایک قطرہ رسول اکرم کے لباس پر گر گیا۔ میں نے جھٹکے سے حسین کو گود سے لے لیا جس پر بچہ رویا۔ رسول اکرم ﷺ نے مجھے خشم ناک نظروں سے دیکھا اور فرمایا کہ کپڑا تو دھل سکتا ہے لیکن تم نے اپنے عمل سے میرے بیٹے کو تکلیف پہنچا دی۔ ام الفضل کا بیان ہے کہ میں حسین کو رسول اکرم ﷺ کی گود میں چھوڑ کر پانی لینے چلی گئی۔ جب میں واپس آئی تو میں نے رسول اکرم ﷺ کو روتے ہوئے دیکھا۔ میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ گریہ کیوں فرما رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ﴿ان جبرائیل اتانی فاخبرنی ان امتی تقتل ولدی هذا لا انا لهم الله شفاعتی

۱۔ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۲۳۱

یوم القیامة ﴾ جبریل نے مجھے خبر دی ہے کہ میرے اس بچہ کو میری امت قتل کرے گی۔ خدا قیامت کے دن ان لوگوں کو میری شفاعت نصیب نہ کرے۔(۱)

اس روایت کے فوراً بعد سید بن طاؤس تحریر فرماتے ہیں کہ راویان حدیث کا بیان ہے کہ حسین علیہ السلام کی ولادت کے ایک سال بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بارہ فرشتے مختلف شکلوں میں نازل ہوئے اور انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا کہ حسین کے ساتھ وہی ہوگا جو قابیل کے ہاتھوں ہابیل کے ساتھ ہوا تھا۔ آسمانوں کے سارے ملائکہ مقربین نے حاضر ہو کر عرضِ سلام کے بعد قتل حسین کی تعزیت پیش کی اور اس ثواب کا تذکرہ کیا جو انھیں عطا ہوگا اور کربلا کی خاک بھی پیش کی۔ اس پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا کی کہ ﴿ اللھم اخذل من خذله و اقتل من قتله و لا تمتعه بما طلبه ﴾ بارِالٰہا جو حسین کو چھوڑے تو اسے چھوڑ دے اور جو اسے قتل کرے تو اسے قتل کر دے اور اس قاتل کو اس کے مطلوب تک نہ پہنچنے دے(۲)۔ سید ابن طاؤس اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ جب حسین علیہ السلام دو سال کے ہو گئے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سفر پر تشریف لے گئے۔ اثنائے راہ میں آپ کھڑے ہو گئے اور ﴿ انا للہ و انا الیه راجعون ﴾ ارشاد فرمایا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ لوگوں نے آپ کے رونے کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ﴿ ھذا جبرائیل یخبرنی عن ارض بشطّ الفرات یقال لھا کربلاء یُقتل علیھا ولدی الحسین بن فاطمة ﴾ اس وقت مجھے جبریل وہ زمین بتلا رہے ہیں جس کا نام کربلا ہے اور نہر فرات کے قریب ہے۔ اس زمین پر میرے بیٹے حسین بن فاطمہ کو قتل کیا جائے گا۔ لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ حسین کا قاتل کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ ﴿ رجل اسمه یزید و کأنی انظر الیٰ مصرعه و مدفنه ﴾ یزید نامی ایک شخص اسے قتل کرے گا۔ میں اس کی قتل گاہ اور مقام دفن کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سفر سے غمگین واپس پلٹے پھر آپ نے مسجد میں ایک خطبہ ارشاد فرمایا اس کے بعد اپنا داہنا ہاتھ حسن علیہ السلام کے سر پر اور بایاں ہاتھ حسین علیہ السلام کے سر پر رکھا اور دعا فرمائی کہ ﴿ اللھم ان

۱۔ لہوف مترجم ص ۳۰

۲۔ لہوف مترجم ص ۳۰۔ خوارزمی نے کچھ تفاوت اور فرق کے ساتھ شرجیل بن ابی عون کے حوالہ سے ملتی جلتی روایت لکھی ہے۔ مقتل الحسین ج ۱ ص ۲۳۷

محمدا عبدك و نبيّك و هذان اطائب عترتي و خيار ذريّتي و أرومتي و من اخلفهما في امّتي قد اخبرني جبرائيل انّ ولدي هذا مقتول مخذول اللهم فبارك له في قتله واجعله من سادات الشهداء اللهم و لا تبارك في قاتله و خاذله ﴾ بارالٰہا محمد تیرا بندہ اور رسول ہے اور یہ دونوں میری عترت اور ذریت کے برگزیدہ ہیں اور میں انھیں اپنی امت میں اپنا جانشین بنا رہا ہوں۔ اور مجھے جبریل نے خبر دی ہے کہ میرا یہ بیٹا بے یار و مددگار مارا جائے گا۔ بارالٰہا اس کے قتل کو اس کے لئے مبارک قرار دے اور اسے شہیدوں کے سرداروں میں قرار دے۔ بارالٰہا اس کے قاتل اور اس کی نصرت نہ کرنے والے کو بے برکت قرار دے۔ رسول اکرم کا بیان یہاں تک پہنچا تھا کہ مجمع سے رونے کی آوازیں بلند ہونے لگیں اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ ﴿ أتبكونه و لا تنصرونه ﴾ تم لوگ اس پر گریہ تو کر رہے ہو لیکن اس کی مدد نہیں کرو گے۔ (حسبِ ضرورت)۔(۱)

ابراہیم حموینی حضرت ابن عباس سے امام حسین علیہ السلام کی ولادت کے سلسلہ میں ایک طویل روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ نے بچہ کی پیدائش پر جبریل سے کہا کہ رسول کو خبر پہنچا دو کہ میں نے اس بچہ کا نام حسین رکھا ہے اور انھیں مبارک باد اور تعزیت دونوں پیش کرو اور ان سے کہہ دو کہا اس بچہ کو تمھاری امت کا بدترین شخص قتل کرے گا۔ قتل کا حکم دینے والے اور لشکر بھیجنے والے اور قتل کے لئے رہنمائی کرنے والے اور قتل کرنے والے پروائے ہو میں اس سے اظہار برأت کرتا ہوں۔ قیامت کے دن وہ مجرموں میں سب سے بڑا مجرم ہوگا اور وہ اس دن مشرکوں کی ہمراہی میں جہنم میں داخل ہوگا۔ جبریل امین پیغام لے کر رسول اکرم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تعزیت بھی کی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ﴿ تقتله امّتي ؟ ﴾ کیا میری امت اسے قتل کرے گی؟ جبریل نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا کہ ﴿ ما هٰؤلاء بامّتي انا بريئ منهم و الله بريئ منهم ﴾ وہ لوگ میری امت نہیں ہیں۔ میں اور اللہ ان سے برأت کرتے ہیں۔ اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب فاطمہ کے پاس آئے اور انھیں مبارک باد دے کر تعزیت بھی فرمائی۔ جناب فاطمہ نے گریہ کیا اور کہا کہ ﴿ يا ليتني لم ألده ﴾ کاش میں نے اسے پیدا نہ کیا ہوتا۔

۱۔ لہوف مترجم ص ۳۱۔ سید ابن طاؤس نے جو روایت راویانِ حدیث کے حوالہ سے بیان کی ہے، اسے علامہ خوارزمی نے کچھ فرق و اضافہ کے ساتھ مسور بن مخرمہ کے حوالہ سے نقل کی ہے۔ مقتل الحسین ج ا ص ۲۳۸

رسول اکرم نے فرمایا کہ ﴿ ولکنہ لا یقتل حتّی یکون منه امام یکون منه الائمة الهادیة ﴾ لیکن یہ بچہ اس وقت تک شہید نہیں ہوگا جب تک اس کے صلب سے امام نہ پیدا ہو جائے اور اس امام کی نسل سے باقی ائمہ ہوں گے۔ پھر آپ نے بارہ اماموں کا نام بنام تذکرہ فرمایا۔ (بقدرِ حاجت)۔(۱)

سید علی ہمدانی نے رسول اکرم ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ نے امام حسین علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ میرے بیٹے تم میرا جگر ہو۔ اس کے لئے بشارت ہے جو تم سے اور تمھاری ذریت سے محبت کرے **فالويل لقاتلك** اور تمھارے قاتل کے لئے بربادی اور ہلاکت ہے۔ (۲)

مختلف مسالک کے محدثین نے واقعۂ کربلا کے سلسلے میں جو روایات نقل فرمائی ہیں ان کی جمع آوری ایک مفصل کتاب کی متقاضی ہے۔ انھیں ملحقات الاحقاق (گیارہویں جلد) میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اس مقام پر اسی کتاب سے چند حوالے نقل کئے جاتے ہیں۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ

آپ سے مختلف طریقوں سے یہ روایت نقل ہوئی ہے کہ ایک دن رسول اکرم ﷺ کا میرے گھر قیام تھا اور حسین میرے پاس تھے۔ حسین نے رسول اکرم ﷺ کے پاس جانا چاہا تو میں نے انھیں پکڑ لیا وہ رونے لگے تو میں نے انھیں چھوڑ دیا۔ انھوں نے پھر رسول کے قریب جانا چاہا تو پھر میں نے پکڑ لیا وہ پھر روئے تو میں نے انھیں چھوڑ دیا۔ اس پر جبریل نے رسول اکرم ﷺ سے پوچھا کہ کیا آپ اس بچہ کو بہت چاہتے ہیں؟ آپ نے اثبات میں جواب دیا تو جبریل نے کہا کہ آپ کی امت اسے قتل کرے گی اور اگر آپ چاہیں تو میں اس زمین کی مٹی آپ کو دکھلا دوں جس پر یہ قتل ہوگا۔ پھر جبریل نے اپنا بازو پھیلایا اور اس زمین کی مٹی آپ کو دکھلا دی۔ جس پر آپ نے گریہ فرمایا۔

مختلف عبارتوں اور مختلف طرق کے ساتھ یہ روایت مندرجہ ذیل کتب میں مذکور ہے۔

☆ العقد الفرید ابن عبد ربہ اندلسی ج ۲ ص ۲۱۹ مطبع شریفہ مصر

۱۔ فرائد السمطین مخطوط بحوالہ ملحقات الاحقاق ج ۱۱ ص ۲۸۵

۲۔ مودۃ القربیٰ ص ۱۱۱ طبع لاہور

☆ ذخائر العقبیٰ محب الدین طبری ص ۱۴۷ مطبع قدسی مصر

☆ میزان الاعتدال حافظ شمس الدین ذہبی دمشقی ج ۱ ص ۸ طبع قاہری

☆ کنز العمال علی متقی ہندی ج ۳ ص ۱۱۱ طبع حیدر آباد دکن

☆ الخصائص الکبری جلال الدین سیوطی ج ۲ ص ۱۲۵ طبع حیدر آباد

☆ الفصول المہمہ ابن صباغ مالکی ص ۱۵۴ طبع غری

☆ نور الابصار شبلنجی ص ۱۱۶ طبع ملیجیہ۔ مصر

ان کے علاوہ بھی یہ روایت دیگر کتابوں میں مذکور ہے۔ یہاں صرف چند حوالے نقل کئے گئے ہیں۔ مذکورہ حدیث جناب ام سلمہ کے بیان کا صرف ایک متن ہے۔ صاحب ملحقات الاحقاق نے اس روایت کے دس مختلف متون نقل فرمائے ہیں۔ جنھیں تقریباً نوے کتابوں سے کثیر طرق سے نقل کیا ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حسین کو اپنے زانو پر بٹھایا ہوا تھا کہ اتنے میں جبریل نازل ہوئے اور پوچھا کہ یہ آپ کا بیٹا ہے؟ آپ نے اثبات میں جواب دیا تو جبریل نے کہا کہ آپ کے بعد آپ کی امت اسے قتل کرے گی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ پھر جبریل نے پوچھا کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اس زمین کی مٹی دکھلا دوں؟ آپ نے اثبات میں جواب دیا تو جبریل نے سرزمین کربلا کی مٹی آپ کو دکھلائی۔

☆ مقتل الحسین علامہ خوارزمی ج ۱ ص ۱۵۹ طبع نجف۔

اس روایت کو علامہ طبرانی نے المعجم الکبیر میں تفصیل سے بیان کیا ہے کہ حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ پر وحی نازل ہو رہی تھی کہ اتنے میں حسین آپ کے پاس پہنچے اور آپ کی پشت پر بیٹھ کر کھیلنے لگے۔ جبریل نے آپ سے پوچھا کہ کیا آپ اس بچہ کو بہت چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ﴿ **وما لی لا احب ابنی** ﴾ میں اپنے بیٹے کو کیوں نہ چاہوں؟ جبریل نے کہا کہ آپ کے بعد آپ کی امت اسے قتل کرے گی۔ پھر جبریل نے ہاتھ پھیلایا اور مٹی ہاتھ میں لائے اور کہا کہ اس زمین پر آپ کا بیٹا قتل کیا جائے گا۔ اس کا

نام طف ہے۔ جبریل کے رخصت ہونے پر آپ باہر نکلے آپ گریہ فرمار ہے تھے اور مٹی آپ کے ہاتھ میں تھی۔ پھر مجھ سے مخاطب ہو کے فرمایا کہ جبریل نے مجھے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسین سرزمین طف پر قتل کیا جائے گا۔ اور میری امت میرے بعد فتنوں میں مبتلا ہوگی۔ پھر آپ اصحاب کی طرف گئے جہاں علی، ابوبکر، عمر، حذیفہ، عمار اور ابوذر موجود تھے۔ اس وقت آپ رو رہے تھے۔ لوگوں نے آپ سے رونے کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ جبریل نے مجھے بتلایا ہے کہ میرے بعد میرا بیٹا حسین سرزمینِ طف پر قتل کیا جائے گا اور جبریل یہ مٹی لائے ہیں اور کہا ہے کہ اس زمین میں وہ دفن ہوگا۔

حضرت عائشہ کی اس روایت کو مختلف عبارتوں اور طریقوں سے محدثین نے نقل کیا ہے جن میں چند یہ ہیں۔

☆ المعجم الکبیر طبرانی ص ۱۴۴ مخطوط
☆ مجمع الزوائد حافظ نورالدین ہیثمی ج ۹ ص ۱۸۷ مطبوعہ قدسی قاہرہ
☆ مقتل خوارزمی ج ا ص ۱۵۹ طبع نجف
☆ کنزالعمال ملا متقی ہندی ج ۱۳ ص ۱۱۱ حیدرآباد
☆ صواعق محرقہ ابن حجر ہیثمی ص ۱۹۰ طبع میمنیہ مصر
☆ ینابیع المودۃ شیخ سلیمان قندوزی ص ۳۱۸ طبع اسلامبول
☆ الفتح الکبیر علامہ نبہانی ج ا ص ۵۵ طبع مصر

اس کے علاوہ بھی حضرت عائشہ کی اس حدیث کو محدثین کی کثیر تعداد نے مختلف عبارتوں اور طریقوں سے اپنی اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔

عبداللہ بن عباس

حموینی کے حوالے سے حضرت ابن عباس سے ایک روایت نقل کی جا چکی ہے۔ زیرِ نظر روایت میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ اپنی وفات سے کچھ پہلے ایک سفر پر گئے پھر جب واپس آئے آپ کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ پھر آپ نے ایک مختصر اور بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا اس وقت آپ

کی آنکھوں میں آنسو بہہ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا ﴿ **ایھا الناس انی خلفت فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی** ﴾ اے لوگوں میں نے تم میں دوگراں قدر چیزوں اللہ کی کتاب اور اپنی عترت کو جانشین بنایا ہے۔ پھر آپ کا خطبہ جاری رہا یہاں تک کہ آپ نے فرمایا ﴿ **ألا و إن جبریل قد اخبرنی بأن أمتی تقتل ولدی الحسین بأرض کرب و بلاء، ألا فلعنة اللہ علی قاتلہ و خاذلہ آخر الدھر** ﴾ آگاہ ہو جاؤ کہ جبریل نے مجھے خبر دی ہے کہ میری امت میرے بیٹے حسین کو کرب و بلاء کی زمین پر قتل کرے گی آگاہ ہو جاؤ کہ حسین کے قاتل اور مدد ترک کرنے والے پر قیامت تک اللہ کی لعنت ہے۔

☆ مقتلِ خوارزمی ج ا ص ۱۶۴ طبع غری

حضرت ابن عباس ارشاد فرماتے ہیں کہ ﴿ **ما کنا نشك و اھل البیت متوافرون ان الحسین بن علی یقتل بالطف** ﴾ ہمیں اور خاندان کے کثیر سے افراد کو اس بات میں شک نہیں تھا کہ حسین بن علی سرزمین طف پر شہید کردئے جائیں گے۔

☆ مستدرک حاکم نیشاپوری ج ۳ ص ۱۷۹ طبع حیدرآباد

☆ مقتل خوارزمی ج ا ص ۱۶۰ طبع غری

☆ الخصائص الکبری سیوطی ج ۲ ص ۱۲۶ طبع حیدرآباد

حضرت ابن عباس سے اس کے علاوہ بھی قتل حسین کی روایات مروی ہیں جنھیں مسند احمد بن حنبل، المعجم الکبیر طبرانی، اسد الغابہ ابن اثیر جزری، تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی، البدایہ و النہایہ ابن کثیر، مناقب مغازلی، تذکرہ سبط بن جوزی، تاریخ کامل بن اثیر اور اصابہ ابن حجر عسقلانی وغیرہ میں دیکھا جاسکتا ہے۔

انس بن حارث

انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ﴿ **ان ابنی ھذا یقتل بارض العراق فمن ادرکہ منکم فلینصرہ** ﴾ میرا یہ بیٹا سرزمین عراق پر قتل کیا جائے گا تو تم میں سے جو اس وقت موجود ہو اس پر میرے بیٹے کی مدد کرنی لازم ہے۔ راوی کہتا ہے کہ انس امام حسین کیساتھ شہید ہوئے۔

☆ دلائل النبوۃ حافظ ابونعیم اصفہانی ص ۴۸۶ طبع حیدرآباد دکن

☆ مقتل الحسین خوارزمی ص ۱۵۹ طبع تبریز

☆ ذخائر العقبیٰ محبّ الدین طبری ص ۱۴۶ طبع قدسی مصر

☆ تاریخ دمشق ابن عساکر دمشقی ج ۴ ص ۳۳۸ طبع شام

☆ اسد الغابہ ابن اثیر جزری ج ۱ ص ۱۲۳ طبع مصر

☆ اصابہ ابن حجر عسقلانی ج ۱ ص ۸۱ طبع مصطفیٰ محمد مصر

امیر المومنین علی

شعبی سے روایت ہے کہ صفین جاتے ہوئے جب علی علیہ السلام کربلا سے گزرے تو وہاں توقف فرمایا اور کسی سے اس گاؤں کا نام دریافت کیا۔ آپ کو بتلایا گیا کہ اس گاؤں کا نام کربلا ہے تو آپ نے اتنا گریہ کیا کہ آنسوؤں سے زمین نم ہوگئی پھر فرمایا کہ میں ایک دن رسول کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ گریہ فرما رہے ہیں۔ میں نے گریہ کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ ﴿ **كان عندي جبريل آنفاً فاخبرني ان ولدي الحسين يقتل بشاطي الفرات بموضع يقال له كربلاء ثم قبض جبريل قبضة من تراب شمّني ايّاه فلم اتلك عيني ان فاضتا** ﴾ ابھی جبریل میرے پاس آئے تھے انھوں نے مجھے بتلایا کہ میرا بیٹا حسین فرات کے کنارے ایک مقام پر جس کا نام کربلا ہے قتل کیا جائے گا۔ پھر جبریل نے ایک مٹھی خاک (وہاں سے) اٹھا کر مجھے سنگھائی تو میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہوگئے۔

☆ صواعق محرقہ ابن حجر ہیثمی ص ۱۹۱ طبع عبد اللطیف مصر

☆ تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی ج ۲ ص ۳۴۶ طبع حیدر آباد

☆ الخصائص الکبریٰ جلال الدّین سیوطی ج ۲ ص ۱۲۶ طبع حیدر آباد

☆ تذکرہ سبط ابن جوزی ص ۲۶۰ طبع مطبعۃ العالیّہ نجف

اس روایت کے علاوہ احمد بن حنبل، حافظ عبد الملک بن محمد خرگوشی، سید علی ہمدانی، شیخ سلیمان قندوزی اور حافظ گنجی شافعی وغیرہ نے اس سلسلہ میں بکثرت روایات نقل کی ہیں۔ جنھیں ہم اختصار کے سبب ترک کر رہے ہیں۔

امام حسن بن علی

مذکورہ روایات مسلک اہل بیت کے علاوہ دیگر اسلامی مسالک کے محدثین نے کچھ تفاوت واختلافِ الفاظ کے ساتھ اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں۔لیکن امام حسن علیہ السلام کی یہ روایت دیگر مسالک کی کتابوں میں تلاش کے باوجود نہیں ملی۔امام جعفر صادق علیہ السلام بیان فرماتے ہیں کہ جس مرض میں امام حسن علیہ السلام کی شہادت ہوئی اس میں امام حسین علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور بھائی کی حالت دیکھ کر گریہ فرمانے لگے۔اس پر امام حسن علیہ السلام نے گریہ کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ آپ کے ساتھ جو کیا گیا ہے اس پر رو رہا ہوں۔ اس پر امام حسن علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ﴿ **انّ الذی اوتی الیّ سمّ أقتل به و لکن لا یوم کیومك یا ابا عبدالله و قد ازدلف الیك ثلاثون الفا یدّعون انهم من امة جدنا محمد و ینتحلون دین الاسلام فیجتمعون علیٰ قتلك وسفك دمك و انتهاك حرمتك و سبی ذراریك و نسائك** ﴾ (۱) (حسب ضرورت) مجھے تو زہر دیا گیا ہے جس سے میں شہید ہو جاؤں گا لیکن اے ابا عبداللہ تمھارے دن جیسا کوئی دن نہیں ہے کہ تیس ہزار افراد تم پر ہجوم کریں گے اور ان کا یہ دعویٰ ہوگا کہ وہ ہمارے جد محمد (رسول اللہ) کی امت ہیں اور مسلمان ہیں۔یہ لوگ تمھارے قتل اور خونریزی اور تمھاری ہتکِ حرمت اور خواتین وذرّیت کو اسیر کرنے کے لئے جمع ہو جائیں گے۔

امام حسین بن علی

محمد بن عمرو بن حسن بیان کرتا ہے کہ ہم کربلا میں حسین کے قریب تھے۔امام حسین علیہ السلام نے شمر کی طرف نگاہ کر کے فرمایا کہ ﴿ **صدق الله و رسوله قال رسول الله کأنی انظر الیٰ کلب ابقع یلغ فی دماء اهل بیتی** ﴾ خدا اور رسول نے سچ کہا ہے کہ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں گویا ایک چتکبرے (سیاہ وسفید) کتے کو دیکھ رہا ہوں جو میرے اہل بیت کے خون میں منہ ڈال رہا ہے۔

☆ خصائص کبریٰ حافظ سیوطی ج۲ص۱۵۲طبع حیدر آباد

☆ کنز العمال ملا متقی ہندی ج۱۳ص۱۱۳طبع حیدر آباد

۱۔ امالی صدوق مجلس۲۴ج۳بحوالۂ ترتیب الامالی ج۵ص۱۸۰

دیگر جلیل القدر محدثین نے رسول اکرم ﷺ کے اس خواب کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ اس خواب کی تعبیر آپ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے پچاس برس بعد پوری ہوئی۔ (۱)

رسول اکرم ﷺ سے امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر نقل کرنے والے اکابر کی تعداد بہت ہے۔ جن میں مذکورہ افراد کے علاوہ جناب زینب بنت جحش، حضرت ام الفضل بنت حارث، معاذ بن جبل، انس بن حارث، امامہ، انس بن مالک، ابوالطفیل، جناب اسماء اور دیگر شامل ہیں۔ ان روایات کے ایک عمومی جائزہ سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ کربلا کا واقعہ رسول اکرم ﷺ کے حزن واندوہ کا سبب ہے۔ آپ کے فرمان کے مطابق امام حسین علیہ السلام عترت کے پاکیزہ ترین افراد میں ہیں، شہیدوں کے سردار ہیں اور ان خلفاء میں ہیں جنھیں رسول اکرم ﷺ نے امت میں اپنا جانشین بنا کر چھوڑا ہے۔ امام حسین کے قاتل امتِ رسول سے خارج ہیں، خدا اور رسول ان سے اظہارِ برائت کرتے ہیں۔ وہ لوگ قیامت کے دن مشرکوں کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔ اور انھیں رسول اکرم ﷺ کی شفاعت نصیب نہیں ہوگی۔ اور رسول اکرم ﷺ کے چاہنے والوں میں سے جو لوگ سانحۂ کربلا کے وقت موجود ہوں ان پر نصرت حسین واجب ہے۔ یہ ساری باتیں اس کا ثبوت ہیں کہ رسول اکرم ﷺ امام حسین علیہ السلام کے اقدام کو منشائے الٰہی کے عین مطابق جانتے ہیں۔

امہات المومنین اور اکابر صحابہ وصحابیات کی ایک بڑی تعداد نے اس واقعہ کو سماعت کیا تھا اور یقیناً اس کثیر تعداد نے مختلف اطراف و جوانب اور مختلف حلقوں میں اس کا تذکرہ کیا ہوگا جس کا ایک ثبوت حضرت ابن عباس کا وہ جملہ ہے جس میں انھوں نے کہا کہ خاندان بنی ہاشم کی کثیر تعداد کو شہادت کے واقع ہونے پر کوئی شک نہیں تھا۔ اور دوسرا ثبوت ثابت بنانی کا یہ قول ہے کہ ہم لوگ کہا کرتے تھے کہ حسین یقیناً کربلا میں قتل ہوں گے (۲)۔ اس کا تیسرا ثبوت عبداللہ بن شریک عامری کا وہ قول ہے کہ واقعہ کربلا سے پہلے جب عمر بن سعد مسجد میں داخل ہوتا تھا تو اصحابِ علی کہا کرتے تھے کہ یہ حسین بن علی کا قاتل ہے۔ ایک دن اس نے امام حسین علیہ السلام سے کہا کہ یا اباعبداللہ کچھ بے عقل لوگوں کا خیال ہے کہ میں آپ کا قاتل ہوں تو امام حسین علیہ السلام نے اس کے جواب میں جو کچھ ارشاد فرمایا تھا اس میں یہ بھی ہے کہ وہ بے عقل نہیں حلیم لوگ

۱۔ ملحقات الاحقاق ج ۱۱ ص ۴۱۶

۲۔ مقتل خوارزمی ج ۱ ص ۲۳۴

ہیں (۱)۔ تاریخ ومقتل کے صفحات میں ایسے بہت سے واقعات مذکور ہیں جن میں اشارۃً یا صراحۃً کربلا کے واقعہ سے قبل اس واقعہ کی شہرتِ عام کا ذکر ملتا ہے۔ عریان بن ہیثم کا بیان ہے کہ میرا باپ صحرا (بادیہ) کی طرف جایا کرتا تھا اور اس جگہ کے قریب پڑاؤ ڈالا کرتا تھا جہاں بعد میں کربلا کا واقعہ ہوا۔ ہم جب بھی جایا کرتے تھے تو اس مقام پر بنی اسد کے ایک شخص کو دیکھا کرتے تھے۔ ایک دن میرے باپ نے اس سے پوچھا کہ آخر بات کیا ہے کہ تم ہمیشہ اسی مقام پر فروکش نظر آتے ہو؟ تو اس نے جواب میں کہا کہ مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ حسین اسی مقام پر شہید ہوں گے۔ تو میں اس جگہ پر اس لئے آیا کرتا ہوں کہ مجھے حسین کی ہمراہی نصیب ہو اور میں ان کے ساتھ شہید ہو جاؤں۔ ابن ہیثم کہتا ہے کہ حسین کی شہادت کے بعد میرے باپ نے کہا کہ چلو چل کر دیکھیں کہ بنی اسد کا وہ شخص حسین کے ساتھ شہید ہوا یا نہیں؟ ہم نے میدانِ کربلا میں آ کر اس کی تلاش کی تو اسے بھی مقتولین میں پایا (۲)۔ اس سے قبل ہم حضرت انس بن حارث کا قول نقل کر آئے ہیں کہ انھوں نے قولِ رسولِ اکرم ﷺ پر عمل کرتے ہوئے امام حسین علیہ السلام کی نصرت کی اور شہید ہوئے۔ یہ سارے شواہد اس بات کی دلیل ہیں کہ شہادت حسین کا واقعہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں تھی۔

رسولِ اکرم ﷺ کا فریضۂ ہدایت اس بات کا متقاضی تھا کہ آپ امت کی ہدایت وتربیت کے ساتھ ساتھ ان حالات وواقعات کی طرف بھی امت کو متوجہ فرماتے رہیں جو گمراہی وضلالت کا سبب بن سکتے ہوں۔ یہی سبب ہے کہ آپ نے اپنے بعد واقع ہونے والے فتنوں کا تذکرہ فرمایا ہے جنھیں حدیث کے موسوعات میں کتاب الفتن کے عنوان سے درج کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت حذیفہ یمانی کا یہ بیان بھی قابلِ مطالعہ ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ خدا کی قسم دنیا کے ختم ہونے تک جو بھی فتنے ہونے والے تھے، ان میں سے رسول اللہ نے وہ قائدینِ فتنہ جن کے ساتھ تین سو یا اس سے زیادہ افراد ہوں گے، ان کا نام ونسب اور قبیلہ بھی بتلا دیا تھا (۳)۔ جس تفصیل کا ذکر حضرت حذیفہ نے فرمایا ہے وہ ہم تک نہیں پہنچی اور سیاسی مصلحتوں کا شکار ہوگئی اور غالباً بیانِ حدیث اور تدوینِ حدیث کو روکنے کے اسباب میں یہ سیاسی مصلحتیں بھی شامل ہوں

۱۔ ارشاد مفید ج۲ ص ۱۳۲۔۱۳۳

۲۔ مقتل از طبقات ابنِ سعد غیر مطبوع ص ۵۰

۳۔ سنن ابوداؤد ج۴ ص ۹۵ حدیث ۴۳۔۴۲

گی۔اس کے باوجود واقعہ کربلا کے سلسلہ میں رسول اکرم ﷺ کے کچھ ارشادات ہم تک پہنچ گئے۔جن میں سے چند اوپر کی سطور میں درج کئے گئے۔ان سارے ارشادات کا خلاصہ یہ ہے کہ حسین علیہ السلام حق پر ہیں، ان کے ساتھی حق پر ہیں اور ان کے قاتل خدا اور رسول کے ناپسندیدہ ترین اشخاص میں ہیں۔اس سے یہ نتیجہ نکالنا عقلی اور منطقی ہے کہ حسین کا قیام رسول اکرم ﷺ کی ہدایت کی علمی اور عملی تبیین وتشریح ہے۔

محمد حنفیہ کے نام لکھے جانے والے وصیت نامہ میں امام حسین نے اسی نظریہ کا اظہار فرمایا ہے کہ

﴿ و انما خرجت لطلب الاصلاح فی امّة جدّی و ارید أن آمر بالمعروف و انهیٰ عن المنکر و اسیر بسیرة جدّی و ابی علی ابن ابیطالب ﴾ میں اپنے جد کی امت کی اصلاح کے لئے خروج کرر ہا ہوں اور میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چاہتا ہوں اور میں اپنے جد (رسول اللہ) اور اپنے والد علی ابن ابیطالب کی سیرت پر عمل (کرتا ہوں اور) کروں گا۔امام حسین علیہ السلام کا یہ منشور رسول اکرم کے منصوبۂ ہدایت کا تسلسل ہے اور یہی منشور واقعہ کربلا کی اساس ہے۔

پیغمبر اکرم ﷺ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد خاندانِ رسالت پر جو مصائب پڑے وہ اتنے کڑوے اور کسیلے ہیں کہ ان کے بیان کو نظر انداز کر دینا ہی مناسب ہے اگر چہ ان سارے واقعات کا براہ راست ربط واقعۂ کربلا سے ہے۔اگر ہم ان کی دہشت ناکیوں کو برداشت کرتے ہوئے انھیں نقل بھی کریں تو ایک انتہائی ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے جس کا یہ موقع نہیں ہے۔مختصراً یہ جان لینا چاہئے کہ شیعیان علی پر ایک وقت وہ آیا جب حکومت شام کی طرف سے یہ فرمان جاری ہوا کہ وہ اشخاص، خاندان اور قبیلے جو آل محمد بالخصوص علی سے دوستی کا دم بھرتے ہیں، انھیں حسبِ مراتب ڈرا دھمکا کر اس سے باز رکھا جائے اور اگر وہ اس پر تیار نہ ہوں تو انھیں قتل کر دیا جائے، ان کی بستیاں تاراج کر دی جائیں اور مال واسباب کو لوٹ لیا جائے۔

یہ وہی دور تھا جب حجر بن عدی اور ان کے ساتھی عبدالرحمان بن حسان، وصیفی بن فیل، قبیصہ بن ربیعہ وغیرہ شہید کئے گئے۔ان کے علاوہ رشید ہجری، عمرو بن حمق خزاعی، جویریہ بن مسہر، عبداللہ بن یحییٰ، محمد بن ابی حذیفہ، عبداللہ بن ہاشم مرقال، عبداللہ بن خلیفہ طائی اور عدی بن حاتم اور دیگر شیعیان علی کو سینکڑوں کی تعداد میں شہید کیا گیا اور یہ سب کچھ حکومت شام کے براہ راست احکامات پر وقوع پزیر ہو رہا تھا۔اس کا ایک ہلکا سا

پرتو امام حسن علیہ السلام کے معاہدۂ صُلح میں دیکھا جاسکتا ہے جسے کثیر مؤرخین نے اپنے اپنے طُرق سے کتابوں میں درج کیا ہے۔

۱۔ ابن اعثم کوفی کے بیان کے مطابق امیر شام کا ہر عمل کتاب وسنت کے موافق اور سیرت خلفاء صالحین کے مطابق ہوگا۔ ابن ابی الحدید نے صرف کتاب وسنت کا تذکرہ کیا ہے اس میں سیرت خلفاء کا ذکر نہیں ہے۔ اور یہی درست ہے اسلئے کہ سیرت خلفاء کو علی اور اصحاب علی نے کبھی تسلیم نہیں کیا۔

۲۔ معاویہ بن ابوسفیان کو اپنے بعد ولی عہد معین کرنے کا حق نہیں ہوگا۔ یہ امر مسلمانوں کے شوریٰ سے طے ہوگا۔ سیوطی اور اصابہ کے مطابق امرِ حکومت معاویہ کے بعد حسن بن علی کو حاصل ہوگا۔

۳۔ شام وعراق اور حجاز وتہامہ بلکہ اللہ کی زمین کے سارے باشندوں کی امن وامان کی ضمانت ہوگی۔

۴۔ اصحاب علی اور شیعیان علی اپنی آل اولاد کیساتھ حفظ وامان کی زندگی بسر کرنے کے حق دار ہونگے۔

۵۔ حاکم حسن بن علی ان کے بھائی حسین اور رسول اکرم کے اہل بیت کے ساتھ کوئی ظاہری اور باطنی شر اور سازش نہیں کرے گا اور ان میں سے کسی کو بھی کہیں خوف زدہ نہیں کرے گا۔

۶۔ امیر المومنین علی پر جو سبّ وشتم قنوت وغیرہ میں کی جاتی ہے وہ بند کرے گا اور علی کا تذکرہ خیر سے کرے گا۔

یہ عمرانیات کے اصولوں میں ہے کہ جو چیز جنگ کی بنیاد ہوتی ہے وہی چیز صلح میں زیر بحث لائی جاتی ہے۔ یہ شرائط ہم نے ابن عثم کی الفتوح کے متن وحاشیہ سے نقل کی ہیں (۱)۔ مزید علامہ باقر شریف قرشی کی حیات الامام الحسن کے باب بنود الصلح سے بھی استفادہ کیا گیا ہے (۲)۔ ان کے علاوہ جو شرطیں دیگر کتابوں میں ہیں ان کا نقل کرنا طول کلام کا سبب ہوتا لہٰذا ترک کی گئیں۔ ان کی شرائط ہی سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ حکومتوں کا رویہ آل محمد کے ساتھ کیا تھا۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ حکومت وقت نے ایک بھی شرط پر عمل نہیں کیا۔ ابن ابی الحدید نے امیر شام کا یہ جملہ نقل کیا ہے کہ ﴿ **الاوان کل شئ اعطیت الحسن بن علی**

۱۔ الفتوح ج۴ ص۲۹۱

۲۔ حیات الامام الحسن ج۲ ص۲۳۱۔۲۴۶۔ باب بنود الصلح

تحت قدمی هاتین لا أفی به ﴾(۱)۔آ گاہ ہوجاؤ کہ میں نے جو بھی معاہدہ حسن بن علی سے کیا ہے وہ میرے قدموں کے نیچے ہے اور میں اُن سے کچھ بھی پورا نہیں کروں گا۔اس کے برعکس جب صلح کے بعد جب پوری حکومت اسلامیہ پر اقتدار حاصل ہوگیا تو امیر شام نے اپنے سارے عاملوں کو یہ حکم صادر کیا کہ جو شخص بھی ابوتراب اور ان کے اہل بیت کے فضائل بیان کرے گا اس کے جان و مال کی ذمہ داری حکومت پر نہیں ہے۔

ابن ابی الحدید معتزلی ہی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن بنی امیّہ کے کچھ لوگوں نے امیر شام سے کہا کہ آپ اپنی مراد تک پہنچ گئے اب آپ اس شخص (علی) پر لعنت بند کردیں۔اس پر امیر شام نے جواب دیا کہ خدا کی قسم یہ اس وقت تک بند نہیں ہوگی جب تک بچے اسے سُن سُن کر بڑے نہ ہو جائیں ادھیڑ بوڑھے نہ ہو جائیں اور لوگ ان کے فضائل کا ذکر ترک کردیں۔امیر شام نے اپنے عُمال کو یہ بھی حکم دیا تھا کہ راویان حدیث صحابہ کے فضائل کثرت سے بیان کریں اور اگر مسلمانوں میں سے کوئی ابوتراب کی فضیلت بیان کرے تو فوراً اس کے مقابل صحابہ کے لئے ایک فضیلت بنالی جائے۔

صلح اور حسین کا موقف

اسد الغابہ اور کامل بن اثیر کی رو سے دونوں بھائیوں میں صلح کے معاملہ میں سخت اختلاف تھا جب کہ ابن عساکر کے مطابق امام حسین علیہ السلام بعد میں راضی ہو گئے تھے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ روایات انھیں لوگوں کی ساختہ و پرداختہ ہیں جنھیں فضائلِ اہل بیت کے مقابل روایات وضع کرنے کی مشق ہو چکی تھی۔یا یہ وہ لوگ تھے جو دشمنی اہل بیت کی فضاؤں میں پل کر جوان اور بوڑھے ہو چکے تھے۔ورنہ صحیح روایتوں میں یہ تذکرہ موجود ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا اختلاف کرنا تو کجا آپ امام حسن علیہ السلام کے احترام میں گفتگو کرنے سے بھی اجتناب فرماتے تھے(۲)۔ یہاں یہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے کہ امیر شام کے حضور میں جب ان کی بادشاہت کا عہد لیا جا رہا تھا تو قیس بن سعد سے بھی مطالبہ کیا گیا۔انھوں نے امام حسین علیہ السلام کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے تو امام حسین علیہ السلام نے جواب میں فرمایا ﴿ یا قیس انه

۱۔ شرح نہج البلاغہ ج۱۶ص۴۶،مقاتل الطالبین ص۷۷

۲۔ مناقب شہر آشوب ج۲ص۱۴۳ بحوالۂ امام باقر علیہ السلام

امامی یعنی الحسن﴾ اے قیس امام حسن علیہ السلام میرے بھی امام ہیں یعنی جو وہ فرمار ہے ہیں وہی کرو۔

شیخ مفید کا یہ حوالہ بھی قابل ذکر ہے کہ امام حسن علیہ السلام کے انتقال کے بعد عراق کے شیعوں میں ایک سیاسی حرکت پیدا ہوئی اور انھوں نے امام حسین علیہ السلام کو خط لکھا کہ ہم امیر شام سے خلع خلافت کر کے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے انھیں اس عمل سے منع فرمایا اور انھیں یاد دلایا کہ ان کے اور امیر شام کے درمیان ایک عہد و پیمان ہے اور اس کا توڑنا اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک کہ اس کی مدت پوری نہ ہو جائے (۱)۔ ایسے واقعات تاریخ کی کتابوں میں بکھرے ہوئے ہیں جن سے ہمیں اندازہ ہوتا ہے امام حسین علیہ السلام نے امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے معاہدۂ صلح کی تائید فرمائی بلکہ اس معاہدہ کی تقویت فرماتے رہے کہ صاحبان تطہیر کا مزاج ایک ہے اور امامت قیام وقعود دونوں حالتوں میں امامت ہی ہے۔

شہادتِ امامِ حسن

صلح کے بعد آپ نے کوفہ کا قیام ترک فرمادیا اور دوبارہ مدینہ میں سکونت پذیر ہو کر کتاب وسنت کی خدمت اور تبلیغ وہدایتِ دین میں مشغول ہو گئے جس سے صحابہ و تابعین کی ایک بڑی تعداد آپ کے گرد استفادہ کے لئے جمع ہو گئی اور دین اسلام کا اصلی چہرہ لوگوں کے سامنے نمایاں ہونے لگا اور غالباً اسی بات سے خوف زدہ ہو کر دشمن نے آپ کو زہر کے ذریعہ شہید کروادیا۔ جب زہر نے اپنا اثر دکھلایا اور آپ کی وفات کا وقت قریب آنے لگا تو آپ نے محمد حنفیہ کو بلا کر انھیں وصیت کی کہ حسین میرے بعد امام ہیں اور ان کی اطاعت واجب ہے خبر دار ان سے اختلاف نہ کرنا۔ اسے سن کر محمد حنفیہ نے سر تسلیم کو خم کر دیا (۲)۔

یزید کی ولی عہدی

ابن اثیر اور یعقوبی (۳) نے امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے بعد یزید کی بیعتِ ولیعہدی کا تذکرہ کیا ہے لیکن اس کا تذکرہ نہیں کیا کہ شہادت کے کتنے عرصہ بعد یہ واقعہ ہوا۔ بعض محققین کا

۱۔ ارشاد مفید ج۲ ص۳۲

۲۔ اصول کافی مترجم ج۲ ص۱۷۔۲۳

۳۔ تاریخ کامل بن اثیر ج۳ ص۵۳، تاریخ یعقوبی ج۲ ص۲۲۸

خیال ہے کہ امیر شام نے امام حسن علیہ السلام کی زندگی ہی میں یہ منصوبہ بنالیا تھا لیکن اسے بہت خفیہ رکھا اور امام کی شہادت کے بعد اس پر عمل در آمد کیا (۱)۔ ایک یہ واقعہ بھی ملتا ہے کہ ۵۰ھ ہجری میں امام حسن علیہ السلام کی شہادت سے کچھ قبل امیر شام نے مدینہ کا سفر اختیار کیا تاکہ یزید کی بیعت کے بارے میں لوگوں کی رائے معلوم کی جاسکے۔ انھوں نے عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمر سے انتہائی خفیہ ملاقات کی اور بیعت یزید کا مسئلہ پیش کیا۔ ان لوگوں نے اس شدت سے مخالفت کی کہ یہ ملاقات ناکامیاب ہوگئی (۲) اور امیر شام نے ۵۰ھ ہجری میں امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے فوراً بعد یہ مسئلہ دوبارہ اٹھایا۔ اور شام میں یزید کی ولیعہدی کی بیعت کروائی گئی اور مختلف شہروں میں اس کی بیعت کے لئے حکمنامے ارسال کئے گئے۔

مغیرہ بن شعبہ

یہ شخص امیر شام کی طرف سے کوفہ کا والی تھا۔ امیر شام نے اسے معزول کرکے اپنے چچا زاد بھائی سعید بن عاص کو حاکمِ کوفہ معین کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ خبر مغیرہ کو پہنچی تو اس نے سوچنا شروع کیا کہ امیر شام پر کس طرح ہاتھ ڈالے کہ وہ معزول کرنے سے باز آجائے۔ اس نے اپنے ذہن میں ایک منصوبہ تیار کرکے شام کا سفر اختیار کیا۔ اس نے شام پہنچ کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اگر آج میں اپنی حکومت وریاست واپس نہ لے سکا تو پھر کبھی حاصل نہیں کرسکتا۔ یہ کہہ کر وہ یزید کے پاس پہنچا اور یوں گویا ہوا کہ اصحابِ رسول اس دنیا سے اٹھ گئے اور قریش کے اکابر اور صاحبانِ رائے بھی چل بسے اور اب ان لوگوں کی اولاد دنیا میں باقی رہ گئی ہے اور ان اکابر کی نسل میں تم ایک بلند ترین، زیرک ودانا اور صاحب تدبر شخص ہو اور سنت وسیاست کے رموز سے آگاہ ہو لیکن میری یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ امیر شام لوگوں سے تمھاری خلافت کی بیعت کیوں نہیں لیتے؟ یزید نے سوال کیا کہ کیا یہ کام ممکن ہے؟ مغیرہ نے اثبات میں جواب دیا۔ یزید نے فوراً ہی اپنے باپ سے ملاقات کرکے مغیرہ کی تجویز گوش گزار کی۔ امیر شام نے مغیرہ کو طلب کرکے پوچھا کہ یزید کیا کہہ رہا ہے؟ مغیرہ نے

۱۔ الاستیعاب ج ۱ ص ۳۹۱ دار الجبل بیروت

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۸۳

کہا کہ آپ نے عثمان کے بعد رونما ہونے والے اختلاف کو خوب دیکھا ہے۔ یزید آپ کا بہترین جانشین ہے۔ آپ لوگوں سے یزید کی خلافت کی بیعت لے لیں تا کہ آپ کے بعد مرکزیت قائم رہے اور لوگ فتنہ و فساد اور خونریزی میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ امیر شام نے پوچھا کہ اس کام میں کون لوگ میری مدد کریں گے؟ مغیرہ نے جواب دیا کہ اہل کوفہ سے میں بیعت لے لوں گا اور اہل بصرہ سے زیاد بیعت لے لے گا۔ اگر ان دو علاقوں کے لوگوں نے بیعت کر لی تو دوسرے علاقوں کے لوگ آپ کی مخالفت نہیں کریں گے۔ امیر شام نے خوش ہو کر کہا کہ اگر ایسا ہے تو تم اپنے عہدے پر واپس جاؤ اور اپنے لوگوں سے اس معاملہ میں گفتگو کو آگے بڑھاؤ تا کہ ہم اس کی روشنی میں اگلا اقدام کریں۔ مغیرہ جب اپنے پڑاؤ پر واپس آیا اور لوگوں نے پوچھا کہ کیا کر کے آئے؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں نے معاویہ کا پاؤں ایسی رکاب میں پھنسا دیا ہے کہ امت سے اس کا فاصلہ بہت دور ہے اور ان کے درمیان ایسا شگاف ڈال دیا ہے جو کبھی پر نہیں ہو گا۔

مغیرہ نے کوفہ پہنچ کر بنی امیہ کے طرفداروں میں سے قابل اعتماد لوگوں سے مشورہ کیا اور انھوں نے یزید کی خلافت پر بیعت کر لی۔ مغیرہ نے اُن میں سے دس یا زیادہ افراد کو اپنے بیٹے موسیٰ بن مغیرہ کے ہمراہ شام روانہ کر دیا۔ اور انھیں اس کام کے لئے تیس ہزار درہم دیئے۔ ان لوگوں نے دمشق پہنچ کر یزید کی ولیعہدی اور خلافت کو بہت آرائش دے کر پیش کیا۔ امیر شام نے جواب میں کہا کہ آپ واپس جائیں اور اس کا تذکرہ کسی سے بھی نہ کریں اور جو کچھ آئندہ ہو گا اس کا انتظار کریں۔ پھر امیر شام نے موسیٰ بن مغیرہ سے پوچھا کہ تمھارے باپ نے ان لوگوں کا دین کتنے میں خریدا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ تیس ہزار درہم میں۔ امیر شام نے کہا کہ واقعاً ان لوگوں کی نظر میں ان کا دین بے قیمت تھا۔ ایک اور روایت کے مطابق مغیرہ نے چالیس افراد کو اپنے بیٹے کے ہمراہ دمشق بھیجا۔ ان لوگوں نے امیر شام سے کہا کہ امت کی صلاح و بہبودی کے لئے مغیرہ نے ہمیں آپ کے پاس بھیجا ہے۔ پھر کہنے لگے کہ اے امیر آپ عمر رسیدہ ہو چکے ہیں اور ہمیں آپ کے بعد اختلاف و انتشار کا خطرہ ہے لہٰذا آپ ہمارے لئے کوئی ایسا نمایاں شخص معین کر دیں جس سے ہم وابستہ ہو جائیں۔ امیر شام نے پوچھا کہ آپ لوگوں کی نگاہ میں ایسا کون ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہم آپ کے فرزند یزید کو پسند کرتے ہیں اور اسی کو اس قابل سمجھتے ہیں۔ امیر شام نے پوچھا کہ کیا واقعاً تم لوگ اسے پسند کرتے ہو؟ انھوں نے اثبات میں جواب دیا تو امیر شام نے سوال کیا کہ کیا یہ تم سب کی رائے ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہاں یہ ہماری بھی

رائے ہے اوران لوگوں کی بھی ہے جنھیں ہم کوفہ میں چھوڑ آئے ہیں۔امیر شام نے یہ گفتگو سن کر عروہ بن مغیرہ سے پوچھا کہ تمھارے باپ نے ان لوگوں کا دین کتنے میں خریدا ہے؟ عروہ نے جواب دیا کہ چار سو دینار میں۔امیر شام نے کہا کہ کتنا سستا خریدا ہے۔امیر شام نے ان لوگوں سے مخاطب ہوکر کہا کہ ہم آپ لوگوں کی پیش نہاد پر غور کریں گے۔صبر اور اطمینان جلد بازی سے بہتر ہے۔(۱)

کامل بن اثیر کے مطابق مغیرہ بن شعبہ کی ان ریشہ دوانیوں سے امیر شام نے متاثر ہوکر بصرہ کے حاکم زیاد بن ابیہ کو خط لکھا اور اس سے مشورہ طلب کیا۔زیاد نے عبید بن کعب نمیری کو بلاکر اس سے کہا کہ وہ دمشق جاکر امیر شام کو اس عمل سے باز رکھے۔

امام حسین کا موقف

امام حسن علیہ السلام کی شہادت ۵۰ ہجری میں ہوئی اور امام حسین علیہ السلام کا عہد امامت شروع ہوا۔جب کہ امیر شام کا انتقال ۶۰ ہجری میں ہوا یعنی امام حسین علیہ السلام کی امامت کے دس سال امیر شام کی بادشاہی کے زمانے میں گزرے۔امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے بعد بھی امام حسین علیہ السلام معاہدۂ صلح پر قائم رہے۔امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے بعد سلیمان بن صرد کے گھر میں شیعیانِ علی نے ایک تعزیتی اجتماع کیا جس میں فرزندان جعدہ بن ہبیرہ بھی شریک تھے(۲)۔شیعیان علی نے امام حسین علیہ السلام کے نام تعزیتی خط لکھتے ہوئے یہ تحریر کیا کہ اللہ نے آپ کو اسلاف کا عظیم ترین خلیفہ اور جانشین قرار دیا ہے۔ہم آپ کی پیروی کرنے والے لوگ آپ کے حزن واندوہ میں محزون اور آپ کی خوشی میں خوش ہونے والے لوگ ہیں۔اور آخر میں لکھا کہ ﴿المنتظرة لامرك﴾ ہم آپ کے حکم کے انتظار میں ہیں۔بنو جعدہ بن ہبیرہ نے اپنے خط میں تحریر کیا کہ اہل کوفہ امام حسین علیہ السلام کے متعلق بہت اچھی رائے رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کوفہ تشریف لائیں۔یہ بھی لکھا کہ انھوں نے ان انصار واعوان سے ملاقات بھی کی ہے جن کے قول وفعل

۱۔ تاریخ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۵۰۳۔۵۰۴ دار صادر بیروت

۲۔ جعدہ بن ہبیرہ ام ہانی بنت ابوطالب کے صاحب زادے اور امیر المومنین کے بھانجے تھے۔ابن عبدالبر اور ابن اثیر وغیرہ نے انھیں صحابی رسول قرار دیا ہے۔ان کی سکونت کوفہ میں تھی۔جنگ صفین میں ان کی خدمات قابلِ قدر ہیں۔

پر اعتبار کیا جاسکتا ہے۔ یہ لوگ دشمن کے لئے سخت جنگ جو اور آل ابوسفیان کے مخالف ہیں۔ آخر میں امام حسین علیہ السلام سے درخواست کی گئی کہ وہ اپنی رائے سے مطلع کریں۔ ان کے جواب میں امام حسین علیہ السلام نے تحریر فرمایا

﴿ انی لا رجو ان یکون رأی اخی رحمه الله فی الموادعة و رائی فی جهاد الظلمة رشدا و سدادا، فالصقوا بالارض و اخفوا الشخص و اکتموا الهویٰ و احترستوا من الاظناء ما دام ابن هند حیّا فان یحدث به حدث و انا حیّ یاتکم رائی ان شاء الله ﴾

(۱) میں امید رکھتا ہوں کہ صلح میں میرے بھائی کی رائے اور ظالموں سے جہاد کرنے میں میری رائے دونوں ہی حق وصواب اور رشد وہدایت پر ہیں۔ تم لوگ اپنی زمین سے وابستہ رہو اور خواہش کو مخفی رکھو جب تک کہ ابنِ ہند زندہ ہے۔ اگر وہ مر گیا اور میں زندہ رہا تو اس وقت انشاء اللہ اپنی رائے کا اظہار کروں گا۔

بعض مورخین نے تحریر کیا ہے کہ مسیّب بن عتبہ فزاری امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے بعد کچھ لوگوں کے ساتھ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ کہہ کر اُن سے معاویہ کو معزول کرنے کی درخواست کی کہ ہمیں آپ کی اور آپ کے بھائی (دونوں) کی رائے معلوم ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا ﴿ انی لا رجوأن یعطی الله اخی علیٰ نیته فی حبه الکف و ان یعطینی علیٰ نیتی فی حُبّی جهاد الظالمین ﴾ (۲)۔ مجھے امید ہے کہ اللہ میرے بھائی کو اُس محبت کا اجر عطا فرمائے گا جو انھیں صلح سے تھی اور مجھے اس محبت کا اجر عطا فرمائے گا جو مجھے ظالموں کے ساتھ جہاد کرنے سے ہے۔

جب امام حسین علیہ السلام کے پاس عراق وحجاز کے اشراف و اکابر کی آمد و رفت زیادہ ہوئی اور انھوں نے امام حسین علیہ السلام کو اپنی مدد و معاونت کا یقین دلانا شروع کیا تو ایک دن عمرو بن عثمان بن عفّان نے والی مدینہ مروان بن حکم سے اس کی شکایت کی اور کہا کہ اگر اسے روکا نہ گیا تو تم لوگوں کو سخت پریشانیوں کے دن دیکھنے نصیب ہوں گے۔ مروان نے خط لکھ کر امیر شام کو مطلع کیا۔ امیر شام نے جواب میں لکھا کہ جب تک حسین ہمارے مقابل پر نہیں آتے اور اپنی دشمنی کو ظاہر نہیں کرتے ان سے کوئی تعرض نہ کرو البتہ ان کی نگرانی

۱۔ انساب الاشراف ج۳ص ۳۶۶

۲۔ البدایہ والنہایہ ج۸ص ۱۷۴

کرتے رہو(۱)۔ پھر ایک وقت وہ آیا جب مروان کی جگہ آنے والے ولید بن عتبہ نے اہل عراق کو امام حسین علیہ السلام کی ملاقات سے روک دیا تو امام حسین علیہ السلام نے اس سے ارشاد فرمایا ﴿ **یا ظالما لنفسه عاصیا لربّه علام تحول بینی و بین قومی عرفوا من حقی ما جهلته انت و عمك** ﴾(۲)۔ اے اپنے نفس پر ظلم کرنے والے اور اپنے رب کا عصیان کرنے والے تم کیوں میرے اور ان لوگوں کے درمیان حائل ہوتے ہو جو میرے حق کو پہچانتے ہیں، جسے تم اور تمھارا چچا نہیں پہچانتے۔ اس نے جواب میں جو کچھ امام حسین علیہ السلام سے کہا کہ اس میں یہ بھی تھا کہ جب تک آپ کا ہاتھ نہیں اٹھتا اس وقت تک آپ کی زبان کی خطا معاف ہے۔

امیرِ شام کا خط اور جواب

اگر ہم اُس عہد کے شامی اور علوی کرداروں پر بحث و تمحیص شروع کریں تو اسے منطقی طور پر بعد رسول کے ابتدائی ترین ایام سے شروع کرنا ہوگا جو ایک پوری کتاب کا متقاضی ہے اور ہم اپنے موضوعِ خاص سے دور جا پڑیں گے۔ لہٰذا اس بحث کو مختصر کرتے ہوئے امیر شام کا ایک خط اور امام حسین علیہ السلام کا جواب تحریر کرنا چاہتے ہیں۔ ہم ایک خط جاحظ کے باب المفاخرۃ کی شرح انکشاف حقیقت سے لفظوں کی تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ نقل کر رہے ہیں کہ مروان نے ولیعہدی یزید کے متعلق امام حسین علیہ السلام کی نسبت معاویہ کو خط لکھ کر اطلاع دی کہ آپ کو معلوم ہو کہ عمرو بن عثمان نے مجھے خبر دی ہے کہ اہل عراق اور سردارانِ حجاز کی ایک جماعت کی آمد و رفت حسین بن علی کی خدمت میں بہت پائی جاتی ہے وہ (یعنی عمرو بن عثمان) کہتا تھا کہ میں ان کے خروج کرنے سے مطمئن نہیں ہوں۔ میں نے اس معاملہ کی تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ وہ ان دنوں تو خلافت کا ارادہ نہیں رکھتے۔ مگر ہاں آپ کے بعد جو خلافت پر متمکن ہوگا اس کی طرف سے مجھے اطمینان نہیں ہے۔ اس بارے میں جو آپ کی رائے ہو اس سے مطلع فرمایئے والسلام (۳)۔ کتاب مذکور کے مطابق اُس خط

۱۔ انساب الاشراف ج ۳ ص ۳۶۷

۲۔ انساب الاشراف ج ۳ ص ۳۶۹

۳۔ انکشاف حقیقت ص ۱۱۸ نظامی پریس لکھنؤ

کو پڑھ کر امیر شام نے امام حسین علیہ السلام کو خط لکھا کہ مجھے تمھاری طرف سے کچھ خبریں ملی ہیں۔ اگر یہ صحیح ہے تو مجھے تم سے اس کی توقع نہیں ہے اور اگر غلط ہے تو تمھیں ان چیزوں سے دور ہی رہنا چاہیئے۔ لہٰذا تم نے اپنی حیثیت کی رعایت کی اور اللہ کے عہد و پیمان پر قائم رہے۔ لہٰذا کوئی ایسا کام نہ کرو جو مجھے روابط قطع کرنے پر اور تمھارے ساتھ سخت اور برا سلوک کرنے پر آمادہ کرے اور اگر تم میرا انکار کرو گے تو میں بھی تمھارا انکار کروں گا۔ پس اے حسین مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنے سے ڈرو اور انھیں فتنوں میں گرفتار کرنے سے پرہیز کرو۔ اس خط کے جواب میں امام حسین علیہ السلام نے یہ تحریر فرمایا ﴿ اما بعد فقد بلغنی كتابك تذكر فيه انه انتهت اليك عنّى امور انت عنها راغب و انا بغيرها عندك جدير و ان الحسنات لا يعدىٰ و لا يسدّد اليها الا الله تعالىٰ. اما ما ذكرت انه رقىٰ اليك عنى فانه انما رقاه اليك الملّاقُون المشّاؤن بالنميمة، المفرقون بين الجمع و كذب الغاوون، ما اردت لك حربا و لا عليك خلافا و انّى لا خشى الله فى ترك ذلك منك و من الا عذار فيه اليك و الىٰ اوليائك القاسطين حزب الظلمة.

ألست القاتل حجر بن عدى اخاكنده و اصحابه المصلّين العابدين الذين كانوا ينكرون الظلم و يستعظمون البدع و يأمرون بالمعروف و ينهون عن المنكر و لا يخافون فى الله لومة لائم قتلتهم ظلما و عدوانا من بعد ما اعطيتهم الايمان المغلّظة و المواثيق المؤكدة جرأة علىٰ الله و استخنافا بعهده.

أو لست قاتل عمرو بن الحمق الخزاعى صاحب رسول الله العبد الصالح الذى أبلته العبارة فنحل جسمه و اصفرّ لونه فقتلته بعد ما آمنته و اعطيته ما لو فهمته العصم لنزلت من رؤس الجبال.

أو لست بمدّعى زياد بن سميّة المولود علىٰ فراش عبيد ثقيف فزعمت انه ابن ابيك و قد قال رسول الله الولد للفراش و للعاهر الحجر. فتركت سنّة رسول الله تعمّداً و تبعت هواك بغير هدىً من الله. ثم سلّطة علىٰ اهل الاسلام يقتلهم و يقطع

ايديهم و ارجلهم و يسل اعينهم و يصلّبهم علىٰ جذوع النخل كأنك لست من هذه الامّة و ليسوا منك.

أو لست قاتل الحضرميّ الذى كتب فيه اليك زياد انه على دين علىّ كرم الله وجهه فكتبت اليه أن اقتل كل من كان علىٰ دين علىّ فقتلهم و مثّل بهم بامرك و دين علىّ هو دين ابن عمّه ﷺ الذى اجلسك مجلسك الذى انت فيه و لو لا ذلك لكان شرفك و شرف آبائك تجشم الرحلتين رحلة الشتاء و الصيف.

و قلت فيما قلت انظر لنفسك و دينك و لامّة محمد ﷺ و اتّق شق عصا هذه الامّة و ان تردّهم الىٰ فتنة و اني لا اعلم فتنة اعظم علىٰ هذه الأمّة من ولايتك عليها و لا اعظم لنفسى و لدينى و لأمة محمد ﷺ افضل من ان اجاهرك فان فعلت فانه قربة الىٰ الله و ان تركته فاني استغفر الله لذنبى و اسألة توفيقه لارشاد امرى.

و قلت فيما قلت انى ان انكرت تنكرنى و إن اكدك تكونى فكدنى ما بدالك فانى ارجو أن لا يضّرنى كيدك و أن لا يكون علىٰ أحد اضّر منه علىٰ نفسك لانك قد ركبت جهلك و تحرّصت علىٰ نقض عهدك.

و لعمرى ما وفيت بشرط و لقد نقضيت عهدك بقتل هٰولاء النفر الذين قتلتهم بعد الصلح و الأيمان و العهود و المواثيق فقتلتهم من غير ان يكونوا قاتلوا أو قتلوا و لم تفعل ذلك بهم الّا لذكرهم فضلنا و تعظيمهم حقنا مخافةَ أمرٍ لعلّك إن لم تقتلهم متّ قبل ان يفعلوا أو ماتوا قبل أن يدركوا.

فابشر يا معاوية بالقصاص و استيقن بالحساب و اعلم اَن لله تعالىٰ كتابا لا يغادر صغيرة و لا كبيرة الّا احصاها. و ليس الله بناس لاخذك بالظنّة و قتلك اوليائه علىٰ التّهم و نفيك ايّاهم من دورهم الىٰ دارالغربة و أخذك الناس ببيعة ابنك الغلام الحدث يشرب الشراب و يلعب بالكلاب ما اراك الّا قد خسرت نفسك و بترت دينك و

غششت رعيّتك و سمعت مقالة السفيه الجاهل و اخفت الورع التقی ﴾ (۱)

امابعد مجھے تمھارا خط ملا جس میں تم نے یہ ذکر کیا ہے کہ میری طرف سے تمھیں کچھ خبریں موصول ہوئی ہیں جو تمھیں ناپسند ہیں اور تمھارے خیال میں مجھے اُن سے دور رہنا چاہیئے۔ یقیناً نیکیوں کی طرف اللہ ہی ہدایت کرتا اور توفیق دیتا ہے۔ یہ جو تم نے لکھا ہے کہ کچھ باتیں میرے بارے میں تمھیں بتلائی گئی ہیں تو یہ خوشامدی اور چغلخور لوگ ہیں اور یہ گمراہ لوگ جھوٹے ہیں۔ میں نہ تم سے جنگ کا ارادہ رکھتا ہوں نہ مخالفت و مخاصمت کا۔ لیکن اس ترکِ مخاصمت و جنگ میں اللہ سے خائف ہوں اور تمھیں اور تمھارے ظالم دوستوں کو چھوڑ دینے کا کوئی عذر بھی نہیں ہے۔

کیا تم حجر بن عدی کندی اور ان کے ساتھیوں کے قاتل نہیں ہو جو نمازی اور عبادت گزار تھے۔ یہ لوگ ظلم کے منکر تھے بدعت کو گناہِ عظیم سمجھتے تھے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیا کرتے تھے۔ اور اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے سے خوف زدہ نہیں تھے۔ تم نے انھیں ظلم وستم سے قتل کر دیا حالانکہ تم نے شدید قسمیں بھی کھائی تھیں اور مضبوط عہد بھی باندھے تھے۔ یہ تم نے اس لئے کیا کہ تم نے اللہ پر جرأت کی اور اس کے عہد کا استخفاف کیا۔

کیا تم عمرو بن حمق خزاعی صحابیِ رسول کے قاتل نہیں ہو۔ وہ عبدِ صالح کہ عبادت نے ان کی طاقت زائل کر دی تھی کہ ان کا جسم لاغر اور ان کا رنگ زرد ہو گیا تھا۔ تم نے انھیں قتل کر دیا حالانکہ تم نے انھیں ایسی مستحکم اور مظبوط امان دی تھی کہ اگر وحشی جانوروں کو ایسا یقین دلایا جاتا تو وہ مطمئن ہو کر پہاڑوں سے نیچے اُتر آتے۔

کیا تم نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ زیاد بن سمیّہ تمھارے باپ کا بیٹا ہے حالانکہ وہ عبید ثقفی کے بستر پر پیدا ہوا تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ لڑکا اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور بدکار کے لئے پتھر ہے۔ تم نے سنت رسول جان بوجھ کر ترک کیا اور تم نے اللہ کی ہدایت کو پس پشت ڈال کر اپنی خواہش نفس کی پیروی کی۔ پھر تم نے زیاد کو مسلمانوں پر مسلط کر دیا کہ وہ انھیں قتل کرے۔ ان کے ہاتھ پاؤں قطع کرے، ان کی آنکھیں نکال لے ور کے درختوں پر انھیں سولی چڑھا دے۔ گویا تم اس امت سے نہیں تھے اور اُن لوگوں کا تم سے کوئی تعلق ہی نہیں تھا۔

۱۔ الامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۲۸۴، الغدیر ج ۱ ص ۱۶۱

کیا تم اس حضرمی کے قاتل نہیں ہو جس کے بارے میں زیاد نے تمھیں لکھا تھا کہ وہ علی کرم اللہ وجہہ کے دین پر ہے۔ تو تم نے اس کے جواب میں لکھا کہ جو بھی علی کے دین پر ہو اسے قتل کر دو۔ زیاد نے تمھارے حکم سے انھیں قتل کیا اور اُن کا مُثلہ کیا۔ علی کا دین تو ان کے ابن عم (چچازاد بھائی) ہی کا دین تھا۔ جس کا سہارا لے کر تم آج اس مقام (حکومت) پر بیٹھے ہوئے ہو۔ اگر یہ نہ ہوتا تو تمھاری اور تمھارے آباء کی ساری شرافت سردی اور گرمی کے سفروں ہی میں ہوتی۔

اور یہ جو تم نے کہا ہے کہ تم اپنی ذات، اپنے دین اور امت محمد کا خیال رکھو اور امت کے اتحاد کو پارہ پارہ نہ کرو اور انھیں فتنہ میں نہ ڈالو تو میرے علم کے مطابق سب سے بڑا فتنہ تو یہ ہے کہ تم اس امت کے والی ہو۔ اور میں اپنی ذات، اپنے دین اور امت کے لئے اس افضل کوئی عمل نہیں دیکھتا کہ تمھارے مقابل کھڑا ہو جاؤں۔ اگر میں یہ عمل کروں تو قربۃً الی اللہ کروں گا اور اگر نہ کروں تو اپنی کوتاہی پر اللہ کی بارگاہ میں استغفار کروں گا اور دعا کروں گا کہ وہ مجھے توفیق عنایت فرما کر مجھے میرے امر کی ہدایت نصیب کرے۔

تم نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر میں تمھارا انکار کروں گا تو تم میرا انکار کرو گے اور اگر میں تمھارے ساتھ کوئی چال چلوں گا تو تم بھی میرے ساتھ چال چلو گے۔ تو تم میرے خلاف جو بھی چال چل سکتے ہو وہ چلو۔ اس لئے کہ مجھے امید ہے کہ تمھارا کوئی بھی مکر و کید مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتا بلکہ تمھارا مکر کسی اور کے لئے نہیں صرف تمھارے ہی لئے بڑے نقصان کا باعث ہوگا اس لئے کہ تم جہالت کی سواری پر سوار ہو اور عہد شکنی کے حریص ہو۔

میری جان کی قسم تم نے ایک شرط کے ساتھ بھی وفا نہیں کی۔ تم نے صلح، قسم اور عہد و پیمان کے بعد ان لوگوں کو قتل کر کے اپنے عہد کو توڑ دیا۔ انھوں نے نہ کسی سے جنگ کی تھی نہ کسی کو قتل کیا تھا پھر بھی تم نے ان لوگوں کو قتل کر دیا۔ اور تم نے انھیں صرف اس لئے قتل کیا کہ وہ ہمارے فضائل بیان کرتے تھے اور ہمارے حق کا احترام کرتے تھے۔ تم جس چیز سے خوف زدہ تھے وہ یہ تھی کہ اگر تم انھیں قتل نہ کرو تو شاید تم خود ان سے پہلے مر جاؤ گے یا اگر وہ پہلے مر گئے تو تم ان کو قتل کرنے (کی لذت) سے محروم ہو جاؤ گے۔

پس تمھیں قصاص کی بشارت مبارک ہو۔ اور حساب (قیامت) پر یقین رکھو اور یہ جان لو کہ اللہ کی ایک کتاب ہے جو کسی چھوٹی یا بڑی چیز کو نہیں چھوڑتی مگر یہ کہ اس کا احصاء کرتی ہے۔ اور اللہ تمھاری اس بات کو

فراموش نہیں کرے گا کہ تم بدگمانی پر لوگوں کو پکڑتے ہو اور دوستانِ خدا کو صرف تہمت پر قتل کر دیتے ہو اور انھیں ان کے گھروں سے نکال کر دور دراز بھیج دیتے ہو اور اپنے بیٹے کے لئے لوگوں سے بیعت لیتے ہو جو شراب خوار اور کتوں سے کھیلنے والا جوان ہے۔ میں تو تمھارے بارے میں صرف یہ دیکھ رہا ہوں کہ تم نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈال دیا ہے، اپنے دین کو برباد کر دیا ہے اور اپنی رعایا کو دھوکہ دے رہے ہو اور تم نے ایک بے عقل جاہل کی بات پر کان دھرا ہے اور تم نے متقی اور پرہیز گار شخص کو ڈرایا ہے۔

نشرِ فضائل

یہ تاریخ مسلمین کے سینکڑوں حوالوں میں سے چند تھے جنھیں سپردِ قلم کیا گیا۔ ان کے سرسری مطالعہ سے بھی اندازہ ہو جاتا ہے کہ خاندانِ علی اور دوستانِ علی پر ظلم و جور اور قتل و غارت کو کس طرح روا رکھا گیا۔ دوسری طرف کتابتِ حدیث کو روک کر اہلِ بیت کے فضائل کو مٹانے کی کوشش کی گئی۔ یہ کوشش قدیم اور اساسی تھی جس نے پچاس سال کے عرصہ میں آل محمد کو گمنام بنا دیا اور لوگ یہ سمجھنے لگے کہ بنی امیہ ہی رسول اکرم کے اصل رشتہ دار ہیں۔ منعِ کتابتِ حدیث کی اس کوشش پر صرف ایک روایت نقل کی جاتی ہے جو صاحبانِ تدبّر کے لئے فکر انگیز بھی ہے اور مقامِ عبرت بھی۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص بیان کرتے ہیں کہ میں جو کچھ بھی رسول اللہ سے سنا کرتا تھا اسے لکھ لیا کرتا تھا تاکہ اسے یاد رکھ سکوں۔ مجھے قریش نے اس عمل سے منع کیا کہ تم رسول اللہ سے ہر بات سن کر لکھتے ہو حالانکہ وہ بشر ہیں اور غضب اور رضامندی کے جذبات ان پر بھی طاری ہوتے ہیں۔ قریش کے منع کرنے سے میں نے احادیثِ رسول کو لکھنا چھوڑ دیا۔ ایک دن میں نے اس بات کا تذکرہ رسول اکرم سے کیا تو آپ نے اپنی انگشت مبارک سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کیا اور ارشاد فرمایا کہ ﴿ اکتب، فوالذی نفسی بیده ما یخرج منه الا حق ﴾ تم لکھا کرو۔ خدا گواہ ہے کہ اس دہن سے حق کے علاوہ کچھ بھی نہیں نکلتا (۱)۔ یہ قریش کون تھے جو روایاتِ رسول کا لکھا جانا پسند نہیں کرتے تھے انھیں ہم تاریخ تدوین حدیث کے مؤرخین کی سپرد کرتے ہوئے یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ دین کے دو اساسی مآخذ کتاب و سنت میں سے ایک کو نظر انداز کرنے کا مقصد ہی یہ تھا کہ آنے والی نسلوں کو سنت رسول سے کاٹ کر

۱۔ سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۶ (باب کتاب العلم)، مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۱۶۲، مستدرک حاکم ج ۱ ص ۱۰۴ سے آگے تک

دین کے ایک نئے چہرے سے روشناس کرا دیا جائے۔ اور دوسری جانب ایسی روایات وضع کر لی جائیں جو شانِ رسالت سے متصادم ہوں اور اہل بیت کے فضائل کا بھر پور جواب ہوں۔

امام حسین علیہ السلام کا عہد امامت ان حالات کا نقطۂ عروج تھا اور آپ کی ذمہ داری تھی کہ دشمنی کے اس سیلاب کو روکیں۔ امیر شام کے انتقال سے ایک سال قبل امام حسین نے عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن جعفر کے ساتھ حج کیا۔ آپ نے منیٰ میں بنی ہاشم کے سارے زن و مرد اور اپنے چاہنے والوں کا ایک اجتماع کیا اور ان سے یہ کہا کہ اصحابِ اخیار کو مجتمع کر کے یہاں لائیں۔ اس اجتماع میں سات سو سے زیادہ اشخاص حاضر ہوئے۔ جن میں سے تقریباً دو سو صحابۂ کرام تھے اور باقی تابعین تھے۔ جب سب جمع ہو گئے تو امام حسین علیہ السلام کھڑے ہوئے اور آپ نے حمد و نعت کے بعد ارشاد فرمایا ﴿ امـا بعد فان هذه الطاغية قد فعل بنا و بشيعتنا ما قد رأيتم و علمتم و شهدتم و انى اريد ان اسألكم عن شيء فان صدقت فصدّقونى و ان كذبت فكذبونى، اسمعوا مقالتى والتموا قولى، ثم ارجعوا الىٰ امصاركم و قبائلكم، آمنتموه و وثقتم به فادعوهم الىٰ ما تعلمون فانى اخاف ان يندرس هذا الحق و يذهب والله تم نوره و لو كره الكافرون. قال الراوى فما ترك الحسين شيئا مما انزل الله فيهم الا تلاه و فسّره و لا شيئا مما قاله رسول الله فى ابيه و اخيه و امه و اهل بيته الا رواه و فى كل ذلك يقول اصحابه اللهم نعم قد سمعنا و شهدنا.

و مما ناشدهم ان قال أنشدكم أتعلمون انّ على بن ابيطالب كان آخىٰ رسول الله حين آخىٰ بين اصحابه فآخى بينه و بين نفسه و قال انت اخى و انا اخوك فى الدنيا و الآخرة؟ قالوا اللهم نعم. قال انشدكم هل تعلمون ان رسول الله اشترىٰ موضع مسجده و منازله فابتناه ثم ابتنىٰ فيه عشرة منازل تسعة له و جعل عاشرها فى وسطها لابى ثم سدّ كل باب شارع الىٰ المسجد غير بابه. فتكلم فى ذلك من تكلم فقال ما انا سددت ابوابكم و فتحت بابه و لكن الله امرنى بسدّ ابوابكم و فتح بابه ثم نهىٰ الناس ان يناموا فى المسجد غيره و منزله فى منزل رسول الله فولد

لرسول الله و له فيه أولا؟ قالوا اللهم نعم. أنشدكم أفتعلمون ان عمر بن الخطاب حرص علىٰ كوّة قدر عينيه يدعها فى منزله الى المسجد فابىٰ عليه ثم خطب فقال ان الله امرنى أن ابنى مسجدا طاهرا لا يسكنه غيرى و غير اخى و بنيه؟ قالوا اللهم نعم.

أنشدكم أتعلمون ان رسول الله قال فى غزوة تبوك انت منى بمنزلة هارون من موسىٰ و انت ولىّ كل مومن بعدى؟ قالوا اللهم نعم. انشدكم اتعلمون ان رسول الله حين دعا النصارىٰ من اهل نجران الى المباهلة لم يات الا به و بصاحبته و ابنيه؟ قالوا اللهم نعم. انشدكم اتعلمون ان رسول الله دفع اليه اللواء يوم خيبر ثم قال لا دفعه الى رجل يحبه الله و رسوله و يحب الله و رسوله كرارا غير فرار ففتحها الله على يده؟ قالوا اللهم نعم. اتعلمون ان رسول الله بعثه بالبرائة و قال لا يبلغ عنى الا انا او ارجل منى؟ قالوا اللهم نعم. اتعلمون ان رسول الله لم ينزل به شدة قط الا قدمه لها، ثقة به، و انه لم يدعه باسمه قط لا يقول يا اخى؟ قالوا اللهم نعم.

انشدكم اتعلمون ان رسول الله قضىٰ بينه و بين جعفر و زيد فقال يا على انت منى و انا منك و انت ولى كل مومن بعدى؟ قالوا اللهم نعم. انشدكم اتعلمون انه كانت له من رسول الله كل يوم خلوة و كل ليلة دخلته، اذا سأله اعطاه و اذا سكت ابداه؟ قالوا اللهم نعم. انشدكم بالله اتعلمون ان رسول الله فضّله على جعفر و حمزة حين قال لفاطمة عليها السلام زوجتك خير اهل بيتى اقدمهم سلما و اعظمهم علما؟ قالوا اللهم نعم. انشدكم اتعلمون ان رسول الله قال انا سيد ولد آدم و اخى على سيد العرب و فاطمة سيدة نساء اهل الجنة و الحسن و الحسين سيدا شباب اهل الجنة؟ قالوا اللهم نعم. انشدكم اتعلمون ان رسول الله امره بتغسيله و اخبره ان جبرئيل يعينه عليه؟ قالوا اللهم نعم. انشدكم اتعلمون ان رسول الله قال فى آخر خطبة خطبها انى تركت فيكم الثقلين كتاب الله و اهل بيتى فتمسكوا بهما لن تضلّوا؟ قالوا

اللهم نعم.

فلم يدع شيئا انزله الله في علي بن ابي طالب خاصّة و في اهل بيتي من القرآن و لا على لسان نبيه الا ناشدهم فيقول الصحابة اللهم نعم قد سمعناه و يقول التابع اللهم نعم قد حدثنيه من اثق به فلان و فلان. ثم ناشدهم انهم قد سمعوه (رسول الله) يقول من زعم انه يحبّني و يبغض عليّا فقد كذب؟ ليس يحبني و يبغض عليا فقال له قائل يا رسول الله و كيف ذلك؟ قال لانه مني و انا منه، من احبه فقد احبني و من احبني فقد احب الله و من ابغضه فقد ابغضني و من ابغضني فقد ابغض الله؟فقالوا اللهم نعم، قد سمعناه و تفرقوا على ذلك ﴾(۱)

اس سرکش شخص نے ہمارے اور ہمارے شیعوں کے ساتھ جو کچھ بھی کیا آپ لوگوں نے اسے دیکھا، اسے جانا اور اس کی گواہی دی۔ اب میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگوں سے کچھ پوچھوں۔ اگر میں سچ بولوں تو میری تصدیق کریں اور اگر جھوٹ ہو تو میری تکذیب کر دیں۔ آپ لوگ میری بات سنیں اور میرے قول کو پوشیدہ رکھیں اور جب پلٹ کر اپنے شہروں اور قبیلوں میں جائیں تو جسے امانت دار اور بھروسے والا پائیں تو اسے ان باتوں کی دعوت دیں جسے آپ جانتے ہیں اس لئے کہ میں ڈرتا ہوں کہ حق پرانا ہو کر مٹ جائے۔ البتہ اللہ اپنے نور کو اتمام تک پہنچائے گا اگر چہ یہ بات کافروں کے لئے باعث کراہت ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے ہر وہ آیت جو اہل بیت کی شان میں نازل ہوئی ہے اس کی تلاوت اور تفسیر فرمائی۔ اور ہر وہ حدیث جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے والد، بھائی، والدہ اور ان کی اور ان کے خاندان کی شان میں بیان فرمائی تھی اسے لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ آپ کے ہر بیان پر موجود لوگ تصدیق کرتے تھے کہ ہاں خدا کی قسم ہم نے سنا ہے اور ہم اس کی گواہی دیتے ہیں۔

انھیں سوالوں میں سے یہ بھی تھا کہ آپ نے فرمایا کہ میں آپ لوگوں کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ علی وہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اصحاب کے درمیان مواخاۃ قرار دی تو علی کو

۱۔ کتاب سلیم ابن قیس ص ۱۶۶ طبع تہران

اپنا بھائی بنایا اور فرمایا کہ تم میرے بھائی ہو اور میں تمھارا بھائی ہوں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ سب کو اپنا بھائی بنایا اور فرمایا کہ تم میرے بھائی ہو اور میں تمھارا بھائی ہوں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ سب نے جواب دیا کہ خدا کی قسم ہاں۔ پھر فرمایا کہ میں آپ لوگوں کو قسم دیتا ہوں کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی مسجد اور اپنے گھروں کے لئے زمین خریدی تھی۔ پھر آپ نے مسجد کی تعمیر کی اور اس کے بعد دس گھر بنائے اس میں سے نو آپ کے لئے تھے اور دسواں گھر ان گھروں کے درمیان میرے والد کے لئے تھا۔ پھر رسول اکرم ﷺ نے ہر اس دروازے کو بند کروا دیا جو مسجد میں کھلتا تھا۔ اور میرے والد کے دروازے کو چھوڑ دیا۔ تو بعض لوگوں نے اس پر اعتراض کیا تو آپ نے جواب دیا کہ میں نے تم لوگوں کے دروازے بند کروائے ہیں اور نہ میں نے علی کا دروازہ کھلا رہنے دیا ہے۔ بلکہ اللہ نے مجھے حکم دیا تھا کہ تمھارے دروازے بند کر دیئے جائیں اور اس کا دروازہ کھلا رہنے دیا جائے۔ پھر آپ نے ان لوگوں کو منع فرمایا کہ سوائے علی کے کوئی مسجد میں نہ سوئے۔ اور میرے والد کا گھر رسول اللہ ﷺ کے گھر میں تھا۔ رسول اکرم ﷺ اور علی کی اولاد اس مقدس جگہ پر پیدا ہوئی یا نہیں؟ سب نے جواب دیا کہ خدا کی قسم ہاں۔ پھر فرمایا کہ میں آپ لوگوں کو قسم دیتا ہوں کیا آپ جانتے ہیں کہ عمر بن خطاب نے خواہش کی تھی کہ رسول اکرم ﷺ مسجد میں دو آنکھوں کے برابر کھڑکی کھولنے کی اجازت دے دیں۔ آپ نے انکار فرمایا اور خطبہ دیا کہ اللہ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں ایک پاک مسجد تعمیر کروں جس میں میرے علاوہ اور میرے بھائی اور اس کے بیٹوں کے علاوہ کوئی سکونت اختیار نہ کرے؟ سب نے جواب دیا کہ خدا کی قسم ہاں۔

میں آپ لوگوں کو قسم دیتا ہوں کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ نے جنگ تبوک میں (علی سے) فرمایا تمھاری نسبت مجھ سے وہی ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی اور تم میرے بعد ہر مومن کے ولی ہو؟ سن نے جواب دیا کہ خدا کی قسم ہاں۔ پھر فرمایا کہ میں آپ لوگوں کو قسم دیتا ہوں کیا آپ جانتے ہیں کہ جب رسول اللہ نے نجران کے عیسائیوں کو مباہلہ کی دعوت دی تو اپنے ساتھ سوائے اُن (علی) کے اور ان کی زوجہ کے اور ان کے دو بیٹوں کے علاوہ کسی کو اپنے ساتھ نہیں لے گئے۔ سب نے جواب دیا کہ خدا کی قسم ہاں۔ میں آپ لوگوں کو قسم دیتا ہوں کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ خیبر کے دن رسول اللہ نے انھیں علم دیا اور پھر ارشاد فرمایا کہ میں اسے اس شخص کے ہاتھ میں دے رہا ہوں کہ خدا اور رسول اس سے محبت کرتے ہیں اور وہ خدا اور رسول سے محبت کرتا

ہے۔ وہ بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے والا ہے اور فرار نہیں ہے۔ پس اللہ نے اس کے ہاتھ سے خیبر کو فتح کروادیا؟ سب نے جواب دیا کہ خدا کی قسم ہاں۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ نے سورہ برأت دے کر انھیں بھیجا تھا اور فرمایا تھا کہ اس کی تبلیغ کوئی نہیں کرے گا سوائے میرے یا اس مرد کے جو مجھ سے ہے؟ سب نے جواب دیا کہ خدا کی قسم ہاں۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی ہر مشکل اور پریشانی میں علی ہی کو بھیجا کرتے تھے کہ انھیں پر بھروسہ تھا۔ اور آپ نے کبھی انھیں نام لے کر نہیں بلایا بلکہ اے برادر کہا کرتے تھے؟ سب نے جواب دیا کہ خدا کی قسم ہاں۔

آپ لوگوں کو قسم دیتا ہوں کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور جعفر و زید کے درمیان فیصلہ فرمایا تو ان سے کہا کہ اے علی تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں اور تم میرے بعد ہر مومن کے ولی ہو؟ سب نے جواب دیا کہ خدا کی قسم ہاں۔ میں آپ لوگوں کو قسم دیتا ہوں کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر روز اور ہر شب میں ان سے خصوصی ملاقات اور گفتگو فرماتے تھے۔ وہ جب رسول اللہ ﷺ سے سوال کرتے تو آپ عطا فرماتے تھے اور جب وہ خاموش رہتے تھے تو آپ ان سے باتوں کی ابتدا فرماتے تھے؟ سب نے جواب دیا کہ خدا کی قسم ہاں۔ میں آپ لوگوں کو خدا کی قسم دیتا ہوں کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں جعفر اور حمزہ پر فضیلت دی تھی جب کہ حضرت فاطمہ سے فرمایا تھا کہ میں نے تمھاری شادی اپنے اہل بیت میں سب سے بہتر شخص سے کی ہے جو اسلام میں سب سے پہلا اور علم میں سب سے بڑا ہے؟ سب نے جواب دیا کہ خدا کی قسم ہاں۔ میں آپ لوگوں کو قسم دیتا ہوں کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور میرے بھائی علی عرب کے سردار ہیں اور فاطمہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور حسن و حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں؟ سب نے جواب دیا کہ خدا کی قسم ہاں۔ میں آپ لوگوں کو قسم دیتا ہوں کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے علی کو اپنے غسل کا حکم دیا تھا اور انھیں بتلا دیا تھا کہ اس میں جبریل ان کی مدد کریں گے؟ سب نے جواب دیا کہ خدا کی قسم ہاں۔ میں آپ لوگوں کو قسم دیتا ہوں کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے آخری خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا کہ میں نے تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑی ہیں۔ اللہ کی کتاب اور میرے اہل بیت۔ ان سے تمسک اختیار کرو تو کبھی گمراہ نہ ہوگے؟ سب نے جواب دیا کہ خدا کی قسم ہاں۔

اس طرح اس اجتماع میں امام حسین علیہ السلام نے ان ساری آیات کی تلاوت کی جو علی اور ان کے خاندان کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اور وہ ساری روایات بیان فرمائیں جو اس سلسلہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وارد ہوئی ہیں۔ اور حاضرین کو قسمیں دے کر پوچھا کہ کیا تم نے انھیں سنا ہے اور گواہ ہو؟ جواب میں صحابہ کرام نے کہا کہ ہاں خدا کی قسم ہم نے سنا ہے اور تابعین نے کہا کہ ہاں! ہمارے فلاں فلاں موردِ وثوق لوگوں نے انھیں ہم سے بیان کیا ہے۔ پھر آپ نے انھیں قسم دی کہ کیا انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص یہ گمان کرے کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور علی کا دشمن ہو وہ جھوٹا ہے۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی شخص مجھ سے محبت رکھے اور علی سے دشمنی کرے۔ یہ سُن کر ایک شخص نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کیسے؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ جس نے اس سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی اور جس نے اس سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی اور جس نے مجھ سے دشمنی کی اس نے اللہ سے دشمنی کی۔ سب نے جواب میں کہا کہ ہاں خدا کی قسم ہم نے یہ سب سنا ہے۔ پھر اس کے بعد اجتماع برخواست ہوگیا۔

یزید کی حکمرانی

امیر شام نے ستر سال سے زیادہ عمر پائی۔ ۱۸ھ ہجری میں خلافت ثانیہ کی طرف سے انھیں دمشق کا گورنر مقرر کیا گیا۔ خلافت ثالثہ میں بھی ان کی گورنری برقرار رہی۔ خلافت رابعہ میں تقریباً پانچ سال تک خلافت سے بغاوت جاری رکھی۔ اور تقریباً انیس سال اور کچھ مہینے سارے اسلامی ملکوں کے بادشاہ کی حیثیت سے حکومت کی۔ الفتوح کے مطابق امیر شام ۶۰ھ ہجری میں ۷۸ سال کی عمر میں دمشق میں فوت ہوئے اور ان کی بادشاہت انیس سال اور تین مہینے تھی (۱)۔ ارشاد مفید کے مطابق پندرہ رجب کو موت واقع ہوئی (۲)۔ جب امیر شام کی موت واقع ہوئی تو یزید دمشق میں موجود نہیں تھا۔ وہ شکار کھیلنے کے لئے حوران میں مقیم تھا۔ ضحاک بن قیس نے اسے خط لکھ کر مطلع کیا اور فوراً واپس آنے کی تلقین کی۔ یزید تدفین کے تین دن

۱۔ تاریخ الفتوح ابن اعثم ج ۴ ص ۳۵۲۔ عمر اور مدت حکومت میں مؤرخین واصحاب رجال کے درمیان اختلافات ہیں جن کا تذکرہ ہمارے موضوع سے خارج ہے۔

۲۔ ارشاد مفید ج ۲ ص ۳۲

بعد دمشق پہنچا(۱)۔ واپس آ کر باپ کی قبر کے قریب غمگین وملول کچھ دیر بیٹھا رہا اور کچھ شعر پڑھے (۲)۔ پھر تخت حکومت پر متمکن ہو کر اہلِ دمشق کے سامنے ایک چھوٹا سا خطبہ دیا۔ جس میں اپنے باپ کے مرنے کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر اللہ انھیں معاف کر دے تو یہ اس کی رحمت ہے اور اگر عقاب کرے تو یہ ان کے گناہوں کے سبب ہوگا۔ نہ مجھے اپنی جہالت پر معذرت کرنی ہے اور نہ مجھے طلب علم سے دلچسپی ہے (۳)۔ بعض مورخین نے یزید کا ایک اور خطبہ نقل کیا ہے کہ اس نے اہل شام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تم ہمیشہ اہل خیر رہے ہو۔ میرے اور اہل عراق کے درمیان شدید جنگ ہوگی۔ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میرے اور اہل عراق کے درمیان خون کی نہر جاری ہے۔ اور میں خواب ہی میں اس نہر کو عبور کرنا چاہتا ہوں لیکن ناکام ہو جاتا ہوں پھر میرے پاس عبید اللہ بن زیاد آتا ہے اور وہ میرے سامنے اس نہر کو عبور کر لیتا ہے۔ اہل شام نے یہ سن کر اسے اپنی وفاداریوں کا یقین دلایا اور عراقیوں سے جنگ کرنے کے لئے تائیدی کلمات کہے (۴)۔ یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ خطبہ پہلا خطبہ ہے یا کچھ بعد کا۔ صورتِ حال جو بھی ہو اس خطبہ میں بیان شدہ چھوٹا خواب اس بات کی دلیل ہے کہ یزید کا پہلا ارادہ شیعیان علی سے انتقام کا تھا اور وہ سرجون نامی عیسائی کے مشورے سے عبید اللہ ابن زیاد کو کوفہ کا والی بنانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

۱۔ مقتل خوارزمی ج ۱ ص ۲۵۹۔۲۶۰

۲۔ تاریخ کامل ج ۳ ص ۲۶۱

۳۔ العقد الفرید ج ۴ ص ۱۵۳

۴۔ الفتوح ج ۵ ص ۷، مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۲۶۱

مدینہ سے سفر

یزید نے تختِ حکومت پر بیٹھنے کے بعد والی مدینہ ولید بن عتبہ بن ابوسفیان (اپنے چچا زاد بھائی) کو خط لکھا۔ جب ہم تاریخِ کامل پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ معاویہ کی موت کے بعد یزید نے مدینہ کے حاکم ولید بن عتبہ کو دو خط لکھے تھے۔ جس میں سے ایک کو مؤرخ نے نقل کیا ہے اور دوسرے مکتوب کے بارے میں صرف اتنا لکھا ہے کہ اس میں معاویہ کی موت کی خبر تھی۔ تاریخِ کامل کی عبارت یہ ہے

﴿ فلما تولّی کان علی المدینه الولید بن عتبه بن ابی سفیان و علی مکه عمرو بن سعید بن العاص و علی البصره عبید الله بن زیاد و علی الکوفه النعمان بن بشیر و لم یکن لیزید همة الابیعة النفر الذین ابوا علی معاویه بیعته فکتب الی الولید یخبره بموت معاویة و کتابا آخر صغیرا فیه اما بعد فخذ حسینا و عبد الله بن عمرو بن الزبیر بالبیعة اخذاً لیس فیه رخصة حتی یبایعوا والسلام ﴾(۱)۔ جب یزید حاکم ہوا تو مدینہ کا والی ولید بن عتبہ بن ابوسفیان اور مکہ کا والی عمرو بن سعید بن عاص اور بصرہ کا والی عبیداللہ بن زیاد اور کوفہ کا والی نعمان بن بشیر تھا۔ اس وقت یزید کی توجہ صرف ان لوگوں پر تھی جنھوں نے معاویہ کے عہد میں اس کی بیعت سے انکار کیا تھا لہٰذا یزید نے ولید کو ایک خط کے ذریعہ معاویہ کی موت کی خبر بھیجی اور ایک مختصر خط بھی لکھا

۱۔ تاریخ کامل بن اثیر ج ۴ ص ۵

جس میں یہ تھا کہ حسین اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر سے اس طرح بیعت لو کہ انھیں بیعت کے بغیر کوئی چارہ نہ رہے۔ ابن اثیر نے دوسرے چھوٹے خط کو تو نقل کر دیا ہے لیکن پہلے خط کی تفصیل نہیں بتلاتا۔ البتہ خوارزمی نے اس خط کے پردہ کو چاک کیا ہے اس کے مقتل کی رو سے وہ خط یہ ہے ﴿ اما بعد فان معاویة كان عبدا من عباد الله اكرمه و استخلفه و مكّن له ثم قبضه الى روحه و ريحانه و رحمته و عقابه و ثوابه عاش بقدر و مات باجل و قد كان عهد اليّ و اوصانی ان احذر من آل ابی تراب و جرأتهم على سفك الدماء و قد علمت يا وليد ان الله تبارك و تعالى منتقم للمظلوم عثمان بن عفان من آل ابی تراب بآل ابی سفيان لانهم انصار الحق و طلاب العدل فاذا اورد عليك كتابی هذا فخذ بيعة على جميع اهل المدينة ﴾ معاویہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ تھے جنھیں اللہ نے تکریم و تمکین سے نوازا پھر انھیں اپنی طرف بلا لیا۔ انھوں نے مجھ سے عہد لیا تھا اور وصیت کی تھی کہ میں آل ابوتراب سے بچتا رہوں اسلئے کہ وہ خونریزی پر جرات رکھتے ہیں۔ اور اے ولید تم تو جانتے ہی ہو کہ اللہ نے عثمانِ مظلوم کے انتقام کو آل ابوسفیان کے ذریعہ پورا کرنے کو طے کیا ہے اسلئے کہ یہ لوگ حق کے مددگار اور عدل کے طلبگار ہیں۔ جب میرا یہ خط تمھیں ملے تو اہل مدینہ سے بیعت لے لو۔ اس خط کیساتھ ہی یزید نے ایک مختصر سا خط یہ لکھا ﴿ فخذ الحسين و عبد الله بن عمرو عبد الرحمن بن ابی بكر و عبد الله بن الزبير بالبيعة اخذا شديدا و من ابیٰ فاضرب عنقه و ابعث اليّ براسه ﴾(۱)۔ پس تم حسین اور عبداللہ بن عمر اور عبدالرحمٰن بن ابوبکر اور عبد اللہ بن زبیر سے شدّت کے ساتھ بیعت لو اور اگر کوئی انکار کرے تو اس کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دو۔

صاحبِ ناسخ التواریخ نے مختلف خطوط اور ان کے مختلف متون کو نقل کرتے ہوئے ایک مکتوب کا فارسی ترجمہ یوں کیا ہے (اے ولید) تو دانسته ای که پدرم معاویه مرا امر فرمود خویشتن را از آل ابو تراب را پایم و خداوند تبارك و تعالی خون آن خلیفهٔ مظلوم عثمان بن عفّان را بدست آل ابو سفیان از ایشان باز خواهد جست۔(۲)

۱۔ مقتل خوارزمی ج ۱ ص ۲۶۲

۲۔ ناسخ التواریخ ج ۱ ص ۳۸۱

لیکن بعض دوسری تاریخوں میں ان دونوں خطوط کے متن موجود ہیں۔ جنھیں ہم روضۃ الصفا اور حبیب السیر کے حوالے سے نقل کررہے ہیں۔ پہلے خط کا متن یہ ہے۔ بولید بن عتبہ کہ در آن اوان والیٔ مدینہ بود نوشت مضمون آن کہ معاویہ خلیفۂ روئے زمین بود عالم فانی را وداع کردہ بدار آخرت خرامید و مرا در حال حیات خود خلیفہ گردانیدہ وصیّت فرمود کہ از اولادِ ابو تراب و جرأت ایشان بہ سفک الدماء پر حزر باش و تو دانستی کہ جبّار منتقم کینۂ آن شہید مظلوم اعنی عثمان را از آل ابی طالب خواھد داشت و در آن باب واسطہ اولادِ ابو سفیان خوھد بود کہ انصار حق و طالیان عدل اند (۱)۔ معاویہ جو روئے زمین کے خلیفہ تھے وہ دارِ فانی سے کوچ کر کے دارِ آخرت کے راہی ہوئے۔ انھوں نے مجھے اپنی زندگی ہی میں خلیفہ بنادیا تھا اور انھوں نے مجھ سے وصیت فرمائی تھی کہ ابوتراب کی اولاد اور ان کی جرأتِ خونریزی سے ڈرتے رہنا اور تمھیں تو معلوم ہے کہ جبار و منتقم خدا شہیدِ مظلوم یعنی عثمان کے خون کا انتقام آلِ ابو طالب سے یقیناً لے گا اور یہ انتقام ابوسفیان کی اولاد کے ذریعہ سے پورا ہوگا کہ یہی لوگ حق کے مددگار اور عدل کے طلب گار ہیں۔ در رقعۂ دیگر در غایت ایجاز نوشت مشعر بآنکہ از امام حسین و عبد اللہ بن عمر عبد اللہ بن زبیر و عبد الرحمٰن بن ابی ابکر بیعت بستانی و درین باب اہمال منمائی و اگر بیعت نکنند سر ایشان نزد من فرست۔ یزید نے دوسرا خط انتہائی مختصر لکھا جس میں یہ تھا کہ حسین اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر اور عبد الرحمٰن بن ابی بکر سے بیعت لے لو اور اس میں تاخیر نہ کرنا اور اگر یہ لوگ بیعت نہ کریں تو اس کا سر میرے پاس بھیج دو۔ ان خطوط میں سے دوسرے خط کی شہرت زیادہ ہے اور پہلے خط کو مؤرخین کی قلیل تعداد نے نقل کیا ہے۔

یعقوبی نے اس خط کا متن یہ لکھا ہے کہ جب میرا خط تمھیں ملے تو حسین بن علی اور عبداللہ بن زبیر کو طلب کرو اور ان سے میری بیعت لو۔ اگر وہ منع کریں تو ان کی گردنیں کاٹ دو اور ان کے سر میرے پاس بھیج دو اور عوام الناس سے بیعت لو اور جو بھی منع کرے اس کے ساتھ یہی کرو اور حسین بن علی اور عبداللہ بن زبیر کے ساتھ بھی (۲)۔ مجموعی طور پر ان خطوط میں چار اشخاص کے نام ہیں۔ حسین بن علی، عبداللہ بن عمر، عبدالرحمٰن بن

۱۔ روضۃ الصفا ج۳ ص۵۶۶

۲۔ تاریخ یعقوبی ج۲ ص۲۴۱

ابوبکراور عبداللہ بن زبیر۔ ان میں سے عبدالرحمٰن بن ابوبکر اس واقعہ سے قبل انتقال کر چکے تھے۔ عبداللہ بن عمر کے سیاسی کردار میں بنی امیہ سے مخالفت کا کوئی رخ نظر نہیں آتا بلکہ تائید کی جھلک نظر آتی ہے۔ لہٰذا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ دو نام بڑھائے گئے ہیں۔ مطالبۂ بیعت صرف حسین بن علی اور عبداللہ بن زبیر سے تھا اور یہی تاریخ یعقوبی کے متن سے بھی واضح ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ یہ متن اس دوسرے خط کا ہے جو مختصر تھا۔ یعقوبی نے پہلا خط نقل نہیں کیا ہے۔

قصاصِ عثمان

یزید نے بہت واضح لفظوں میں معاویہ کے منصوبے کو تحریر کیا ہے کہ قتلِ عثمان کا بدلہ اولادِ علی سے لیا جائے گا اور یہ بدلہ ابوسفیان کا خاندان لے گا۔ اس منصوبہ سے ہم پر کچھ اسرار منکشف ہوتے ہیں۔

(۱) بنی امیہ قتلِ عثمان کا الزام علی کے سر پر رکھ کر نسلِ رسول اور نسلِ علی کی بیخ کنی کرنا چاہتے تھے اور اپنی سیاسی زندگی کے لئے اس نعرہ کا استعمال ضروری خیال کرتے تھے۔

(۲) یزید کے ذہن میں واقعۂ کربلا کے جو عوامل تھے ان میں ایک یقینی عامل قتلِ عثمان کا بدلہ ہے جو قتلِ حسین کی صورت میں وقوع پذیر ہوا۔ یہی بات ابن زیاد نے اپنے اُس خط میں بھی لکھی ہے جو اس نے ابن سعد کو لکھا تھا۔

(۳) قتلِ حسین اگر قتلِ عثمان کا بدلہ ہے تو حتمی اور یقینی طور پر حسین کا قتل شیعیانِ علی نے نہیں شیعیان عثمان نے کیا۔

(۴) بفرضِ محال اگر حسین کسی مصلحت کی بناء پر (نعوذ باللہ) یزید کی بیعت کر بھی لیتے تو کیا قتل ہونے سے بچ جاتے؟ جب کہ طبقۂ حاکمہ ہر صورت میں یہ طے کئے بیٹھا ہے کہ قتلِ عثمان کے بدلے میں حسین کو قتل کیا جائے گا۔

مطالبہ بیعت

امیر شام کے وابستگان میں سے ابن ابی زریق نامی ایک شخص دونوں خطوں کو لے کر

مدینہ کی طرف چلا اور تیز رفتاری سے چلتا ہوا حاکم مدینہ کے پاس پہنچا اور خط اس کے حوالے کئے (۱)۔ اسے پڑھ کر ولید نے کچھ رنج و غم کا اظہار کیا پھر ابن نما کے مطابق خود کلامی کے طور پر بولا کہ کاش میں پیدا نہ ہوا ہوتا۔ یزید نے ایک بہت بڑا کام میرے سپرد کیا ہے جسے میں ہرگز انجام نہیں دوں گا (۲)۔ اور اعثم کوفی کے مطابق اس نے خط پڑھ کر انا للہ پڑھا اور خود کلامی میں کہنے لگا کہ ولید تجھ پر وائے ہو کہ کس نے تجھے اس امارت کے چکر میں ڈال دیا۔ میرا حسین بن فاطمہ سے کیا جھگڑا ہے (۳)۔ پھر سونپی جانے والی ذمہ داری سے پریشان ہو کر مروان بن حکم کو مشورے کے لئے بلایا۔

مروان بن حکم

یہ شخص بنی امیہ کے اکابر اور اصحاب رائے میں شمار ہوتا تھا۔ اور ولید سے پہلے مدینہ کا حاکم تھا۔ حکومت چھننے کے بعد اس کا ولید کے پاس آنا جانا تو رہا لیکن اس کے رویہ سے کراہت اور ترش روئی کا اظہار ہوتا تھا۔ اس پر ولید نے اس کے رویہ پر اعتراض کیا اور مروان نے اس کے پاس آمد و رفت ترک کر دی۔ یہ وہی مروان ہے جو بعد میں خلیفہ بھی بنا اور اس کی اولاد میں مدتوں بادشاہت باقی رہی۔

ولید نے انتہائی پریشانی کے عالم میں مروان کو مشورہ کے لئے اپنے پاس بلایا۔ مروان نے خط پڑھنے کے بعد انا للہ پڑھا۔ ولید نے اُس سے پوچھا کہ اب کیا کرنا چاہیئے؟ اس نے کہا کہ اُن لوگوں کو ابھی فوراً بلاؤ اور ان سے کہو کہ وہ بیعت کریں اور یزید کی اطاعت کریں۔ اگر وہ راضی ہو جائیں تو بہتر اور اگر انکار کریں تو ان کی گردنیں کاٹ دو قبل اس کے کہ انھیں معاویہ کی موت کا علم ہو۔ اس لئے کہ اگر انھیں اس کا علم ہو گیا تو ان میں سے ہر شخص اپنی خلافت کے لئے اٹھ کر کھڑا ہو جائے گا اور تم ان سے وہ کچھ دیکھو گے جو تم نے ابھی تک نہیں دیکھا ہے۔ رہ گئے عبداللہ بن عمر، تو وہ اس مسئلے میں کوئی نزاع نہیں کریں گے۔ جب کہ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ حسین بن علی ہرگز بیعت نہیں کریں گے اور نہ اطاعت قبول کریں گے۔ خدا کی قسم اگر میں تمھاری

۱۔ لواعج الاشجان ص۲۲

۲۔ مثیر الاحزان ص۱۴

۳۔ مناقب خوارزمی ج ۱ ص ۲۶۳، الفتوح ج ۵ ص ۱۰

جگہ ہوتا تو حسین سے ایک لفظ بھی نہ کہتا ان کی گردن کاٹ دیتا اس کے بعد جو ہوتا دیکھا جاتا۔ ولید نے یہ سن کر کہا کہ کاش ولید پیدا ہی نہ ہوا ہوتا اور نا قابلِ ذکر ہوتا۔ اس پر مروان نے تمسخر کے طور پر کہا کہ میں نے جو کہا ہے اس پر پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ آلِ ابوتراب تو قدیم زمانے سے ہمارے دشمن رہے ہیں اور اب بھی ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے خلیفہ عثمان بن عفان کو قتل کیا اور پھر امیر معاویہ سے جنگ لڑنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس پر ولید نے جھڑک کر کہا کہ مروان تمھاری باتوں پر وائے ہو۔ فرزندِ فاطمہ کے لئے تو اچھی بات کرو وہ اولادِ انبیاء کا بقیہ ہیں۔ (۱)

مروان و ولید کے باہمی مشورے کے بعد یہ طے ہوا کہ اُن لوگوں کو بلایا جائے۔ آدھی رات کے قریب کا وقت تھا کہ ایک جوان عبداللہ بن عمرو بن عثمان کو ان کے بلانے کے لئے بھیجا گیا۔ جب وہ لوگ گھروں پر نہیں ملے تو وہ تلاش میں مسجد نبوی میں آیا اور ان سے مل کر کہا کہ امیر نے آپ لوگوں کو بلایا ہے۔ ابن کثیر کے مطابق مروان کے مشورہ پر ولید نے فوراً عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان کو حسین اور ابن زبیر کی طرف بھیج دیا۔ یہ دونوں مسجد میں موجود تھے۔ عبداللہ نے ان سے کہا کہ امیر تمھیں بلاتے ہیں۔ انھوں نے کہا تم جاؤ ہم ابھی آتے ہیں۔ جب وہ واپس چلا گیا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ابن زبیر سے کہا کہ شاید ان کا طاغی بادشاہ مر گیا ہے۔ ابن زبیر نے کہا کہ میرا بھی یہی خیال ہے (۲)۔ دوسرے مؤرخین کے قول کے مطابق وہ وقت ولید کی عمومی ملاقات کا نہیں تھا۔ جب اس نے حاکم مدینہ کا پیغام پہنچایا تو دونوں نے جواب دیا کہ تم جاؤ ہم آتے ہیں۔ اس وقت ابن زبیر نے امام حسین علیہ السلام سے کہا کہ ایسے وقت میں وہ ملاقات نہیں کرتا تو آپ کی رائے میں ہمارے بلانے کا مقصد کیا ہے؟ امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا کہ میرا خیال ہے کہ ان کا طاغی (بادشاہ) مر گیا ہے تو قبل اس کے کہ لوگوں میں یہ خبر پھیل جائے وہ ہم سے بیعت لینا چاہتا ہے۔ ابن زبیر نے کہا میرا بھی یہی خیال ہے تو اب آپ کیا کریں گے؟ امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں اپنے جوانوں کو جمع کروں گا پھر اس کی طرف جاؤں گا اور جوانوں کو دروازے پر بٹھا دوں گا پھر اندر داخل ہوں گا۔ ابن زبیر نے کہا کہ اگر آپ جائیں تو مجھے آپ کی جان کا خوف ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں

۱۔ الفتوح ج۵ ص۱۲، مقتل خوارزمی ج۱ ص۲۶۳-۲۶۴

۲۔ پور بتول ص۲-۳

اپنے دفاع پر قادر ہوں (۱)۔ابن اعثم کوفی کے مطابق ابن زبیر کے سوال پر آپ نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ معاویہ مر گیا اس لئے کہ میں نے کل رات خواب دیکھا تھا کہ اس کا منبر الٹ گیا ہے اور اس کے گھر میں آگ لگی ہوئی ہے۔اس کی تعبیر میں نے یہی کی ہے۔ابن زبیر نے پوچھا کہ اگر آپ سے یزید کی بیعت کا مطالبہ ہوا تو آپ کیا کریں گے؟ فرمایا میں ہرگز ہرگز بیعت نہیں کروں گا۔اس کے بعد آپ نے ایک تفصیلی گفتگو کی۔اسی اثناء میں قاصد دوبارہ آ گیا اور کہا کہ یا ابا عبداللہ امیر آپ ہی دونوں کے انتظار میں ہیں اس لئے تشریف لے چلیں۔امام حسین علیہ السلام نے ڈانٹ کر جواب دیا اور فرمایا کہ ہم میں سے جو خواہشمند ہوگا وہ اس سے مل لے گا البتہ میں انشاء اللہ ابھی آتا ہوں۔قاصد نے واپس آ کر جواب پہنچایا تو مروان نے کہا کہ خدا کی قسم حسین نے دھوکہ دے دیا۔ولید نے جواب میں کہا کہ خاموش رہو، حسین جیسے لوگ کبھی دھوکہ نہیں دیتے اور ان کے قول و فعل میں اختلاف نہیں ہوتا۔ادھر مسجد نبوی میں امام حسین علیہ السلام نے ان لوگوں کو مخاطب کیا جو آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور فرمایا کہ تم لوگ اپنے گھروں کو جاؤ۔میں اُس شخص کی طرف جاتا ہوں تا کہ دیکھوں کہ وہ کیا چاہتا ہے۔(۲)

ابن اعثم کوفی آگے چل کر لکھتے ہیں کہ حسین بن علی اپنے گھر واپس آئے۔پھر پانی منگوا کر طہارت فرمائی اور دو رکعت نماز پڑھی اور اس میں دعائیں مانگیں پھر فارغ ہونے کے بعد اپنے عشیرہ و اہل بیت اور جوانانِ بنی ہاشم اور غلاموں کو بلوایا اور انھیں صورتِ حال بتلائی پھر کہا کہ تم لوگ اس شخص کے دروازے پر رہنا اور میں اندر جا کر اس سے بات کروں گا۔اگر تم دیکھو کہ میری آواز بلند ہوگئی ہے اور میری بات سنو اور میں تمھیں پکاروں کہ اے آل رسول اندر داخل ہو جاؤ۔تو بے دھڑک اندر آ جانا اور تلواریں کھینچ لینا لیکن عجلت نہ کرنا اگر کوئی خطرہ محسوس کرو تو تلواریں نکال کر اسے قتل کر دینا جو میرے قتل کا ارادہ رکھتا ہو(۳)۔ارشاد مفید کے مطابق اپنے چاہنے والوں اور غلاموں کے ایک گروہ کو بلایا اور ان سے کہا کہ ولید نے مجھے اس وقت بلایا ہے اور میں اس بات سے مطمئن نہیں ہوں کہ وہ کہیں کسی ایسی بات پر مجبور نہ کرے جسے میں انجام نہ دے

۱۔ تاریخ کامل بن اثیر ج۴ ص۶ تاریخ طبری ج۴ ص۲۵۰ (کچھ فرق کے ساتھ)

۲۔ الفتوح ج۵ ص۱۱/۱۲

۳۔ الفتوح ج۵ ص۱۳

سکوں۔ وہ شخص قابل اطمینان نہیں ہے۔ تم لوگ میرے ساتھ ہو۔ جب میں اندر داخل ہو جاؤں تو دروازے پر بیٹھ جانا اور جب یہ دیکھو کہ میری آواز بلند ہوگئی تو اندر داخل ہو جانا اور مجھے اذیت پہنچانے سے ولید کو روک دینا (۱)۔ پھر امام حسین علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عصا دستِ مبارک میں لے کر گھر سے باہر نکلے اور اپنے اہلِ بیت اور شیعوں اور غلاموں میں سے تیس افراد کو لے کر چلے اور انھیں ولید کے دروازے پر روک کر فرمایا کہ جو میں نے کہا ہے اس کا خیال رکھنا اور تجاوز نہ کرنا۔ مجھے امید ہے کہ میں انشاء اللہ اس کے پاس سے صحیح وسالم واپس آؤں گا (۲)۔ پھر آپ نے ولید کے پاس داخل ہوکر سلام کیا۔ مروان اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ ﴿ الصلة خير من القطيعه والصلح خير من الفساد و قد آن لكما ان تجتمعا اصلح الله ذات بينكما ﴾ وصل فصل سے اور صلح فساد سے بہتر ہے۔ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ تمھیں ایک دوسرے کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ اللہ تم دونوں کے درمیان اصلاح فرمائے۔ پھر آپ بیٹھ گئے۔ ولید نے یزید کا خط پڑھ کر سنایا اور بیعت کی دعوت دی۔ امام حسین علیہ السلام نے کلمۂ استرجاع زبان پر جاری کیا اور معاویہ کے لئے کلمۂ ترحیم کہا (۳)۔ طبری میں بھی کم وبیش یہی جملے ہیں اور اس میں کلمۂ ترحیم کے علاوہ ﴿عظم لك الاجر ﴾ کا اضافہ ہے (۴)۔ فضل علی قزوینی لکھتے ہیں کہ میرے پاس کتب روایات وتواریخ ومقاتل میں سے تقریباً پچاس کتابیں موجود ہیں جو شیعہ وسنّی مصنفین ومحدثین کی ہیں۔ ان میں کلمۂ استرجاع کے بعد ﴿رحم الله معاوية ﴾ نہیں ہے۔ بلکہ ان میں سے بہت سی کتابوں میں کلمۂ استرجاع بھی نہیں ہے اور اکثر میں استرجاع کے بعد تعظیم اجر کا بھی تذکرہ نہیں ہے۔ سوائے طبری کی روایت کے جو اس نے ابومخنف سے لی ہے۔ قزوینی کے خیال میں یہ اضافہ یا طبری نے خود کیا ہے یا کسی کاتب کی حرکت ہے (۵)۔

۱۔ ارشاد مفید ج۲ ص ۳۲/۳۳

۲۔ الفتوح ج۵ ص ۱۳

۳۔ تاریخ کامل ابن اثیر ج۴ ص ۶

۴۔ تاریخ طبری ج۵ ص ۳۳۸

۵۔ الامام الحسین واصحابہ ج۱ ص ۱۰۵

امام حسین علیہ السلام نے دعوتِ بیعت کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ﴿ اما البیعة فان مثلی لا یبایع سرّا و لا یجتزیٰ بھا منّی سرا فاذا خرجت الیٰ الناس و دعوتھم للبیعة و دعوتنا معھم کان الأمر واحدا ﴾ جہاں تک بیعت کی بات ہے تو مجھ جیسا شخص خفیہ بیعت نہیں کیا کرتا اور نہ مجھ جیسے شخص سے یہ کافی ہوگی۔ جب تم لوگوں کو دعوت دو گے اور ہمیں بھی ان کیساتھ دعوت دو گے تو اس کام میں وحدت ہوگی۔ ولید ایک عافیت پسند انسان تھا اس نے جواب میں کہا کہ ٹھیک ہے۔ آپ تشریف لے جائیں۔ اس پر مروان نے کہا کہ اگر یہ اس وقت تمھارے پاس سے بیعت کئے بغیر چلے گئے تو پھر یہ تمھارے ہاتھ نہیں آئیں گے۔ یہاں تک کہ ان کے اور تمھارے درمیان بہت قتل و غارت ہوگی۔ انھیں جانے سے روکو اور بیعت لو ورنہ قتل کر دو۔ یہ سن کر امام حسین علیہ السلام اپنی جگہ سے اٹھے اور فرمایا ﴿ یا ابن الزرقاء ﴾(۱) ﴿ أأنت تقتلنی أم ھو؟ کذبت واللہ و لؤمت ﴾ اے زرقاء کے بیٹے کیا تو مجھے قتل کرے گا یا وہ قتل کرے گا؟ تو نے جھوٹ کہا ہے اور یہ ذلت کی بات ہے۔ یہ فرما کر نکلے اور گھر کی طرف چلے گئے۔ اس وقت مروان نے ولید سے کہا کہ تم نے میری بات نہیں مانی۔ اب وہ ہرگز اس طرح تمھارے قابو میں نہیں ائیں گے۔ ولید نے جواب میں کہا کہ اے مروان خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ قیامت کے دن حسین کے قاتل کی میزان ہلکی ہوگی۔ مروان کو اگرچہ ولید کی یہ بات اچھی نہیں لگی لیکن پھر بھی جواب میں کہا کہ تم ٹھیک کہتے ہو(۲)۔

ابن اعثم کے مطابق امام حسین علیہ السلام نے مروان کو سخت جملے فرمانے کے بعد ولید کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا ﴿ ایھا الامیر انا اھل بیت النبوة و معدن الرسالة و مختلف الملائکة و محل الرحمة و بنا فتح اللہ و بنا ختم و یزید رجل فاسق شارب خمر قاتل النفس المحرمّة معلن بالفسق، مثلی لا یبایع لمثلہ و لکن نصبح و تصبحون و ننتظر و تنتظرون (۳) اینا أحق بالخلافة و البیعة ﴾ اے امیر ہم بیتِ نبوت کے اہل ہیں اور

۱۔ زرقاء بنت موھب ذوات الرایات میں سے تھی جو فاحشہ عورتوں کی دلاّلی کیا کرتی تھی۔ مروان کے دادا ابو العاص بن امیہ نے اس سے نکاح کر لیا تھا بحوالہ کامل بن اثیر۔ حاشیہ پور بتول ص ۴۔

۲۔ تاریخ کامل بن اثیر ج ۴ ص ۶

۳۔ دوسرے مصادر میں ننظر و تنظرون ہے۔

رسالت کا معدن ہیں، ہم فرودگاہ ملائکہ ہیں اور ہم رحمت کے نزول کا محل ہیں۔ سلسلۂ ہدایت کو اللہ نے ہم سے آغاز کیا اور ہم پر ہی اس کا اتمام کیا۔ اور یزید ایک فاسق شرابی ہے، نفس محترم کا قاتل اور علانیہ فسق و فجور کرنے والا ہے، مجھ جیسا اس جیسے کی بیعت نہیں کر سکتا۔ صبح ہونے دو تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی انتظار کریں پھر دیکھیں گے کہ ہم میں سے کون خلافت اور بیعت کا حقدار ہے۔ دروازے پر کھڑے ہوئے لوگوں نے امام حسین علیہ السلام کے یہ جملے سنے تو تلواریں نکال کر دروازہ کھولنا ہی چاہتے تھے کہ امام حسین علیہ السلام باہر آئے اور انھیں ان کے گھروں کو واپس کیا اور خود اپنے گھر روانہ ہو گئے (۱)۔

مدینہ کی آخری رات

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ ولید کی ملاقات کے بعد امام حسین علیہ السلام نے مدینہ میں کتنی راتیں گزاریں۔ بعض کے خیال میں آپ کا قیام صرف ملاقاتِ ولید کی رات مدینہ میں تھا۔ لیکن مجلسی نے دو مقامات پر دو راتوں کا تذکرہ کیا ہے (۲)۔ شیخ عبداللہ بحرانی نے بھی دو ہی راتوں کا تذکرہ کیا ہے (۳)۔ شیخ عباس قمی اور فوق بلگرامی نے بھی یہی تحریر کیا ہے (۴)۔ اور یہ دو راتیں قبرِ رسول پر دو بار حاضری کے حوالے سے معیّن کی گئی ہیں۔

مجلسی کے دو حوالوں میں سے پہلے حوالے کے مطابق ولید نے امام حسین علیہ السلام کا انکار سُن کر یزید کو خط لکھا ﴿ **امـا بعد فان الحسين بن على ليس يرىٰ خلافة و لا بيعة فرأيك فى امره** ﴾ حسین بن علی آپ کی خلافت و بیعت کو تسلیم نہیں کرتے۔ اس امر میں آپ کے حکم کا انتظار ہے۔ اس کے جواب میں یزید نے لکھا کہ مجھے خط کا جواب جلد دو اور بتلاؤ کہ کس نے اطاعت قبول کی اور کون خارج ہے اور جواب میں حسین بن علی کا سر یقینی طور پر بھیجا جائے۔ جب امام حسین علیہ السلام کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے مدینہ چھوڑنے کا ارادہ کر لیا۔ اور قبر سے وداع ہونے کے لئے تشریف لے گئے۔ اس روایت کو بعینہٖ قبول کرنے میں

۱۔ الفتوح ج ۵ ص ۱۴

۲۔ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۱۲ اور ص ۳۲۸

۳۔ مقتل عوالم ص ۱۶۱

۴۔ نفس المہموم ص ۳۶، ذبح عظیم ص ۱۹۲

یہ قباحت ہے کہ مدینہ اور دمشق کے درمیانی فاصلے کو مدّ نظر رکھتے ہوئے اتنی جلدی یزید کے جواب کا آنا ممکن نہیں ہے یا پھر امام حسین علیہ السلام کے قیام مدینہ کو طویل تسلیم کیا جائے جو قولِ مشہور کے خلاف ہے۔ لہٰذا اگر یہ بات مان لی جائے کہ ولید نے فوراً انکارِ بیعت کی خبر یزید کو لکھ بھیجی تھی تو اس کے ماننے میں کوئی قباحت نہیں ہے کہ یزید کا جواب اس وقت آیا جب امام حسین علیہ السلام مدینہ چھوڑ چکے تھے۔

اس روایت میں زیارتِ رسول کی پہلی شب کی تفصیل نہیں ہے صرف اتنا تذکرہ ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام رسول کی قبر مطہر پر پہنچے تو آپ کی قبر سے ایک نور ساطع ہوا(۱) مجلسی نے دوسری روایت محمد بن ابی طالب موسوی کے حوالے سے لکھی ہے اس میں شب اوّل کی تفصیل ہے(۲)۔ جو مندرجہ ذیل ہے۔

قبرِ رسول پر حاضری

رات کے وقت امام حسین علیہ السلام قبرِ رسول پر آئے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کیا ﴿ **السلام عليك يا رسول الله انا الحسين بن فاطمة فرخك و ابن فرختك و سبطك الذى خلّفتنى فى امتك فاشهد عليهم يا نبى الله انهم قد خذلونى و ضيعونى و لم يحفظونى و هذه شكواى اليك حتى القاك** ﴾ یارسول اللہ آپ پر سلام ہو میں حسین فرزند فاطمہ ہوں۔ میں آپ کا اور آپ کی بیٹی کا فرزند ہوں۔ میں آپ کا وہ نواسہ ہوں جسے آپ نے امت میں اپنی جگہ پر چھوڑا ہے۔ یا نبی اللہ آپ ان پر گواہ ہیں کہ انھوں نے مجھے پست کر دیا ہے ان لوگوں نے مجھے ضایع کر دیا اور میری حفاظت نہیں کی۔ یہ آپ کی خدمت میں میری شکایت ہے یہاں تک کہ میں آپ سے ملاقات کروں گا۔ امام حسین علیہ السلام یہ کہہ کر کھڑے ہو گئے اور نمازیں پڑھتے رہے۔ ولید نے یہ معلوم کروایا کہ حسین مدینہ سے چلے گئے یا موجود ہیں تو قاصد نے امام حسین کے گھر پر نہ ہونے کی اطلاع پہنچائی۔ اس پر ولید نے کہا کہ الحمد للہ کہ وہ چلے گئے اور میں ان کی خونریزی سے بچ گیا۔ حسین صبح کو گھر واپس آئے(۳)۔

۱۔ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۱۲

۲۔ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۲۷

۳۔ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۲۸

مروان سے ملاقات

اسی دن کی بات ہے کہ امام حسین علیہ السلام خبریں معلوم کرنے اور حالات کا جائزہ لینے کے لئے گھر سے باہر نکلے تو راستہ میں مروان سے ملاقات ہوئی۔ اس نے آپ کو مخاطب کر کے کہا کہ میں آپ کو ایک نصیحت کرنا چاہتا ہوں اگر آپ مان لیں تو اسی میں بھلائی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں بھی تو سنوں کہ وہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ آپ یزید کی بیعت کر لیں اس سے دین اور دنیا دونوں میں آپ کا بھلا ہوگا۔ آپ نے جواب میں فرمایا ﴿ **انا لله و انا اليه راجعون و علىٰ الاسلام السلام اذ قد بليت الامّة براع مثل يزيد** ﴾ اگر امت یزید جیسے کی حکمرانی میں مبتلا ہو جائے تو پھر اسلام کا خدا حافظ ہے۔ پھر آپ نے اسے مخاطب کر کے ارشاد فرمایا ﴿ **ويحك أتامرني ببيعة يزيد و هو رجل فاسق لقد قلت شططا من القول يا عظيم الزلل لا الومك علىٰ قولك لانك اللعين الذى لعنك رسول الله و انت فى صلب ابيك الحكم بن ابى العاص فان من لعنه رسول الله لا يمكن له و لا منه الا أن يدعو الىٰ بيعة يزيد** ﴾ تم پر وائے ہو تم یزید کی بیعت کے لئے کہہ رہے ہو جو ایک فاسق شخص ہے۔ تم ایک لغو اور بے ہودہ بات کہہ رہے ہو۔ لیکن میں تمھیں ملامت نہیں کروں گا اس لئے کہ تم وہی ہو کہ جب تم اپنے باپ حکم بن ابی العاص کے صلب میں تھے تو رسول اللہ نے تم پر لعنت کی تھی۔ جسے رسول اللہ نے لعنت کی ہو وہی یزید کی بیعت کا مشورہ دے گا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا ﴿ **اليك يا عدو الله فانا اهل بيت رسول الله و الحق فينا و بالحق تنطق السنتنا و قد سمعت رسول الله يقول الخلافة محرمة علىٰ آل ابى سفيان و علىٰ الطلقاء ابناء الطلقاء فاذا رأيتم معاوية علىٰ منبرى فابقروا بطنه فوالله لقد رآه اهل المدينة علىٰ منبر جدى فلم يفعلوا ما امروا به فابتلا هم الله بابنه يزيد زاده الله فى النار عذابا** ﴾ دور ہو اے دشمنِ خدا ہم اہلِ بیتِ رسول ہیں۔ حق ہمارے درمیان ہے اور ہماری زبانیں حق بولتی ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ خلافت آلِ ابی سفیان اور آزاد کردگانِ رسول اور ان کی اولاد کے لئے حرام ہے۔ اگر تم معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اس کا شکم چاک کر دو۔ خدا کی قسم اہل مدینہ نے میرے جد کے منبر پر دیکھا لیکن حکم

رسول پر عمل نہیں کیا تو اللہ نے انھیں یزید کی حکومت میں مبتلا کر دیا۔ مروان امام حسین علیہ السلام سے یہ جملے سن کر سخت غضب ناک ہوا اور کہنے لگا کہ جب تک آپ یزید کی بیعت نہیں کریں گے میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔ آپ سب فرزندانِ علی ابوسفیان کا بغض دل میں رکھتے ہیں۔ یہی حق ہے کہ آپ لوگ آل ابوسفیان سے دشمنی کریں اور وہ آپ لوگوں سے۔ امام حسین علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ ﴿ **ويلك يا مروان اليك عنّي فانك رجس و انا اهل بيت الطهارة الذين انزل الله عز وجل علىٰ نبيّه محمد فقال انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت و يطهر كم تطهيرا** ﴾ اے مروان دور ہو مجھ سے کہ تو نجس ہے اور ہم وہ صاحبانِ طہارت ہیں جن کے بارے میں اللہ نے اپنے رسول پر یہ آیت نازل فرمائی۔ پھر آپ نے آیہ تطہیر کی تلاوت کی۔ مروان کوئی جواب نہ دے سکا اور سر جھکا کر سنتا رہا۔ اس پر آپ نے فرمایا ﴿ **ابشر يابن الزرقاء بكل ما تكره من الرسول يوم تقدم علىٰ ربك فيسألك جدي عن حقي و حق يزيد** ﴾ اے پسرِ زرقاء تم جو رسول سے ناخوش ہو تو میں تمھیں عذاب کی خوشخبری دیتا ہوں کہ جب تم اللہ کی بارگاہ میں پیش ہو گے تو میرے جد تم سے میرے اور یزید کے حق کے بارے میں سوال کریں گے۔ یہ سن کر مروان غصہ کی حالت میں ولید کے پاس گیا اور اسے ساری روداد سنا دی (۱)۔

شبِ وداع

امام حسین علیہ السلام دن گزارنے کے بعد دوبارہ رات کے وقت قبرِ رسول پر آئے چند رکعت نمازیں پڑھیں پھر اپنے آپ کو قبرِ رسول پر گرا دیا اور خداوند عالم سے مناجات کرنے لگے ﴿ **اللهم هذا قبر نبيك محمد و انا ابن بنت نبيك قد حضرني من الامر ما قد علمت اللهم اني احب المعروف و انكر المنكر و انا اسئلك يا ذالجلال و الاكرام بحق القبر و من فيه الا اخترت ما هو لك رضى و لرسولك رضى** ﴾ بارالہا یہ تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر ہے اور میں تیرے نبی کی بیٹی کا بیٹا ہوں۔ جو امر مجھے پیش آیا ہے اس سے تو خوب واقف ہے۔ بارالہا میں نیکی سے محبت کرتا ہوں اور بدی سے نفرت کرتا ہوں۔ اے جلال و اکرام والے اللہ میں تجھے اس قبر اور صاحب قبر کے حق کا واسطہ دیتا

۱۔ الفتوح ج۵ ص۱۶۔۱۷

ہوں کہ میرے لئے وہ اختیار فرما جس میں تیری رضا ہو اور تیرے رسول کی رضا ہو۔ اس دعا کے بعد آپ قبر مطہر رسول کے پاس گریہ وزاری میں مشغول ہوئے صبح کے قریب آپ نے قبر مطہر پر سر رکھ دیا اور آپ کی آنکھ لگ گئی خواب میں رسول اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ تشریف لا رہے ہیں اور آپ کے داہنے بائیں اور سامنے فرشتے چل رہے ہیں۔ آپ تشریف لائے اور امام حسین علیہ السلام کو اپنے سینے سے لگا لیا اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا میرے پیارے حسین میں دیکھ رہا ہوں کہ تم عنقریب میری امت کے ایک گروہ کے ہاتھوں اپنے خون میں نہلائے جاؤ گے اور تمھیں کرب وابتلاء کی سرزمین پر ذبح کر دیا جائے گا۔ یہ اس وقت ہوگا جب تم پیاسے ہوگے اور تمھیں کوئی پانی پلانے والا نہیں ہوگا اس کے باوجود وہ لوگ میری شفاعت کے امیدوار ہوں گے۔ خدا انھیں روز قیامت میری شفاعت نصیب نہ کرے۔ میرے پیارے حسین تمھارے باپ، ماں اور بھائی میرے پاس آئے وہ لوگ جنت میں تمھارے مشتاق ہیں۔ تمھارے لئے جنت میں بہت سے درجات اور مقامات ہیں جن تک تم شہادت ہی کے ذریعے پہنچ سکتے ہو۔ امام حسین علیہ السلام نے کہا کہ نانا میں اس دنیا سے متنفر ہوں مجھے اپنی قبر میں اپنے پاس بلا لیں فرمایا کہ ابھی تمھیں دنیا میں واپس جا کر شہادت کا مرتبہ اور اپنے حصہ کا ثوابِ عظیم حاصل کرنا ہے۔ امام حسین علیہ السلام خواب سے بیدار ہوئے اور گھر واپس آ کر اپنا خواب گھر والوں اور خاندان والوں سے بیان فرمایا اور مدینہ چھوڑنے کے فیصلے سے آگاہ کیا (۱)۔

والدہ اور بھائی سے رخصت

مجلسی اور ابن اعثم کوفی کی روایت کے مطابق امام حسین علیہ السلام رات کی تاریکی میں اپنی مادر گرامی کی قبر پر تشریف لے گئے۔ قبر مطہر کے قریب نماز پڑھی اور وداع کیا۔ پھر اپنے بھائی حسن کی قبر پر آئے اور اُسی طرح وداع کیا (۲)۔ فاضل یزدی کا بیان ہے کہ امام حسین علیہ السلام مادرِ گرامی کی قبرِ مطہر پر آئے اور سلام کیا ﴿السلام علیک یا اماہ﴾ اے مادرِ گرامی آپ پر میرا سلام ہو۔ آپ کا حسین آپ سے رخصت ہونے آیا ہے۔ یہ آپ کی آخری زیارت ہے۔ قبرِ مبارک سے آواز آئی ﴿**علیک السلام یا**

۱۔ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۲۸، الفتوح ج ۵ ص ۱۸۔۱۹ پر بھی یہ روایت مختصر فرق کے ساتھ موجود ہے۔

۲۔ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۲۹، تاریخ الفتوح ج ۵ ص ۱۹

مظلوم الأم و يا شهيد الأم و يا غريب الأم﴾ اے ماں کے مظلوم اور شہید اور غریب الوطن بیٹے تجھ پر بھی ماں کا سلام ہو۔ اس وقت امام حسین علیہ السلام پر شدید گریہ طاری ہوا۔ پھر بھائی کی قبر پر آئے اور ان سے بھی رخصت ہوئے (۱)۔

تیسرا وداع

بعض مدارک میں یہ بھی ہے کہ آپ نے رسول اکرم کی تیسری بار بھی وداعی زیارت کی ہے۔ مؤرخ نے بیان کیا ہے کہ مدینہ سے نکلتے وقت آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مطہر پر آئے اور عرض کی کہ ﴿یارسول الله بابی انت وامّی لقد خرجت من جوارك كرها و فرق بيني و بينك واخذت بالانف قهرا ان ابايع يزيد بن معاوية شارب الخمر و راكب الفجور فان فعلت كفرت وان ابيت قتلت ۔ فها انا خارج من جوارك فعليك منّى السلام﴾ یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ مجھے آپ کے جوار سے زبردستی نکالا جارہا ہے اور آپ کے اور میرے درمیان مفارقت ڈالی جارہی ہے اور مجھ سے زبردستی یزید بن معاویہ کی بیعت لی جارہی ہے جو شرابی اور فاسق و فاجر ہے۔ اگر میں قبول کرلوں تو کفر ہے اور اگر انکار کروں تو قتل کیا جاؤں۔ پس میں آپ کے جوار سے جارہا ہوں۔ میری طرف سے آپ پر سلام ہو۔ اس وقت امام حسین علیہ السلام پر خواب کی سی کیفیت تھی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ تمہارے باپ، ماں اور بھائی میرے پاس دار آخرت میں ساتھ ہیں۔ ہم لوگ تمہارے مشتاق ہیں۔ ہمارے پاس آنے میں جلدی کرو اور بیٹے یہ جان لو کہ تمہارے لئے جنت میں ایک درجہ ہے جو شہادت کے بغیر نہیں ملے گا۔ تمہارا ہمارے پاس آنا اب قریب ہے۔ (۲)

محمد حنفیہ کی آمد

صبح کو محمد حنفیہ حسین کے پاس آئے اور کہا کہ بھیا آپ مجھے ساری دنیا سے پیارے ہیں اور میں سبھی سے بڑھ کر آپ سے محبت کرتا ہوں لہٰذا یہ میرا فرض ہے کہ میں آپ کے لئے جو بات خیر سمجھتا

۱۔ مہیج الاحزان ص ۴۴، ریاض المصائب ج ۲ ص ۲۲

۲۔ الامام الحسین واصحابہ ج ۱ ص ۱۰۸

ہوں وہ آپ کی خدمت میں عرض کروں۔ اور ایسا کیوں نہ کروں جب کہ آپ میرے بڑے بھائی ہیں میرے امام ہیں اور آپ کی اطاعت مجھ پر فرض ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ یزید کی بیعت سے بچنے کے لئے شہروں سے دور رہیں اور صحرائی بستیوں میں قیام کریں۔ پھر آپ نے اپنے نمائندے علاقوں میں بھیجیں اور لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیں۔ حسین نے کہا بھیا میں کہاں جاؤں؟ کہا مکہ چلے جایئے اور اگر اہل مکہ آپ کی صحیح پذیرائی نہ کریں تو آپ یمن کی طرف نکل جائیں۔ اور اگر وہاں بھی سکون نہ ملے تو پہاڑی اور میدانی علاقوں کی طرف نکل جائیں۔ حسین نے کہا﴿ **یا اخی واللہ لو لم یکن فی الدنیا ملجاء و لا ماویٰ لما بایعت یزید بن معاویۃ** ﴾ اے بھائی اگر مجھے دنیا میں کوئی جائے پناہ نہ مل سکے جب بھی میں یزید کی بیعت نہیں کرسکتا۔ پھر دونوں بھائی مل کر روتے رہے۔ پھر امام حسین نے ارشاد فرمایا﴿ **یا اخی جزاك اللہ خیرا فقد نصحت و اشرت بالصواب و انا عازم علیٰ الخروج الیٰ مکۃ و قد تھیأت لذلك انا و اخواتی و بنو اخی و شیعتی و امرھم امری و رأیھم رأیٔ و اما انت یا اخی فما علیك تقیم بالمدینۃ فتکون عینا لی علیھم لا تخفی عنّی شیئا من امورھم** ﴾ اے بھائی اللہ تمھیں جزائے خیر دے تم نے اچھے مشورہ کا حق ادا کیا۔ اب میں اپنے رشتہ داروں اور چاہنے والوں کے ساتھ مکہ کا سفر اختیار کررہا ہوں۔ تم مدینہ میں رہ کر یہاں کے حالات سے مجھے مطلع کرتے رہنا(۱)۔

وصیت نامہ

اس کے بعد حسین نے قلم، دوات طلب کر کے محمد حنفیہ کے نام ایک وصیت نامہ لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ھذا ما اوصی بہ الحسین بن علی بن ابیطالب الی اخیہ محمد المعروف بابن الحنفیۃ أن الحسین یشھد ان لا الٰہ الا ھو وحدہ لا شریك لہ و أن محمدا عبدہ و رسولہ جاء بالحق من عند الحق و ان الجنۃ و النار حق و ان الساعۃ آتیۃ لا ریب فیھا و ان اللہ یبعث من فی القبور و انی لم اخرج اشرا و لابطرا و

۱۔ تلخیص از تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۵۳، ارشاد مفید ج ۲ ص ۳۴۔۳۵، بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۲۹

لا مفسدا و لا ظالما و انما خرجت لطلب الاصلاح فی امة جدّی ارید ان آمر بالمعروف و انهی عن المنکر و اسیر بسیرة جدّی و ابی علی بن ابیطالب فمن قبلنی بقبول الحق فالله اولی بالحق و من ردّ علی هذا اصبر حتی یقضی الله بینی و بین القوم بالحق و هو خیر الحاکمین و هذه وصیتی یا اخی الیك و ما توفیقی الا بالله علیه توکلت و الیه انیب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ وصیت نامہ ہے حسین بن علی بن ابیطالب کا اپنے بھائی محمد المعروف بہ ابن الحنفیۃ کے نام۔ حسین گواہی دیتا ہے کہ اللہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں جو حق تعالیٰ کے پاس سے حق لے کر آئے ہیں۔ اور جنت وجہنم حق ہیں اور یقیناً بلاشبہ قیامت آنے والی ہے۔ اور یقیناً اللہ صاحبان قبر کو اٹھائے گا۔ میں جو مدینہ سے باہر جا رہا ہوں تو میں نہ حکومت اور توسیع پسندی کا خواہاں ہوں نہ ظلم وفساد کا خواہشمند ہوں۔ میں تو اس لئے نکل رہا ہوں کہ اپنے جد کی امت کی اصلاح کرنا چاہتا ہوں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دوں اور اپنے جد رسول اللہ اور اپنے باپ علی بن ابیطالب کی سیرت پر عمل کروں۔ سو جو شخص بھی میرے قول برحق کو قبول کرے تو اللہ اس سے حق کو قبول فرمائے گا اور جو شخص اسے رد کر دے تو میں صبر کروں گا یہاں تک کہ خداوند عالم اپنا برحق فیصلہ صادر فرمائے اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ وصیت نامہ پر مہر لگائی اور محمد حنفیہ کے حوالے کیا (۱)۔

جناب ام سلمہ سے رخصت

امام حسین علیہ السلام کے اعلان سفر کو سن کر ام المومنین حضرت ام سلمہ آپ کے پاس تشریف لائیں اور ارشاد فرمایا کہ بیٹے میں تمہارے عراق جانے کی خبر سن کر بہت غمگین اور پریشان ہوں۔ میں نے کئی بار تمہارے نانا سے سنا ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میرا بیٹا حسین عراق میں اُس سرزمین پر شہید کیا

۱۔ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۲۹۔۳۳۰

جائے گا جس کا نام کربلا ہے۔امام نے جواب میں فرمایا ہے کہ ﴿یا اماہ انا واللہ اعلم ذلك و انی مقتول لا محالة و لیس لی من ھذا بدّ، و انی والله لا عرف الیوم الذی اقتل فیه و أعرف من یقتلنی و اعرف البقعة التی ادفن فیھا و انی اعرف من یقتل من اھل بیتی و قرابتی و شیعتی و ان اردت یا اماہ أریك حفرتی و مضجعی﴾ اے مادرگرامی مجھے بھی اس کا علم ہے کہ میں شہید کیا جاؤں گا لیکن جانا لازمی ہے۔خدا کی قسم مجھے معلوم ہے کہ کس دن قتل کیا جاؤں گا اور کون میرا قاتل ہے اور مجھے کہاں دفن کیا جائے گا۔اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ اہل بیت اور اعزّہ میں کون کون قتل کیا جائے گا۔مادرگرامی اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ جگہ دکھلادوں جہاں میں قتل کیا جاؤں گا اور جہاں مجھے دفن کیا جائے گا۔پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے کربلا کی جانب اشارہ کیا وہ زمین بلند ہوئی اور آپ نے جناب ام سلمہ کو تفصیلات سے آگاہ کیا۔جناب ام سلمہ نے گریہ فرمایا۔آپ کے نالہ وشیون کی آواز کے ساتھ سارے گھر میں شور گریہ بلند ہوا۔پھر امام نے کہا ﴿یا اماہ قد شاء الله عز و جل أن یرانی مقتولا مذبوحا ظلما و عدوانا و قد شاء ان یریٰ حرمی و رھطی و نسائی مشردین و اطفالی مذبوحین مظلومین ماسورین مقیدین و ھم یستغیثون فلا یجدون ناصر اولا معینا﴾ اے مادرگرامی اللہ کی مشیّت ہے کہ وہ مجھے مظلومیت کی حالت میں مقتول دیکھے اور یہ بھی مشیت ہے وہ میرے اہل حرم اور رفقاء کو آوارہ وطن دیکھے اور اطفال ذبح کئے جائیں، قید کئے جائیں اور کوئی ان کا ناصر و مددگار نہ ہو۔جناب ام سلمہ نے کہا کہ تمھارے نانا نے مجھے اس زمین کی مٹی دی تھی جہاں تم دفن ہو گے وہ میرے پاس شیشی میں محفوظ ہے۔اس پر امام حسین نے فرمایا کہ میں بخدا قتل کیا جاؤں گا اور اگر میں عراق کی طرف نہ جاؤں جب بھی لوگ مجھے قتل کر دیں گے۔پھر آپ نے ہاتھ بڑھا کر کربلا کی مٹی اٹھائی اور کہا کہ مادرگرامی اسے بھی شیشی میں محفوظ کر لیں جب دونوں شیشیاں خون ہو جائیں تو سمجھ لیں کہ آپ کا بیٹا حسین مارا گیا (۱)۔

کتب ووصایا

ابوبکر حضرمی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ امام حسین علیہ السلام جب

۱۔ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۳۱

عراق کی طرف جانے لگے تو آپ نے کتب اور وصایا جناب ام سلمہ کے پاس ودیعت رکھوا دیں اور جب امام زین العابدین علیہ السلام مدینہ واپس آئے تو جناب ام سلمہ نے وہ چیزیں آپ کے حوالے کر دیں۔ طوسی علیہ الرحمہ نے بھی اس سے ملتی جلتی روایت لکھی ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے عراق جاتے وقت وصیت نامہ، کتابیں اور دیگر تبرکات جناب ام سلمہ کے حوالے کئے اور فرمایا کہ یہ اشیاء علی بن الحسین کے حوالے کر دیں گی۔ شہادت کے بعد جب امام زین العابدین علیہ السلام مدینہ واپس آئے تو جناب ام سلمہ نے وہ سب اشیاء ان کے حوالے کر دیں (۱)۔

عمرِ اطرف

عمر بن علی بن ابیطالب کہتے ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام نے مدینہ میں یزید کی بیعت سے انکار کر دیا تو میں امام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امام اکیلے تھے۔ میں نے ان سے عرض کی کہ یا ابا عبداللہ! امام حسن علیہ السلام نے میرے والد علی علیہ السلام سے یہ بات نقل فرمائی تھی۔ میں نے یہیں تک بات کی تھی کہ گریہ گلو گیر ہو گیا اور میں بلند آواز سے رونے لگا اور بات پوری نہ کر سکا۔ امام نے مجھے اپنے سینے سے لگا لیا اور فرمایا کہ تم سے یہی کہا تھا نا کہ میں شہید کر دیا جاؤں گا؟ میں نے عرض کی یا ابا عبداللہ موت آپ سے دور رہے۔ امام نے دوبارہ پوچھا کہ حقِ رسول کی قسم کیا میرے قتل کی خبر دی تھی؟ میں نے کہا ہاں۔ کاش آپ یزید کی بیعت کر لیتے۔ امام نے ارشاد فرمایا کہ امیر المومنین نے مجھے بتلایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ مجھے اور میرے والد کو شہید کیا جائے گا اور میری قبر میرے والد کی قبر کے قریب ہوگی۔ کیا تمھارا یہ خیال ہے کہ جو تم جانتے ہو وہ میں نہیں جانتا؟ (۲)۔

جابر بن عبداللہ انصاری

صاحب معالی السبطین نے بحرانی کی مدینۃ المعاجز کی حوالے سے تحریر کیا ہے کہ صحابی رسول حضرت جابر بن عبداللہ انصاری امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور یہ عرض کیا کہ حسین! آپ

۱۔ الامام الحسین واصحابہ ص ۸۵ بحوالۂ اصول کافی کتاب الحجۃ وغیبتِ طوسی

۲۔ متن وترجمہ لہوف ص ۴۲

رسول خدا کے فرزند اور ان کے سبطین میں سے ایک سبط ہیں۔ میرا یہ خیال ہے کہ جس طرح آپ کے بھائی امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے صلح کر کے اپنی جان بچائی اور ایک مطمئن زندگی گزاری بالکل اسی طرح آپ بھی خلیفۂ وقت سے صلح کر کے آرام سے مدینہ میں زندگی گزاریں۔ امام نے جواب میں فرمایا کہ ﴿**یا جابر قد فعل ذلك اخی بامر الله تعالی و رسوله و انا ایضاً افعل بامر الله و رسوله**﴾ میرے بھائی نے اپنے زمانے میں جو عمل انجام دیا وہ ان کے زمانے کے حساب سے حکم خدا اور رسول کے مطابق تھا لیکن میرا فریضہ میرے دور کے مطابق ہے اور میں بھی خدا اور رسول کے حکم کے مطابق اپنا فریضہ انجام دے رہا ہوں۔ (طویل روایت سے اقتباس)۔ (۱)

خواتین کی گریہ وزاری

بنی ہاشم کی خواتین کو جب امام حسین علیہ السلام کے سفر کی اطلاع ملی تو وہ گریہ وزاری کرتی ہوئی آپ کی خدمت میں آئیں۔ آپ ان کے قریب گئے اور فرمایا کہ آپ سب کو خدا کی قسم ہے کہ اس طرح گریہ وزاری نہ کریں کہ یہ خدا اور رسول کی نافرمانی تک بھی جا سکتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہم کیسے گریہ وزاری نہ کریں کہ آج کا دن رسول خدا اور علی و فاطمہ کے انتقال کے دن جیسا ہے۔

آپ کی ایک عمہ نے کہا کہ میں نے ہاتف کو یہ کہتے سنا ہے

و ان قتیل الطف من آل هاشم اذلّ رقابا من قریش فذلت

کربلا میں بنی ہاشم کے مقتول نے قریش کو ذلیل کر دیا اور وہ ذلیل و خوار ہو گئے۔ امام حسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ قریش کی جگہ مسلمین کہیں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ﴿**کل الذی مقدّر فهو کائن لامحالة**﴾ جو تقدیر میں ہے وہ بہر حال ہو کر رہے گا (۲)۔

سفر کی تیاری

صاحب ریاض القدس تحریر کرتے ہیں کہ چون عزم حضرت به رفتن حزم شد

۱۔ معالی السبطین ج۱ ص ۲۱۷

۲۔ معالی السبطین ج۱ ص ۲۱۴ بحوالہ کامل الزیارۃ و بحار الانوار

امر فرمود خاصان اهل بیت و غلامان و دوستان تہیۂ سفر ساز کنند. اسپ و شتر و قاطر حاضر سازند. احمال و اثقال و اساس و لوازمات سفر آمادہ نمایند. جمیع متعلقات از خواھران و دختران و اھالی حرم و خواتین محترم خبر دادند کہ آمادۂ سفر باشند بپائے مردی خسرو سپہر اساس جناب ابو الفضل العباس تمام اسباب و اساس در اندك مدّتی فرصت فراھم آمد (۱)۔ جب امام حسین علیہ السلام نے سفر کا حتمی ارادہ فرمالیا تو خواص اہل بیت اور غلاموں اور دوستوں کو حکم دیا کہ سفر کی تیاری کریں اور گھوڑے، ناقے اور خچر لائیں تا کہ ان پر سفر کے سارے اسباب و لوازمات بار کئے جائیں۔ ہمشیرگان و دختران اور دیگر اہل حرم اور خواتین کو اطلاع دی گئی کہ سفر کے لئے تیار ہو جائیں۔ جناب ابوالفضل العباس کی ہمت اور جوانمردی سے مختصر مدت میں تمام اسباب سفر فراہم ہو گئے۔

شیخ مفید کے مطابق سنیچر کے دن شام کے وقت والیٔ مدینہ نے کچھ لوگوں کو امام حسین علیہ السلام کے پاس بھیجا کہ وہ بیعت کے لئے آئیں۔ آپ نے انھیں جواب دیا کہ صبح ہونے دو پھر دیکھا جائے گا۔ وہ لوگ واپس ہو گئے۔ امام حسین علیہ السلام نے اسی رات میں سفر اختیار کیا۔ وہ اتوار کی رات تھی اور ماہ رجب کے اختتام میں دو دن باقی تھے (۲)۔

فرشتوں کی آمد

بحار الانوار کے مطابق شیخ مفید نے اپنے سلسلۂ سند سے روایت کی ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام مدینہ سے نکلے تو فرشتے فوج درفوج اسلحہ لئے ہوئے گھوڑوں پر سوار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کرنے کے بعد عرض پرداز ہوئے کہ آپ جد و پدر اور برادر کے بعد ساری خلق پر حجّتِ خدا ہیں۔ اللہ نے ہمارے ذریعہ سے بہت سے مقامات پر آپ کے جد کی مدد فرمائی ہے اور اس وقت ہمیں آپ کی مدد کے لئے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا ﴿**الموعد حفرتی و بقعتی التی استشهد فیها و هی کربلا، فاذا وردتها فاتونی**﴾ اب ہماری وعدہ گاہ وہ جگہ ہے جہاں میرے

۱۔ ریاض القدس ج ۱ ص ۶۸

۲۔ ارشاد مفید ج ۲ ص ۳۴

لئے شہادت اور دفن معیّن ہے اور وہ کربلا ہے۔ جب میں وہاں وارد ہو جاؤں تو میرے پاس آنا۔ فرشتوں نے کہا اے حجت الٰہی! آپ ہمیں حکم دیں ہم اطاعت کریں گے اور اگر آپ کو اپنے دشمن سے کوئی خوف ہے تو ہم آپ کے ساتھ رہیں گے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ﴿**لا سبيل لهم عليّ و لا يلقوني بكريهة أو أصل الى بقعتي**﴾ یہ لوگ نہ مجھے پا سکیں گے اور نہ نقصان پہنچا سکیں گے جب تک کہ میں اپنی سرزمینِ شہادت پر نہ پہنچ جاؤں۔

جنوں کی آمد

اسی روایت کا دوسرا جز یہ ہے کہ مسلمان جنوں کے گروہ فوج در فوج آئے اور عرض کی کہ اے سید و سردار! ہم آپ کے شیعہ اور انصار ہیں۔ اب آپ جو چاہیں ہمیں حکم فرمائیں۔ اگر آپ ہمیں حکم دیں کہ ہم آپ کے دشمن کو ہلاک کر دیں اور آپ اپنی جگہ سے حرکت نہ کریں تو ہم بسر و چشم یہ انجام دیں گے۔ امام حسین علیہ السلام نے انھیں جزائے خیر کی دعا دی اور ارشاد فرمایا کہ ﴿**أوما قرأتم كتاب الله المنزل علىٰ جدى رسول الله "اينما تكونوا يدرككم الموت و لو كنتم فى بروج مشيدة" (١) و قال سبحانه "لبرز الذين كتب عليهم القتل الى مضاجعهم" (٢) و اذا أقمت بمكانى فبماذا يبتلى هذا الخلق المتعوس و بما يختبرون و من ذا يكون ساكن حفرتى بكربلا۔ و قد اختار ها الله يوم دحا الارض و جعلها معقلا لشيعتنا و يكون لهم امانا فى الدنيا و الاخرة و لكن تحضرون يوم السبت و هو يوم عاشورا الذى فى آخره أقتل و لا يبقىٰ بعدى مطلوب من اهلى و نسبى و اخواتى و اهل بيتى و يسار براسى الى يزيد لعنه الله**﴾ کیا تم نے میرے جد پر نازل ہونے والی کتاب میں نہیں پڑھا کہ اللہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم جہاں بھی ہو گے موت تمھیں پا لے گی چاہے تم مضبوط قلعوں میں رہو۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ جن کا قتل ہونا لکھا جا چکا ہے وہ یقیناً نکل کر اپنے مقتل اور مدفن کی طرف جائیں گے۔ اگر میں اپنی جگہ پر ہی ٹھہرا

۱۔ سورۂ نساء ۷۸

۲۔ سورۂ آل عمران ۱۵۴

رہوں تو یہ گمراہ لوگ کس چیز سے آزمائے جائیں گے اور کیسے ان کا امتحان ہوگا اور کون کربلا میں میری قبر میں رہے گا جب کہ اللہ نے دحوالارض کے دن سے اسے چنا ہوا ہے اور اسے ہمارے شیعوں کی پناہ گاہ قرار دیا ہے اور وہ دنیا و آخرت میں اُن کے لئے امان ہوگی۔ اب تم میرے پاس سبت کے دن جو کہ عاشورا کا دن ہوگا، حاضری دینا۔ اس دن کے آخری حصہ میں مجھے شہید کیا جائے گا۔ اس وقت میرے خاندان میں سے ایسا کوئی باقی نہ ہوگا جسے وہ قتل کرنا چاہیں۔ پھر میرا سر یزید کے پاس لے جایا جائے گا۔ جنوں نے عرض کی کہ اے حبیب خدا اور حبیبِ خدا کے فرزند! آپ کی اطاعت واجب ہے اور آپ کی مخالفت جائز نہیں ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم آپ کے دشمنوں کو آپ تک پہنچنے سے پہلے قتل کر دیتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ﴿**نحن واللہ اقدر علیھم منکم**﴾ خدا کی قسم ہم تم سے زیادہ اُن لوگوں پر قدرت رکھتے ہیں۔ پھر آپ نے ایک آیت کی تلاوت کی جس سے مراد یہ تھی کہ ہم حجّت کو تمام کرنا چاہتے ہیں (۱)۔

۱۔ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۳۰

مکّہ کی طرف

دنیا کی کوئی تاریخ ہمیں یہ نہیں بتلاتی کہ حاکمِ شام کی موت کے بعد امام حسین علیہ السلام نے اہل مدینہ سے اپنی حکومت قائم کرنے کا مشورہ کیا ہو یا ایسے اسباب فراہم کیے ہوں جو اُن کی حکومت کی تشکیل میں مدد و معاون ہوں۔ بلکہ کوئی تاریخ یہ بھی نہیں بتلاتی کہ یزید سے شدید نفرتوں کے باوجود آپ نے یزید کی تازہ اور نومولود حکومت کے خلاف کوئی اقدام کیا ہو۔ آپ کا واحد اقدام یزید کی بیعت سے انکار تھا اور یزید کے خط کی روشنی میں اس انکار کا نتیجہ قتل ہو جانا تھا لہٰذا حسین نے جان بچانے کے اُس ابدی اور فطری حق کو استعمال کیا جو ہر ذی روح میں خالقِ فطرت کی طرف سے ودیعت کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی حسین علیہ السلام وارثِ رسول اور وارثِ کتاب ہونے کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریوں کو اس طرح پورا کرتے ہیں کہ محمد حنفیہ کے نام لکھے جانے والے وصیت نامے میں اپنے منشور کا اعلان بھی کر دیتے ہیں کہ میرا مدینے سے یہ سفر فقط جان بچانے کا سفر نہیں ہے بلکہ اس سفر کا اہم مقصد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی بن ابیطالب علیہ السلام کی سیرت کا احیاء ہے۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ حسین کے سفر کا یہ اہم ترین مقصد کہاں پورا ہو سکتا ہے؟ کعبہ اسلامی دنیا کا سب سے بڑا اور سب سے اہم مرکز ہے جہاں گوش و کنارِ عالم کے مسلمان آ کر سجدہ ریز ہونے کو اپنی زندگی کی سب سے بڑی سعادت سمجھتے ہیں۔ مواصلات اور ذرائع ابلاغ کے ادوار سے پہلے یہ وہ واحد جگہ تھی کہ جہاں کہی جانے والی بات مختصر ترین وقت میں اطراف و اکنافِ عالم میں پھیل سکتی تھی لہٰذا اپنے مقصد کی تکمیل کے

لئے حسین کا مکہ کی طرف کوچ کرنا انتہائی مناسب اور برمحل اقدام تھا۔

اکثر تاریخی بیانات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کاروانِ حسینی نے رات کی تاریکی میں مدینہ سے کوچ کیا اور بعض روایات کے مطابق یہ کوچ رات کے پچھلے پہر میں ہوا تھا۔ جب امام حسین علیہ السلام مدینہ سے نکلے تو آپ اس آیۂ مبارکہ کی تلاوت فرما رہے تھے ﴿فخرج منها خائفا يترقب قال رب نجّني من القوم الظالمين﴾ (۱)۔ امام حسین علیہ السلام نے آیت کی تلاوت فرما کر اپنے نکلنے کو موسیٰ علیہ السلام کے مصر سے نکلنے سے تشبیہ دی ہے وہ اپنے زمانے کے فرعون کے خوف کے سبب مصر سے نکلے تھے اور آپ اپنے زمانے کے فرعون کے خوف سے مدینہ چھوڑ رہے ہیں۔ رات کی تاریکی میں آپ کا یہ سفر یقینی طور پر مختلف جہات کا حامل ہے جس کی ایک جہت خوف کا عالم ہے جیسا کہ جناب سکینہ کا ارشاد ہے کہ جب ہم مدینہ سے سفر پر نکلے ہیں تو کوئی بھی خاندان رسول اللہ کے خاندان سے زیادہ خوف زدہ نہیں تھا (۲)۔ اس کی دوسری جہت یہ ہوسکتی ہے کہ دن کا سفر حاکمِ مدینہ کی فوجوں سے براہِ راست ٹکراؤ کا سبب بن سکتا تھا جس سے حرم رسول کی بے حرمتی کا اندیشہ تھا۔ اس کی ایک جہت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ دن کی روشنی میں حکومت کی طاقت آپ کو بجبر مدینہ میں رکنے پر مجبور کرتی یا گرفتار کر لیتی اور آپ اپنے منشور کی تکمیل کے لئے مکہ اور پھر وعدہ گاہ کی طرف نہ جا سکتے۔ غالباً یہی خوف تھا جس کی طرف آپ نے آیت کی تلاوت سے اشارہ فرمایا ہے۔ اس خوف کو خوفِ جان پر محمول کرنا ایک ایسی سطحی سوچ ہے جو اقدامِ حسینی کی گہرائیوں سے مطابقت نہیں رکھتی۔

ہمیں کاروان حسینی کے بنی ہاشم کے افراد کی کوئی مکمل فہرست دستیاب نہیں ہوتی۔ امالی صدوق کے مطابق جب امام حسین علیہ السلام عازمِ سفر ہوئے تو اپنی بہنوں، بیٹیوں اور اپنے بھتیجے قاسم کو محملوں میں سوار کروایا اور اپنے اصحاب اور اہلِ خاندان سمیت اکیس افراد کے ساتھ روانہ ہوئے جن میں ابوبکر بن علی، محمد بن علی، عثمان بن علی، عباس بن علی، عبداللہ بن مسلم بن عقیل، علی اکبر اور علی اصغر شامل تھے (۳)۔ ابن اعثم کے مطابق آپ رات کی تاریکی میں اپنے پورے خاندان کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے (۴)۔ دینوری کے مطابق

۱۔ سورۂ قصص ۲۱

۲۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۱۵

۳۔ ترتیب الامالی ج ۵ ص ۱۹۵

۴۔ الفتوح ج ۵ ص ۲۱

آپ کے ساتھ آپ کی بہنیں ام کلثوم اور زینب، بھائی کے بیٹے اور آپ کے بھائی ابوبکر، جعفر اور عباس اور آپ کے خاندان کے سارے لوگ سوائے محمد حنفیہ کے عازم سفر ہوئے (۱)۔ طبری کے مطابق بیٹے، بھائی اور بھتیجے اور سوائے محمد حنفیہ کے سارے اہل خاندان آپ کے ساتھ تھے (۲)۔ مفید نے بھی اس سے ملتی جلتی بات لکھی ہے (۳)۔ ان بیانات کے باوجود ہمیں دوسرے تاریخی ذرائع سے یہ معلوم ہے کہ محمد حنفیہ اور عمر اطرف اس قافلے میں شامل نہیں تھے۔ اسی طرح عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن جعفر طیار بھی اس قافلے میں موجود نہیں تھے۔ لہٰذا ہمیں بنی ہاشم کے شہداء کی جو فہرست ملتی ہے اس میں بہت سے افراد کے متعلق یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ وہ سب قافلہ میں شریک تھے یا مکّہ میں آ کر ملحق ہوئے۔ اصحاب حسین جو مدینہ سے ساتھ تھے وہ مندرجہ ذیل ہیں:-

عبداللہ بن یقطر حمیری، سلیمان بن رزین، اسلم بن عمرو، قارب بن عبداللہ دوئلی، منجح بن سہم، سعد بن حرث خزاعی، نصر بن ابی نیزر، حرث بن نبہان، جون بن حوی اور عقبہ بن سمعان۔ شہداء کی فہرست میں ان کے تفصیلات مذکور ہوں گے۔

شاہراہِ عام پر سفر

شیخ مفید کے مطابق امام حسین سورۂ قصص کی آیت پڑھتے ہوئے شاہراہِ عام سے روانہ ہوئے ﴿ و لزم الطریق الاعظم﴾ اس پر آپ کے اہل خاندان نے کہا کہ اگر آپ ابن زبیر کی طرح شاہراہِ عام چھوڑ کر سفر کریں تو تعاقب کا خطرہ ٹل جائے گا۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا ﴿لا واللہ لا افارقہ حتّیٰ یقضی ما ھو قاض﴾ (۴)۔ خدا کی قسم میں اسی راستے پر چلوں گا یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ سامنے آ جائے۔ ابن اعثم کوفی اور مہدی حائری کے مطابق حضرت مسلم بن عقیل نے یہ رائے دی تھی (۵)۔ شاہراہِ عام جو قافلوں اور مسافروں کی گزرگاہ ہے، اس کے ذریعہ سفر کرنے کی ایک جہت تو سب پر

۱۔ الاخبار الطوال ص ۲۲۸

۲۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۵۳

۳۔ ارشاد مفید ج ۲ ص ۳۴

۴۔ ارشاد مفید ج ۲ ص ۳۴

۵۔ الفتوح ج ۵ ص ۲۲، معالی السبطین ج ۱ ص ۲۲۳

ہی واضح ہونی چاہیے کہ آپ جس منشور کو لے کر اٹھے ہیں، اس کی نشر واشاعت کم وقت میں زیادہ سے زیادہ ہو جائے۔ عام راستے سے جانا یہ بتلاتا ہے کہ مدینہ سے نکلتے وقت جو خوف تھا وہ وہی تھا جسے ہم نے اوپر بیان کیا۔

اثنائے راہ

مکہ جاتے ہوئے اثنائے راہ میں کسی پڑاؤ پر عبداللہ بن مطیع عدوی (صحابی رسول) امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا کہ یا اباعبداللہ! کہاں کا ارادہ ہے؟ آپ نے فرمایا ﴿ **اما فی وقتی هذا ارید مكة فاذا صرت اليه استخرت الله فی امری بعد ذلك** ﴾ فی الحال تو مکہ جارہا ہوں۔ مکہ پہنچ کر بعد کے مرحلوں کے لئے اللہ سے طلبِ خیر کروں گا۔ عبداللہ نے عرض کی کہ اللہ آپ کو ہر خیر سے سرفراز کرے۔ میں آپ کو محبت سے ایک مشورہ دینا چاہتا ہوں امید ہے کہ آپ قبول کریں گے۔ امام نے فرمایا کیا مشورہ؟ عبداللہ نے کہا کہ جب آپ مکہ پہنچ جائیں تو خیال رکھئے گا کہ کوفہ والے آپ کو فریب نہ دے دیں۔ اس شہر میں آپ کے والد کو شہید کیا گیا اور آپ کے بھائی کو ایسا زخمی کیا گیا کہ قریب تھا کہ شہید ہو جائیں۔ آپ مکہ جا کر وہیں ساکن ہو جائیں اس لئے کہ آپ اس زمانے میں بزرگ ترین شخصیت اور عربوں کے سردار ہیں۔ خدا کی قسم اگر آپ کو کچھ ہوا تو آپ کا پورا خاندان ختم ہو جائے گا۔ امام حسین علیہ السلام نے عبداللہ بن مطیع کے لئے دعائے خیر کی اور وہ امام کے پاس سے رخصت ہو گئے (۱)۔

عبداللہ بن مطیع عدوی

ان کا شمار صحابہ میں ہوتا ہے (اصابہ، تہذیب التہذیب)۔ واقعۂ حرہ کے موقع پر مدینہ سے چلے گئے اور مکہ جا کر عبداللہ بن زبیر کے وابستگان میں شامل ہو گئے اور کوفہ کے والی بنے۔ مختار کے زمانے میں عبداللہ بن زبیر کے پاس مکہ واپس آ گئے۔ شیعیانِ علی اور آل محمد کیساتھ ان کا رویہ دوستانہ نہیں تھا۔ بلکہ مختار کے مقابلہ میں انھوں نے قاتلانِ حسین کا ساتھ دیا تھا۔ یہی سبب ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے جناب ام سلمہ اور دیگر شخصیات کو اپنے مستقبل سے پوری طرح آگاہ کیا تھا لیکن عبداللہ کو اس سے آگاہ نہیں کیا اور ایک مختصر سا جواب دے کر چھوڑ دیا۔ تاریخوں میں ان سے دوبار ملاقات کا تذکرہ ہے جس کی تفصیل بعد میں آئے گی۔

۱۔ الفتوح ج ۵ ص ۲۲

ورودِ مکّہ

حسینی قافلہ چلتا رہا یہاں تک کہ دور سے مکہ کے پہاڑ نظر آنے لگے۔ جب پہاڑوں پر امام حسین علیہ السلام کی نگاہ پڑی تو آپ نے اس آیہ مبارکہ کی تلاوت فرمائی ﴿و لما توجه تلقاء مدين قال عسى ربي ان يهديني سواء السبيل﴾ (۱)۔ طریحی نے اضافہ کیا ہے کہ جب شہر مکہ میں داخل ہوئے تو دعا مانگی ﴿اللهم خِر لي و اقرّ عيني و اهدني سواء السبيل﴾ (۲)۔ بارالہا میرے لئے امور میں سے بہترین امر کو منتخب فرما اور میری آنکھوں کو ٹھنڈک عطا فرما اور مجھے بہترین راستہ بتلاتا جا۔ مکہ میں آپ کا ورود تین شعبان کو جمعہ کی شب میں ہوا۔ بعض نے جمعہ کا دن تحریر کیا ہے (۳)۔ آپ نے مکہ پہنچ کر ابن عساکر کے مطابق عباس بن عبدالمطلب کے گھر میں قیام فرمایا (۴)۔ اور اخبار الطّوال کے مطابق آپ نے شعب علی میں قیام فرمایا (۵)۔ اس اختلاف کا حل اس لئے آسان ہے کہ حضرت عباس کا گھر شعب علی میں ہی واقع تھا۔ امام حسین علیہ السلام کے تشریف لانے سے اہل مکہ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور وہ صبح و شام آپ کی

۱۔ سورہ قصص ۲۲

۲۔ الفتوح ج ۵ ص ۲۳

۳۔ منتخب طریحی ج ۲ ص ۱۱۶

۴۔ تاریخ ابن عساکر (حالات امام حسین) تحقیق محمودی ص ۲۹۳ حدیث ۲۵۶

۵۔ الاخبار الطّوال ص ۲۲۹

خدمت میں حاضری دینے لگے۔ ان میں شہر مکہ کے اصلی باشندے بھی تھے اور وہ بھی تھے جو حج وعمرہ کی غرض سے آئے تھے۔ یہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ آپ کے بیانات سے استفادہ کرتے اور آپ سے سُنی ہوئی روایات کو تحریر کرتے تھے۔(۱)

عبداللہ بن زبیر

ان ملاقاتیوں میں عبداللہ بن زبیر بھی مسلسل امام حسین علیہ السلام سے ملنے کے لئے آیا کرتے تھے۔ ابن اعثم کے مطابق ابن زبیر پر امام حسین علیہ السلام کا مکہ میں قیام بہت گراں تھا۔ وہ خواہشمند تھے کہ اہل مکہ ان کی بیعت کرلیں لیکن امام حسین کے ہوتے ہوئے یہ سب ممکن نہ تھا۔ وہ اپنی اس خواہش کو چھپائے ہوئے امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے۔ ابن کثیر دمشقی کے مطابق ابن زبیر صبح و شام امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آتے اور انھیں مشورہ دیتے کہ وہ عراق چلے جائیں اور کہتے کہ اہل عراق تو آپ کے اور آپ کے والد کے شیعہ ہیں (۲)۔

قبر خدیجہ کی زیارت

تعلیم وتزکیہ اور ہدایت وارشاد کے ساتھ قیام مکّہ کے ان دنوں میں آپ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے مزار کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے اور گریہ فرمایا۔ انس بن مالک اُن کے ساتھ تھے۔ ان سے کہا کہ دور چلے جاؤ۔ پھر طولانی نماز پڑھی۔ پھر مناجات کی جن کا پہلا شعر یہ ہے۔

یا رب یا رب انت مولاہ　　　　فارحم عبیدا الیك ملجاہ

پوری مناجات مقتلِ عوالم میں ہے۔(۳)

اہل بصرہ کے نام خطوط

بصرہ اور کوفہ عراق کے وہ دو اہم شہر تھے جن کے روابط دمشق سے اچھے نہیں تھے۔ انھیں

۱۔ الفتوح ج ۵ ص ۲۳، تاریخ کامل ج ۴ ص ۲۰

۲۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۵۷

۳۔ مقتل عوالم ص ۲۰ طبع تبریز سن ۱۲۹۵ھ۔ فاضل مقرم نے اس واقعہ کو قیام مکہ کے دوران کا قرار دیا ہے۔

قتل وغارت اور معیشت کی ناکہ بندی کے ذریعہ عمومی طور پر شہری حقوق سے محروم کر دیا گیا تھا۔ ان دونوں علاقوں کے عام افراد بھی حکومتِ دمشق کے مقابلے میں شیعیانِ علی کے ساتھ تھے۔ اُس عہد کے کوفہ کا حاکم بصرہ کے حاکم کے مقابلہ میں نرم خو تھا لہٰذا یہاں مخالفینِ حکومت کو خفیہ اجتماعات کی سہولتیں میسر تھیں یہی سبب ہے کہ انھوں نے خفیہ اجتماع میں فیصلہ کر کے امام حسین علیہ السلام کو دعوت نامے ارسال کیے لیکن بصرہ میں سختی اور تشدد کی ہولناک فضا انھیں اجتماعات کی اجازت نہیں دیتی تھی البتہ عبدالقیس کی ایک شیعہ خاتون ماریہ بنت سعد کے گھر پر خفیہ اجتماعات ہوجایا کرتے تھے (۱)۔ اس خوفناک صورت حال میں اہالیانِ بصرہ کی طرف سے دعوت نامہ کا امکان نہ تھا لہٰذا امام حسین علیہ السلام نے قیام مکہ کے دوران بصرہ کے اشراف ومعززین کو خط لکھا۔ ابن اثیر اور طبری کے مطابق مالک بن مسمع بکری، احنف بن قیس، منذر بن جارود، مسعود بن عمر، قیس بن ہیثم اور عمرو بن عبید بن معمر اور دیگر اشراف بصرہ کو ایک ہی متن کا خط تحریر کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ کتاب وسنت ہی دین ہیں اور اس عہد میں سنت مردہ اور بدعت زندہ کی گئی ہے (۲)۔ اگر چہ طبری اور ابن اثیر نے صرف چھ افراد کے نام لکھے ہیں لیکن یہ خط ان مذکورہ افراد تک محدود نہیں تھا بلکہ بصرہ کے تمام اشراف ومعززین کے نام تھے جیسا کہ خود طبری اور ابن اثیر اور ابن اعثم کوفی کی تحریروں سے واضح ہوتا ہے۔ امام کے خط کا متن یہ ہے۔ ﴿**اما بعد فان الله تعالی اصطفی محمدا علی جمیع خلقه و اکرمه بنبوته و حباه برسالته ثم قبضه الیه مکرماً و قد نصح العباد و بلغ رسالات ربه و کان اهله و اصفیائه احق الناس بمقامه من بعده و قد تأمر علینا قوم فسلّمنا و رضینا کراهة الفتنة و طلب العافیة و قد بعثت الیکم بکتابی هذا و انا ادعوکم الی کتاب الله و الی نبیه فان السنة قد امیتت فان تجیبوا دعوتی و تطیعوا امری اهدکم الی سبیل الرشاد**﴾ (۳)۔ اللہ نے تمام لوگوں کے درمیان سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اصطفاء کیا اور انھیں اپنی نبوت سے سرفراز کیا اور اپنی رسالت کے لئے منتخب کیا۔ پھر اس نے نھیں اپنی طرف کرامت کے ساتھ اٹھالیا اور وہ بندوں کی ہدایت کر چکے تھے اور وہ اپنے رب کے سارے

۱۔ تاریخ کامل ج ۴ ص ۸

۲۔ تاریخ کامل ج ۴ ص ۹، تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۶۶

۳۔ ناسخ التواریخ (حسینی) ج ۲ ص ۴۳

پیغامات پہنچا چکے تھے اور ان کے بعد ان کے مقام کے وارث ان کے اہل بیت ہیں جو منتخب لوگ ہیں۔ایک گروہ نے ہم پر غلبہ پالیا تو ہم فتنہ سے بچنے کے لئے اور عافیت کی طلب میں صلح جوئی کی خاطر گھر بیٹھ گئے۔میں تم لوگوں کو یہ خط بھیج رہا ہوں اور خدا اور رسول کی طرف تمھیں دعوت دیتا ہوں۔اس وقت سنت مردہ کر دی گئی ہے۔اور اگر تم میری دعوت کو قبول کرو اور میرے امر کی اطاعت کرو تو تم لوگوں کو راہ حق کی ہدایت کروں گا۔

طبری کا نقل کردہ خط اس سے کچھ مختلف ہے اور اس نے ایک جملہ اپنے مسلک کے مطابق داخل کر دیا ہے اس لئے ہم نے نقل نہیں کیا لیکن اسی خط میں ایک جملہ امام حسین علیہ السلام کے مسلک کا اعلان ہے۔اسے ہم نقل کر رہے ہیں ﴿و بلغ ما ارسل به و كنا اهله و اولیائه و ورثته و احق الناس بمقامه فی الناس﴾ (۱)۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ سارے پیغامات پہنچائے جن کے لئے وہ بھیجے گئے تھے۔ہم ان کے جانشین ہیں اور ان کے وارث ہیں اور ہم،لوگوں میں رسول کی جانشینی کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔

سلیمان ابورزین

بعض لوگوں نے ابورزین کو ان کی کنیت بتلایا ہے اور بعض کے خیال میں یہ ان کے والد کا نام ہے۔ان کی والدہ کبشہ امام حسین علیہ السلام کی کنیز تھیں۔ابورزین نے ان سے شادی کی اور سلیمان متولد ہوئے۔امام حسین علیہ السلام نے انھیں خط دے کر اشراف بصرہ کی طرف روانہ کیا۔انھوں نے یہ خطوط جن لوگوں تک پہنچائے ان میں سے منذر بن جارود عبدی نے انھیں خط کے ساتھ ابن زیاد تک پہنچا دیا۔اور ابن زیاد نے کوفہ روانہ ہونے سے پہلے کی رات میں ان کو قتل کروا دیا پھر منبر سے لوگوں کو دھمکیاں دیں اور حسین کی نصرت سے منع کیا اور کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا تاکہ امام سے پہلے اس شہر میں داخل ہو جائے۔کہا جاتا ہے کہ منذر بن جارود کو یہ شبہہ تھا کہ یہ خط حسین کا نہیں ہے بلکہ ابن زیاد نے امتحان لینے کے لئے بھیجا ہے (۲)۔سلیمان سلسلۂ کربلا کے پہلے شہید ہیں۔زیارت ناحیہ میں ان کے قاتل کا نام سلیمان بن عوف حضرمی ہے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ ابن زیاد نے سلیمان ابورزین کو اس شخص کے ذریعہ قتل کروایا (۳)۔احنف بن قیس نے

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۶۶

۲۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۶۶

۳۔ بحار الانوار ج ۱۰۱ ص ۲۷۱

خط کے جواب میں امام کو صبر کی تلقین کی۔ اور جواب میں یہ آیت لکھ کر بھیج دی ﴿فاصبر ان وعد الله حق ولا يستخفنك الذي لا يوقنون﴾ (۱)۔

یزید بن مسعود

یزید بن مسعود نے بنی تمیم، بنی حنظلہ اور بنی سعد اور دیگر کے قبیلوں کے ارباب حل وعقد کو طلب کیا اور انھیں ایک بلیغ تقریر کے ذریعہ امام حسین علیہ السلام کی نصرت پر آمادہ کیا۔ بنی حنظلہ اور بنو عامر نے حسین کی نصرت کا غیر مشروط وعدہ کیا اور قبیلہ بنی سعد نے کہا ہمیں اتنی مہلت دو کہ ہم آپس میں مشورہ کر لیں۔ آخر میں یزید بن مسعود نے ان سے کہا کہ اگر بنی امیہ سے مقابلہ نہیں کرو گے تو اللہ کی تلوار تمھیں چین سے بیٹھنے نہیں دے گی اور ہمیشہ تمھارے درمیان قتل وغارت اور خونریزی ہوتی رہے گی (۲)۔ یزید بن مسعود نے امام حسین علیہ السلام کو خط کا جواب لکھا کہ آپ کا خط مجھے مل گیا اور آپ نے جس چیز کی دعوت دی ہے میں اس سے آگاہ ہوا اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی نصرت ہی میں میری فلاح اور کامیابی ہے اور آپ ہی کی اطاعت میں حق کی اطاعت مضمر ہے۔ یقیناً اللہ زمین کو ایسے امام اور راہنما سے خالی نہیں رکھتا جو انسانوں کو خیر کی ہدایت کرے اور نجات کی راہ دکھلائے۔ آپ انسانوں پر خدا کی حجّت اور زمین پر اس کی امانت ہیں۔ آپ شجر رسالت کی سرسبز شاخ ہیں۔ آپ ہمارے سر آنکھوں پر آئیں اور ہمارے ساتھ رہیں۔ قبیلۂ تمیم آپ کی فرماں برداری اور اطاعت کے لئے تیار ہے اور قبیلۂ سعد بھی آپ سے تعاون پر آمادہ ہے۔ میں نے آپ کا پیغام آتے ہی لوگوں کا دل کدورت سے صاف کر دیا ہے اور انھیں جہالت کی تاریکی سے نکال کر روشنی میں پہنچا دیا ہے۔ جب امام حسین علیہ السلام کے پاس اس کا خط پہنچا تو آپ نے اس کے حق میں دعا فرمائی کہ ﴿آمنك الله يوم الخوف و أعزّك و أرواك يوم العطش الأكبر﴾ خداوند عالم تجھے خوف سے محفوظ رکھے اور قیامت کی تشنگی میں تجھے سیراب کرے۔ یزید بن مسعود امام حسین علیہ السلام کے پاس جانے کی تیاریاں کر رہا تھا کہ

۱۔ سورۂ روم ۶۰، صبر کرو یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے اور وہ لوگ جو ایمان نہیں رکھتے ان کے سامنے اپنے کو خفیف نہ کرو۔ اس آیت کے استشہاد سے یہ پتہ چلتا ہے کہ احنف امام کو صحیح جانتے ہوئے بھی ان کی پیروی نہیں کرنا چاہتا اور انھیں ان کے اقدام سے روکنا چاہتا ہے۔ اس لہجہ میں جو گستاخی اور کج عقیدگی پوشیدہ ہے وہ صاحبانِ فکر کے لئے ظاہر ہے۔

۲۔ لہوف مترجم ص ۵۶

اسے امام اور ان کے ساتھیوں کی شہادت کی اطلاع موصول ہوئی۔ راویوں کا بیان ہے کہ یزید بن مسعود اور اس کا قبیلہ شہادت سے محروم ہونے پر ہمیشہ ہی افسوس کرتا رہا(۱)۔

یزید بن نبیط

یزید بن نبیط کا شمار بصرہ کے معززین میں ہوتا تھا۔ انہوں نے بھی امام حسین علیہ السلام کے خط پر لبیک کہی۔ ان دنوں بصرہ میں ماریہ بنت سعد نامی قبیلہ عبدالقیس کی ایک پرہیزگار خاتون کا گھر آل محمدؑ کے چاہنے والوں کی سرگرمیوں کا مرکز تھا۔ یزید بن نبیط کا تعلق بھی قبیلہ عبدالقیس سے تھا۔ وہ ماریہ کے گھر گئے اور وہیں انھوں نے اپنے دس جوان اور بہادر بیٹوں اور دوستوں سے خطاب کیا اور انھیں یہ بتلایا کہ وہ یہ طے کر چکے ہیں کہ بصرہ سے مکہ کا سفر اختیار کریں گے تاکہ امام حسین کی خدمت میں پہنچ سکیں۔ ان کے دو بیٹوں عبداللہ اور عبیداللہ نے اس کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا اور دوسروں نے عبداللہ بن زیاد سے خوف کا اظہار کیا کہ اگر اسے معلوم ہو گیا تو وہ ہلاک کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرے گا۔ ابن نبیط نے جواب دیا کہ خدا کی قسم مجھے اپنے دو بہادر فرزندوں کی موجودگی میں دشمن کا کوئی خوف نہیں ہے۔ یزید بن نبیط اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ بہت تیز رفتاری سے مکہ پہنچے۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ امام حسین علیہ السلام مضافاتِ مکہ میں ابطح کے مقام پر قیام پذیر ہیں تو وہ ابطح کی طرف چلے گئے۔ وہاں لوگوں نے یہ بتلایا کہ امام حسین علیہ السلام ان کی ملاقات کو گئے ہوئے ہیں۔ وہ مکہ پلٹے اور اپنی قیام گاہ پر امام کی ملاقات سے شرف یاب ہوئے۔ امام کو اپنے انتظار میں بیٹھا دیکھ کر اس آیہ مبارکہ کی تلاوت کی ﴿**بفضل الله و برحمته فبذلك فليفرحوا**﴾(۲)۔ امام نے ان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ وہ ہمرکاب رہے اور کربلا میں اپنے دو بیٹوں کے ساتھ شہید ہوئے (۳)۔

کوفہ کی صورت حال

اہل کوفہ کو یہ خبر مل چکی تھی کہ امام حسین علیہ السلام نے یزید کی بیعت سے انکار کر کے مکہ کا

۱۔ لہوف مترجم ص ۵۶
۲۔ سورہ یونس ۵۸
۳۔ نفس المہموم ص ۹۲

سفر اختیار کیا ہے اور وہ فی الحال مکہ میں مقیم ہیں۔ امام کے مخصوص چاہنے والوں نے سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر میں ایک اجتماع کیا اور مشورہ کے بعد یہ طے کیا کہ امام کو کوفہ آنے کی دعوت دی جائے۔ ان لوگوں نے خط لکھ کر عبداللہ بن مسمع اور عبداللہ بن وال کے ذریعہ امام کی طرف روانہ کیا اور تاکید کی کہ یہ خطوط تیز رفتاری کے ساتھ امام کی خدمت میں پہنچا دیئے جائیں۔ رمضان کی دس تاریخ کو ان دونوں قاصدوں نے وہ خطوط امام تک پہنچا دیئے۔ کوفہ سے جو ابتدائی خطوط بھیجے گئے تھے ان کے فوراً بعد خطوط کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ ابتدائی خطوط کے دو روز بعد قیس بن مسّہر صیداوی اور عبدالرحمٰن بن عبداللہ ارحبی کوفہ والوں کے خطوط لے کر روانہ ہوئے اور ان کے دو دن بعد ہانی بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی خطوط لے کر روانہ ہوئے۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ بارہ ہزار سے زیادہ خطوط کوفہ سے امام حسین کو موصول ہوئے۔ خطوط کی یہ غیر معمولی تعداد ہمیں ایک طرف تو یہ بتلاتی ہے کہ اس عہد کا کوفہ بنی امیہ کے مظالم اور غیر اسلامی حرکتوں سے شدید ترین نالاں اور ناراض تھا اور انھیں اس ظلم کی رات کو سحر کرنے کیلئے امام حسین علیہ السلام کے علاوہ کوئی نظر نہیں آ رہا تھا اور ان لوگوں میں صرف وہ نہیں تھے جو امام حسین علیہ السلام کو امام تسلیم کرتے تھے بلکہ وہ بھی تھے جو مظالم کے ستائے ہوئے تھے اور امام حسین علیہ السلام کو بلا کر ان کی بیعت کر کے انھیں امام اور پیشوا بنانا چاہتے تھے۔ ان لکھنے والوں میں حبیب بن مظاہر، مسلم بن عوسجہ، سلیمان بن صرد خزاعی، رفاعہ بن شدّاد، مسیّب نجبہ، شَبَث بن ربعی، حجار بن ابجر، یزید بن حارث بن رویم، عروہ عروہ بن قیس، عمرو بن حجاج اور محمد بن عمیر شامل ہیں (۱)۔ مثال کے طور پر ان لوگوں میں ہم حبیب بن مظاہر اور مسلم بن عوسجہ کو امام کے ساتھ شہید ہونے والوں میں پاتے ہیں اور شبث بن ربعی اور حجار بن ابجر کو قاتلانِ حسین کی فہرست میں دیکھتے ہیں۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جو لوگ امام حسین علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے معین کردہ امام سمجھتے تھے وہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شہید ہوئے ان میں قیس بن مسہر، عبد الرحمٰن ارحبی اور سعید بن عبداللہ حنفی وغیرہ کو بھی شامل سمجھنا چاہیئے۔ یا توّابین کے انقلاب میں شہید ہوئے جیسے سلیمان بن صرد اور عبداللہ بن وال وغیرہ۔ اس کے برخلاف جو امام حسین علیہ السلام کو اللہ کا معین کردہ امام نہیں سمجھتے تھے اور اپنی بیعت سے انھیں امام بنانا چاہتے تھے چونکہ انھیں اس کا موقع نہ مل سکا اس لئے انھوں نے اپنا نظریہ

۱۔ ابصار العین ص ۲۵، ارشاد مفید ج ۲ ص ۳۶۔ ۳۷

تبدیل کیا اور یزید کی سربراہی کو تسلیم کرلیا اور قتل حسین کے لئے جو لشکر ترتیب دیا گیا تھا اس میں شامل ہو گئے۔

خطوط بارہ ہزار سے زیادہ تھے۔ انھیں تاریخ نے محفوظ نہیں رکھا اور نہ تاریخ محفوظ رکھ سکتی تھی۔ لیکن بعض محفوظ رہ جانے والے خطوط سے ہم اپنے دعوے پر دلیل قائم کر سکتے ہیں۔ مثلاً ایک خط کا آغاز اس طرح ہے کہ ﴿ للحسين بن على من سليمان بن صرد و المسيب بن نجيّه و رفاعة بن شداد البجلى و حبيب بن مظاهر و شيعته المومنين و المسلمين من اهل الكوفة سلام عليك فانا نحمد اليك الله الذى لا اله الا هو اما بعد فالحمد لله الذى قصم عدوّك الجبّار العنيد الذى انتزىٰ على هذه الأمة فابتزّها امرها و غصبها فيئها و تأمّر عليها بغير رضى منها ثم قتل خيارها و استبقىٰ شرارها و جعل مال الله دولة بين جبابرتها و اغنيائها فبعدا له كما بعدت ثمود. انه ليس علينا امام فاقبل لعلّ الله ان يجمعنا بك على الحق، النعمان بن بشير فى قصر الامارة لسنا نجمع معه فى جمعة و لا نخرج معه الى عليك و لو قد بلغنا انك اقبلت الينا اخرجناه حتّى نلحقه بالشام انشاء الله ﴾ (۱)۔ حسین بن علی کے نام سلیمان بن صرد، مسیّب بن نجیّہ، رفاعہ بن شدّاد بجلی، حبیب بن مظاہر اور کوفہ کے مومنوں اور مسلمانوں میں سے آپ کے طرفداروں کی طرف سے۔ آپ پر سلام ہو۔ ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ ساری تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے آپ کے ظالم اور سرکش کو ہلاک کر دیا۔ جس نے امت پر حملہ کر کے اس کا امر اپنے قبضہ میں کر لیا تھا اور ان کے اموال کو غصب کر لیا تھا۔ اور ان پر ان کی مرضی کے بغیر حاکم بن بیٹھا تھا۔ اس نے نیکوں کو قتل کیا اور بروں کو چھوڑے رکھا اور اللہ کے مال کو اپنے سرکشوں اور مالداروں میں قرار دیا۔ ثمود کی طرح رحمتِ خدا سے دور ہے۔ ہمارے پاس کوئی امام نہیں ہے لہذا آپ ہماری طرف تشریف لائیں۔ شاید اللہ آپ کے ذریعہ ہمیں حق پر مجتمع کر دے۔ نعمان بن بشیر دار الامارہ میں ہے۔ ہم لوگ جمعہ کے دن اس کی نماز میں نہیں جاتے اور عید کے موقع پر اس کے ساتھ نماز کے لئے عید گاہ میں نہیں جاتے۔ اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ آپ آ رہے ہیں تو ہم اسے کوفہ

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۶۱، ارشاد مفید ج ۲ ص ۳۷۔ یہ خط لہوفِ مترجم ص ۴۸ اور انساب الاشراف ج ۳ ص ۳۶۹ میں تھوڑے سے فرق کے ساتھ ہے۔

سے نکال دیں گے اور انشاء اللہ شام روانہ کر دیں گے۔ اس خط کے بھیجنے والے کچھ معین افراد ہیں ان کے علاوہ عام مومنینِ شیعہ ہیں اور ان کے علاوہ اہل کوفہ میں سے مسلمان ہیں۔ جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس خط کے لکھنے والے صرف شیعہ نہیں ہیں مسلمانوں کے دیگر مسالک کے بھی لوگ ہیں۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ خط میں یہ جملہ ہے کہ ﴿ انه ليس علينا امام ﴾ اس وقت ہم پر کوئی امام نہیں ہے۔ ﴿ فاقبل لعلّ الله ان يجمعنا بك على الحق ﴾ آپ تشریف لائیے تو ہوسکتا ہے کہ اللہ آپ کے ذریعہ ہمیں حق پر مجتمع کر دے۔ یہ جملے امامت کو نصّی ماننے والوں کے عقیدہ کے خلاف ہیں۔

امام کو مسلسل کوفہ سے خطوط موصول ہو رہے تھے لیکن امام حسین علیہ السلام جواب میں سکوت اختیار فرمائے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ یہ خطوط بارہ ہزار سے زیادہ ہو گئے لہوف کے مطابق اہل کوفہ کا آخری خط ہانی بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی لے کر آئے۔ جس کا متن یہ تھا ﴿ بسم الله الرحمن الرحيم للحسين بن على امير المومنين اما بعد فان الناس ينتظرونك لا رأى لهم غيرك فالعجل العجل يابن رسول الله فقد اخضّرت الجنّات واينعت الثمار و اعشبت الارض و اورقت الاشجار فأقدم علينا اذا شئت فانما تقدم علىٰ جند مجنّدة لك والسلام عليك و رحمة الله و بركاته و علىٰ ابيك من قبلك ﴾ حسین بن امیر المومنین علی کے نام امابعد لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں اور آپ کے علاوہ کسی کے خواہشمند نہیں ہیں۔ اے فرزند رسول جلدی کریں جلدی کریں۔ باغات سرسبز ہو چکے ہیں پھل پک چکے ہیں، زمین سبزہ زار ہے اور درختوں کے پتے گھنے ہیں۔ اگر آپ ہماری طرف آنا چاہیں گے تو گویا آپ اپنے مضبوط لشکر کی طرف آئیں گے۔ امام حسین علیہ السلام نے قاصدوں سے پوچھا کہ یہ خط کن لوگوں کی طرف سے ہے۔ انھوں نے جواب دیا شبث بن ربعی، حجار بن الجبر، یزید بن حارث، یزید بن رویم، عروہ بن قیس، عمرو بن حجاج اور محمد بن عطارد کی طرف سے۔ اس وقت امام حسین علیہ السلام نے رکن و مقام کے درمیان دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ سے خیر کی دعا مانگی اور پھر مسلم بن عقیل کو بلا کر صورت حال بتلائی اور اہل کوفہ کے خط کا جواب لکھا (۱)۔ خوارزمی کے مطابق آپ نے نماز و دعا کے بعد قاصدوں سے کہا کہ میں نے خواب میں اپنے جد رسول اللہ کو دیکھا تو انھوں نے مجھے حکم دیا ہے اور میں اس حکم کو

۱۔ لہوف مترجم ص ۵۰۔۵۲

پورا کروں گا۔ اللہ میرے لئے خیر کا ارادہ فرمائے وہی ولی اور قادر ہے (۱)۔ آپ نے ان سارے خطوط کا مجموعی طور پر ایک جواب تحریر کیا:

بسم الله الرحمن الرحيم

من الحسين بن علی الی الملاء من المومنين و المسلمين اما بعد فان هانيا و سعيدا قدما علیّ بكتبكم و كان آخر من قدم علیّ من رسلكم و قد فهمت كل الذی اقتصصتم و ذكرتم و مقالة جلكم انه ليس علينا امام فاقبل لعلّ الله ان يجمعنا بك علی الحق و الهدی و انی باعث اليكم اخی و ابن عمی و ثقتی من اهل بيتی (۲) مسلم بن عقيل فان كتب الیّ انه قد اجتمع رایٔ ملأكم و ذوی الحجی و الفضل منكم علی مثل ما قدمت به رسلكم و قرأت فی كتبكم فانی اقدم عليكم و شيكا انشاء الله فلعمری ما الامام الا الحاكم بالكتاب، القائم بالقسط، الداين بدين الحق، الحابس نفسه علی ذات الله و السلام (۳)

حسین بن علی کی طرف سے مومنوں اور مسلمانوں کے گروہ کے نام امابعد! ہانی اور سعید نے آپ لوگوں کے خطوط مجھے پہنچائے۔ یہ لوگ آپ کے قاصدوں میں سے آخری ہیں۔ آپ لوگوں نے جو لکھا میں اس سے مطّلع ہوا۔ اور یہ جو آپ سب نے لکھا ہے کہ ہمارے پاس کوئی امام نہیں ہے آپ تشریف لایئے شاید اللہ آپ کے وسیلے سے ہمیں حق اور ہدایت پر مجتمع کردے۔ میں اپنے بھائی اور عم زاد اور قابل اعتماد شخصیت مسلم بن عقیل کو بھیج رہا ہوں۔ وہ اگر صورت حال کو دیکھنے کے بعد مجھے لکھ دیں کہ کوفہ کے صاحبان ہوش وخرد آپ کے خطوط کی تائید کرتے ہیں تو میں جلد ہی آپ لوگوں کی طرف سفر اختیار کروں گا۔ انشاءاللہ۔ میری زندگی کی قسم امام فقط وہ ہے جو کتاب خدا کے مطابق حکم کرے اور قسط وعدل کے ساتھ قائم ہو اور دین حق پر مستقل ہو اور اپنے نفس کو ذات الٰہی کی مرضی کے لئے وقف کردے۔ والسلام۔

---

۱ مقتل خوارزمی ج ۱ ص ۲۸۳

۲۔ منتخب طریحی جزء دوم ص ۴۱۶ پر ہے اخی و ابن عمی و المفضل عندی۔ اور ریاض المصائب ص ۲۵۳ پر ہے و قد بعثت اخی و ابن عمی و المفضل من اهل بيتی۔

۳۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۶۲، ارشاد مفید ج ۲ ص ۳۹

مسلم بن عقیل

لہوف اور خوارزمی کے مطابق امام حسین علیہ السلام نے رکن و مقام کے درمیان دو رکعت نماز پڑھی اور خدا سے خیر کی دعا مانگی پھر مسلم بن عقیل کو بلا کر اہل کوفہ کے خطوط اور پوری صورت حال سے آگاہ کیا اور انھیں خط دے کر کوفہ کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا(۱)۔ اور یہ ارشاد فرمایا کہ ﴿انی موجهك الیٰ اهل الكوفة، و سيقضى الله من امرك ما يجب و يرضىٰ و انا ارجوا ان اكون انا و انت فی درجة الشهداء فامض ببركة الله و عونه حتى تدخل الكوفة فاذا دخلتها فانزل عند اوثق اهلها و أدع الناس الیٰ طاعتی فان رأيتهم مجتمعين علیٰ بيعتی فعجّل علیّ بالخبر حتّی أعمل علیٰ حسب ذلك انشاء الله﴾ (۲)۔ میں تمھیں کوفہ کی طرف بھیج رہا ہوں خداوند عالم جو بات تمھارے لئے پسند کرتا ہے اسے ظاہر فرمائے گا۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں اور تم دونوں ہی شہادت کے رتبے پر فائز ہوں گے۔ سو تم اللہ سے نصرت طلب کرتے ہوئے کوفہ کی طرف روانہ ہو جاؤ اور کوفہ پہنچنے کے بعد معتمد ترین شخص کے پاس قیام کرنا اور لوگوں کو میری اطاعت کی دعوت دینا۔ پھر اگر تم دیکھو کہ وہ لوگ میری بیعت پر مجتمع ہیں تو مجھے فوراً اس کی اطلاع دو تا کہ میں اس کے مطابق عمل کروں۔ انشاء اللہ۔ یہ امام حسین علیہ السلام کی سیاستِ الٰہیہ کا ایک رخ ہے کہ کوفہ والوں کی مسلسل، لگاتار اور باصرارِ شدید دعوت کے

۱۔ لہوف مترجم ص ۵۲، مقتل خوارزمی ج ۱ ص ۲۸۴

۲۔ مقتل خوارزمی ج ۱ ص ۲۸۴

باوجود آپ جناب مسلم سے فرمارہے ہیں کہ انہیں میری اطاعت کی دعوت دینا۔ ارشاد مفید کے مطابق امام حسین علیہ السلام نے مسلم بن عقیل کو قیس بن مسہر صیداوی، عمارہ بن عبد سلولی اور عبدالرحمان بن عبداللہ ارحبی کے ساتھ کوفہ کی طرف روانہ فرمایا اور یہ وصیت فرمائی کہ مسلم تقویٰ پر قائم رہیں اور اس امر کو پوشیدہ رکھیں اور لوگوں کے ساتھ لطف و محبت کا سلوک کریں اور جب دیکھیں کہ لوگ امام کے سلسلہ میں مجتمع اور متفق ہیں تو فوراً اطلاع کریں۔ امر کو پوشیدہ رکھنے کا حکم ایک بلیغ اشارہ ہے کہ کوفہ پہنچنے سے قبل ہی جناب مسلم کی سفارت کی غیر ضروری شہرت نہ ہو جائے اور کوفہ پہنچنے کے بعد بھی یہ امر اتنا مشہور نہ ہو کہ قبل از وقت حکومتِ وقت سے براہِ راست تصادم کی صورت پیدا ہو جائے۔

گریۂ مسلم

خوارزمی لکھتے ہیں کہ پھر امام حسین علیہ السلام نے مسلم کو گلے لگا کر رخصت کیا۔ اس وقت دونوں بھائی مل کر بہت روئے۔ ﴿روی فی بعض المقاتل کروضة الشهداء ان مسلما حين خروجه عن مكة و توديعه امامه و أخاه كان يبكی كثيرا لا يتمالك عن الدمعة﴾ روضۃ الشہداء میں روایت ہے کہ جس وقت حضرت مسلم مکہ سے روانہ ہوئے تھے جناب امام حسین علیہ السلام کو رخصت کر کے تو اس وقت بہت روتے تھے اور آنسو آپ کے نہ تھمتے تھے۔ ﴿فسئل عن ذلك بل رُمی بأنك تبكی مخافة عن القتل و الهلاك﴾ لوگوں نے پوچھا بلکہ طعنہ زنی کی کہ تم اپنے قتل وہلاک سے ڈر کر روتے ہو؟ ﴿فانما يرسلك اخوك علی حد السيوف و ترادف الآجال و مبارزة الابطال﴾ اس لئے کہ تمھارے بھائی تم کو تلواروں کی باڑھ پر چلنے کو بھیجتے ہیں وہاں موت کا بازار گرم ہوگا اور بہادروں سے لڑنا اور مقابلہ کرنا پڑے گا ﴿فقال لا و حاشا ان اتخوف علی نفسی بذلك﴾ جناب مسلم نے کہا نہیں ہرگز ایسا نہیں کہ میں اپنی ہلاکت کا خوف کروں اور اپنی موت سے ڈر کر روؤں ﴿بل انما ابكی علی فراق اخی و ابن عمی و هو فی كآبة و حزن﴾ بلکہ میں فراق پر اپنے بھائی کے روتا ہوں کہ ان کو ایسے رنج اور مصیبت میں چھوڑ کر جدا ہوں ﴿فانّی قلمّا تركته فی شدة و لا رخاء و قلتما عشت بعيدا عنه﴾ اس لئے کہ مجھے کمتر اتفاق ہوا ہے کہ زمانہ تنگی اور فراخی میں اُن سے الگ ہوا

ہوں اور بہت کم اپنے ایّامِ زندگانی ان کی خدمت سے الگ رہ کر بسر کیے ہیں (۱)۔

خط پر تبصرہ

علامہ کنتوری نے حضرت مسلم کے سفر کو اپنے مقتل کے باب دہم میں تحریر کیا ہے۔ افادیت کے سبب اسے نقل کیا جا رہا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے حضرت مسلم کو مکہ معظّمہ سے بہ طرف کوفے کے بھیجا تھا۔ اور تین شخصوں کو حضرت مسلم کے ہمراہ آپ نے روانہ فرمایا تھا قیس بن مسّہر اور عمارہ بن عبداللہ اور عبدالرحمٰن بن عبداللہ اور لہوف میں سید بن طاؤس روایت کرتے ہیں کہ حضرت نے جناب مسلم کے ساتھ دو رہبر کر دیئے تھے۔ اگر یہ روایت لہوف کی صحیح ہے تو کیا عجب ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے جناب مسلم کو حکم دیا ہو کہ شاہراہ کو چھوڑ دیں اور غیر مشہور راہ سے مدینے تک جائیں۔ اور سبب اس حکم دینے کا وہی خوف تھا دشمنوں سے کہ قبل کوفہ میں پہنچنے کے ایسا نہ ہو کہ راہ میں حضرت مسلم گھر جائیں۔ بحار میں لکھا ہے کہ حضرت مسلم روانہ ہو کر مدینہ پہنچے اور مسجد نبوی میں نماز پڑھی ——— علامہ کنتوری آگے چل کر لکھتے ہیں کہ پھر حضرت نے دو راہبروں کو قبیلۂ قیس سے اجر دے کر ساتھ لیا اور مدینہ سے باہر چلے وہ دونوں راہبر حضرت کے ساتھ روانہ ہوئے اس طرح پر کہ سیدھا راستہ چھوڑ کر راہ چلتے تھے خوفِ دشمناں کی وجہ سے اسی سبب سے راہ بھول گئے۔ اور پیاس ان کو زیادہ لگی اس لئے کہ نا معلوم راہ چلے تھے جدھر پانی نہ تھا اور ایسے پیاسے ہوئے کہ راہ چلنے سے عاجز ہو گئے۔ جب چلنے سے عاجز ہوئے اس وقت اشارے سے حضرت مسلم کو ایک روشن اور کھلی ہوئی راہ بتائی کہ وہ راہ ان پر اچھی طرح ظاہر ہو چکی تھی اور بخوبی اسے پہچان چکے تھے۔ اور حضرت مسلم سے ان دونوں نے کہا کہ یہ راستہ جسے ہم نے اشارے سے بتایا ہے ضرور اس میں پانی ملے گا اس کو آپ یاد رکھئے اس سے الگ نہ ہو جیئے گا۔ حضرت مسلم اسی راہِ روشن پر چلے اور دونوں راہبر اسی جگہ مارے پیاس کے تڑپ کر مر گئے ——— آگے چل کر لکھتے ہیں کہ حضرت مسلم نے جناب امام حسین علیہ السلام کے نام پر ایک خط لکھا جس کی عبارت یہ ہے ﴿**بسم الله الرحمن الرحيم من الموضع المضيق اما بعد فانی اقبلت من المدينة مع الدليلين الی**﴾ یہ خط اس مقام سے لکھ رہا ہوں جس کا نام مضیق ہے بعد

ا۔ مأتین فی مقتل الحسین کنتوری ص ۹۷

حمد و نعت کے معلوم ہو کہ میں مدینہ سے روانہ ہوا دو راہبر اپنی رائے سے مقرر کر کے ساتھ لئے۔ دونوں راہبر شاہراہ چھوڑ کر چلے پس راستہ بھول گئے اور پیاس نے ہم لوگوں پر غلبہ کیا۔ کچھ دیر نہ گزری کہ تڑپ تڑپ کر وہ دونوں راہبر پیاس سے مرگئے۔ ﴿و اقبلنا حتیٰ انتھینا الیٰ الماء فلم ننجِ الّا بحشاشة انفسنا﴾ ہم آگے بڑھے اور چلتے چلتے ایسے مقام پر پہنچے جہاں پانی ملا مگر حال یہ ہوا کہ دمِ واپسیں ہمارا باقی تھا جب پہنچے ﴿و ذلك الماء بمكان يدعى المضيق من بطن الخبت﴾ یہ پانی جہاں ملا ہے اس جگہ کا نام مضیق ہے اور یہ پانی قبیلۂ بنی کلب کا ہے اور خبت کے نام سے مشہور ہے ﴿و قد تطيرت من توجهي هذا فان رأيت اعفيتني و بعثت غيري و السلام﴾ مجھے ان مصائب کے پیش آنے سے فالِ بد ہوئی ہے اور اس سفر کے انجام سے میں ڈرتا ہوں اگر آپ کے بھی رائے مبارک میں ایسا ہی کچھ ہو تو مجھے معاف کیجئے والسلام۔

بابِ یازدہم میں لکھتے ہیں ﴿اما قوله فى الكتاب و قد تطّيرت من توجهي هذا فهو مروى بلا خلاف﴾ یہ قول حضرت مسلم کا جو خط میں لکھا کہ مجھے اپنے اس سفر میں پیاس اور رہبروں کے مر جانے سے فالِ بد ہوئی ہے تو اس کو راویوں نے بالاتفاق نقل کیا ہے ﴿نعم ماكتبه الحسين فى جوابه الىٰ مسلم فقد اختلفت الروايات فيه﴾ ہاں مگر امام حسین علیہ السلام نے اس خط کے جواب میں جو کچھ حضرت مسلم کو لکھا ہے اس میں مختلف روایتیں ہیں۔ ﴿والذى رواه ابو مخنف فهو انسب و اليق بشان ذلك البطل الضرغام الذى اختاره الحسين من بين اصحابه و اهل بيته و فضلّه علىٰ كل واحد منهم﴾ ابومخنف نے جس عبارت سے اس جواب کو نقل کیا ہے وہ مضمون بہت مناسب اور لائق تر ہے اس بہادر اور دلیر کی شان سے جس کو جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنے تمام اصحاب اور اہل بیت سے منتخب کیا اور سب پر فضیلت دی۔ ﴿قال ابو مخنف و كتب الحسين فى جوابه﴾ ابومخنف کہتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے حضرت مسلم کے خط کا جواب ان الفاظ سے لکھا ﴿اما بعد يابن العم انى سمعت جدى رسول الله مامنا اهل البيت من يتطير و لا يتطير به﴾ بعد حمد و صلوٰۃ کے اے میرے چچازاد بھائی مسلم تم کو معلوم ہو کہ میں نے اپنے نانا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ ہم اہل بیت میں کوئی ایسا نہیں ہے جو کسی چیز سے فالِ بد لے اور نہ ہمارے مصائب اور واقعات سے فالِ

بدل جاتی ہے مطلب یہ ہے کہ نہ ہم اہل بیت کسی اور کے واقعات سے فالِ بد لیتے ہیں اور نہ کسی اور کو چاہئیے کہ ہمارے ظاہری مصائب کو دیکھ کر فالِ بد سوچے ﴿فاذا قرأت كتابي هذا فامض على ما امرتك والسلام عليك و رحمة الله و بركاته﴾ جس وقت میرا یہ خط پڑھنا فوراً روانہ ہو جانا بنا بر تعمیل ان امور کے جو تم سے کہا گیا ہے سلام تم پر ہو اور رحمت خدا کی و برکاتِ الٰہی تم پر نازل ہو۔ ﴿و ليس فيه ذكر الجبن و ضعف القلب اصلا﴾ اس خط میں بنا بہ روایت ابی مخنف جُبن اور ضعفِ قلب کا کہیں ذکر نہیں ہے۔

مسلم بن عقیل رمضان کی پندرہ تاریخ کو مکّہ سے نکلے اور کوفہ جاتے ہوئے مدینہ آئے۔ سب سے پہلے مسجد نبوی میں جا کر نماز پڑھی۔ پھر اپنے اہل خاندان سے رخصت ہوئے پھر قبیلۂ قیس کے دو راستہ بتلانے والوں کو لے کر کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ لیکن راستہ سے بھٹک گئے جس کے نتیجہ میں مسلم کے رہبر پیاس سے جاں بلب ہو کر سفر کے قابل نہ رہے اور انھوں نے ساتھ چھوڑ دیا۔ لیکن اشارہ سے راستے کی نشاندہی کر دی مسلم نے پوری توانائی سے راستے کو تلاش کیا اور کوفہ کی طرف چل پڑے جب کہ وہ رہبر پیاس سے مر گئے (۱)۔

سفر کے دوران مسلم نے امام حسین علیہ السلام کو ایک خط لکھا جس میں اپنے سفر میں پیش آنے والے واقعات اور حالات سے آگاہ کیا اور یہ تحریر کیا کہ میں اس وقت بطن الخُبیت میں ہوں جو پانی کے کنارے ہے۔ میرے لئے اس سفر کے حالات فالِ بد کا سبب ہوئے لہٰذا اگر ممکن ہو تو مجھے اس فرض سے سبکدوش کر کے کسی دوسرے شخص کو کوفہ روانہ فرما دیں۔ امام حسین علیہ السلام نے جواب میں تحریر فرمایا کہ ﴿اما بعد فقد خشيت أن لا يكون حملك على الكتاب الىّ فى الاستعفاء من الوجه الذى وجهتك الا الجبن فامض لوجهك الذى وجهتك له والسلام﴾ (۲)۔ اما بعد مجھے خوف ہے کہ اس خط کے لکھنے کا سبب سوائے ڈر کے کچھ اور نہیں ہے۔ تم اپنے فرض کے مطابق سفر اختیار کرو والسلام۔ مسلم نے خط پڑھنے کے بعد کہا کہ مجھے اپنی جان کا خوف ہرگز نہیں ہے اور آگے کا سفر شروع کر دیا۔ اثنائے سفر میں قبیلۂ طے کے تالاب پر پہنچے اور کچھ دیر قیام کیا۔ پھر وہاں سے آگے چلے تو یہ دیکھا کہ ایک شکاری نے ہرن کی طرف تیر چلایا اور وہ ہرن کو لگ گیا۔ مسلم نے یہ دیکھ کر کہا کہ انشاء اللہ ہم دشمن کو قتل کر دیں گے۔ مسلم سفر کرتے ہوئے مروج الذھب

۱۔ ارشاد مفید ج ۲ ص ۴۰

۲۔ ارشاد مفید ج ۲ ص ۴۰

مسعودی کے مطابق پانچ شوال کو کوفہ میں داخل ہوئے (۱)۔ مسلم نے مکہ سے کوفہ تک کا فاصلہ بیس دن میں طے کیا۔ اور طبری کے مطابق مختار بن ابوعبیدہ ثقفی کے گھر میں قیام پزیر ہوئے (۲)۔ ابن کثیر کے مطابق مسلم بن عوسجہ یا مختار کے گھر میں قیام کیا (۳)۔ مختار، آل محمد کے ساتھ اپنے اخلاص میں مشہور تھے اور علانیہ حسین اور ان کے بزرگوں سے وفاداری کا دم بھرتے تھے لہٰذا مسلم کے لئے قابلِ اعتماد تھے۔ مختار کے گھر قیام کرنے کا ایک رخ یہ بھی ہے کہ مختار حاکم کوفہ نعمان بن بشیر کے داماد تھے لہٰذا مسلم کو یہ اطمینان بھی تھا کہ جب تک وہ مختار کے گھر میں ہیں کوئی انھیں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

اہل کوفہ کو مسلم بن عقیل کے آنے کی اطلاع ملی تو لوگ مختار کے گھر پر ملاقات کے لئے جمع ہونے لگے یہ ذہن میں رہے کہ ان آنے والوں میں دونوں طرح کے لوگ تھے جن کا تذکرہ خطوط کے سلسلہ میں کہا جا چکا ہے۔ مسلم نے آنے والوں کے سامنے امام حسین کا خط پڑھ کر سنایا۔ لوگوں نے انتہائی جوش و جذبہ سے اس خط کو سنا اور اٹھارہ ہزار افراد نے مسلم کی بیعت کر لی۔

عابس کا اعلان

اس مجمع میں عابس بن شبیب شاکری بھی تھے۔ وہ اٹھے اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا کہ کوفہ والوں کے سلسلے میں یہ بات نہیں کروں گا اور میں جانتا بھی نہیں ہوں کہ ان کے دلوں میں کیا ہے۔ لیکن میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ میں جو کہہ رہا ہوں وہ میرے ضمیر کی آواز ہے اور میں اسے پورے یقین کے ساتھ کہہ رہا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں اپنے آپ کو اس بات پر ثابت قدم پاتا ہوں کہ جب بھی آپ کو میری مدد کی ضرورت ہوگی میں اس سے دریغ نہیں کروں گا۔ اور میں آپ کی ہمراہی میں اپنی اس تلوار سے آپ کے دشمنوں سے جنگ کروں گا۔ اور میرے اس ارادہ میں سوائے مرضیٔ الٰہی اور ثواب آخرت کے کچھ بھی نہیں ہے یہاں تک کہ میں اپنے اللہ سے ملاقات کروں۔ اس کے بعد حبیب بن مظاہر اٹھ کے کھڑے ہوئے اور عابس سے کہا کہ اللہ تم پر اپنا رحم و کرم فرمائے جو کچھ بھی تمھارے دل میں تھا وہ تم نے مختصر جملوں میں بیان کر دیا۔ پھر

۱۔ مروج الذہب ج ۳ ص ۵۴

۲۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۶۴

۳۔ پورِ بتول ص ۱۷

مسلم سے مخاطب ہو کر کہا کہ خدا کی قسم میں بھی عابس کی طرح آپ کی نصرت میں ثابت قدم ہوں۔اس کے بعد سعید بن عبداللہ حنفی اٹھے اور انھوں نے بھی عابس اور حبیب کی طرح اظہار وفاداری اور وعدۂ نصرت کیا (۱)۔اہلِ کوفہ مسلسل جناب مسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے۔امام حسین علیہ السلام کا خط سنتے اور گریہ وزاری کے ساتھ وفاداری کا اعلان کرتے۔

مسلم کا خط

اٹھارہ ہزار کی بیعت سے مسلم بن عقیل کو اپنے فرض میں کامیابی کی صورت نظر آئی تو انھوں نے امام حسین علیہ السلام سے یہ درخواست کی کہ خط پہنچتے ہی آپ کوفہ کی طرف روانہ ہو جائیں (۲)۔قیس بن مسہر صیداوی اور عابس بن شبیب شاکری مسلم کا خط لے کر امام حسین علیہ السلام کی جانب روانہ ہو گئے (۳)۔

نعمان بن بشیر

کوفہ کے والی نعمان بن بشیر کو جب مسلم کے آنے اور بیعت لینے کی خبر ملی تو اس نے منبر سے خطبہ دیا۔حمد وثنائے الٰہی کے بعد اہل کوفہ کو مخاطب کر کے کہا اے خدا کے بندو! تقویٰ اختیار کرو اور فتنہ و فساد کا سبب نہ بنو ورنہ خونریزی ہوگی،لوگ قتل ہوں گے اور اموال ضایع ہوں گے۔اگر کوئی مجھ سے جنگ نہیں کرے گا تو میں اس سے جنگ نہیں کروں گا۔تمھیں ایک دوسرے کے خلاف قتال پر آمادہ نہیں کروں گا۔اور صرف کسی کے تہمت لگانے سے مؤاخذہ بھی نہیں کروں گا۔لیکن اگر تم لوگ مجھ سے دشمنی کرو گے اور کیے ہوئے عہد کو توڑو گے اور یزید کی مخالفت کرو گے تو خدا کی قسم جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے میں تم سے جنگ کرتا رہوں گا چاہے تم میں سے کوئی بھی میری مدد کے لئے نہ کھڑا ہو۔مجھے امید ہے کہ تم میں حق کو پہچاننے والے باطل کا دم بھرنے والوں سے زیادہ ہوں گے (۴)۔

۱۔ نفس المہموم ص۸۳

۲۔ بحار الانوار ج۴۴ص۳۳۶،البدایۃ والنہایۃ ج۸ص۱۶۳،مثیر الاحزان ص۵۳

۳۔ مثیر الاحزان ص۵۳،تاریخ کامل بن اثیر ج۴ص۲۲

۴۔ تاریخ کامل بن اثیر ج۴ص۲۲

عبداللہ بن مسلم حضرمی

والیٔ کوفہ کے خطبہ کے بعد بنی امیہ کا ایک ہوا خواہ عبداللہ بن مسلم اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس نے والی کو مخاطب کر کے کہا کہ تم نے جو یہ طریقہ اپنایا ہے اس سے تمھیں کامیابی نہیں ہوگی۔ اور یہ فتنہ پوری طاقت سے کچلے بغیر ختم نہیں ہوگا۔ اے نعمان! تمھاری باتیں تو کمزور لوگوں کی باتیں ہیں۔ والیٔ کوفہ نے سختی سے کہا کہ اگر میں کمزور انسان سمجھا جاؤں تو یہ خدا کی معصیت میں مضبوط اور عزت دار ہونے سے بہتر ہے۔ یہ کہہ کر وہ منبر سے اتر آیا۔ عبداللہ بن مسلم حضرمی بنی امیہ کے مضبوط اور وفادار ہوا خواہوں میں شامل تھا۔ اس نے فوری طور پر یزید کو خط لکھا کہ مسلم بن عقیل حسین کے نمائندے بن کر کوفہ میں وارد ہو چکے ہیں اور لوگوں نے بڑے جوش و جذبہ سے ان کی بیعت کی ہے۔ اپنی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اس نے لکھا کہ اگر تم کوفہ کو اپنے تصرّف میں رکھنا چاہتے ہو تو ایک طاقتور اور باہمّت شخص کو یہاں کا حاکم بناؤ جو تمھارے احکامات کو اس علاقہ میں نافذ کرے اور تمھارے دشمنوں سے خود تمھاری طرح نپٹ سکے۔ موجودہ حاکم نعمان بن بشیر یا تو کمزور انسان ہے یا اپنے آپ کو کمزور ظاہر کرتا ہے وہ اس منصب کے لئے نااہل ہے۔ اس شخص کے علاوہ دوسرے لوگوں نے بھی خطوط لکھے جن میں عمارہ بن ولید بن عقبہ اور عمر بن سعد وغیرہ شامل ہیں۔ الاخبار الطّوال کی روشنی میں مسلم بن سعید اور عمارہ بن عقبہ کوفہ میں یزید کے جاسوس تھے (۱)۔

یزید کا ردِّ عمل

یزید ان خطوط سے پریشان ہوا اور عراق کی صورتِ حال کو ازسرِ نو قابو میں کرنے کی تدبیریں سوچنے لگا۔ اس نے اپنے باپ کے ایک رازدار مشیر سرجون بن منصور رومی سے اس مسئلہ پر تبادلۂ خیال کیا اور اس سے حل تلاش کرنے کی خواہش کی۔ اس نے کہا کہ عبیداللہ بن زیاد جو اس وقت بصرہ کا والی ہے اسے کوفہ کا والی بھی بنا دو۔ ابن زیاد معاویہ سے یزید کی ولی عہدی کی مخالفت کر چکا تھا لہٰذا یزید اس سے ناراض تھا اور اسے بصرہ کی حکومت سے معزول کرنا چاہتا تھا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ سرجون نے معاویہ کا ایک خط

۱۔ ارشاد مفید ج ۲ ص ۴۲، تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۶۵، تاریخ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۹، الاخبار الطّوال ص ۲۳۱

نکال کر دیا جس میں ابن زیاد کو کوفہ کا والی بنانے کا فرمان لکھا ہوا تھا (۱)۔ یزید نے اس رائے پر عمل کرتے ہوئے ابن زیاد کو کوفہ کا والی بناتے ہوئے یہ لکھا کہ وہ انتہائی سرعت کے ساتھ کوفہ پہنچے اور مسلم بن عقیل جہاں ملیں انھیں کسی بھی طرح گرفتار کر کے انھیں ان کے کاموں سے روک دیا جائے۔ سپہر کاشانی کے مطابق یزید نے خط میں لکھا کہ اہل کوفہ حسین بن علی کی بیعت پر متفق ہو رہے ہیں۔ میرا خط ملتے ہی، کسی تاخیر کے بغیر کوفہ جاؤ۔ اپنے کام میں سستی نہ کرنا اور نسلِ علی کے ایک ایک شخص کو قتل کر دینا۔ اور مسلم بن عقیل کو قتل کر کے ان کا سر میرے پاس بھیج دو (۲)۔

شیعیانِ یزید

طبری کے مطابق یزید نے ابن زیاد کو لکھا کہ میرے شیعوں نے مجھے کوفہ سے اطلاع دی ہے کہ مسلم بن عقیل کوفہ میں لوگوں کو جمع کر رہے ہیں تا کہ مسلمانوں کا اتحاد پارہ پارہ ہو جائے۔ تم کوفہ جاؤ اور مسلم کو گرفتار کرو۔ اور جب وہ قابو میں آ جائیں تو تمھیں اختیار ہے کہ انھیں گرفتار رکھو یا قتل کر دو یا شہر بدر کر دو (۳)۔

مسلم بن عمرو باہلی جو کوفہ میں بنی امیہ کا سرگرم کارکن تھا اسے ابن زیاد تک خط پہنچانے پر مامور کیا گیا۔ یہ امر ابن زیاد کیلئے خلاف توقع تھا لہٰذا حکم ملنے پر انتہائی خوشی کے ساتھ فوری طور پر کوفہ روانہ ہو گیا۔ روانہ ہونے سے قبل اس نے اہل بصرہ کے سامنے تقریر کی اور انھیں یزید کے نئے حکم سے آگاہ کیا اور اپنے چھوٹے بھائی عثمان بن زیاد کو قائم مقام بنانے کا اعلان کیا اور اہل بصرہ کو دھمکیاں دیں کہ اس کی غیر موجودگی میں کوئی فتنہ نہ کھڑا ہو۔

ابن زیاد کوفہ کی راہ پر

اس نے ایسے پانچ سو افراد منتخب کئے (۴)۔ جو اگرچہ بصرہ کے تھے لیکن ان کی رشتہ

۱۔ تاریخ کامل بن اثیر ج ۴ ص ۹۔ ہم یزید کی حکمرانی کے ابتدائی دنوں کا ایک جھوٹا خواب نقل کر چکے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یزید نے اسی وقت ابن زیاد کی گورنری کا فیصلہ کر لیا تھا۔ غالباً سرجون سے مشورہ کا واقعہ بھی اسی وقت پیش آیا ہوگا جسے مورخین نے کسی غلط فہمی کی بناء پر بعد میں نقل کیا ہے۔

۲۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۵۴

۳۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۶۵

۴۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۶۷

داریاں کوفہ میں بھی تھیں۔ اس نے اس تیزی سے سفر کیا کہ اگر ساتھیوں میں سے کوئی سفر کے قابل نہ رہا تو اس کا انتظار نہیں کیا آگے بڑھ گیا۔ اس کے ساتھ سفر کرنے والوں میں مسلم بن عمر باہلی، منذر بن جارود، عبداللہ بن حارث بن نوفل اور شریک بن اعور بھی تھے۔ عبداللہ بن حارث اور شریک بن اعور اثنائے راہ میں سفر کے قابل نہ رہے تو اس نے ان کے ٹھیک ہونے کا انتظار نہیں کیا۔ بعض باریک بین مورخین کا خیال ہے کہ یہ دونوں حضرات اس بات کے خواہشمند تھے کہ ابن زیاد کو کوفہ پہنچنے میں تاخیر ہو جائے تو اس مدت میں امام حسین علیہ السلام کوفہ پہنچ کر صورتِ حال کو اپنی گرفت میں لے لیں۔ لیکن ابن زیاد تیزی سے کوفہ کی طرف چلتا رہا۔ قادسیہ پہنچ کر اس کا غلام مہران بھی سفر کے قابل نہ رہا تو اسے بھی راستے میں چھوڑ دیا۔ اس نے اپنا حلیہ بدلا اور سر و صورت پر نقاب ڈالی کہ کوئی اسے پہچان نہ سکے وہ بدلے ہوئے حلیہ میں جہاں سے بھی گزرتا لوگ سمجھتے کہ امام حسین علیہ السلام جا رہے ہیں۔ وہ خوشی کے نعرے مارتے اور استقبالیہ کلمات کہتے لیکن ابن زیاد کسی جذبہ کا اظہار نہ کرتا خاموش چلتا رہا۔

ابن زیاد کوفہ کے قریب پہنچ کر رک گیا اور رات ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ رات کے وقت کوفہ میں داخل ہوا۔ کسی عورت نے اسے دیکھ کر یہ آواز لگائی کہ خدا کی قسم یہ فرزند رسول ہیں۔ لوگوں نے سواری کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور یہ کہتے ہوئے ساتھ چلے کہ ہم چالیس ہزار افراد آپ کے ساتھ ہیں (۱)۔ (ایک قول کے مطابق مسلم بن عمرو باہلی نے بلند آواز سے کہا کہ لوگو راستہ دو یہ کوفہ کا والی عبیداللہ بن زیاد ہے)۔ جب یہ مجمع دارالامارہ کے قریب پہنچا تو نعمان بن بشیر نے اس خیال سے کہ امام حسین علیہ السلام آ گئے ہیں یہ حکم دیا کہ دارالامارہ کے دروازے بند کر دیئے جائیں۔ نعمان نے دارالامارہ کی چھت سے امام حسین علیہ السلام سمجھ کر اسے مخاطب کیا اور کہا کہ میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ یہاں سے چلے جائیں۔ واللہ میں اپنی امانت کو آپ کے سپرد نہیں کروں گا اور نہ مجھے آپ سے جنگ کرنے کی خواہش ہے۔ ابن زیاد خاموشی سے قصر سے نزدیک ہوا۔ نعمان بن بشیر نے بھی اپنا سر باہر نکالا۔ ابن زیاد نے اس سے کہا کہ دروازہ کھولو۔ کسی نے اس کی آواز سن کر لوگوں کو مخاطب کیا کہ وحدہ لاشریک کی قسم یہ پسرِ مرجانہ ہے (حسین نہیں ہیں)۔ نعمان نے دروازہ کھول دیا اور ابن زیاد دارالامارہ میں داخل ہو گیا اور پھر دروازہ بند کر دیا گیا اور لوگ مایوسی کے عالم میں واپس چلے گئے۔

۱۔ مثیر الاحزان ص ۵۰

دارالامارہ میں داخل ہونے کے بعد ابن زیاد نے ان لوگوں کو طلب کیا جو بنی امیہ کے وفادار تھے اوران سے تبادلۂ خیال میں پوری رات گزاری۔ صبح کو مسجد کوفہ میں تقریر کی اور یزید کی طرف سے اپنے والی کوفہ بنائے جانے کا اعلان کیا اور یہ اعلان کیا کہ جو لوگ اس کا ساتھ دیں گے انہیں انعامات اور جائزوں سے نوازا جائے گا اور دشمنوں کو عبرتناک سزائیں دی جائیں گی۔ پھر شہر کے معززین اور سربرآوردہ اشخاص کو طلب کر کے ان سے مختلف قسم کے افراد کی فہرستیں طلب کیں اور انہیں دھمکیاں دیتا رہا۔ پھر بھی کہا کہ محلوں کے سربرآوردہ اشخاص یزید کے مخالفین کو جاننے پہچاننے کے باوجود اگر ہمیں ان کی اطلاع نہیں دیں گے تو بیت المال سے ان کا وظیفہ بند کر دیا جائے اور انھیں ان کے گھر کے دروازے پر پھانسی دے دی جائے گی۔ صاحبِ مثیر الاحزان کے مطابق اس نے دوران گفتگو یہ بھی کہا کہ اس ہاشمی شخص تک میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ میرے غصے سے بچنے کی کوشش کرے۔ یہ مسلم بن عقیل کی طرف اشارہ تھا(۱)۔

اس نے دوسرے دن پھر مسجد میں تقریر کی اور دھمکیاں دینے کے بعد کہا کہ حکومت اپنے مخصوص ہتھکنڈوں سے کی جاتی ہے۔ میں گناہ گار کے بدلے بے گناہ کو، غائب کے بدلے حاضر کو اور دوست کے بدلے دوست کو پکڑ لوں گا۔ یہ سن کر ایک شخص اسد بن عبداللہ مری اٹھ کے کھڑا ہوا اور اس نے کہا اے امیر یہ عمل تو قرآن کے خلاف ہے اس لئے کہ اللہ کا ارشاد ہے **لاتزر وازرۃ وزر اخری** کوئی شخص بھی دوسرے کے جرم کا ذمہ دار نہیں ہے۔ ابن زیاد نے اس کے جواب میں خاموشی اختیار کی اور منبر سے اتر آیا(۲)۔

ہانی بن عروہ

مسلم بن عقیل کو ابن زیاد کی حرکتوں کی اطلاع ملی تو مختار کے گھر سے ہانی بن عروہ کے گھر منتقل ہو گئے ہانی نے حفاظت کو مدّ نظر رکھتے ہوئے اپنی خلوت سرا کے ایک حجرہ میں مسلم کو ٹھہرایا۔ شیعیانِ علی پوشیدہ طور پر ملاقات کے لئے آتے رہتے تھے اور اس سلسلہ میں پوری رازداری کا خیال رکھتے تھے(۳)۔

ہانی کوفہ کے مشہور قاری اور شہر کے نمایاں فرد تھے۔ اہم موقعوں پر چار ہزار سوار اور آٹھ ہزار

۱۔ مثیر الاحزان ص ۵۰۔۵۱

۲۔ الفتوح ج ۵ ص ۴۰

۳۔ ارشاد مفید ج ۲ ص ۴۵

پیادے ان کے ساتھ ہوتے تھے۔قبیلہ کندہ سے ان کا معاہدہ تھا کہ جب وہ انھیں طلب کرتے تو تیس ہزار کا لشکر ان کے پاس جمع ہو جاتا تھا۔رسولِ اکرم کے صحابی اور علی کے مخصوص ساتھیوں میں تھے۔جمل وصفین و نہروان میں شریک تھے۔شہادت کے وقت ان کی عمر نوے سال تھی۔

شریک بن اعور کو ابن زیاد نے کوفہ کے راستے میں چھوڑ دیا تھا اس نے کوفہ پہنچ کر ہانی بن عروہ کے گھر قیام کیا۔دورانِ گفتگو وہ ہانی کو آمادہ کرتا تھا کہ مسلم کے مقاصد کی تکمیل میں مسلم کی مدد کریں۔ابن اثیر اور دیگر مورخین کے مطابق اس دوران ہانی بیمار پڑ گئے اور ابن زیاد ان کی عیادت کے لئے ان کے گھر آیا۔عمارہ بن عبد السلولی نے ہانی سے کہا کہ ہمارا ایک مقصد تو یہ بھی ہے کہ ابن زیاد کو ختم کر دیں۔یہ سلطنتِ بنوامیہ کے لئے ایک بڑا دھچکا ہوگا۔ہانی نے جواب میں کہا کہ وہ اس وقت میرا مہمان ہے میں یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ میرے گھر میں قتل ہو۔ابن زیاد عیادت کے بعد واپس ہوگیا(۱)۔

شریک بن اعور

کچھ دنوں بعد شریک بن اعور بھی بیمار ہوا۔ابن زیاد نے کسی قاصد کے ذریعہ یہ پیغام بھیجا کہ وہ رات کو شریک کی عیادت کے لئے آئے گا۔شریک نے مسلم بن عقیل سے کہا کہ جب ابن زیاد آ کر میرے پاس بیٹھ جائے تو آپ اسے قتل کر کے کوفہ کی امارت کو اپنے قابو میں کر لیں۔اس سلسلہ میں کوئی بھی آپکی مخالفت نہیں کرے گا۔میں اچھا ہونے کے بعد بصرہ جاؤں گا اور اہل بصرہ کو آپ کی مدد کے لئے آمادہ کر دوں گا۔مسلم ایک مخفی جگہ پر چھپ گئے۔ہانی بن عروہ ان کے پاس آئے اور کہا کہ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ ابن زیاد میرے گھر میں قتل کیا جائے۔

دروازہ کھٹکھٹایا گیا اور یہ اطلاع دی گئی کہ والیٔ کوفہ دروازہ پر موجود ہے۔ابن زیاد اپنے غلام کے ساتھ گھر میں داخل ہوا۔اور شریک کے پاس بیٹھ کر مزاج پرسی کرنے لگا۔مسلم اس کے آنے سے قبل کسی مقام پر چھپ گئے تھے۔شریک باتیں بھی کر رہا تھا اور اسے یہ انتظار بھی تھا کہ مسلم اپنی کمین گاہ سے نکل کر جلد آئیں اور اس کا کام تمام کر دیں۔اور اتنا پریشان تھا کہ کبھی عمامہ اتار کر زمین پر رکھتا اور کبھی اٹھا کر پہن لیتا۔جب مسلم پھر بھی نہ نکلے تو اس نے بلند آواز سے چند شعر پڑھے جس میں مسلم کو یہ اشارہ تھا کہ باہر نکل کر ابن زیاد کو قتل کر

۱۔ تاریخ کامل بن اثیر ج ۴ ص ۱۰

دیں۔ بے موقع اشعار پڑھنے پر ابن زیاد نے شریک سے کہا تمھارا کیا مطلب ہے کیا تمھیں ہذیان ہو گیا ہے۔ اس کا جواب ہانی بن عروہ نے اثبات میں دیا۔ دوسری روایت کے مطابق ابن زیاد نے ہانی بن عروہ سے کہا کہ تمھارا ابن عم تو الٹی سیدھی باتیں کر رہا ہے۔ ہانی نے جواب میں کہا کہ شریک جس دن سے بیمار ہوا ہے اپنے آپ سے باتیں کرتا ہے اور اسے خود خبر نہیں ہوتی کہ کیا کہہ رہا ہے۔

شریک مسلم بن عقیل کو یہ کہہ چکا تھا کہ جب میں پانی طلب کروں تو آپ باہر نکل کر ابن زیاد کا کام تمام کر دیں۔ جب ابن زیاد بیٹھا تو اس کا غلام مہران اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں شریک نے بلند آواز سے کہا مجھے پانی پلاؤ۔ ایک کنیز پانی لے کر چلی۔ اس کی نگاہ چھپے ہوئے مسلم پر پڑی وہ گھبراہٹ میں لڑکھڑا کر گری اتنے میں شریک نے پھر آواز دی مجھے پانی پلاؤ۔ جب کوئی پانی نہ لایا تو تیسری بار آواز دی وائے ہو تم پر مجھے پانی پلاؤ چاہے اس کی قیمت میری جان ہی کیوں نہ ہو۔ اس صورت حال سے ابن زیاد کا غلام چوکنا ہو گیا۔ اس نے ابن زیاد کے ہاتھ کو دبایا وہ فوراً جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ شریک نے ابن زیاد سے کہا کہ میں تم سے وصیت کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے جواب دیا کہ میں دوبارہ آؤں گا۔ اور چلا گیا۔ ابن زیاد کے غلام مہران نے باہر نکلنے کے بعد کہا کہ شریک آپ کے قتل کی سازش کر رہا تھا۔ ابن زیاد نے یقین نہیں کیا اور کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں نے تو اس کے ساتھ بڑی مہربانی کے سلوک کئے ہیں۔ اور میرے باپ نے بھی ہانی کے ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک کیا ہے۔ مہران نے کہا کہ میں نے جو بات کہی ہے حقیقت ہے (۱)۔

ابن زیاد کے جانے کے بعد مسلم مخفی مقام سے باہر آئے تو شریک نے ناراضگی سے سوال کیا کہ ابن زیاد کو قتل کیوں نہیں کیا؟ مسلم نے کہا کہ اس کے دو سبب تھے پہلا تو یہ تھا کہ ہانی کو یہ پسند نہیں کہ ابن زیاد ان کے گھر میں قتل کیا جائے اور دوسرا سبب وہ حدیث ہے جو رسول اکرم سے بیان کی جاتی ہے کہ ایمان انسان کو مکر و حیلہ سے روک لیتا ہے اور مومن حیلہ نہیں کیا کرتا (۲)۔ شریک نے کہا خدا کی قسم اگر آپ اسے قتل کر دیتے

۱۔ تاریخ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۱۰۔۱۱

۲۔ ابن اثیر نے رسول اکرم سے جو روایت کی ہے وہ یہ ہے کہ **ان الایمان قید الفتك لا یفتك مومن بمومن** یعنی ایمان دھوکہ دہی کی قید ہے۔ ایک مومن دوسرے مومن کو دھوکہ نہیں دیتا۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۷۱ اور الاخبار الطوال ص ۲۳۵ کے مطابق اصل روایت یہ ہے کہ **ان الایمان قید الفتك لا یفتك مومن**۔ ایمان دھوکہ کی قید ہے۔ مومن دھوکہ نہیں دیتا۔ ابن اثیر نے اپنے عقیدہ کے مطابق ابن زیاد کو مسلمان اور مومن بنانے کیلئے روایت میں ''بمومن'' کا اضافہ کر دیا ہے۔

تو یہ قتل ایک فاسق کافر اور بدکردار کا قتل ہوتا (۱)۔

ایک روایت کے مطابق اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب مسلم اپنی خفیہ جگہ سے باہر آئے تو تلوار ان کے ہاتھ میں تھی۔ شریک نے قتل نہ کرنے کا سبب پوچھا تو کہا کہ جب میں مخفی جگہ سے باہر آیا تو ایک عورت میرے قریب آئی اور کہا کہ میں آپ کو اللہ کی قسم دیتی ہوں کہ آپ عبیداللہ کو میرے گھر میں قتل نہ کریں۔ یہ کہہ کر وہ رونے لگی۔ میں تلوار رکھ کر بیٹھ گیا۔ ہانی نے کہا اس پر وائے ہو کہ اس عورت نے مجھے بھی قتل کروایا اور اپنے آپ کو بھی۔ اور جس چیز سے میں بچ رہا تھا وہی سامنے آ گئی (۲)۔

اس واقعہ کے تین دن بعد شریک بن اعور کا انتقال ہو گیا۔ جب اس کے انتقال کی خبر ابن زیاد کو ملی تو اس نے کہا کہ اگر شریک کی قبر میرے باپ کی قبر کے قریب نہ ہوتی تو میں اسے کھدوا دیتا (۳)۔ ابن کثیر نے شریک بن اعور کے واقعہ کو کچھ اختلافات کے ساتھ نقل کیا ہے (۴)۔ پھر آگے بڑھ کر یہ بھی نقل کیا ہے کہ بعضوں کا خیال ہے کہ عبیداللہ نے شریک بن اعور سے پہلے ان کی (ہانی کی) بیمار پرسی کی تھی اور اس وقت مسلم بن عقیل ان کے گھر میں موجود تھے۔ اس وقت بھی لوگوں نے اسے قتل کرنے کا منصوبہ بنا لیا تھا لیکن ہانی نے انھیں روک دیا کیوں کہ عبیداللہ ان کے گھر میں تھا (۵)۔

مسلم کی تلاش

ارشاد مفید کے مطابق ابن زیاد نے اپنے ایک غلام معقل کو بلا کر تین ہزار درہم دیئے اور کہا کہ مسلم کے دوستوں کو تلاش کرو۔ جب مل جائیں تو انھیں یہ تین ہزار درہم دے دو اور کہو کہ یہ رقم دشمنوں سے جنگ کے لئے ہے اور انھیں یہ باور کراؤ کہ تم انھیں میں سے ہو۔ جب تم یہ درہم دو گے تو وہ تمھیں اپنوں ہی میں سے سمجھیں گے اور تم سے کچھ نہیں چھپائیں گے۔ پھر ان کے پاس آنا جانا شروع کر دو اس طریقہ سے

۱۔ تاریخ کامل بن اثیر ج ۴ ص ۱۱

۲۔ مثیر الاحزان ص ۵۲

۳۔ تاریخ کامل بن اثیر ج ۴ ص ۱۱

۴۔ پور بتول ص ۲۰

۵۔ پور بتول ص ۲۳

تمھیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ مسلم کہاں چھپے ہوئے ہیں پھر تم ان کے پاس جانا۔ معقل درہموں کو لے کر مسجد کوفہ آیا۔ اس وقت مسلم بن عوسجہ نماز پڑھ رہے تھے۔ اس نے کچھ لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ شخص (مسلم بن عوسجہ) لوگوں سے حسین کے لئے بیعت لیتا ہے۔ وہ اٹھ کر مسلم بن عوسجہ کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ جب ابن عوسجہ نماز سے فارغ ہوئے تو معقل نے ان سے کہا کہ میں شام سے آیا ہوں اور الحمدللہ کہ میں آل محمد کا دوست دار ہوں اور یہ اللہ کا کرم ہے کہ اس نے مجھے ان کی محبت سے سرفراز کیا ہے پھر آبدیدہ ہوا اور کہا کہ میرے پاس تین ہزار درہم ہیں اور میں آل محمد میں سے کسی سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے خبر ملی ہے کہ ان میں سے کوئی شخص کوفہ آیا ہے جو رسول کے نواسے کے لئے بیعت لے رہا ہے۔ میں اس شخص سے ملنا چاہتا ہوں لیکن کوئی ایسا نہ ملا جو اس کا سراغ بتلائے۔ میں ابھی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے مومنین کے ایک گروہ کو دیکھا جنھوں نے آپ کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ یہ شخص اُس خاندان کی باتوں کو جانتا ہے۔ میں اس لئے آپ کے پاس آیا ہوں کہ آپ مجھ سے یہ درہم لے لیں اور آل محمد کے نمائندہ تک خود پہنچا دیں۔ آپ اطمینان رکھیں میں آپ کے ہم خیال بھائیوں میں سے ہوں۔ اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں ملاقات کرنے سے پہلے بیعت کر لوں تو اس کے لئے بھی تیار ہوں۔ کچھ قول و قرار کے بعد مسلم بن عوسجہ نے معقل سے بیعت لی اور کہا کہ تم چند دنوں تک میرے گھر میں آنا جانا رکھو تا کہ میں اس دوران میں اُن سے اجازت لے لوں جن سے تم ملنا چاہتے ہو۔ معقل چند دن مسلم بن عوسجہ کے گھر آنے جانے والوں کے ساتھ آمد و رفت کرتا رہا۔ پھر ایک دن مسلم بن عوسجہ نے جناب مسلم بن عقیل سے معقل کی ملاقات کی اجازت لے لی۔ اس کے پہنچنے پر مسلم بن عقیل نے اس سے بیعت لی اور ابوثمامۂ صائدی سے کہا کہ دینار اس سے لے لیں۔ معقل نے مسلم بن عقیل کے پاس آنا جانا شروع کر دیا۔ مسلم بن عقیل کی خدمت میں سب سے پہلے آتا اور سب سے آخر میں رخصت ہوتا تھا۔ اور ساری خبریں ابن زیاد تک پہنچا دیتا۔ اس طرح ابن زیاد کو وہ سب کچھ معلوم ہو گیا جو وہ چاہتا تھا(۱)۔

معقل کی اطلاعات رسانی سے ابن زیاد کو معلوم ہو گیا کہ مسلم بن عقیل ہانی بن عروہ کے گھر میں پوشیدہ ہیں۔ وہ اس فکر میں تھا کہ ہانی بن عروہ پر قابو پا کر مسلم اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار کرے۔ لیکن ہانی کی بلند حیثیتِ عرفی اور جلالتِ قدر سے خوف تھا کہ ان کی گرفتاری سے شہرِ کوفہ اور قبائلِ عرب میں ایک بڑی شورش

۱۔ ارشاد مفید ج ۲ ص ۴۵۔۴۶

پیدا ہو جائے گی اس کا حل اس نے یہ نکالا کہ جو لوگ بنی امیہ کے مخالف ہیں انھیں اتنے بڑے انعامات اور وظائف سے نوازا جائے کہ وہ مخالفت کے قابل نہ رہیں۔ اور سارے اہل کوفہ کو اتنا ڈرایا دھمکایا جائے کہ وہ اپنے عبرت ناک انجام سے خوف زدہ ہو جائیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ مکر وفریب کی سیاست کے ذریعہ مخالف گروہوں کی طاقت کو توڑ دیا جائے۔ قلیل مدّت میں وہ اپنے منصوبوں میں کامیاب ہو گیا اور اسے یہ یقین ہو گیا کہ اب میرے اقدامات پر کوئی خاص ردِّعمل نہیں ہوگا۔ ایک دن اس نے کہا کہ کیا بات ہے ہانی بن عروہ نظر نہیں آ رہے ہیں۔ ہانی ابن زیاد سے خوف زدہ تھے کہ وہ انھیں قتل کروا دے گا لہٰذا بیمار بن کر گھر میں محصور ہو گئے تھے۔ ابن زیاد کے سوال پر لوگوں نے کہا کہ وہ بیمار ہیں۔ اس نے کہا کہ اگر مجھے اس کی خبر ہوتی تو میں ان کی عیادت کو جاتا۔ پھر اس نے محمد بن اشعث، اسماء بن خارجہ اور عمرو بن حجاج زبیدی کو بلایا۔ جب یہ لوگ آ گئے تو ان سے سوال کیا کہ ہانی بن عروہ میری ملاقات کو کیوں نہیں آتے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہمیں نہیں معلوم، لوگ کہتے ہیں کہ وہ بیمار ہیں۔ ابن زیاد نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ وہ اب صحت مند ہو گئے ہیں اور اپنی ڈیوڑھی میں نشست بھی کرتے ہیں۔ تم لوگ اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ میرے حق کا خیال رکھے۔ اس لئے مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ عرب کے ایک معزز ومحترم شخص کا حق مجھ سے تلف نہ ہو جائے۔

افرادِ مذکورہ ہانی کے پاس آئے۔ اس وقت جھٹ پٹا تھا اور ہانی اپنی ڈیوڑھی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان لوگوں نے ہانی سے کہا تم امیر سے ملنے کیوں نہیں گئے اس نے تمھارا نام لیا اور کہا کہ اگر مجھے ہانی کی بیماری کی خبر ہوتی تو میں عیادت کے لئے جاتا۔ ہانی نے بیماری کا بہانہ پیش کیا۔ انھوں نے کہا کہ ابن زیاد کو معلوم ہے کہ تم صحت مند ہو چکے ہو اور ہر روز شام کو اپنی ڈیوڑھی میں بیٹھتے ہو۔ اسے یہ خیال ہے کہ تم اس سے ملاقات کرنے میں بے اعتنائی برت رہے ہو۔ اور یہ بے اعتنائی ایسی چیز ہے کہ حاکم اسے کبھی برداشت نہیں کرتا۔ ہم تمھیں قسم دیتے ہیں کہ ابھی ہمارے ساتھ ابن زیاد کی ملاقات کے لئے چلو۔ ہانی نے لباس تبدیل کیا اور اپنی سواری پر سوار ہو کر دارالامارہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ دارالامارہ کے قریب پہنچ کر ہانی کو خطرہ کا احساس ہوا کہ اگر وہ اندر داخل ہوں گے تو زندہ واپسی نہیں ہوگی۔ انھوں نے فوراً حسّان بن اسماء بن خارجہ سے سوال کیا کہ بھتیجے خدا کی قسم مجھے خوف محسوس ہو رہا ہے۔ تمھارا کیا خیال ہے؟ حسّان صورتِ حال سے بے خبر تھا لہٰذا اس نے کہا چچا مجھے آپ کے سلسلے میں ذرّہ برابر کوئی خوف نہیں ہے۔ آپ پریشان نہ ہوں۔

ہانی ابن زیاد کے دربار میں داخل ہوئے۔ اس نے دیکھتے ہی عرب کی ایک مثل دہرائی جس کا مفہوم یہ تھا کہ اپنے پیروں سے چل کر موت تک آیا ہے۔ ہانی ابن زیاد سے قریب ہوئے وہاں قاضی شریح پہلے سے بیٹھا ہوا تھا۔ ابن زیاد نے ہانی کو غور سے دیکھا اور عمرو بن معدیکرب کا یہ شعر پڑھا جس کا مفہوم یہ ہے کہ میں اس کی زندگی چاہتا ہوں اور وہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔ اس سے قبل ابن زیاد ہانی سے بہت عزت و احترام سے پیش آتا تھا۔ انھوں نے ابن زیاد سے جب یہ شعر سنا تو کہا کہ امیر آپ کیا ہوگیا ہے؟ ابن زیاد نے کہا اے ہانی باز آ جاؤ یہ تم اپنے گھر میں یزید اور مسلمانوں کے ضرر و نقصان کے کام کیوں کر رہے ہو؟ مسلم بن عقیل کو تم نے اپنے گھر میں رکھا ہوا ہے۔ اسلحے جمع کر رہے ہو اور جنگ کا سامان فراہم کر رہے ہو اور تم یہ سمجھتے ہو کہ سب باتیں مجھ سے چھپی رہیں گی۔ ہانی نے کہا کہ میں نے ایسا نہیں کیا ہے اور مسلم بن عقیل میرے پاس نہیں ہیں۔ ابن زیاد نے کہا کہ ایسا ہی ہے اور تم غلط کہہ رہے ہو۔ ہانی نے پھر انکار کیا۔ جب تکرار بڑھی اور ہانی اپنی بات پر اڑے رہے تو ابن زیاد نے اپنے غلام معقل کو بلایا۔ اس کے آتے ہی ابن زیاد نے ہانی سے پوچھا کہ اس کو پہچانتے ہو؟ ہانی نے کہا کہ ہاں میں پہچانتا ہوں۔ ہانی پوری صورتِ حال کو سمجھ کر سناٹے میں آ گئے۔ سر جھکا کر چپ بیٹھ گئے۔ پھر ہوش و حواس کو مجتمع کر کے بولے کہ کان کھول کے سنو اور میری بات کا یقین کرو۔ خدا کی قسم میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوں۔ اللہ گواہ ہے کہ میں نے مسلم کو اپنے گھر آنے کی دعوت نہیں دی تھی۔ اور مجھے ان کے کاموں کے بارے میں کسی قسم کی اطلاع نہیں تھی۔ پھر وہ میرے گھر پر آئے اور رہنے کی خواہش کی۔ مجھے شرم محسوس ہوئی کہ انھیں مہمان نہ بناؤں۔ لہٰذا میں نے انھیں ٹھہرایا اور ان کی میزبانی کی۔ پھر اس کے آگے کی بات تو آپ کو معلوم ہی ہے۔ لہٰذا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں آپ سے مضبوط عہد کروں کہ پھر کسی غلط فہمی کا اندیشہ نہ رہے اور میں اپنی وفاداری کا اعلان کروں تو مجھے اجازت دیں کہ میں پلٹ کر مسلم کے پاس جاؤں اور ان سے یہ کہہ دوں کہ وہ میرا گھر چھوڑ دیں اور جہاں چاہتے ہیں چلے جائیں۔ میں انھیں حفاظت و ضمانت سے فارغ کر کے واپس آتا ہوں۔ ابن زیاد نے کہا کہ میں خدا کی قسم جب تک تم مسلم کو میرے سپرد نہ کرو میں تمھیں نہ چھوڑوں گا۔ ہانی نے کہا کہ خدا کی قسم میں یہ کام نہیں کروں گا۔ کیا میں اپنے مہمان کو اس لئے تمھارے حوالے کر دوں کہ تم اسے قتل کر دو۔ ابن زیاد نے کہا کہ خدا کی قسم تمھیں لانا ہوگا۔ ہانی نے جواب میں کہا کہ خدا کی قسم میں انھیں نہیں لاؤں گا۔ جب بحث و تکرار بڑھی تو مسلم بن عمرو باہلی اٹھا اور اس

نے کہا کہ مجھے ہانی کے ساتھ خلوت میں بات کرنے کی اجازت دے دیں تاکہ میں ہانی کو سمجھاؤں۔ پھر اس نے کچھ دور لے جا کر ہانی کو سمجھانا شروع کیا۔ ابن زیاد نے دور سے ان کی گفتگو سنی۔ باہلی نے کہا کہ ہانی تمھیں خدا کی قسم ہے ایسا کام نہ کرو کہ جس سے قتل ہو جاؤ۔ اور تمھارا قبیلہ مصیبتوں میں پھنس جائے۔ خدا کی قسم میں یہ نہیں چاہتا کہ تم مارے جاؤ۔ یہ شخص (مسلم بن عقیل) اور اس کے مقابل کا یہ گروہ آپس میں عم زاد ہیں یہ لوگ نہ اسے قتل کریں گے اور نہ نقصان پہنچائیں گے۔ لہٰذا تم اُسے ان کے سپرد کر دو۔ ایسی صورت میں تمھیں کوئی ذلّت اور ندامت بھی نہیں ہوگی اس لئے کہ تم اسے حکومت کے سپرد کرو گے۔ ہانی نے کہا کہ اللہ گواہ ہے کہ یہ کام میرے لئے باعثِ ننگ و عار ہے کہ جسے میں نے پناہ دی ہے اسے دشمن کے حوالے کر دوں جب کہ میں زندہ بھی ہوں اور صحت مند بھی۔ میرے کان آنکھ کام کر رہے ہیں۔ میرے بازو مضبوط ہیں اور میری مدد کرنے والے کثیر تعداد میں ہیں۔ خدا کی قسم اگر میں تنہا ہوتا اور کوئی میرا یاور و ناصر نہ ہوتا جب بھی میں اسے سپرد نہ کرتا اور اس کے لئے مر جاتا۔ باہلی نے ہانی کو قسمیں دینی شروع کیں انھوں نے جواب میں یہی کہا کہ خدا کی قسم میں مسلم بن عقیل کو ابن زیاد کے سپرد نہیں کروں گا۔

ابن زیاد نے یہ سن کر حکم دیا کہ ہانی کو میرے قریب لاؤ۔ جب ہانی قریب لائے گئے تو ابن زیاد نے کہا کہ مسلم کو میرے پاس لاؤ ورنہ تمھیں قتل کر دوں گا۔ ہانی نے جواب میں کہا کہ اس صورت میں خونریز تلواریں تمھارے گھر کو گھیر لیں گی۔ ابن زیاد نے کہا مجھے تلواروں سے ڈراتے ہو۔ پھر حکم دیا کہ اسے میرے نزدیک لاؤ۔ پھر اپنے ہاتھ کی چھڑی سے ہانی کے چہرے پر ضرب لگائی پھر ناک، پیشانی اور رخساروں پر بھی اتنی ضربیں لگائیں کہ ان کی ناک ٹوٹ گئی اور خون ان کے چہرہ اور ڈاڑھی پر پھیل گیا اور ان کی پیشانی کا گوشت لٹک کر ان کے چہرے پر آ گیا اور ابن زیاد کی چھڑی ٹوٹ گئی۔ ہانی نے ابن زیاد کے ایک سپاہی سے جھپٹ کر تلوار چھیننا چاہی لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ پھر ابن زیاد نے ہانی سے کہا کہ خارجی تو ختم ہو گئے تھے تم کیسے خارجی ہو گئے؟ تمھارا خون ہمارے لئے حلال ہے پھر سپاہی ہانی کو کھینچتے ہوئے ایک کمرہ میں لے گئے اور دروازہ بند کر دیا گیا۔ اور ابن زیاد کے حکم سے نگراں بھی مقرر کر دئے گئے۔ پھر حسان بن اسماء اٹھ کے کھڑا ہوا اور اس نے کہا یہ ہانی کو خارجی کہنے کا ڈھونگ ختم کرو۔ تم اس بہانے سے اسے قتل نہیں کر سکتے۔ تم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ہانی کو تمھارے پاس لائیں تو ہم انھیں لے آئے۔ پھر تم نے ان کی ناک اور چہرے پر ضربیں لگا کر انھیں ایسا مجروح کیا کہ ان کا

خون ڈاڑھی اور چہرے پر پھیل گیا اب تم انھیں قتل کرنا چاہتے ہو؟ ابن زیاد نے کہا کہ تم یہیں ہو؟ پھر اس کے حکم سے حسان کو بھی ضربیں لگائی گئیں اور اسے ایک گوشے میں بٹھا دیا گیا۔ محمد بن اشعث نے کہا کہ ہم امیر کی خوشی پر خوش ہیں چاہے وہ ہمارے فائدے میں ہو یا نقصان میں۔ اس لئے کہ امیر ہمارا بڑا بھی ہے اور سردار بھی (۱)۔

عمرو بن حجاج زبیدی کو یہ اطلاع ملی کہ ہانی کو قتل کر دیا گیا تو اس نے قبیلۂ مذحج کے جوانوں کے ساتھ آ کر ابن زیاد کے قصر کا محاصرہ کر لیا۔ وہ ایک بڑی تعداد کے ساتھ آیا تھا۔ اس نے آواز دی کہ میں عمرو بن حجاج زبیدی ہوں اور یہ میرے ساتھ قبیلۂ مذحج کے جوان ہیں۔ ہم نے خلیفہ کی اطاعت سے انکار نہیں کیا اور نہ ہم مسلمانوں سے الگ ہیں۔ ہمارے بزرگِ قبیلہ ہانی کو کیوں قتل کیا گیا۔ ابن زیاد کو بتلایا گیا کہ قبیلۂ مذحج نے آ کر دارالامارہ کو گھیر لیا ہے۔ ابن زیاد نے قاضی شریح سے کہا کہ پہلے ان کے بزرگِ قبیلہ ہانی کو جا کر دیکھو پھر باہر نکل کر اہل قبیلہ کو بتلاؤ کہ اسے قتل نہیں کیا گیا ہے وہ زندہ ہے۔ شریح اس کمرہ میں آیا جس میں ہانی بند تھے۔ ہانی نے شریح کو دیکھتے ہی کہا اے اللہ۔ اے مسلمانو۔ میرے قبیلے کے لوگ ہلاک ہو گئے۔ کہاں ہیں متقی لوگ کہاں ہیں اہلِ شہر؟ وہ یہ جملے کہتے جاتے تھے اور خون ان کی ڈاڑھی پر بہتا جاتا تھا۔ اتنے میں دارالامارہ کے باہر کا شور ہانی کے کانوں تک پہنچا تو انھوں نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ یہ قبیلۂ مذحج اور مسلمانوں کی آوازیں ہیں۔ ان میں سے اگر دس افراد بھی اندر آ جائیں تو مجھے رہا کرا سکتے ہیں۔ قاضی شریح نے یہ باتیں سنیں اور پھر مذحج کے قریب جا کر کہنے لگا کہ جیسے ہی امیر کوفہ نے تمھاری آوازیں سنیں کہ تم اپنے سردار کے قتل کی باتیں کر رہے ہو تو مجھے حکم دیا کہ میں ہانی کے پاس جاؤں۔ میں گیا اور میں نے ہانی کو دیکھا۔ پھر امیر نے مجھے حکم دیا کہ میں تم لوگوں کو یہ بات بتلا دوں کہ ہانی زندہ ہیں۔ اور تمھیں جو اُن کے قتل کی خبر دی گئی ہے وہ جھوٹ ہے۔ یہ سن کر عمرو بن حجاج اور اس کے ساتھیوں نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ وہ قتل نہیں ہوئے ہیں۔ یہ کہہ کر سب واپس چلے گئے۔

ابن زیاد اپنے محافظوں، قریبی ساتھیوں اور معززین کے ساتھ دارالامارہ سے باہر نکلا۔ پھر منبر پر آ کر اس نے یہ تقریر کی اما بعد اے لوگو تم سب خدا کی اور اپنے امیروں کی پیروی کرو۔ تمھارا بھائی فقط وہ ہے جو تم سے سچی بات کرے۔ یہ کہہ کر وہ منبر سے نیچے اترنا ہی چاہتا تھا کہ مسجد کے منتظمین نے خرما فروشوں کے

۱۔ مثیر الاحزان ص ۵۳ سے آگے تک

دروازے کی طرف سے آ کر یہ آواز لگائی کہ ''مسلم بن عقیل آ گئے''۔ابن زیاد بہت تیزی کے ساتھ دارالامارہ واپس پلٹا اور دروازے بند کروادیئے۔

عبداللہ بن حازم کا بیان ہے کہ مسلم بن عقیل نے مجھے یہ ذمہ داری دی تھی کہ میں ہانی کی صورتِ حال معلوم کروں۔ جب میں نے دیکھا کہ ہانی کو زدوکوب کے بعد زندان میں ڈال دیا گیا ہے۔ میں فوراً باہر نکلا اور آ کر مسلم کو حالات سے آگاہ کیا۔ مسلم اس وقت ہانی کے گھر میں تھے اور اس گھر کے چاروں طرف کے مکانوں میں وہ لوگ قیام پذیر تھے جو مسلم کے حامیوں میں تھے اور ان میں چار ہزار افراد ایسے تھے جو ہمہ وقت مسلّح تیار رہتے تھے۔ عبداللہ بن حازم کہتا ہے کہ مسلم نے مجھ سے کہا میں اُن لوگوں کو کہہ دوں کہ قیام کے لئے تیار ہو جائیں اور میں کوفہ میں جنگ کا نعرہ لگادوں۔ ﴿یا منصور اَمِت﴾ میں نے یہ نعرہ لگا دیا اور اُدھر مسلم بن عقیل نے جنگ کا پرچم لہرایا۔

جناب مسلم نے اپنے چار خاص دوستوں کو مختلف قبیلوں پر امیر قرار دیا اور ہر ایک کا پرچم بھی الگ الگ معین فرمایا۔ عبداللہ بن عزیز کندی کو قبیلہ کندہ پر اور مسلم بن عوسجہ کو قبیلۂ مذحج پر اور ثمامہ صائدی کو قبیلہ بنی تمیم و قبیلۂ ھمدان پر اور عباس بن جعدہ جدلی کو لشکر مدینہ کا امیر قرار دیا۔ اور خود بھی کچھ قبیلوں کو ساتھ لے کر دارالامارہ کی طرف روانہ ہوئے۔ کچھ ہی دیر میں مسجد اور بازار لوگوں کی کثرت سے چھلک اٹھے۔ اس وقت دارالامارہ میں ابن زیاد کے پاس تیس سرکاری محافظ اور بیس اکابرِ کوفہ اور کچھ افرادِ خاندان موجود تھے ابن زیاد کے وہ ہوا خواہ جو باہر تھے ان کے لئے اندر داخل ہونا ممکن نہ تھا۔ پورا دارالامارہ محاصرہ میں تھا اور مشتعل ہجوم اس پر پتھر پھینک رہا تھا۔ اور جرأت مند لوگ ابن زیاد اور اس کے خاندان کو بلند آواز سے سبّ وشتم کر رہے تھے(۱)۔ ابن زیاد کوفیوں کی اس بغاوت سے گھبرایا ہوا تھا۔ اس نے کثیر بن شہاب کو بلا کر کہا کہ قبیلۂ بنی مذحج میں تمھارے دوست بہت ہیں۔ تم باہر جاؤ اور جو دوست تمھاری بات مانیں ان کے ساتھ مل کر یزید کی کڑی سزاؤں سے لوگوں کو ڈراؤ اور جنگ کی ہولناکیوں اور اس کے انجام کا بھی خوف دلاؤ اور کوشش کرو کہ یہ لوگ مسلم کا ساتھ چھوڑ دیں۔ محمد بن اشعث سے کہا کہ وہ اپنے قبیلۂ کندہ کے دوستوں کو باہر نکل کر جمع کرے اور امان کا پرچم لہرادے اور یہ اعلان کردے کہ جو بھی اس پرچم کے نیچے آجائے اس کی جان، عزت اور مال سب

۱۔ ارشاد مفید ج۲ص ۵۱۔۵۲

محفوظ ہیں۔ ان دو کے علاوہ اس نے قعقاع ذہلی، شبث بن ربعی، حجار بن ابجر اور شمر بن ذی الجوشن کو بھی روانہ کیا۔ ان لوگوں نے کوفیوں کی کثیر تعداد کو ورغلا کر جناب مسلم کی نصرت سے بے تعلق کر دیا اور دارالامارہ کے عقبی دروازے سے اندر داخل ہو گئے۔

جب ابن زیاد نے کچھ کامیابی دیکھی تو شبث بن ربعی کو ایک پرچم کے ساتھ کچھ لوگوں کے ساتھ باہر بھیجا اور جو اکابرِ کوفہ اس کے پاس تھے انھیں حکم دیا کہ دارالامارہ کی چھت سے جناب مسلم کے دوستوں کو بلند آواز سے یہ کہیں کہ تم لوگ اپنے حال پر رحم کھاؤ اور منتشر ہو جاؤ اس لئے کہ شام کی فوجیں پہنچنے ہی والی ہیں اور تم لوگ ان فوجوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اگر تم لوگ امیر کی اطاعت کر لو تو وہ اس بات کے لئے تیار ہے کہ یزید سے تمھیں معافی دلوا دے اور تمھارے انعام و اکرام میں اضافہ کر دے۔ اور امیر نے قسم کھائی ہے کہ اگر منتشر نہ ہوئے تو جیسے ہی شامی لشکر کوفہ میں داخل ہو گا وہ تمھارے سارے مردوں کو قتل کر دے گا اور گناہ گاروں کے بدلے میں بے گناہ بھی مارے جائیں گے۔ اور تمھاری عورتیں اور بچے شامی لشکر میں غنیمت کے طور پر تقسیم کر دیئے جائیں گے۔ اس قسم کے اعلانات ہوتے رہے یہاں تک کہ مغرب کے قریب اہل کوفہ ان اعلانات سے دہشت زدہ ہو کر منتشر ہو گئے (۱)۔

اہل کوفہ کی بے وفائی

ابو مخنف نے یونس بن ابی اسحاق سے اور اس نے عباس جدلی سے روایت کی ہے کہ جدلی کا بیان ہے کہ ہم چار ہزار افراد نے مسلم کی سربراہی میں ابن زیاد کے خلاف خروج کیا۔ ہم دارالامارہ پہنچے تو کہ چار ہزار سے صرف تین سو افراد رہ گئے (۲)۔ یہ بیان قبل کے بیانات کے خلاف ہے۔ غالباً اس میں مبالغہ سے کام لیا گیا ہے۔ لیکن یہ سچ ہے کہ تہدیدی بیانات اور دھمکیوں کے بعد اہل کوفہ جناب مسلم کو اس طرح جوق در جوق چھوڑ کر جانے لگے جس طرح جوق در جوق بیعت کرنے آئے تھے۔ یہاں تک کہ عورتیں اپنے بیٹوں یا بھائیوں کے ہاتھ تھام کر واپس لے جاتی تھیں اور مرد اپنے بیٹوں سے کہتے تھے کہ کل اگر شام کا لشکر

۱۔ تلخیص از برگزیدہ منتہی الآمال ص ۵۱ سے آگے تک، ارشاد مفید ج ۲ ص ۴۵ سے آگے تک، بحار الانوار، تاریخ طبری، تاریخ کامل بن اثیر اور نفس المہموم و دیگر کتب

۲۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۷۵

آ گیا تو ہم ان کا مقابلہ نہیں کرسکیں گے۔تہدیدی اعلانات اور افراتفری پھیلانے کے بعد مسلم کے وفادار ساتھیوں کی گرفتاری شروع ہوگئی جیسا کہ مذکور ہے ﴿ **و خرج کثیر بن شهاب بن الحصین الحارثی فی عدد للقبض علی من رآه یرید مسلما فقبض علی جماعة فحبسهم عبید الله** ﴾ (۱)
کثیر بن شہاب کچھ لوگوں کے ساتھ نکلا کہ جو بھی مسلم کا وفادار ہوا سے گرفتار کرلیا جائے۔اس نے ایک گروہ کو پکڑ کر ابن زیاد کے سامنے پیش کیا اور اس نے ان لوگوں کو قید خانے میں ڈال دیا۔لوگ آہستہ آہستہ مسلم کا ساتھ چھوڑ کر جاتے رہے یہاں تک کہ مغرب کا وقت ہوگیا۔جناب مسلم نے مسجد میں نماز پڑھی اس وقت تک آپ کے ساتھیوں میں سے کل تیس افراد باقی بچے تھے۔نماز کے بعد مسجد سے باہر نکلنے کے لئے باب کندہ کی طرف چلے تو اس وقت آپ کے ساتھ دس افراد تھے۔اور جب آپ باب کندہ سے باہر نکلے ہیں تو آپ کے ساتھ کوئی نہ تھا۔غدّ ار شہر اور اکیلے مسلم۔نہ کوئی راستہ بتانے والا تھا اور نہ اپنے ساتھ گھر لے جانے والا تھا۔(۲)۔

ناسخ التواریخ سے

یہاں ایک ایسا واقعہ بھی ہے جس کے نقل کرنے میں صاحبِ ناسخ التواریخ منفرد ہیں وہ لکھتے ہیں کہ مسلم کوفہ کی اندھیری گلیوں میں سرگرداں تھے کہ اتنے میں انھیں سعید بن احنف نے آواز دی کہ مولا آپ کا قصد کس طرف کا ہے؟ جناب مسلم نے جواب دیا کہ کسی امن وسکون کی جگہ جانا چاہتا ہوں جہاں سے میں اپنے وفاداروں سے رابطہ قائم کر کے گروہ ترتیب دوں اور ابن زیاد سے مقابلہ کروں۔سعید بن احنف نے کہا کہ شہر کے دروازے بند کئے جاچکے ہیں اور پورے شہر میں جاسوس آپ کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں۔آپ میرے ساتھ آیئے میں آپ کو محمد بن کثیر کے گھر پہنچا دوں وہ بہت سکون کی جگہ ہے اور یقیناً محمد بن کثیر آپ کو پناہ دے گا۔محمد بن کثیر آپ کو دیکھ کر آپ کے قدموں میں گر گیا اور آپ کے تشریف لانے پر خدا کا شکر ادا کیا اور گھر کے انتہائی محفوظ گوشے میں آپ کے قیام کا بندوبست کیا۔

ابن زیاد کے جاسوسوں نے مسلم کے محمد بن کثیر کے گھر میں پناہ لینے کی خبر پہنچائی۔ابن زیاد نے اپنے بیٹے خالد کو یہ حکم دیا کہ رات ہی میں لشکر لے کر جائے اور گھر کا محاصرہ کر کے مسلم اور محمد بن کثیر کو گرفتار

۱۔ ابصار العین ص ۸۱
۲۔ مقتل خوارزمی ج ۱ ص ۲۹۸

کر کے لائے۔ خالد نے پہنچ کر محمد بن کثیر کے گھر کی تلاشی لی لیکن مسلم کو تلاش نہ کر سکا۔ اس نے محمد بن کثیر اور اس کے بیٹے کو گرفتار کر کے دارالامارہ پہنچادیا۔ سلیمان بن صرد خزاعی، ابوعبیدہ ثقفی اور ورقاء بن عازب کو جب باپ بیٹوں کی گرفتاری کی خبر ملی تو انھوں نے طے کیا کہ لشکر جمع کر کے ابن زیاد پر حملہ کریں اور دونوں باپ بیٹوں کو آزاد کرا کے کوفہ سے نکل جائیں اور امام حسین علیہ السلام کے قافلے میں شامل ہو جائیں۔

صبح کے وقت ابن زیاد نے حکم دیا کہ محمد بن کثیر اور ان کے بیٹے کو لایا جائے۔ اُن کے آنے پر ابن زیاد نے محمد بن کثیر کو دھمکیاں دیں اور ناسزا الفاظ سے مخاطب کیا اور مطالبہ کیا کہ مسلم بن عقیل کے چھپنے کی جگہ بتلاؤ اور انھیں میرے سپرد کرو۔ انکار پر اُس نے اپنے سامنے رکھی ہوئی دوات اٹھا کر محمد بن کثیر کی طرف پھینکی جس سے ان کی پیشانی ٹوٹ گئی۔ محمد بن کثیر نے تلوار نکالنی چاہی تو اشرافِ کوفہ اس کے اور محمد بن کثیر کے درمیان حائل ہو گئے۔ اسی دوران ابنِ زیاد کے غلام معقل نے محمد بن کثیر پر حملہ کیا اور محمد سے اُن کی تلوار چھین لی۔ ابن زیاد نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ وہ محمد پر حملہ کر دیں، محمد اپنے آپ کو حملہ کے لئے تیار کر رہے تھے کہ ان کا پاؤں کسی چیز سے ٹکرایا اور وہ زمین پر گر گئے۔ اور ابنِ زیاد کے غلاموں نے انھیں شہید کر دیا۔ اس دوران محمد بن کثیر کا بیٹا جنگ کرتا ہوا دارالامارہ کے دروازے تک پہنچ گیا۔ اس نے بیس افراد قتل کئے لیکن جان بچا کر باہر نہ نکل سکا اور شہید ہو گیا۔ اور دونوں باپ بیٹوں کے سر کو کوفیوں کے اس گروہ کی طرف پھینک دیا گیا جو باہر ابن زیاد کی فوجوں سے لڑ رہا تھا۔ جیسے ہی جناب مسلم کو اس واقعہ کی خبر ملی آپ نے محمد بن کثیر کا گھر چھوڑ دیا(۱)۔

صاحبِ ناسخ التواریخ نے اس واقعہ کو لکھنے سے قبل بائیس کتابوں کے نام لکھنے کے بعد یہ تحریر فرمایا ہے "و در صد مجلد که عربی و فارسی که خاصة، علمائے نحریر در مقتل حسین تحریر کرده اند و هنگام تسطیرِ این اوراق بندهٔ نگارنده در همگان بیننده و پژوهنده بود، در هیچ یک قصهٔ گرفتاری محمد بن کثیر در نصرتِ مسلم بن عقیل بایں تطویل و تفصیل نیافت. چون اعصم کوفی از علمائے سنت و جماعت است و در جمع سیر حاوی احاطت و بلاغت و بیشتر روایت از ابن السماة و ابن هشام می کند دریغ داشتم که نگارش او را

۱۔ تلخیص از ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۷۸ سے آگے تک

ندیدہ انگارم. او بدین اسلوب مکتوب می کند"۔ اس کے بعد انھوں نے تفصیلی واقعہ نقل کیا ہے جس کی تلخیص یہاں پیش کی گئی۔ سپہر کاشانی کی اس تحریر سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انھیں یہ واقعہ دوسری کتابوں میں بھی ملا ہے لیکن اعثم کوفی جیسی تفصیل کہیں نہیں ملی۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہمارے مشہور و معروف مقاتل اس وقعہ کے اجمال سے بھی خالی ہیں۔ مجھے یہ واقعہ ابن اعثم کوفی کی کتاب الفتوح میں مناسب مقامات پر تلاش کے باوجود نہیں ملا۔

طوعہ کے گھر

اکثر مورخین کے مطابق مسجد سے نکل کر نہ کوئی گھر نگاہ میں تھا نہ کوئی منزل معیّن تھی۔ گلیوں سے گزرتے ہوئے ایک ایسے علاقے میں داخل ہوئے جہاں قبیلۂ کندہ کی ایک شاخ بنو جبلہ کے افراد سکونت پذیر تھے۔ مسلم کی نگاہ ایک ایسے گھر پر پڑی جس کے دروازے پر طوعہ نامی ایک خاتون کھڑی ہوئی تھی۔ یہ خاتون اشعث بن قیس کی کنیز تھی اور اس کے بطن سے اشعث کی اولاد بھی تھی۔ اشعث نے اسے آزاد کیا تو اس نے اُسید حضرمی سے ازدواج کرلیا۔ جس سے بلال نامی ایک بچہ پیدا ہوا۔ کوفہ کے شورش زدہ ماحول میں بلال کہیں باہر گیا ہوا تھا اور یہ بی بی اس کے انتظار میں دروازے پر کھڑی ہوئی تھی۔

جناب مسلم نے قریب جا کر اسے سلام کیا اور پانی کا مطالبہ فرمایا۔ طوعہ نے اندر سے پانی لا کر آپ کی خدمت میں حاضر کیا۔ جناب مسلم پانی پی کر وہیں بیٹھ گئے۔ طوعہ جب ظرفِ آب رکھ کر واپس آئی تو دیکھا کہ آپ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس نے پوچھا اے بندۂ خدا تم نے پانی تو پی لیا فرمایا کہ ہاں۔ طوعہ نے کہا پھر تم اپنے بال بچوں کی طرف جاؤ۔ مسلم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے پھر کہا لیکن آپ نے پھر کوئی جواب نہ دیا تو اس پر طوعہ بولی کہ اللہ تمھیں عافیت عطا کرے اپنے بال بچوں میں جاؤ اس لئے کہ تمھارا یہاں بیٹھنا مناسب نہیں ہے اور میں یہاں بیٹھنے کو تم پر حلال نہیں کرتی۔ مسلم اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا **﴿یا امة الله مالی فی هذا المصر اهل و لا عشیرة. فهل لك فی اجر و معروف و لعلّی مكافئك بعد هذا الیوم﴾** (۱)۔ اے کنیز خدا اس شہر میں میرے اہل و عیال اور قوم و قبیلہ میں سے کوئی نہیں ہے۔ کیا تم میرے

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۷۸

حق میں کوئی نیکی اور خیر کرسکتی ہو؟ شاید میں آئندہ اس نیکی کے بدلے تمھیں کوئی اچھا بدلہ دے سکوں۔ طوعہ نے پوچھا اے بندۂ خدا میں کیا نیکی کر سکتی ہوں؟ فرمایا میں مسلم بن عقیل ہوں لوگوں نے مجھے دھوکہ دیا۔ اس نے انتہائی حیرانی اور تعجب سے پوچھا آپ مسلم بن عقیل ہیں؟ فرمایا کہ ہاں۔ طوعہ نے عرض کی کہ اندر تشریف لائیے۔ طوعہ نے مسلم کو ایک کمرے میں لا کر بٹھایا پھر آپ کے لئے بستر کا بندوبست کیا۔ رات کا کھانا حاضر کیا لیکن آپ نے کھانا نہیں کھایا۔ کچھ دیر کے بعد طوعہ کا بیٹا بلال آ گیا۔ اس نے محسوس کیا کہ ماں خلافِ معمول بار بار ایک کمرے میں جا رہی ہے تو اس نے ماں سے پوچھا کہ آپ کا اس کمرہ میں بار بار آنا جانا مجھے شک میں ڈال رہا ہے اس میں کیا ہے؟ اس نے کہا بیٹے اپنے کام سے کام رکھو اور مجھ سے کچھ نہ پوچھو۔ جب بیٹے نے اصرار کیا تو کہا کہ بیٹے مجھے ڈر ہے۔ میں اگر کچھ بتلاؤں تو دوسروں کو تو نہیں بتائے گا؟ اس نے نہ بتلانے کا وعدہ کیا تو قسمیں دے کر اسے پورا واقعہ بتلا دیا۔ بیٹا یہ سن کر خاموش ہو گیا اور اپنے بستر پر جا کر سو گیا۔

مسلم کا خواب

مسلم نے طوعہ کے گھر میں رات بسر کی۔ کامل بہائی کے مطابق جناب مسلم نے گھوڑوں کی آوازیں سُن کر عجلت کے ساتھ دعا ختم کی اور لباس پہنتے ہوئے طوعہ سے کہا کہ میں نے اپنے چچا امیر المومنین علیہ السلام کو خواب میں دیکھا۔ وہ فرما رہے تھے کہ کل تم ہمارے ساتھ ہو گے۔ بعض کتب مقاتل میں ہے کہ جب طوعہ صبح کی نماز کے لئے وضو کا پانی لائی تو کہا کہ آپ کو رات میں سوتے نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں سویا تھا اور میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ امیر المومنین علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ جلدی کرو جلدی کرو۔ شاید یہ میری زندگی کا آخری دن ہے(۱)۔

صبح ہوئی تو بلال اٹھ کر عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث کے پاس گیا اور اسے بتلایا کہ مسلم نے میرے گھر میں پناہ لی ہے۔ عبدالرحمٰن اپنے باپ محمد بن اشعث کی تلاش میں دارالامارہ آیا۔ دیکھا کہ اس کا باپ ابن زیاد کے پہلو میں بیٹھا ہوا ہے۔ عبدالرحمٰن باپ کے پاس گیا اور اس کے کان میں چپکے سے یہ خبر پہنچائی لیکن ابن زیاد نے سن لی۔ اس نے تلوار یا چھڑی کے اشارے سے کہا کہ اٹھو اور مسلم کو ابھی میرے پاس لے کر آؤ۔ یہ

۱۔ نفس المہموم ص ۵٦

کہہ کر اس نے اپنے بھی کچھ آدمی ساتھ کر دئے۔ عبیداللہ بن عباس سلمی کو ستر افراد کے ساتھ روانہ کیا ان کا تعلق قبیلۂ قیس سے تھا(۱)۔

جب لوگوں کا شور اور گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں مسلم کے کان تک پہنچیں تو آپ نے اپنی تلوار اٹھائی اور حجرہ سے باہر نکل آئے۔ اتنی دیر میں وہ لوگ گھر میں داخل ہو چکے تھے۔ آپ نے غضب ناک شیر کی طرح حملہ کیا اور اتنی شدت سے انھیں تلوار سے پیچھے ڈھکیلا کہ سارے حملہ آوروں کو گھر سے باہر نکال دیا۔

لوگوں نے دوبارہ آپ پر حملہ کیا اور آپ نے پھر انھیں سختی کے ساتھ ڈھکیل دیا۔ جب جناب مسلم نے بہت سے افراد کو قتل کر دیا تو اس کی اطلاع ابن زیاد کو پہنچی۔ اس نے محمد بن اشعث کو کہلا بھیجا کہ تمھیں ایک آدمی کو پکڑنے کے لئے بھیجا تھا اور اس ایک نے میرے ساتھیوں کے گروہ کو توڑ پھوڑ کے رکھ دیا اور تم سے پکڑا نہ گیا۔ اس نے جواب میں کہلوایا کہ وہ ایک شیر ببر ہے اور شمشیر برہنہ اس کے ہاتھ میں ہے۔ وہ خاندانِ رسول سے ہے۔ ابن زیاد نے پیغام بھجوایا کہ اسے امان دے کر گرفتار کرو۔ اس کے بغیر گرفتار ہونا ممکن نہیں ہے(۲)۔

ابن اثیر کے مطابق اس اثناء میں بکر بن حمران احمری نے آپ پر حملہ کیا۔ آپ اس سے جنگ کر رہے تھے کہ اس کی تلوار آپ کے دہنِ مبارک کو زخمی کر گئی۔ اوپر کے ہونٹ کو کاٹتی ہوئی نچلے ہونٹ تک آ گئی اور سامنے کے دانت بھی نکل گئے۔ جواب میں آپ نے بھی بڑی شدّت کا حملہ کیا اور گردن کے قریب اس طاقت سے تلوار ماری کہ وہ کاٹتی ہوئی پیٹ کے قریب تک چلی گئی اس کے باوجود بکر بن حمران زندہ بچ گیا۔ لوگوں نے جب جناب مسلم کی بہادری کا یہ عالم دیکھا تو چھتوں پر چڑھ گئے اور آپ پر پتھر پھینکنے لگے اور سرکنڈوں کو آگ لگا کر آپ کے اوپر پھینکنا شروع کیا۔ جب جناب مسلم نے یہ صورتِ حال دیکھی تو گلی میں بڑھ کر ان لوگوں پر حملہ کرنا شروع کیا۔ اس وقت محمد بن اشعث نے پکار کے کہا کہ مسلم تمھیں امان ہے تم بے مقصد اپنی جان نہ دو۔ لیکن مسلم حملہ کرتے جاتے تھے اور یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے:

۱۔ تاریخ طبری ج۴ص۲۷۹۔ الاخبار الطوال ص۲۴۰ کے مطابق سو قریش بھیجے گئے اور الفتوح ج۵ص۵۳ کے مطابق ایسے تین سو افراد بھیجے گئے ابن زیاد کے ساتھیوں میں جو نام آور لوگ تھے۔

۲۔ الفتوح ج۵ص۵۳

اقسمت لا اقتل الا حُرّا انی رأیت الموت شیئا نکرا

میں نے قسم کھائی ہے کہ میں آزاد ہی قتل ہوں گا اور میں نے بستر کی موت کو ناپسندیدہ جانا ہے۔

و یجعل البارد سخنا مُرّا رد شعاع الشمس فاستقرا

وہ ٹھنڈی چیز کو گرم اور کڑوا کر دیتی ہے

سورج کی شعاعیں پلٹ گئیں اور نیچے چلی گئیں

کل امرء یوما ملاقی شرّا اخاف ان اُکذب اؤ اُغرا

ہر انسان کسی نہ کسی دن آفت و پریشانی کا شکار ہوتا ہے

مجھے ڈر ہے کہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے یا مجھے دھوکہ دیں گے

محمد بن اشعث نے جناب مسلم سے کہا کہ لوگ نہ تو تم سے جھوٹ کہیں گے اور نہ تمھیں دھوکہ دیں گے تمھیں امان ہے لہٰذا پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ لوگ ابن زیاد اور اس کا گروہ تمھارے عم زاد ہیں اس لئے کہ یہ بھی تمھاری طرح حجازی ہیں۔ یعنی تم اور یہ لوگ ایک ہی نسل سے ہیں لہٰذا یہ تمھیں قتل نہیں کریں گے اور نہ کسی قسم کا نقصان پہنچائیں گے۔ مسلم پھینکے ہوئے پتھروں کی ضرب سے بے حال ہو چکے تھے اور ہانپ رہے تھے۔ کمزوری محسوس کرتے ہوئے طوعہ کے گھر کی دیوار سے ٹیک لگا لی۔ محمد بن اشعث نے دوبارہ کہا کہ تم امان میں ہو۔ جناب مسلم نے پوچھا کہ کیا واقعی میں امان میں ہوں؟ اس نے کہا کہ ہاں۔ پھر آپ نے اس کے ہمراہیوں سے سوال کیا کہ کیا واقعی میں امان میں ہوں؟ ان سب نے کہا کہ ہاں۔ فقط عبید اللہ بن عباس سلمی نے کہا کہ مجھے اس کام میں نہ اونٹ ہے نہ اونٹنی (یعنی میں کون ہوں امان دینے یا نہ دینے والا)۔ جناب مسلم نے فرمایا کہ اگر تم مجھے امان نہیں دو گے تو میں اپنا ہاتھ تمھارے ہاتھ میں نہیں دوں گا۔ پھر جناب مسلم کو ایک خچر پر سوار کیا گیا۔ تلوار ان سے لے لی گئی اور چاروں طرف سے گھیر کر آپ کو گلی سے باہر لایا گیا۔ جناب مسلم نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوا۔ آپ نے فرمایا یہ تمھارا پہلا دھوکہ ہے۔ محمد بن اشعث نے کہا مجھے امید ہے کہ تم کو کوئی خطرہ نہیں ہو گا۔ جناب مسلم نے فرمایا کہ اب تو فقط امید ہی رہ گئی ہے۔ ابھی تو تم امان کی بات کر رہے تھے وہ امان کہاں گئی؟ پھر فرمایا ﴿انا للہ و انا الیه راجعون﴾ پھر آپ نے گریہ فرمایا۔ عبید اللہ بن عباس سلمی نے کہا

کہ اگر کوئی اُس چیز کا خواہشمند ہو جس کی تمنّا آپ کو ہے اور امارت و اقتدار کا طلب گار ہو اور اسے نہ ملے بلکہ اس پر مصیبت آجائے جیسی آپ پر آئی ہے تو اسے رونا نہیں چاہیئے۔ جناب مسلم نے جواب دیا ﴿انّی واللہ ما لنفسی بکیت و لا لها من القتل أرثی و ان کنت لم احبّ لها طرفة عین تلفا و لکن ابکی لاهلی المقبلین الیّ للحسین و آل الحسین﴾ میں نے خدا کی قسم اپنی جان کے لئے گریہ نہیں کیا اور نہ مجھے قتل کا کوئی خوف ہے۔ اگر چہ میں نے چشم زدن کے لئے بھی اپنے ضائع ہو جانے کو کبھی پسند نہیں کیا۔ بلکہ مین تو اپنے خاندان والوں کے لئے گریہ کر رہا ہوں جو میری طرف آنے کے لئے نکل چکے ہیں۔ میں تو حسین اور حسین کے خاندان کے لئے گریہ کر رہا ہوں (۱)۔

پھر آپ نے محمد بن اشعث کی طرف رخ کر کے ارشاد فرمایا کہ اے بندۂ خدا میں خدا کی قسم یہ دیکھ رہا ہوں کہ تم نے مجھے جو امان دی تھی اس میں ناکامیاب ہو گئے۔ ابن زیاد تمھاری امان کو قبول نہیں کرے گا اور مجھے قتل کر دے گا۔ میں خود تو حسین کو اپنی گرفتاری اور اہلِ کوفہ کی بے وفائی کی کیفیت سے آگاہ نہیں کر سکتا۔ کیا تم یہ کارِ خیر انجام دے سکتے ہو کہ حسین کی طرف کسی کو روانہ کر دو جو میری طرف سے حسین کو پیغام پہنچا دے۔ اس لئے کہ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ وہ تمھاری طرف آنے کے لئے چل پڑے ہیں یا کل اپنے خاندان کے ساتھ یہاں آنے کے لئے نکلیں گے۔ وہ قاصد میری طرف سے جا کر ان کی خدمت میں یہ کہے کہ مسلم بن عقیل نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ وہ گرفتار ہو چکے ہیں اور انھیں یقین نہیں ہے کہ وہ شام تک زندہ بھی بچیں گے یا نہیں۔ انھوں نے کہا ہے کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ آپ اپنے خاندان کے ساتھ واپس پلٹ جائیں تا کہ اہلِ کوفہ آپ کو دھوکہ نہ دے سکیں۔ اس لئے کہ یہ وہی لوگ ہیں جو آپ کے والدِ گرامی کے ساتھ تھے اور وہ ان سے دور ہونے یا اپنے مرنے کی دعائیں مانگتے تھے۔ اہل کوفہ جھوٹے لوگ ہیں اور جھوٹے کی کوئی تدبیر نہیں ہوتی۔ محمد بن اشعث نے جواب دیا کہ میں خدا کی قسم یہ کام کروں گا اور ابن زیاد سے بھی کہوں گا کہ میں نے تم کو امان دی ہے اور میرا خیال ہے کہ وہ میری امان کو قبول کر لے گا (۲)۔

۱۔ تاریخ کامل ابن اثیر ج۴ ص۱۳، مثیر الاحزان ص۵۶ کچھ فرق اور اختصار کے ساتھ

۲۔ تاریخ کامل ابن اثیر ج۴ ص۱۴، پور بتول (البدایۃ والنہایہ) ص۲۸/۲۹، تاریخ طبری ج۴ ص۲۸۰

دارالامارہ کے دروازے پر

جب فوجیں مسلم کو لے کر دارالامارہ تک پہنچیں تو محمد بن اشعث دارالامارہ میں داخل ہوا تو اس نے ابن زیاد کو ساری صورتِ حال بتلائی۔ بکر کے تلوار مارنے کا واقعہ بھی بیان کیا اور اپنے امان دینے کا تذکرہ بھی کیا۔ ابن زیاد نے کہا کہ تم کو امان دینے کا کیا حق ہے۔ کیا ہم نے تم کو امان نامہ دینے کے لئے بھیجا تھا؟ ہم نے تو تمھیں اس لئے بھیجا تھا کہ مسلم کو گرفتار کر کے ہمارے پاس لاؤ۔ محمد بن اشعث یہ سن کر خاموش ہو گیا۔

مسلم کو دارالامارہ کے دروازے پر لایا گیا۔ داخلہ کی اجازت ملنے کے انتظار میں بہت سے لوگ باہر بیٹھے ہوئے تھے جن میں عمارہ بن عقبہ بن ابومعیط، عمرو بن حریث، مسلم بن عمر اور کثیر بن شہاب بیٹھے ہوئے تھے۔ جناب مسلم شدید پیاسے تھے اور دارالامارہ کے دروازے پر ٹھنڈے پانی کا ظرف رکھا ہوا تھا۔ آپ نے بلند آواز سے کہا کہ مجھے پانی پلا دو۔ مسلم بن عمرو نے کہا کہ تمھیں اس پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ملے گا یہاں تک کہ تم جہنّم کا گرم پانی پیو گے (نعوذ باللہ)۔ مسلم بن عقیل نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں وہ ہوں کہ جس نے حق کو پہچانا جب کہ تم نے اس کا انکار کیا اور جس نے اپنے امام کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جب کہ تم نے اس کے ساتھ خیانت کی اور جس نے امام کی پیروی کی جب کہ تم نے امام کی نافرمانی کی۔ میں مسلم بن عمرو باہلی ہوں۔ جناب مسلم نے کہا تیری ماں اولاد کے غم میں روئے تو کس قدر بدمزاج، سنگدل اور درشت طبیعت ہے۔ اے ابن باہلہ تو میری نسبت تو بہت زیادہ مشروب جہنم اور ابدی دوزخ کا مستحق ہے۔ یہ کہہ کر آپ دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔

عمرو بن حریث نے اپنے غلام کو بھیجا۔ وہ پانی لے کر آیا اور ایک پیالے میں ڈال کر مسلم کو دیا کہ پیو۔ جناب مسلم نے پیالہ اپنے ہاتھ میں لیا۔ پانی پینا چاہتے تھے کہ پیالہ آپ کے دہن کے خون سے بھر گیا۔ آپ پانی نہ پی سکے۔ پھر پیالہ بھر کر دیا گیا پھر ایسا ہی ہوا۔ تیسری بار جب آپ پینا چاہتے تھے کہ آپ کے اگلے دانت اس پیالے میں گر گئے۔ آپ نے فرمایا الحمدللہ۔ اگر یہ پانی میرا رزق ہوتا تو میں ضرور پیتا (۱)۔

۱۔ تاریخ کامل بن اثیر ج ۴ ص ۱۴، پور بتول (ترجمہ البدایۃ والنہایہ) ص ۲۹/۳۰ کچھ فرق کے ساتھ، ارشاد مفید ج ۲ ص ۶۰

دارالامارہ کے اندر

اس دوران ایک قاصد آیا اور جناب مسلم کو اندر داخل ہونے کے لئے کہا۔ جناب مسلم قصر میں داخل ہوئے لیکن آپ نے ابن زیاد کو سلام نہیں کیا۔ کسی سپاہی نے کہا کہ تم نے امیر کو سلام کیوں نہیں کیا؟ آپ نے جواب دیا کہ وہ اگر مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو اسے کیا سلام کروں اور اگر مجھے قتل نہیں کرنا چاہتا تو بعد میں بہت سے مواقع ہیں۔ ابن زیاد نے یہ سن کر کہا کہ میری جان کی قسم تم قتل کئے جاؤ گے۔ مسلم نے پوچھا تم مجھے قتل کرو گے؟ ابن زیاد نے کہا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر ٹھہر جاؤ میں وصیّت تو کرلوں۔ یہ کہہ کر آپ نے حاضر اشخاص پر نگاہ ڈالی۔ دیکھا کہ عمر بن سعد بیٹھا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے پسر سعد مجھ میں اور تم میں رشتے کی ایک نسبت تو ہے، مجھے تم سے ایک کام ہے اور تم اس کام کو ضرور پورا کرو۔ لیکن میری یہ وصیت پوشیدہ ہے۔ ابن سعد نے وصیت سننے سے انکار کر دیا۔ ابن زیاد نے اس سے کہا کہ مسلم اور تم میں عم زادگی کا ایک رشتہ تو ہے، کیوں وصیت کو قبول نہیں کرتے؟ ابن سعد اٹھا اور مسلم کے ساتھ ایک گوشہ میں آیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے کوفہ آنے کے بعد سات سو درہم قرض لئے تھے، میری زرہ اور تلوار کو بیچ کر میرا قرض ادا کر دینا۔ جب میں قتل ہو جاؤں تو میری لاش ابن زیاد سے لے کر مجھے دفن کر دینا۔ اور کسی کو حسین کے پاس بھیج دینا کہ انھیں اس طرف آنے سے روک دے اس لئے کہ میں انھیں لکھ چکا ہوں کہ اہلِ کوفہ ان کے ساتھ ہیں میرا خیال ہے کہ وہ کوفہ کے لئے نکل چکے ہیں۔

ابن سعد یہ وصیتیں سن کر ابن زیاد کے پاس آیا اور کہا کہ اے امیر آپ کو معلوم ہے کہ مسلم نے تنہائی میں مجھ سے کیا وصیتیں کی ہیں؟ پھر مسلم کی ساری وصیتیں بیان کر دیں۔ اس کے جواب میں ابن زیاد نے کہا کہ جو امانت دار ہو وہ خیانت نہیں کرتا لیکن کبھی خائن کو بھی امین بنا دیا جاتا ہے۔ پھر اس نے کہا کہ جہاں تک مال کی وصیت ہے میں اس میں مداخلت نہیں کروں گا۔ اب رہ گئی لاش تو مجھے پرواہ نہیں ہے کہ اس کے ساتھ کیا کیا جائے۔ اور اگر حسین ہم سے کوئی سروکار نہ رکھیں تو ہم بھی ان سے کوئی سروکار نہیں رکھیں گے (۱)۔

بعض مقتل نگاروں نے وصیتوں کو اس طرح نقل کیا ہے ﴿فقال وصیتی شهادة ان لا اله

۱۔ ارشاد مفید ج۲ ص۶۱

الا الله وحده لا شريك له و بالاقرار أن محمدا عبده و رسوله و ان علی بن ابیطالب وصیّه و خلیفته فی اُمّته و الوصیة الثانیة ان تبیعون درعی هذا و تقضی عنّی سبعمأة درهم اقرضتها فی مصرکم هذا و الوصیة الثالثة ان تکتب الی سیدی الحسین بن علی بن ابیطالب ان لا تقرب بلد الکوفة فیصیبه ما اصابنی فقد بلغنی انه متوجه باهله و اولاده الی الکوفة هذه وصیتی الیك و ان تبعث الیه من یخبره ینصرف الی حیث یشاء ﴾ فرمایا میری پہلی وصیت تو یہ ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اقرار کرتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور علی بن ابیطالب علیہ السلام ان کی امت میں ان کے وصی اور خلیفہ ہیں۔ دوسری وصیت یہ ہے کہ میں نے تمھارے شہر میں سات سو درہم قرض لئے تھے میری زرہ بیچ کر اسے ادا کر دینا اور تیسری وصیت یہ ہے کہ میرے مولا حسین کو لکھ دو کہ وہ کوفہ نہ آئیں ورنہ میری طرح مصائب کا شکار ہو جائیں گے۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ کوفہ آ رہے ہیں۔ تم کسی کو بھیج کر کہلوا دو کہ وہ کہیں اور چلے جائیں۔ ابن سعد نے جواب میں کہا کہ جہاں تک زرہ کی بات ہے تو ہم آزاد ہیں چاہے قرض ادا کریں یا نہ کریں۔ جہاں تک حسین کا معاملہ ہے تو وہ ضرور آئیں تا کہ ہم انھیں موت سے ہمکنار کریں۔ جب ابن سعد نے ابن زیاد کو مطلع کیا تو اس نے سرزنش کی اور کہا کہ اگر مجھ سے وصیت کی جاتی تو میں اسے پوشیدہ رکھتا اور پورا کرتا۔ پھر کہا کہ تم نے وصیت کا راز فاش کیا ہے تو اب میں حسین سے جنگ کرنے کے لئے تمھارے علاوہ کسی کو نہیں بھیجوں گا (۱)۔

ابن زیاد سے گفتگو

پھر ابن زیاد جناب مسلم کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ اے ابن عقیل! تم نے اس شہر کے لوگوں میں آ کر انتشار اور افتراق پھیلا دیا حالانکہ یہ لوگ تمھارے آنے سے پہلے متفق اور متحد تھے۔ لیکن تم نے گروہ بندی کر کے ایک کو دوسرے سے لڑا دیا۔ مسلم نے جواب میں کہا کہ میں ہرگز ان کاموں کے لئے نہیں آیا (جن کا الزام تو مجھ پر رکھ رہا ہے) اصل حقیقت یہ ہے کہ جب لوگوں نے دیکھا کہ تمھارے باپ نے اخیار و

۱۔ ریاض المصائب ص ۲۶۸، ناسخ التواریخ (امام حسین) ج ۲ ص ۹۸

ابرار کو قتل کر دیا اور ان کا خون بہا دیا اور شاہانِ ایران و روم کے طریقے اپنائے اور ان کے ساتھ بادشاہوں جیسا سلوک کیا تو ہم ان لوگوں کے پاس آئے کہ انھیں عدل کی تعلیم و تربیت دیں اور کتاب اللہ کے احکام کی طرف انھیں دعوت دیں۔ بھرے ہوئے دربار میں جناب مسلم کے یہ جملے ابن زیاد کے سر پر تلوار بن کر گرے اور انقلاب کا خطرہ محسوس ہوا لہٰذا اس نے فوراً کردارکشی کے ذریعہ جملوں کے اثر کو کم کرنا چاہا اور کہا کہ تم کو ان باتوں سے کیا کام؟ تم جب مدینہ میں تھے اور شراب پیتے تھے تو اس وقت تم لوگوں میں عدالت اور حکم قرآن پر عمل کیوں نہیں کرتے تھے؟ اس جملہ سے ابن زیاد نے ایک طرف درباریوں میں مسلم کی شخصیت کا غلط تاثر پیش کرنا چاہا اور دوسری طرف اس انتہائی ذلیل تہمت کے ذریعہ جناب مسلم کو مشتعل کرنا چاہا لیکن آپ نے پورے سکون اور اطمینان سے فرمایا کہ میں اور شراب؟ اللہ گواہ ہے اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ تو جھوٹا ہے اور بے حقیقت بات کہہ رہا ہے۔ جیسا تو کہہ رہا ہے میں ویسا نہیں ہوں۔ شراب پینا تو تمھارا شیوہ ہے۔ شراب پینا تو اس شخص کا کام ہو سکتا ہے جو کتّے کی طرح اپنی زبان سے مسلمانوں کا خون چاٹے اور انھیں قتل کر دے۔ اور ایسے کو ناحق قتل کرے جس کا قتل اللہ نے حرام کیا ہے جو ظلم، دشمنی اور سوءِ ظن پر لوگوں کو قتل کرواتا ہو اور پھر اطمینان سے لہو و لعب میں بھی مشغول ہو۔ اور اپنے گناہوں اور مجرمانہ کرتوتوں کو ایک کھیل سمجھے کہ جیسے کچھ کیا ہی نہیں۔ ابن زیاد گھبرا گیا کہ مسلم کے یہ جملے سننے والوں کے شعور میں راسخ نہ ہو جائیں۔ کہنے لگا کہ تم تباہی پھیلانے والے ہو۔ تمھارے نفس نے تمھیں اُس چیز کا خواہشمند بنا دیا جس سے اللہ نے تمھیں روک دیا اس نے تمھیں اس کا اہل نہیں پایا۔ مسلم نے فرمایا کہ اگر ہم اس چیز کے اہل نہیں ہیں تو پھر وہ کون ہے جو اس چیز کا اہل ہے؟ ابن زیاد نے کہا امیر یزید۔ جناب مسلم نے جواب میں فرمایا کہ ہر حال میں اللہ ہی تعریف کا سزاوار ہے۔ ہم اپنے اور تمھارے درمیان اللہ کے فیصلے پر خوش ہیں۔ ابن زیاد جناب مسلم کے صبر و سکون اور اطمینانِ قلب کو دیکھ کر تلملا گیا اور کہنے لگا کہ اگر میں تمھیں قتل نہ کروں تو اللہ مجھے قتل کر دے۔ اس طرح قتل کروں گا کہ اسلام میں کوئی ایسے قتل نہ ہوا ہوگا۔ جناب مسلم نے فرمایا کہ ہاں تمھیں یہ کر سکتے ہو کہ جو بات اسلام میں نہ ہو وہ ایجاد کر دو۔ یقیناً تم اپنی کامیابی کے ان دنوں میں بری طرح قتل بھی کر سکتے ہو، ہاتھ پاؤں بھی کاٹ سکتے ہو، بدگمانی اور کینہ اندوزی بھی کر سکتے ہو اور یقیناً کسی شخص کے لئے بھی تم کوئی ظلم اٹھا نہیں رکھو گے۔ ابن زیاد نے جناب مسلم کے انتہائی پرسکون، معتدل اور مستحکم لب و لہجہ سے اشتعال کی آخری سرحدوں کو چھونے لگا اور خود

مسلم اور امام حسین علیہ السلام اور جناب عقیل کو ناسزا الفاظ سے یاد کرنے لگا۔ جناب مسلم نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی اختیار فرمائی۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ مسلم کو چھت پر لے جاؤ۔ ان کا سر کاٹ لو اور جسم نیچے پھینک دو۔ مسلم بن عقیل نے مہر سکوت کو توڑا اور عجیب جملہ ارشاد فرمایا کہ اگر مجھ میں اور تجھ میں رشتہ داری ہوتی تو تو مجھے قتل نہ کرتا۔ (یہ ابن زیاد کے حلال زادہ نہ ہونے پر طنز تھا۔) ابن زیاد پریشان ہو گیا اس نے آواز دی کہ وہ شخص کہاں ہے جس کے سر پر مسلم بن عقیل نے تلوار ماری تھی۔ بکر بن حُمران احمری کو بلایا گیا۔ ابن زیاد نے کہا مسلم کو دارالامارہ کی چھت پر لے جاؤ اور اپنے سر کے زخم کے بدلے میں مسلم کی گردن کاٹ دو۔ بکر جناب مسلم کا ہاتھ تھام کر چھت کی طرف چلا۔ آپ ہر زینہ پر تکبیر، استغفار اور درود پڑھتے ہوئے بلند ہوتے رہے اور یہ بھی فرماتے جاتے تھے کہ بارِالٰہا! ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان فیصلہ فرما جنھوں نے ہمیں دھوکہ دیا، ہم سے دروغ بیانی کی اور ہماری مدد سے ہاتھ اٹھالیا۔ جناب مسلم دارالامارہ کی چھت پر پہنچے۔ آپ کی گردن کاٹ کر پہلے سر کو نیچے پھینکا گیا پھر جسمِ مبارک کو بھی نیچے پھینک دیا گیا(۱)۔

شہادتِ ہانی بن عروہ

جناب مسلم کی شہادت کے بعد ابن زیاد کے دربار میں محمد بن اشعث اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس نے ہانی بن عروہ کی سفارش میں گفتگو شروع کی۔ اس نے کہا کہ آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ اس شہر میں ہانی کی کیا عزت ہے اور وہ اپنے قوم وقبیلہ میں کیا مقام رکھتے ہیں۔ یہ سب لوگ جانتے ہیں کہ میں اور میرا دوست (اسماء بن خارجہ یا عمرو بن حجاج) انھیں آپ کے پاس لائے تھے۔ آپ کو قسم ہے کہ آپ ہانی کو مجھے دے دیں اس لئے کہ میں ان کے قبیلے اور افراد خاندان اور اہل کوفہ کی دشمنی کی تاب نہیں رکھتا۔ ابن زیاد نے محمد بن اشعث کی سفارش قبول کی لیکن فوراً ہی اپنے وعدہ سے منحرف ہو گیا اور ہانی کو طلب کر کے کہا کہ انھیں بازار میں لے جا کر ان کا سر قلم کر دو۔ ہانی کو اس بازار میں لے جایا گیا جہاں بھیڑ بکریوں کی خرید وفروخت ہوتی تھی۔ جب ہانی بازار کی طرف لے جائے جا رہے تھے تو بلند آواز سے یہ فریاد کرتے جاتے تھے۔ ﴿وا مذحجاه لی الیوم۔ یا مذحجاه یا مذحجاه این مذحجاه﴾ کہاں ہیں قبیلہ مذحج والے۔ جب کوئی مدد کے

۱۔ ارشاد مفید ج۲ ص۶۴، تاریخ طبری ج۴ ص۲۸۲، تاریخ کامل بن اثیر ج۴ ص۱۴، پور بتول ص ۳۱

لئے نہیں آیا تو ہانی نے اپنے ہاتھوں کی بندھی ہوئی رسّی کھول لی اور آواز دی کہ کیا کوئی چھری، خنجر یا ہڈی نہیں ہے جس سے انسان اپنا دفاع کر سکے؟ سپاہیوں نے دوبارہ مضبوطی کے ساتھ ہانی کو باندھ دیا۔ اور کہا کہ اپنی گردن آگے بڑھاؤ۔ ہانی نے جواب دیا کہ میں اپنی جان دینے میں سخاوت نہیں کروں گا اور نہ اپنے قتل میں تمھاری مدد کروں گا۔ ابن زیاد کے ایک ترکی غلام رشید نے گردن پر تلوار چلائی لیکن ضرب کاری نہیں تھی۔ ہانی نے کہا ﴿الی الله المعاد اللهم الی رحمتك و رضوانك﴾ اب اللہ کی طرف واپسی ہے اے اللہ میں تیری رحمت اور تیری رضا کی طرف آرہا ہوں۔ ہانی تلوار کی دوسری ضربت سے شہید ہو گئے (۱)۔

ابن زیاد کا خط

ابن زیاد نے اپنے کاتب عمرو بن نافع کو حکم دیا کہ یزید کو خط لکھو اور اس میں مسلم اور ہانی کے قتل کی اطلاع دے دو۔ اس نے ایک تفصیلی خط لکھ کر پیش کیا۔ ابن زیاد نے پڑھنے کے بعد کہا کہ اتنے لمبے خط کی کیا ضرورت ہے۔ پھر اس نے کاتب سے کہا کہ لکھو۔ اما بعد اس خدا کی حمد ہے جس نے امیر کو حق دلایا اور دشمن کی طرف سے مطمئن کر دیا تھا۔ میں امیر کو مطلع کر رہا ہوں کہ مسلم بن عقیل نے ہانی بن عروہ کے گھر میں پناہ لی تھی۔ میں نے اُن پر جاسوسوں اور نظر رکھنے والوں کو معیّن کر دیا تھا۔ پھر میں نے اپنی ترکیبوں سے انھیں گرفتار کر لیا۔ اللہ نے مجھے ان دونوں پر مسلّط کر دیا۔ میں نے انھیں قتل کر دیا اور دونوں کے سر ہانی ابن ابی حیہ وداعی اور زبیر بن اروح تمیمی کے ذریعہ بھیج رہا ہوں۔ یہ دونوں اشخاص جو آپ کے پاس پہنچ رہے ہیں وہ میرے خاص فرماں بردار اور بنی امیہ کے وفادار ہیں۔ لہٰذا امیر مسلم و ہانی کے سلسلہ میں سارے واقعات اگر چاہیں تو ان لوگوں سے معلوم کر لیں۔ اس لئے کہ ان کے پاس کافی معلومات ہے اور یہ صداقت اور تقویٰ بھی رکھتے ہیں والسلام (۲)۔ اس خط کو مسلم اور ہانی کے سروں کے ساتھ دمشق روانہ کر دیا۔ دمشق پہنچنے پر یزید کے حکم سے یہ دونوں سر شہر دمشق کے ایک دروازے پر آویزاں کر دیئے گئے (۳)۔ اور ادھر کوفہ میں ابن زیاد کے

۱۔ ارشاد مفید ج ۲ ص ۶۳

۲۔ ارشاد مفید ج ۲ ص ۶۵

۳۔ مقتل خوارزمی ج ۱ ص ۳۰۸، ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۱۰۶۔۱۰۹

حکم سے دونوں شہیدوں کے پاؤں میں رسّی باندھی گئی اور انھیں کوفہ کے بازاروں میں کھینچا گیا (۱)۔ روضۃ الصفا وغیرہ کے مطابق ان دونوں شہیدوں کے اجساد کو دار پر الٹا لٹکایا گیا (۲)۔ صاحبِ قمقام کے مطابق سر مسلم بنی ہاشم کا پہلا سر ہے جو دمشق بھیجا گیا اور جسدِ مسلم بنی ہاشم کا پہلا جسد ہے جسے دار پر آویزاں کیا گیا۔ (۳)

یزید کا جواب

یزید نے اس خط کے جواب میں یہ تحریر کیا کہ تم ایسے ہی ہو جیسا میں چاہتا تھا۔ تم نے دور بین لوگوں کی طرح عمل کیا اور دلاور بہادروں کی طرح حملہ کیا۔ تم نے ہمیں دوسروں کی محتاجی سے بے نیاز کر دیا اور میں تمھارے بارے میں جو رائے رکھتا تھا اسے تم نے یقین سے بدل دیا۔ میں نے تمھارے دونوں قاصدوں کو اپنے پاس بلایا اور ان سے حالات معلوم کئے۔ میں نے انھیں فکر و تدبر میں ویسا ہی پایا جیسا تم نے لکھا تھا لہٰذا ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا۔ مجھے یہ اطلاع دی گئی ہے کہ حسین عراق کی طرف چل پڑے ہیں۔ تم مسلّح افراد اور نظر رکھنے والے جاسوسوں کو راستوں پر معیّن کر دو۔ اور جس کے متعلق بھی کوئی بدگمانی یا شبہہ ہو اسے گرفتار کر لو یا قتل کر دو۔ پیش آنے والے واقعات کے سلسلہ میں مجھے لکھتے رہنا (۴)۔

طفلانِ مسلم*

سید الشہداء کی شہادت کے بعد اُن کی لشکر گاہ سے دو چھوٹے بچے گرفتار کئے گئے اور انہیں عبید اللہ بن زیاد کے پاس پہنچا دیا گیا۔ اس نے زندان بان کو بلا کر کہا کہ انہیں لے جاؤ۔ انہیں اچھا کھانا اور ٹھنڈا پانی نہ دینا اور ان کے ساتھ سخت گیری سے پیش آنا۔ یہ بچے دن میں روزہ رکھتے تھے اور رات کے وقت انہیں جَو کی دو روٹیاں اور پانی کا ایک کوزہ دیدیا جاتا تھا۔ اسی صورتِ حال میں جب ایک سال گزر گیا تو

۱۔ ناسخ التواریخ ج۲ ص ۳۰۶

۲۔ روضۃ الصفا ج۳ ص ۵۷۶

۳۔ قمقام زخار ص ۲۶۲

۴۔ ارشاد مفید جلد ۲ ص ۶۵

* یہ واقعہ اگرچہ کربلا کے بعد کا ہے لیکن موضوع کی مناسبت کے سبب یہاں درج کیا گیا ہے۔

ایک دن ایک بھائی نے دوسرے بھائی سے کہا کہ ہمیں اس حال میں رہتے ہوئے ایک زمانہ گزر گیا۔ ہماری زندگی تباہ ہو رہی ہے اور ہمارے جسم نحیف و زار ہو گئے ہیں۔ آج کی شب جب زندان بان آئے تو اسے اپنا نام و نسب اور قوم و قبیلہ بتلایا جائے۔ شاید وہ ہمارے آب و غذا میں اضافہ کر دے۔

رات کو جب بوڑھا زندان بان آیا تو چھوٹے بھائی نے کہا کہ اے شیخ! تم محمد رسول اللہ ﷺ کو جانتے ہو؟ کہا کہ انہیں کیسے نہیں جانوں گا وہ تو ہمارے نبی ہیں۔ پوچھا کہ جعفر بن ابی طالب کو جانتے ہو؟ اس نے کہا کہ انہیں کیسے نہیں جانوں گا۔ اللہ نے انہیں دو پر دیئے ہیں جن کے ذریعہ وہ فرشتوں کے ساتھ جنت میں پرواز کرتے ہیں۔ پھر پوچھا کہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو جانتے ہو؟ کہا کہ کیوں نہیں؟ وہ ہمارے نبی کے بھائی ہیں۔ بچہ نے کہا کہ اے شیخ! ہم تیرے نبی محمد ﷺ کی عترت ہیں اور مسلم بن عقیل کی اولاد ہیں۔ اور آج تمہارے ہاتھوں میں گرفتار ہیں۔ نہ ہمیں اچھا کھانا ملتا ہے نہ ٹھنڈا پانی۔ ہم پر یہ زندان بہت سخت گزر رہا ہے۔ یہ سن کر زندان بان ان کے قدموں پر گر گیا اور کہا کہ تم میرے نبی کی عترت ہو۔ میں تم پر فدا ہو جاؤں۔ زندان کا دروازہ تمہارے لئے کھلا ہوا ہے جہاں چاہو چلے جاؤ۔ جب رات ہوئی تو وہ حسب دستور کھانا اور پانی لایا اور اس کے بعد انہیں راستہ بتلا دیا اور یہ کہہ کر رخصت کیا کہ راتوں میں سفر کرنا اور دن میں پوشیدہ رہنا یہاں تک کہ اللہ تمہارے لئے بندوبست کرے۔

بچوں نے زندان بان کے کہنے پر عمل کیا اور زندان سے نکل گئے۔ چلتے چلتے رات آ گئی اور وہ ایک بڑھیا کے گھر کے دروازے پر پہنچ گئے جو دروازے ہی پر تھی۔ انہوں نے اس سے کہا کہ ہم دو غریب الوطن بچے ہیں اور راستے سے واقف نہیں ہیں رات ہو چکی ہے۔ اگر ہمیں ایک رات کے لئے مہمان کر لو تو ہم صبح روانہ ہو جائیں گے۔ اُس نے پوچھا کہ تم دونوں کون ہو؟ تمہاری خوشبو تو سب سے زیادہ اعلیٰ اور بہتر ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے نبی کی عترت ہیں اور قتل سے بچ کر عبید اللہ بن زیاد کے زندان سے بھاگے ہیں۔ اس نے کہا کہ شہزادو۔ میرا داماد بہت فاسق و فاجر ہے۔ وہ کربلا کے واقعہ میں ابنِ زیاد کی طرف سے شریک تھا۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ تمہیں دیکھنے کے بعد اگر پہچان گیا تو قتل کر دے گا۔ ان دونوں نے جواب دیا کہ ہمیں صرف ایک رات رہنا ہے صبح ہم چلے جائیں گے۔ بوڑھی عورت نے انہیں کھانا اور پانی دیا۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد چھوٹے بھائی نے بڑے سے کہا کہ آج کی رات تو ہم بچ گئے۔

اب میرے گلے لگ کر سو جاؤ اس لئے کہ ڈر ہے کہ کہیں موت ہمیں ایک دوسرے سے جدا نہ کر دے۔ کچھ ہی دیر بعد بوڑھی عورت کا داماد آ گیا۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا تو عورت نے پوچھا کون ہے؟ اس نے اپنا نام بتلایا تو دیر سے آنے کا سبب پوچھا۔ داماد نے کہا کہ اتنا تھکا ہوا ہوں کہ گر پڑوں گا۔ جلدی دروازہ کھولو۔ بوڑھی عورت نے دروازہ کھول دیا اور پوچھا کہ کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ دو بچے ابن زیاد کی فوج سے بھاگ گئے ہیں اور امیر ابن زیاد نے یہ اعلان کروایا ہے کہ جو شخص بھی اُن میں سے ایک کا بھی سر لائے گا اسے ہزار درہم انعام ملے گا۔ اور جو دونوں کے سر لائے گا اسے دو ہزار درہم ملیں گے۔ میں ان کی تلاش میں مارا مارا پھرتا رہا اور تھک گیا لیکن وہ بچے نہیں ملے۔ بوڑھی عورت نے اس سے کہا کہ رسول اللہ کا خوف کرو کہ وہ قیامت میں تمہارے دشمن ہو جائیں گے۔ اس نے کہا کہ اس بات کو چھوڑو۔ دنیا تو ملے گی۔ بوڑھی عورت نے جواب دیا کہ ایسی دنیا کا کیا فائدہ جس کے ساتھ آخرت نہ ہو۔ داماد نے کہا کہ تم جو اُن بچوں کی طرفداری کر رہی ہو تو تمہیں ان بچوں کے بارے میں کچھ خبر ضرور ہے۔ چلو میں تمہیں امیر کے پاس لے چلوں۔ اس نے جواب دیا کہ میں تو اس بیابان کی ایک بوڑھی عورت ہوں مجھ سے امیر کو کیا کام ہو سکتا ہے۔ داماد نے کہا میں رات کو آرام کر کے صبح پھر ان کی تلاش میں نکلوں گا۔ بوڑھی عورت نے اسے کھانا دیا اور وہ کھانا کھا کر سو گیا۔

رات کے کسی لمحہ میں اس شخص نے بچوں کی سانس کی آوازیں سنیں اس نے اٹھ کر اندھیرے میں انہیں تلاش کیا۔ چھوٹا بچہ جاگ گیا اور اس نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ داماد نے جواب دیا کہ میں صاحبِ خانہ ہوں۔ تم بتلاؤ کہ کون ہو؟ چھوٹے بھائی نے بڑے کو جگایا اور کہا کہ جس کا ڈر تھا وہی ہو گیا۔ اس نے دوبارہ پوچھا کہ تم دونوں کون ہو؟ بچوں نے جواب دیا کہ اگر بتلا دیں تو کیا تیری امان میں ہوں گے؟ اس نے کہا کہ ہاں۔ انہوں نے پوچھا کہ خدا اور رسول کی بتلائی ہوئی امان دے گا؟ اس نے کہا کہ ہاں۔ پھر پوچھا کہ کیا تو محمد رسول اللہ کو گواہ کرتا ہے کہ ہمیں امان دے گا؟ اس نے کہا کہ ہاں۔ دونوں نے کہا اللہ تیری بات کا گواہ ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں۔ اس پر بچوں نے کہا کہ ہم تیرے نبی کی عترت ہیں اور عبید اللہ بن زیاد کے زندان سے بھاگے ہیں۔ اس نے کہا کہ تم دونوں موت سے بھاگ کر موت ہی میں مبتلا ہو گئے۔ خدا کا شکر ہے کہ میں تمہیں پانے میں کامیاب ہو گیا۔ پھر ان دونوں بچوں کو جکڑ کر باندھ دیا۔

صبح کو اس نے اپنے غلام فلیح کو بلایا اور کہا کہ فرات کے کنارے لے جا کر ان دونوں کو قتل کر دو اور

سر میرے پاس لے آؤ۔ تاکہ میں ابن زیاد کے پاس لے جا کر دو ہزار درہم انعام وصول کروں۔ غلام دونوں بھائیوں کو لے کر چلا۔ کچھ ہی دور گئے ہوں گے کہ ایک بھائی نے غلام سے کہا کہ تم تو رسول اللہ کے موذن بلال سے مشابہہ ہو۔ اس نے پوچھا کہ تم دونوں کون ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم تیرے نبی کی عترت ہیں۔ ابن زیاد کے زندان سے بھاگے ہیں۔ بوڑھی عورت نے ہمیں مہمان کیا اور تمہارا آقا ہمیں قتل کرنا چاہتا ہے۔ یہ سن کر غلام ان کے قدموں پر گر کر ان کے قدم چومتے ہوئے کہنے لگا کہ میں آپ دونوں پر قربان ہو جاؤں۔ خدا کی قسم میں قیامت کے دن رسول اللہ کو اپنا دشمن نہیں بناؤں گا۔ اس نے تلوار پھینک دی اور تیر کر فرات کے دوسرے کنارے کی طرف نکل گیا۔ داماد نے غلام سے پکار کر کہا کہ تم نافرمانی کر رہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ گر خدا کی نافرمانی کرو گے تو میں دنیا و آخرت میں تم سے بیزار ہوں۔

بوڑھی عورت کے داماد نے اپنے بیٹے کو آواز دی اور کہا کہ میں حلال و حرام سے تمہارے لئے مالِ دنیا جمع کرتا ہوں اور سبھی میں دنیا کی خواہش ہوتی ہے۔ یہ تلوار لو اور ان دونوں کو فرات کے کنارے لے جا کر قتل کر دو۔ بیٹا ابھی کچھ دور ہی لے کے چلا ہوگا کہ ایک بھائی نے اس سے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ تمہاری جوانی جہنم کی بھینٹ چڑھ جائے گی۔ اس نے پوچھا کہ تم دونوں کون ہو۔ بھائیوں نے جواب دیا کہ ہم تمہارے نبی کی عترت ہیں اور تمہارا باپ ہمیں قتل کرنا چاہتا ہے۔ یہ سن کر وہ جوان بھی قدموں پر گر گیا اور تلوار پھینک کر فرات کے دوسرے کنارے پر نکل گیا۔ اس کے باپ نے اس سے کہا کہ تم نے بھی نافرمانی کی؟ اس نے جواب دیا کہ اللہ کی نافرمانی اور آپ کی اطاعت سے مجھے اللہ کی اطاعت اور آپ کی نافرمانی محبوب تر ہے۔

اس نے کہا اب میں ہی ان دونوں کو قتل کروں گا۔ تلوار لے کر اُن بچوں کے ساتھ فرات کے کنارے آیا۔ جیسے ہی تلوار بلند کی بچوں نے روک کر اُس سے کہا کہ ہمیں بازار میں بیچ دے اور وہ کام نہ کر کہ قیامت میں رسول اللہ تیرے دشمن ہو جائیں۔ اس نے کہا میں تم دونوں کا سر کاٹ کر ابن زیاد کے پاس لے جاؤں گا اور انعام لوں گا۔ ان دونوں نے کہا کہ تم رسول اللہ سے ہماری قرابت کا بھی خیال نہیں کرو گے؟ اس نے کہا کہ رسول اللہ سے تمہاری کوئی قرابت نہیں ہے۔ بچوں نے کہا کہ ہمیں ابن زیاد کے پاس لے چل تاکہ ہمارے بارے میں وہ فیصلہ کرے۔ اس نے کہا کہ میں تو تمہیں قتل کر کے ابن زیاد سے تقرب حاصل کروں گا۔ بچوں نے کہا کہ ہمارے بچپنے پر رحم کر۔ اس نے جواب دیا کہ اللہ نے تمہارے لئے میرے دل میں رحم ڈالا ہی

نہیں۔ بچوں نے کہا کہ اگر قتل ہی کرنا چاہتا ہے تو ہمیں نماز کی چند رکعتیں پڑھ لینے دے۔ اس نے جواب دیا کہ اگر نماز تمہیں فائدہ پہنچائے تو پڑھ لو۔ ان بچوں نے چار رکعت نمازیں پڑھیں پھر آسمان کی طرف رخ کر کے کہا ﴿یا حیّ یا حلیم یا احکم الحاکمین أحکم بیننا و بینه بالحق﴾ ہمارے اور اس شخص کے درمیان فیصلہ فرما۔ پھر اس شخص نے پہلے بڑے بھائی کو قتل کیا اور سر کو ایک کپڑے میں رکھ لیا۔ اس دوران چھوٹا بھائی بڑے بھائی کے خون میں لوٹنے لگا۔ پھر کہا میں چاہتا ہوں کہ رسول اللہ سے جب ملاقات کروں تو اپنے بھائی کے خون میں غلطاں ہوں۔ اس شخص نے کہا کہ کوئی ہرج نہیں ہے۔ میں تمہیں بھی اس کے پاس پہنچادوں گا۔ اس نے دوسرے بچے کو بھی قتل کر کے اس کا سر کپڑے میں رکھ لیا اور دونوں کے جسم کو فرات میں پھینک دیا اور دونوں سروں کو لے کر ابن زیاد کی طرف روانہ ہوا۔

ابن زیاد اپنی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور عصائے خیزران اس کے ہاتھ میں تھا۔ اُس شخص نے دونوں سر ابن زیاد کے سامنے رکھ دیئے۔ جیسے ہی ابن زیاد کی نظر پڑی تین مرتبہ اٹھا اور بیٹھا۔ پھر اس شخص سے پوچھا کہ تم نے ان دونوں کو کہاں سے پایا؟ اس نے کہا کہ ہماری رشتہ دار ایک بڑھیا ہے اُس نے انہیں مہمان بنایا تھا۔ ابن زیاد نے پوچھا کہ اس نے ان دونوں کو مہمان داری کا حق نہیں بتلایا تھا؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ اس نے پوچھا کہ پکڑے جانے کے بعد ان دونوں نے تم سے کیا کہا؟ اس پر اس شخص نے واقعہ کی تفصیل سے ابن زیاد کو آگاہ کیا۔ اس پر ابن زیاد نے کہا کہ تم ان دونوں کو زندہ کیوں نہیں لائے کہ میں تمہیں چار ہزار درہم انعام دیتا؟ اس نے جواب دیا کہ مجھے تو ان کے خون کے ذریعہ آپ کا تقرب مطلوب تھا۔ ابن زیاد نے کچھ اور تفصیل معلوم کی۔ پھر پوچھا کہ انہوں نے نماز کے بعد کیا کہا تھا۔ اس نے کہا کہ ان دونوں نے اپنے چہرے آسمان کی طرف کیے اور کہا ﴿یا حیّ یا حلیم یا احکم الحاکمین أحکم بیننا و بینه بالحق﴾ یہ سن کر ابن زیاد نے کہا کہ احکم الحاکمین نے تمہارے اور ان بچوں کے درمیان حکم کر دیا۔ پھر مجمع سے کہا کہ تم میں کون ہے جو اس فاسق کو اس کے انجام تک پہنچائے؟ ایک شامی شخص اٹھ کے کھڑا ہوا اور کہا کہ میں تیار ہوں۔ ابن زیاد نے اس سے کہا کہ اس شخص کو وہیں لے جاؤ جہاں وہ دونوں بچے قتل ہوئے ہیں اور اس کی گردن کاٹ دو۔ اور خیال رہے کہ اِس کا خون اُن دونوں کے خون سے ملنے نہ پائے۔ اس کا سر لے کر فوراً میرے پاس آؤ۔ شامی نے جب سر لا کر دیا تو اسے نوکِ نیزہ پر رکھ کر کوچہ و بازار میں پھروایا گیا۔ لڑکے اس پر تیر اور پتھر مارتے

تھے اور یہ کہتے تھے کہ یہ رسول اللہ کی ذرّیت کے قاتل کا سر ہے۔ (۱)

وضاحت

علامہ مجلسی نے اس واقعہ کو دو طریقہ سے نقل کیا ہے۔ پہلا تو وہی ہے جسے ہم امالی کے حوالہ سے نقل کر چکے اور دوسرا مناقب کی کسی قدیم کتاب سے نقل کیا ہے اور یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ پچھلے واقعہ کی نسبت سے اِس واقعہ میں کچھ تغیر و تبدّل ہے۔ وہ روایت اس طرح شروع ہوتی ہے کہ شہادت حسینؑ کے بعد عبیداللہ ابن زیاد کے لشکر سے دو بچے فرار ہو گئے جن میں سے ایک کا نام ابراہیم اور دوسرے کا نام محمد تھا۔ اور یہ دونوں جعفر طیار کی اولاد میں تھے۔ الیٰ آخرہ (۲)۔ شیخ عبداللہ بحرانی نے بھی عوالم میں دونوں روایات بحارالانوار ہی کی ترتیب سے نقل کی ہیں (۳)۔ بعض مصنفین نے طبری کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ جب آل محمد کو اسیر بنا کر کوفہ لایا گیا تو دہشت اور پریشانی سے دو بچّے کسی طرح نکل کر بنی طے کے ایک شخص کے گھر پہنچ گئے۔ اُس نے بچوں سے اُن کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے بتلایا کہ ہم اسراءِ آل محمد میں ہیں۔ اسیری سے گھبرا کر بھاگے ہیں۔ اس شخص کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر میں انہیں قتل کر کے ان کا سر ابن زیاد کے پاس لے جاؤں تو مجھے انعام ملے گا۔ یہ سوچ کر دونوں بچوں کو قتل کیا اور دونوں سروں کو لا کر ابن زیاد کے سامنے رکھ دیا۔ ابن زیاد نے کہا کہ تو نے بدترین کام کیا ہے کہ بچوں نے تجھ سے پناہ مانگی اور تو نے انہیں قتل کر دیا۔ پھر اسے قتل کروا کر اس کے گھر کو منہدم کروا دیا۔ میں نے مناسب موضوع مقامات پر تاریخ طبری میں تلاش کیا لیکن یہ واقعہ نہ مل سکا۔ بالاستیعاب تلاش کرنا سر دست ناممکن ہے۔ طبری کے واقعہ میں بچوں کا نام و نسب نہیں ہے۔ مورخین اور مقتل نگاروں کے درمیان شہرت عام یہی ہے کہ وہ جناب مسلم بن عقیل کے صاحب زادے تھے۔ جناب جعفر طیار کے صاحب زادے اس لئے نہیں ہو سکتے کہ حضرت جعفر کی شہادت جنگ موتہ میں سن آٹھ (۸) ہجری میں ہوئی تھی۔ جو کربلا سے باون سال قبل کا واقعہ ہے لہٰذا آپ کے صاحب زادے اتنے چھوٹے

۱۔ ترتیب الامالی ج ۵ ص ۲۴۱۔۲۴۷ بحوالۂ امالی صدوق مجلس ۱۹ ح ۲

۲۔ بحارالانوار ج ۴۵ ص ۱۰۰۔۱۰۶

۳۔ عوالم العلوم (مقتل) ج ۱۷ ص ۳۵۳۔۳۰۹

نہیں ہو سکتے۔

صاحبِ ناسخ التواریخ نے ایک باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے شہادتِ محمد و ابراہیم پسر ہائے مسلم بن عقیل۔ وہ لکھتے ہیں کہ میں نے محمد اور ابراہیم فرزندانِ جناب مسلم کا تذکرہ متقدمین کی کتابوں میں بہت کم دیکھا ہے۔ ابن اعثم کوفی نے تحریر کیا ہے کہ جب ابن زیاد نے ہانی کو گرفتار کر لیا تو جناب مسلم نے ہانی کا گھر چھوڑ دیا اور اپنے بچوں کو قاضی شریح کے پاس بھجوا دیا کہ محفوظ رہیں۔ لیکن اس نے نہ نام بتلائے ہیں نہ ان کی شہادت کا تذکرہ کیا ہے۔ عوالم میں ہے کہ یہ دونوں بچے اسیرانِ آل محمد میں تھے۔ ابن زیاد نے انہیں زندان میں ڈلوا دیا۔ ان کی شہادت کی تفصیل روضۃ الشہداء میں مذکور ہے اور میں ان بچوں کا تذکرہ روضۃ الشہداء سے نقل کر رہا ہوں (۱)۔ پھر پورا واقعہ نقل کیا ہے جو امالی کی روایت سے فرق اور تفاوت رکھتا ہے۔ مختلف محققین نے اپنی کتابوں میں زندان بان کا نام مشکور اور شامی شخص کا نام نادر یا مقاتل تحریر کیا ہے۔

۱۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۱۱۰

قیامِ مکّہ

امام حسین علیہ السلام نے مکہ کے قیام کے دوران نہ اپنی افرادی طاقت میں اضافہ کی کوششیں کیں نہ اسلحوں کا ذخیرہ کیا اور نہ اپنی فصاحت و بلاغت سے کوئی سیاسی کام لیا۔ اہلِ مکہ خاندانِ رسول کے لاکھ مخالف سہی لیکن اطراف واکناف سے آئے ہوئے حاجی امام حسین کی مدد کر سکتے تھے۔ خصوصاً اس صورت میں جب کہ مکہ کا حاکم ایک کمزور شخص تھا اور مذہبی شہر ہونے کے سبب وہاں خاطر خواہ فوجیں بھی موجود نہیں تھیں۔ عبداللہ بن زبیر اور دوسرے اشخاص بھی آپ کی مدد کرنے کے لئے تیار تھے۔ اس کے برعکس ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مکہ میں اگر کسی نے انہیں خروج یا قیام کا مشورہ دیا تو حسین نے نہایت بے رخی اور بے اعتنائی سے اسے مسترد کر دیا۔ اس دوران اہلِ کوفہ کے دعوت نامے بھی آتے رہے۔ ابو اسحاق اسفرائنی کے مطابق ابتدائی دنوں میں تو حسین اہلِ کوفہ کے خطوط کو اس بے رُخی سے پڑھتے تھے کہ قاصد ناامید اور مایوس ہو کر واپس چلے جاتے تھے۔ آپ تمام دن حرمِ کعبہ کو نہ چھوڑتے تھے۔ دن کو حرمِ کعبہ میں رہتے تھے اور روزہ رکھتے تھے اور رات کو تمام شب نماز پڑھتے رہتے تھے اور عبادتِ الٰہی میں معتکف رہتے تھے۔ اس طرح ہمیشہ حرم میں نماز پڑھتے رہتے تھے اور خانۂ کعبہ کا طواف کیا کرتے تھے (۱)۔ اہلِ کوفہ کے خطوط اور امام حسین علیہ السلام کے جواب کو ہم پچھلے صفحات میں بیان کر چکے ہیں لیکن اس موقعے پر ہم ایک خط اور ایک جواب کو نقل کر کے یہ بتلانا چاہ

۱۔ ضیاء العین ترجمہ مقتل اسفرائنی ص ۲۲

رہے ہیں کہ تاریخ کے کونوں کھدروں میں کیا کچھ پوشیدہ ہے جسے تاریخ نویسوں کی مصلحت کوشی ظاہر نہیں ہونے دیتی۔

راوی کہتا ہے کہ اس عرصہ میں ایک روز حسین اپنے گھر میں بیٹھے تھے کہ ایک قاصد آیا اور اس نے اہل کوفہ کا خط آپ کے حوالے کیا۔ جس میں تحریر تھا کہ اے حسین اے فرزند دختر رسول تم تو جانتے ہو کہ یزید بن معاویہ نے بہت ظلم کیا ہے اور اس کا والی عبداللہ بن مرجانہ بھی بہت ظالم اور غدار ہے۔ یا اباعبداللہ ہم نے قبل ازیں آپ کے پاس قریب ہزار خطوط کے بھیجے اور ہر خط میں لکھا کہ آپ تشریف لایئے اور ہم یزید کے خلاف آپ کی مدد کریں گے۔ اور آپ اپنے باپ دادا کی خلافت کو لیجئے۔ ہمارے اوپر حکومت کیجئے یا اپنے اقرباء سے کسی کو ہم پر حاکم مقدر کر دیجئے ہم آپ کے نانا محمد مصطفٰے کا واسطہ دلاتے ہیں کہ آپ یہاں تشریف لایئے۔ ہم آپ کی مدد بمقابلۂ یزید کریں گے۔ اور آپ خلافت لیویں۔ اور اگر آپ تشریف نہ لاویں گے تو کل روز قیامت خدا کے حضور میں ہم آپ کی فریاد کرینگے اور آپ پر دعوی کرینگے اور عرض کریں گے حق تعالی سے کہ اے پروردگار ہم پر حسین نے ظلم کیا اور ہمارے اوپر ظلم ہونے سے وہ راضی ہوئے اور تمام خلائق بھی فریاد کرے گی کہ اے پروردگار ہمارے حق کو حسین سے دلا، اُس وقت آپ کیا کہیں گے اور کیا جواب دیں گے جب حق تعالی آپ سے کہے گا کہ تم ان کا حق ادا کرو (۱)۔ ابو اسحاق اسفرائنی لکھتے ہیں کہ اس خط کو پڑھ کر خوف الٰہی سے حسین کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور جسم مبارک تھرا گیا اور قلب کانپ اٹھا۔ اس کیفیت میں کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے آپ نے اس خط کا جواب تحریر فرمایا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ نامہ ہے من جانب حسین بن علی بن ابیطالب بہ نام اہل کوفہ و عراق، آگاہ ہو کہ تم نے میرے پاس ہزار خط بھیجے، میں کچھ التفات نہ کرتا تھا کیونکہ میری مراد اور تمنا محض یہ ہے کہ جوار کعبہ میں رہوں یہاں تک کہ مرجاؤں اور تمھاری طرف سے شکایت ظلم یزید وغیرہ بہت ظاہر ہوئی۔ اس سبب سے میں عنقریب تمھارے پاس پہنچوں گا اور اس خط کے ہمراہ مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں۔ وہ مسجد کوفہ میں تمھاری امامت جماعت کرے گا اور تمھارے مقدمات کا فیصلہ کرے گا اور جب تک میں تمھارے پاس آؤں نعمان تمھارے اوپر حکومت کرے گا فقط۔ اسفرائنی کے مطابق امام حسین علیہ السلام نے جناب مسلم بن عقیل کو بلایا اور خط ان کے حوالے کیا اور فرمایا کہ اس خط کو لے کر قاصد کے ہمراہ کوفہ

۱۔ تلخیص از ضیاء العین ص ۲۳۔۲۴

جاؤ۔ ان کو نماز پڑھاؤ اور ان کے مقدمات طے کرو(۱)۔ اس بیان سے یہ وضاحت ہوتی ہے کہ امام حسین کا یہ اقدام اسی منشور امر بالمعروف اور نہی المنکر کی کڑی ہے جس کا اعلان آپ نے وصیت نامہ فرمایا تھا۔ اس موقع پر مسلم بن عقیل کو صرف دو کام سونپے گئے ہیں۔ پہلا نماز جماعت کی امامت اور یہ کام اس لئے سونپا گیا ہے کہ کچھ لوگ آپ کو لکھ چکے تھے کہ انھوں نے حاکم کے پیچھے (بوجہ ظلم) نماز پڑھنی چھوڑ دی ہے اور دوسرا کام لوگوں کے تنازعات کے شرعی اور فقہی فیصلے۔ اور جہاں تک علاقہ کے انتظامی امور کا مسئلہ ہے تو اسے یزید کے والی نعمان بن بشیر پر چھوڑ دیا۔ اسفرائنی کے مقتل میں بکثرت بے سروپا باتیں نقل ہوئی ہیں اور محققین اس کی کتاب کو پایۂ اعتبار سے ساقط سمجھتے ہیں۔ اس مقام پر اُس کے بیانات کو نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اقدام حسین میں اسفرئنی کا نقطہ نظر معلوم ہو جائے۔

ظالم کے ظلم کو روکنا اور مظلوم کی مدد کرنا حسین کے جد رسول اللہ اور ان کے والد امیر المومنین علی کا شیوہ تھا جب کوفہ کے مظلوموں نے حسین سے فریاد کی تو انھیں اپنے منشور پر عمل کرنے کیلئے کوفہ کا علاقہ ترجیحی طور پر مناسب محسوس ہوا۔ آپ نے اہل کوفہ کے جواب میں تحریر کیا کہ میں عنقریب آؤں گا لیکن اس عنقریب کا مطلب یہ نہیں تھا کہ آپ موسم حج میں حج کو چھوڑ کر روانہ ہو جائیں گے۔ لیکن ایک طرف ینابیع المودۃ اور تظلم الزہرا کے مطابق حسین کو یہ اطلاع ملی کہ یزید کے فرستادہ تیس افراد حاجیوں کے بھیس میں آپ کے قتل کے لئے مکہ پہنچ چکے ہیں (۲)۔ اور دوسری طرف یہ بھی معلوم ہوا کہ یزید نے عمرو بن سعید بن عاص کی سربراہی میں ایک لشکر روانہ کیا ہے اور اسے امیر الحاج بنا کر یہ حکم دیا ہے کہ جہاں بھی حسین مل جائیں انھیں قتل کر دے (۳)۔ ایسے میں امام حسینؑ کو یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ انھیں مکہ چھوڑ دینا چاہیئے۔

امام حسین علیہ السلام کا خط

مکہ چھوڑنے کا فیصلہ کرنے کے بعد آپ نے بنی ہاشم کے نام ایک خط تحریر فرمایا جس میں بسملہ کے

۱۔ تلخیص از ضیاء العین ص ۲۵

۲۔ ینابیع المودۃ ج ۲ ص ۲۸۷، تظلم الزہرا ص ۱۵۳

۳۔ منتخب طریحی ج ۲ ص ۱۲۴ نویں مجلس

بعد یہ تحریر تھا ﴿من الحسین بن علی الی اخیه محمد و من قبله من بنی هاشم امابعد فانه من لحق بی منکم استشهد ومن لم یلحق لم یدرك الفتح والسلام ﴾(۱) حسین بن علی کی طرف سے برادر محمد حنفیہ اور دیگر بنی ہاشم کے نام امابعد جو شخص تم میں سے مجھ سے آ ملے گا وہ شہید ہوگا اور جو مجھ سے ملحق نہیں ہوگا اسے فتح و کامیابی نصیب نہیں ہوگی۔ بعض مورخین کے مطابق اس خط کو پڑھنے کے بعد بہت سے بنی ہاشم آپ سے آ کر ملحق ہوئے۔ لیکن ہمیں ان کی تفصیلات کتابوں میں نہیں ملتیں۔

مثیر الاحزان ص ۶۲ پر اسے امام باقر علیہ السلام سے روایت کیا گیا ہے اور لہوف ص ۸۰ پر امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ بحار الانوار میں تین مقامات پر ہے۔ متن میں مختصر اختلافات کے باوجود مضمون وہی ہے جس کا ترجمہ تحریر ہو چکا ہے۔ علامہ مجلسی کی ایک توجیہ کے مطابق اس خط کے ذریعہ بنی ہاشم کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ہونے یا نہ ہونے میں آزاد ہیں۔ مکہ سے لکھا جانے والا یہ مختصر ترین خط اپنے دامن میں وسیع ترین سچائیوں کو سمیٹے ہوئے ہے جن کی تشریح کے لئے صفحات درکار ہیں۔ آپ نے خط میں دو پیشن گوئیاں فرمائیں اور وہ دونوں ہی پوری ہوئیں۔ لفظ فتح اس خط کا مرکزی لفظ ہے جو آپ کے منشور اور عزمِ شہادت کی طرف بلیغ اشارہ ہے۔

خطبہ

جب آپ نے عراق جانے کا پختہ ارادہ فرمالیا تو ایستادہ ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا ﴿ الحمدلله و ماشاء الله ولا قوة الا بالله وصلی الله علیٰ رسوله خط الموت علیٰ ولد آدم مخط القلادة علی جید الفتاةوما اولهنی الیٰ اسلافی اشتیاق یعقوب الیٰ یوسف و خیر لی مصرع انا لاقیه کانی با وصالی تتقطعها عسلان الفلوات بین النوا ویس و کربلا فیملأن منی اکراشا جو فا و أجربة سغباً لآمحیص عن یوم خط بالقلم رضی الله رضا نا اهل البیت نصبر علیٰ بلائه و یوفینا اجر الصا برین لن تشذ عن رسول الله لحمته وهی مجموعةٌ له فی حظیرة القدس تَقِرّ بهم عینه و ینجزوبهم وعدهٗ من کان

۱۔ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۳۰، ج ۴۵ ص ۸۵، ۸۷

باذ لافینا مهجته و موطنا علیٰ لقاء الله نفسه فلیر حل معنا فانی راحل مصبحا انشاء الله (۱)۔ ساری تعریف اللہ ہی کے لئے سزاوار ہے اور وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے اور کسی کے پاس کوئی توانائی نہیں ہے مگر اللہ ہی کی مدد سے ہے اور اللہ کا درود و سلام ہو اللہ کے رسول پر۔ آدم کے بیٹوں کیلئے موت ایسی ہی زینت ہے جیسی جوان لڑکی کے گلے میں گلوبند ہو۔ میں اپنے اسلاف اور بزرگوں سے ملاقات کا اس طرح اشتیاق رکھتا ہوں جیسے یعقوب کو یوسف کا اشتیاق تھا۔ میرے لئے ایک شہادت گاہ معین ہے مجھے وہاں تک پہنچنا ہے۔ گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ بھیڑیئے نواویس اور کربلا کے درمیان میرے جوڑ بند کو الگ کر رہے ہیں اور اپنے خالی شکموں کو بھر رہے ہیں۔ اس دن سے گریز ممکن نہیں ہے جسے قلمِ تقدیر لکھ چکا ہو۔ جو بھی اللہ کی رضا ہے وہی ہم آل محمد ﷺ کی رضا ہے۔ ہم اس کے امتحان پر صبر کرتے ہیں اور وہی صابرین کی جزا عطا کرنے والا ہے۔ وہ جو رسول کے رشتہ دار ہیں وہ ان سے ہرگز جدا نہیں ہوں گے اور جنت میں ان کی خدمت میں ہوں گے اور رسول کی آنکھیں ان کی رویت سے خنک ہوں گی اور اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ جو شخص ہماری راہ میں اپنی جان کا ایثار کرنا چاہتا ہو اور اللہ سے ملاقات کی خواہش رکھتا ہو وہ ہمارے ساتھ چلے۔ میں صبح کو انشاء اللہ سفر کر جاؤں گا (۲)۔

محمد حنفیہ سے گفتگو

جس دن امام حسین علیہ السلام مکہ سے نکلنے والے تھے اس سے قبل کی رات میں محمد حنفیہ کو جب یہ اطلاع ملی کہ آپ علیہ السلام نے مکہ چھوڑ کر عراق جانے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے تو اس وقت ان کے سامنے طشت میں پانی تھا اور وہ وضو کر رہے تھے۔ انھوں نے اس شدت سے رونا شروع کیا کہ آنسو بارش کے قطروں کی طرح طشت میں گرنے لگے۔ پھر انھوں نے مغرب کی نماز پڑھی اور حسین کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ ﴿یا اخی ان اھل الکوفة قد عرفت غدر ھم بابیك و اخیك و قد خفت ان یکون

۱۔ لہوف مترجم ص ۷۶، مثیر الاحزان ص ۶۵

۲۔ ابصار العین ص ۲۷ پر فاضل سماوی کا بیان ہے کہ یہ خطبہ آٹھ ذی الحجہ کی شب کو امام حسین نے اپنے اصحاب کے سامنے ارشاد فرمایا تھا۔ لیکن خطبہ کا مزاج بتلاتا ہے کہ یہ مجمع عام میں ارشاد ہوا ہے جیسا کہ خطبہ میں اشارہ بھی ہے اس اعتبار سے یہ خطبہ سات ذی الحجہ کی عصرِ تنگ کا ہو سکتا ہے۔

حــالك حال من مضى فان اردت ان تقيم فی الحرم فانك اعزمن بالحرم و امنعهم ﴾ بھیا یہ اہلِ کوفہ وہی لوگ ہیں جن کی بے وفائی آپ کے والد اور بھائی کے ساتھ کیسی تھی آپ خوب جانتے ہیں اور مجھے اس بات کا خوف ہے کہ کہیں آپ کے ساتھ بھی انھی جیسا سلوک نہ ہو۔اگر آپ پسند کریں تو حرم ہی میں سکونت اختیار کریں۔اس صورت میں آپ یہاں کے محترم ترین اور معزز ترین شخص ہوں گے۔حسین نے جواب دیا کہ ﴿یـا اخـی انـی اخشیٰ ان تـغتـالـنـی اجـناد بنی امیه فی حرم مكةفأكون كـالذی یستباح دمه فی حرم الله ﴾ بھائی مجھے خطرہ ہے کہ یزید کی فوجیں مجھے حرمِ مکہ میں آ پکڑیں گی اور میری وجہ سے خانۂ خدا کی حرمت زائل ہو جائے گی۔محمدِ حنفیہ نے کہا اگر آپکو یہ خوف ہے تو آپ یمن یا کسی دوسرے علاقے میں نکل جائیں جہاں آپ محفوظ رہیں گے اور کوئی آپ کو گرفت میں لے سکے گا۔آپ نے جواب دیا کہ ﴿یـا اخـی لـوكـنـت فـی حـجـر هامّة من هوام الارض لا تسخرجونی منه حتیٰ یعتلونی ﴾ بھائی اگر میں جانوروں کے بھٹ میں بھی جیتا ہوتا تو یہ مجھے نکال کر قتل کر دیتے۔پھر فرمایا بھائی جو تم نے کہا ہے میں اس پر غور کروں گا۔روایت کہتی ہے کہ امام حسین ؑ نے سفرِ عراق کے سلسلے میں قرآن مجید سے فال نکالی تو یہ آیت نکلی ﴿ كـل نـفـس ذائقة الموت﴾ آپ نے ارشاد فرمایا ﴿صدق الـلـه و صدق رسول الله﴾ اللہ اور اس کا رسول دونوں سچ فرماتے ہیں۔پھر جب صبح ہوئی اور امام حسین نے سفر اختیار فرمایا تو محمدِ حنفیہ آئے اور حسین کے گھوڑے یا ناقہ کی لگام تھام کر کہنے لگے کہ بھیا جو کچھ میں نے کہا تھا اس پر آپ نے غور نہیں فرمایا؟ فرمایا غور کیا تو محمد حنفیہ نے کہا پھر آپ اتنی عجلت میں سفر کیوں کر رہے ہیں؟ فرمایا بھائی تمھارے جانے کے بعد میں سو گیا اور خواب میں میرے نانا رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ انہوں نے مجھے سینے سے لگایا اور میری دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا یا حسین ﴿یـا قـرة عیـنـی اخـرج الی العراق﴾ اے حسین اے میری خنکی چشم عراق کی طرف جاؤ ﴿فـان الـلـه عـزوجـل شـاء ان یراك قتیلا مخضبا بدمائك ﴾ اس لئے کہ خداوند عزوجل تمھیں مقتول اور اپنے خون سے رنگین دیکھنا چاہتا ہے۔یہ سن کر محمد حنفیہ نے شدید گریہ کیا پھر کہا کہ بھیا اگر صورتِ حال یہ ہے اور آپ قتل ہونے کے لئے جا رہے ہیں تو خواتین کو کیوں لے جا رہے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا ﴿ان الـلـه عـزوجل قد شاء ان یراهن سبایا ﴾ خداوند عزوجل انہیں قیدی دیکھنا چاہتا ہے۔یہ سن کر محمدِ حنفیہ نے

بہت گریہ کیا اور یہ کہتے رہے یا حسین خدا حافظ یا حسین آپ کو اللہ کر سپرد کیا (۱)۔ محمد حنفیہ کا امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا نہ جانا ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر علماء نے بہت بحثیں کی ہیں۔ قدیم زمانوں میں بھی اس مسئلہ پر بحث ہوتی رہی ہے۔ حمزہ بن حمران کہتے ہیں کہ ہم نے امام حسین علیہ السلام کے سفر اور محمد حنفیہ کے ساتھ نہ جانے پر گفتگو کی تو امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تم سے ایک حدیث بیان کر رہا ہوں۔ اب تم آج کے بعد اس مسئلہ پر سوال نہ کرنا امام حسین علیہ السلام نے جب سفر اختیار کیا تو کاغذ منگا کر ایک خط لکھا۔ یہ وہی خط ہے جس کا تذکرہ پچھلے اوراق میں ہو چکا ہے۔ یہ واقعہ چند لفظوں کے فرق سے بہت سی کتابوں میں نقل ہوا ہے۔ صاحبِ ناسخ کے مطابق اس کے بعد عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن زبیر نے آکر مکہ میں رکنے کا مشورہ دیا اور اس کے بعد عبداللہ بن عمر نے بھی یہی مشورہ دیا (۲)۔ ہم ان تینوں سے گفتگو الگ الگ نقل کریں گے۔

روکنے والے

مکہ میں امام حسین علیہ السلام کا قیام تین شعبان سے آٹھ ذی الحجہ کے دن تھا۔ اس کا دورانیہ کم وبیش ایک سو پچیس دن بنتا ہے۔ اہل کوفہ کی خطوط کی آمد کے بعد جب یہ خبر مشہور ہو گئی کہ امام حسین علیہ السلام مکہ چھوڑ کر عراق جانیوالے ہیں تو بہت سے افراد نے آپ کو اس ارادے سے روکا اور اپنی صوابدید کے مطابق مشورے بھی دیئے لیکن کس کی نیت کیا تھی، یہ ہمارا موضوع نہیں ہے۔ قارئین خود نتیجہ اخذ کریں گے۔

ناسخ التواریخ کے مطابق محمد حنفیہ کے بعد عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن زبیر نے حاضر ہو کر عرض کہ یا بن رسول اللہ! صحیح تو یہ ہے کہ آپ حرم خدا کے علاوہ کہیں سکونت اختیار نہ فرمائیں اور عراق کے سفر کا تو قصد ہی نہ فرمائیں۔ ﴿**فقال لهما ان رسول الله امرني بامر و انا ماض فيه**﴾ رسول اللہ نے مجھے ایک حکم دیا ہے اور مجھے اس حکم کو بجالانا ہے۔ عباس سمجھ گئے کہ یہ حکم شہادت سے متعلق ہے آپ سے رخصت ہو کر باہر آئے اور حزن واندوہ سے واحسینا کی آواز بلند کی۔

۱۔ منتخب طریحی ج ۲ ص ۱۲۴، ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۱۲۱، قمقام زخار ص ۲۷۷

۲۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۱۲۳

عبداللہ بن عمر

پھر عبداللہ بن عمر خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یابن رسول اللہ صحیح تو یہ ہے کہ آپ فریقِ مخالف سے مصالحت اور امن کا رویہ رکھیں اور قتل وخونریزی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھیں۔ آپ نے جواب میں ارشادفرمایا ﴿یا ابا عبد الرحمن اما علمت ان من هو ان الدنیا علی الله تعالی ان راس یحیی بن زکریا اهدی الی بغی من بغایابنی اسرائیل﴾ اے ابوعبدالرحمٰن کیا تمھیں نہیں معلوم کہ اللہ کی نگاہ میں دنیا اتنی بے حقیقت اور ذلیل ہے کہ یحیی بن زکریا کا سر بنی اسرائیل کی بدکار عورتوں میں سے ایک بدکار کو ہدیہ کیا گیا؟ کیا تمھیں نہیں معلوم کہ بنی اسرائیل طلوعِ فجر اور طلوعِ آفتاب کے درمیان ستّر نبیوں کو قتل کرتے تھے اور اس کے بعد اپنے بازاروں میں بیٹھ کر اس طرح خرید وفروخت کرتے تھے جیسے انھوں نے کوئی جرم ہی نہ کیا ہو۔ اللہ نے انھیں سزا دینے میں عجلت نہیں فرمائی لیکن جب ان پر گرفت کی تو وہ ایک طاقتور انتقام لینے والے کی گرفت تھی۔ ﴿اتق الله یا ابا عبد الرحمن و لا تدع نصرتی﴾ اے ابوعبدالرحمٰن اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور میری نصرت سے منہ نہ موڑنا۔ امام حسین علیہ السلام کا انکار دیکھ کر عبداللہ بن عمر نے اُن سے عرض کی کہ آپ مجھے وہ جگہ دکھلائیں جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بوسہ لیتے تھے۔ آپ نے اپنے سینے سے کپڑا اٹھایا تو عبداللہ بن عمر نے تین بار بوسہ لیا اور کہا یا اباعبداللہ میں آپ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں لیکن یہ بھی جانتا ہوں کہ لوگ آپ کو قتل کردیں گے (۱)۔

عبداللہ بن عمر سے ملاقات کے واقعہ کو ابن اعثم کوفی نے بہت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ اس میں انہوں نے یا راوی نے اپنے مسلک اور عقیدہ کے مطابق کچھ جملوں کا اضافہ بھی کیا ہے۔ ہم ان جملوں کو نظر انداز کرتے ہوئے واقعہ کی تلخیص درج کر رہے ہیں کہ عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر مکہ میں موجود تھے اور مدینہ واپس جانے کا قصد رکھتے تھے۔ یہ دونوں حضرات امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عبداللہ بن عمر نے یہ کہہ کر گفتگو کا آغاز کیا کہ اے اباعبداللہ، اللہ آپ پر رحم کرے۔ آپ اللہ کا تقویٰ اختیار کریں کہ اسی کی طرف آپ کو پلٹ کر جانا ہے۔ اس (یزید) کے گھرانے نے آپ لوگوں سے جو ظلم وعداوت روا رکھی ہے وہ

۱۔ ترتیب الامالی ج ۵ ص ۱۹۵۔ روایت کا آخری جزء مقتل عوالم ص ۴۸ پر بھی ہے۔

تو آپ کو معلوم ہی ہے۔ آج یزید بن معاویہ لوگوں پر حاکم ہے اور خطرہ ہے کہ لوگ سونے چاندی کے لالچ میں اس کے کہنے پر آپ کو قتل کر دیں گے۔ اور اس میں کثرت سے لوگ ہلاک ہوں گے۔ میں نے خود رسول اللہ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ﴿ **حسین مقتول ولئن قتلوه و خذلوه ولن ینصروه لیخذلهم الله یوم القیامة** ﴾ حسین قتل کیا جائے گا اور اگر لوگوں نے اسے قتل کیا اور اسے تنہا چھوڑ دیا اور مدد نہیں کی تو اللہ انہیں قیامت کے دن ذلیل وخوار کرے گا۔ لہٰذا میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ بھی وہی کریں جو دوسروں نے کیا ہے اور اس وقت بھی اسی طرح صبر کریں جیسا آپ نے معاویہ کے زمانہ میں کیا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ آپ کے اور ان ظالموں کے درمیان فیصلہ کر دے۔ امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا کہ کیا میں یزید کی بیعت کرلوں؟ جب کہ رسول اللہ باپ بیٹے دونوں کے لئے جو فرما گئے ہیں وہ تمہیں بھی معلوم ہے۔

اس وقت ابن عباس نے مداخلت کی اور کہا کہ آپ نے سچ کہا۔ رسول اللہ نے اپنی زندگی میں فرمایا تھا ﴿ **مالی ولیزید لا بارك الله فی یزید وانه یقتل ولدی وولدابنتی الحسین والذی نفسی بیده لا یقتل ولدی بین ظهرانی قوم فلا یمنعونه الا خالف الله بین قلوبهم والسنتهم** ﴾ یزید سے میرا کیا واسطہ۔ اللہ یزید کو برکت نہ دے وہ میرے اور میری بیٹی کے بیٹے حسین کو قتل کرے گا۔ خدا کی قسم جن لوگوں کے سامنے میرا بیٹا قتل کیا جائے گا اور وہ اس کی مدد نہیں کرینگے تو اللہ ان کے دل وزبان میں مخالفت ڈال دے گا۔ پھر ابن عباس اور امام حسین علیہ السلام نے گریہ کیا۔ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے پوچھا ﴿ **یا ابن عباس أتعلم انی ابن بنت رسول الله** ﴾ ابن عباس! آپ جانتے ہیں کہ میں رسول کی بیٹی کا بیٹا ہوں؟ اس پر ابن عباس نے جواب دیا کہ ﴿ **اللهم نعم نعلم ونعرف ان مافی الدنیا احد هو ابن بنت رسول الله غیرك وان نصرك لفرض علی هذه الامة كفريضة الصلوٰة والزكاة** ﴾ اللہ گواہ ہے کہ ہم یہ جانتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ آپ کے علاوہ رسول اللہ کی بیٹی کا کوئی بیٹا اس دنیا میں موجود نہیں ہے اور اس امت پر آپ کی مدد اس طرح واجب ہے جیسے نماز اور زکوٰۃ واجب ہے۔ اس پر امام حسین علیہ السلام نے سوال کیا کہ آپ کی رائے اس قوم کے بارے میں کیا ہے جس نے رسول کے نواسے کو قبر رسول اور وطن سے جدا کر دیا ہو؟ اس کے جواب میں ابن عباس نے دو آیتوں کی تلاوت

کی (۱)۔ جو کافروں اور گمراہوں سے متعلق تھیں پھر کہا کہ فرزند رسول ظالم لوگ جو کچھ کر رہے ہیں اللہ ان سے غافل نہیں ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ جو آپ سے دوری اختیار کرے اور آپ سے اور رسول اللہ ﷺ سے جنگ کی خواہش کرے وہ جہنمی ہے۔ اس پر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ بار الہا تو گواہ رہنا۔ یہ سن کر ابن عباس نے کہا کہ فرزند رسول کیا آپ میری مدد چاہتے ہیں؟ خدا کی قسم اگر میں آپ کی نصرت میں تلوار چلاؤں یہاں تک کہ سب کچھ میرے ہاتھ سے جاتا رہے جب بھی آپ کے حق کا عُشرِ عشیر بھی مجھ سے ادا نہیں ہوگا۔ آپ حکم فرمایئے میں تعمیل کے لئے حاضر ہوں۔

اس وقت عبداللہ بن عمر نے کہا کہ ابن عباس رکو اور یہ سب باتیں چھوڑو۔ پھر امام حسین علیہ السلام سے مخاطب ہوئے اور کہا کہ آپ بھی اپنے ارادے کو چھوڑیں اور مدینہ واپس چل کر وہی کریں جو لوگوں نے کیا ہے۔ اور اپنے وطن اور اپنے جد کے حرم سے دور نہ رہیں۔ اور اگر آپ بیعت کرنا پسند نہیں کرتے تو آپ سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔ امام حسین علیہ السلام نے شدت کے ساتھ اس مشورہ سے انکار کیا اور کہا کہ ﴿ **اف لهذا الكلام ابدا ما دامت السماوات والارض** ﴾ آسمان و زمین کے قیام تک اس مشورہ پر وائے ہوتی رہے۔ اگر میں اپنے فیصلے میں غلطی پر ہوں تو بتلاؤ۔ ابن عمر نے کہا کہ خدا گواہ ہے کہ آپ غلطی پر نہیں ہیں۔ اللہ اپنے رسول کے نواسے سے غلطی نہیں ہونے دے گا۔ آپ کو تو رسول سے طہارت اور برگزیدگی حاصل ہے۔ لیکن مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ آپ کا یہ حسین و جمیل چہرہ تلواروں سے مجروح ہو جائے گا۔ اور آپ اس امت سے وہ کچھ دیکھیں گے جو آپ کو پسند نہیں ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ لوگ مجھے نہیں چھوڑیں گے یہاں تک کہ مجھے قتل کر کے دم لیں گے۔ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام کے وہ جملے ہیں جو ناسخ التواریخ کے حوالہ سے نقل ہو چکے ہیں پھر ابن عباس سے امام حسین کا ایک مختصر خطاب ہے (۲)۔

عبداللہ بن عباس

جب عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب کو اطلاع ملی کہ حسین نے عراق جانے کا تہیّہ کر لیا

۱۔ سورۂ توبہ ۵۴، سورۂ نساء ۱۴۲۔۱۴۳

۲۔ الفتوح ج ۵ ص ۲۳، مقتل خوارزمی ج ۱ ص ۲۷۸

ہے توحسین کے پاس آئے اور کہا کہ میں نے لوگوں کی زبانی سنا ہے کہ آپ نے عراق جانے کا مصمم ارادہ کرلیا ہے کیا یہ صحیح ہے؟ آپ نے فرمایا ﴿**نعم قد اجمعت علی المسیر فی احد یومیّ ھذین انشاء اللہ تعالیٰ**﴾ ہاں میں نے طے کرلیا ہے کہ میں ایک دو دن میں کوفہ چلا جاؤں گا انشاءاللہ۔ یہ سن کر ابن عباس کو دکھ ہوا کہنے لگے ﴿**اعیذک باللہ**﴾ **من ھذا** خدا آپ کو پناہ میں رکھے۔ اب یہ بتلائیے کہ وہ لوگ جنھوں نے آپ کو کوفہ آنے کی دعوت دی ہے کیا انھوں نے اپنے حاکم کو ہلاک کرکے اور شہر پر قبضہ کرکے آپ کو دعوت دی ہے؟ اگر ایسا ہے تو آپ ضرور جائیں۔ دوسری صورت میں یہ لوگ آپ کو جنگ کرنے کے لئے بلا رہے ہیں۔ مجھے ان کے بارے میں اطمینان نہیں ہے۔ یہ عین ممکن ہے کہ وہ آپ سے دھوکہ اور دروغ گوئی سے کام لے رہے ہوں اور جنگ کے وقت آپ کا ساتھ چھوڑ کر آپ کے خلاف تلوار اٹھالیں۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اللہ سے استخارہ کروں گا اور دیکھوں گا کہ کیا ہوتا ہے (۱)۔ ابن اثیر کے مطابق ابن عباس کے جانے کے بعد عبداللہ ابن زبیر امام حسین کی خدمت میں حاضر ہوئے جسے آگے بیان کیا جائے گا۔

اس گفتگو سے ابن عباس مطمئن نہیں ہوئے لہٰذا دوبارہ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر کہنے لگے کہ مجھے سکون نہیں ہے۔ میں اس سفر میں آپ کی ہلاکت دیکھ رہا ہوں۔ عراق کے لوگ غدّار اور دھوکہ دینے والے لوگ ہیں۔ آپ اُن سے قریب نہ ہوں۔ آپ اہل حجاز کے سید و سردار ہیں آپ اسی شہر میں رہیں اور اگر عراق کے لوگ سچے ہیں تو آپ انھیں لکھ دیں کہ وہ اپنے حاکم کو شہر بدر کردیں پھر آپ کوفہ تشریف لے جائیں اور اگر آپ مکہ چھوڑنے کا ارادہ کرچکے ہیں تو مناسب یہ ہے کہ آپ یمن تشریف لے جائیں۔ وہاں قلعے ہیں، درّہ ہیں اور وسیع و عریض علاقہ ہے اور وہاں آپ کے والد کے چاہنے والے بھی ہیں۔ وہاں آپ لوگوں سے دور رہیں گے۔ وہاں سے خطوط لکھیں، لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیں تو اس طریقہ سے آپ امن و عافیت کے ساتھ اپنے مقصد میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔ اس کے جواب میں امام حسین علیہ السلام نے بتلایا کہ وہ عراق جانے کو طے کرچکے ہیں۔ اس پر ابن عباس نے عرض کی کہ اگر آپ جا ہی رہے ہیں تو اپنے ہمراہ خواتین اور بچوں کو نہ لے جائیں اس لئے کہ مجھے ڈر ہے کہ آپ کو قتل کردیا جائے گا جیسے کہ عثمان کو قتل کیا گیا تو ان کی عورتیں اور بچے دیکھ رہے تھے۔ آپ نے حجاز سے سفر کرنے کا فیصلہ کرکے ابن زبیر کی آنکھیں ٹھنڈی کردیں۔

۱۔ تاریخ کامل ج ۴ ص ۱۵

آج کل تو آپ کے ہوتے ہوئے کوئی ان کی طرف دیکھتا بھی نہیں۔ پھر ابن عباس نے انتہائی رنج واندوہ سے امام حسین علیہ السلام سے کہا ﴿ واللہ الذی لا الہ الا ھو لواعلم انی ان اخذت بشعرک و ناصیتک حتی یجتمع علینا الناس اطعتنی فاقمت لفعلت ﴾ اس خدا کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اگر مجھے معلوم ہو کہ میں اگر آپ کے سر اور پیشانی کے بالوں کو پکڑلوں یہاں تک کہ لوگ ہمارے گرد جمع ہو جائیں اور آپ یہ صورت حال دیکھ کر میری بات مان لیں گے اور یہیں قیام پذیر ہو جائیں گے تو میں یہ بھی کر بیٹھتا(۱)۔

عبداللہ بن زبیر

ابن اثیر لکھتے ہیں کہ ابن عباس گئے اور عبداللہ بن زبیر اندر داخل ہوئے اور کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ ہم جو مہاجرین کی اولاد اور خلافت کی بہتر صلاحیت رکھنے والے لوگ ہیں اسے دوسروں کے لئے کیوں چھوڑ دیں اور آل ابی سفیان سے مقابلہ نہ کریں۔ اب آپ ارشاد فرمائیں کہ آپ کس طرف تشریف لے جانے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اشراف کوفہ اور چاہنے والوں نے مجھے دعوت دی ہے۔ میں نے اسے قبول کرلیا ہے اور اب اُدھر ہی جاؤں گا۔ ابن زبیر نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ اگر وہاں آپ کی طرح میرے دوست اور چاہنے والے ہوتے تو میں اُدھر ہی جاتا۔ پھر انھیں تہمت لگنے کا خیال آیا تو کہنے لگے کہ ﴿اما انک لو اقمت الحجاز ثم اردت ھذا الامر ھٰھنا لما خالفنا علیک و ساعدناک و بایعناک و نصحناک﴾ اگر آپ حجاز ہی میں رک کر خلافت کے خواہشمند ہوں تو میں آپ کی مخالفت نہیں کروں گا بلکہ آپ کی مدد کروں گا۔ امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا کہ میرے والد نے ارشاد فرمایا ہے کہ ﴿ان لھا کبشاً بہ تستحل حرمتھا فما احب ان اکون ذلک الکبش﴾ ایک سردار حرم خدا کے اندر قتل کیا جائے گا مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ وہ سردار میں ہوں اور میری وجہ سے لوگ کسی حرام کو حلال قرار دے لیں۔ (اس میں حملۂ حجاج اور ابن زبیر کے قتل کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے)۔ ابن زبیر نے کہا کہ ایک صورت یہ بھی ہے کہ آپ حرم میں قیام کریں اور مجھے اپنی طرف سے معین کر دیں میں ہرگز آپ کی نافرمانی

۱۔ تاریخ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۱۶

نہیں کروں گا۔امام حسین علیہ السلام نے جواب میں کہا کہ میں اس بات سے بھی متفق نہیں ہوں۔ پھر ابن زبیر نے کوئی بات آہستہ سے کہی۔امام حسین علیہ السلام نے اصحاب سے پوچھا کہ تم جانتے ہو انہوں نے کیا کہا؟ سب نے نفی میں جواب دیا۔تو اپ نے فرمایا کہ انھوں نے یہ کہا کہ آپ مسجد الحرام ہی میں رہیئے میں لوگوں کو آپ کی بیعت کی طرف دعوت دوں گا۔ پھر آپ نے ابن زبیر سے فرمایا کہ خدا کی قسم مجھے حرم خدا میں قتل ہونے سے حرم سے ایک بالشت باہر قتل ہونا زیادہ پسند ہے اور مجھے دو بالشت کا فاصلہ ایک بالشت کے فاصلے سے زیادہ پسند ہے۔خدا کی قسم میں اگر کسی جانور کے بھٹ میں بھی چھپ جاؤں تو بنی امیہ مجھے باہر نکال کر قتل کردیں گے تا کہ اپنے مقصد کو پورا کرسکیں۔ بخدا بنی امیہ میرے قتل میں حد سے تجاوز کر جائیں گے جیسا کہ یہودیوں نے سبت کے سلسلے میں کیا تھا۔اگر میں حرم سے ایک ہاتھ باہر شہید کیا جاؤں تو یہ مجھے حرم کے اندر شہید ہونے کی نسبت پسند ہے۔ جب عبداللہ بن زبیر چلے گئےتو اپ نے فرمایا کہ یہ چاہتے ہیں کہ میں حجاز کو ان کے لئے خالی کر کے عراق چلا جاؤں اس لئے کہ میرے ہوتے ہوئے لوگ ان کی بات نہیں مانیں گے(۱)۔

ابن عباس اور ابن زبیر

ابن اثیر جزری ابتدائی چند سطریں اور فرہاد مرزا تفصیل سے لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس امام حسین علیہ السلام سے مل کر نکلے تھے کہ کسی مقام پر ان کا گزر عبداللہ بن زبیر کے پاس سے ہوا تو انھوں نے ابن زبیر کے کندھے پر ہاتھ مارا اور کہا کہ اے ابن زبیر تمھاری آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں کہ حسین حجاز کو تمھارے لئے خالی چھوڑ کر عراق جارہے ہیں۔ پھر طرفہ کے یہ اشعار پڑھے:

یا لك من قنبرة بمعمر | خلا لك الجو فبیضی و اصفری
و نقری ما شئت ان تنقری | قد رفع الفخ فماذا تحذری
هذا الحسین سائر فابشری (۲)

۱۔ تاریخ کامل بن اثیر ج۴ ص۱۶

۲۔ اس میں چار مصرع طرفہ بن عبد کے ہیں اور غالباً پانچواں مصرع ابن عباس کا ہے۔ یہ اشعار مختلف تعداد اور مختلف طریقوں سے کتابوں میں نقل ہوئے ہیں۔ قنبرہ ایک خوش آواز پرندہ ہے جسے اردو میں چنڈول اور فارسی میں چکاوک کہا جاتا ہے۔ معمر ایک جگہ کا نام ہے۔

اے معمر کی چڑیا! فضا تیرے لئے سازگار ہے تو انڈے دے اور گاتی رہ۔
اور جتنے چاہے انڈے توڑ توڑ کر بچے نکالتی رہ۔
جال ہٹالیا گیا اب تجھے کس بات کا ڈر؟
اور تجھے خوشخبری ہو کہ حسین اب سفر کر رہے ہیں۔

ابن زبیر نے جواب میں کہا کہ تم لوگوں کا گمان یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خلافت فقط تم لوگوں کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسروں کا اس میں کوئی حق نہیں ہے۔ ابن عباس نے جواب دیا کہ گمان تو وہ کرتا ہے جسے شک ہو ہمیں تو اپنے استحقاق کا یقین ہے۔ اب تم بتاؤ کہ کس بنیاد پر خلافت کے خواہشمند ہو؟ ابن زبیر نے کہا اس کی بنیاد میری شرافت اور بزرگی ہے جو مجھ میں پائی جاتی ہے۔ ابن عباس نے جواب میں کہا کہ تم میں جو بھی شرافت پائی جاتی ہے اس کا سبب خاندانِ رسالت سے نسبت ہے اگر یہ بات صحیح ہے تو ہم تم سے زیادہ حقدار ہیں اس لئے کہ ہم تو خود خاندانِ رسول ہیں۔ ابن زبیر کے غلام نے مداخلت کرتے ہوئے کہا اے ابن عباس ان باتوں کو چھوڑیئے اس لئے کہ نہ آپ لوگ ہمیں پسند کرتے ہیں اور نہ ہم آپ لوگوں کو پسند کرتے ہیں۔ اس پر ابن زبیر نے اپنے غلام کو طمانچہ مارا کہ میرے ہوتے ہوئے تم کیوں بات کر رہے ہو۔ ابن عباس نے کہا کہ اسے مارنے سے کیا ہوگا مار کھانے کا تو وہ مستحق ہے جو معقول بات نہ کہے اور دین سے نکل جائے۔ ابن زبیر نے پوچھا وہ کون ہے؟ ابن عباس نے جواب دیا کہ تم ہو۔ بات بڑھ سکتی تھی کہ قریش کے اکابر نے بیچ میں پڑ کر معاملہ کو رفع دفع کرادیا(۱)۔

عمر بن عبد الرحمٰن بن حارث

عمر بن عبد الرحمٰن بن حارث بن ہشام مخزومی کا شمار قریش کے اکابر میں ہوتا ہے۔
مورخین نے کچھ فرق کے ساتھ بیان کیا ہے کہ وہ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں ایک عرض لے کر حاضر ہوا ہوں۔ رشتہ داری اور قرابت مجھے آمادہ کر رہی ہے کہ اگر آپ مجھے اپنا خیر خواہ سمجھتے ہیں تو میں کچھ باتیں آپ کی خدمت میں پیش کروں۔ آپ نے فرمایا کہ کہو اس لئے کہ تم ایسے نہیں ہو کہ تمھیں

۱۔ تاریخ کامل بن اثیر ج ۴ص ۳۷، قمقام زخار ص ۲۷۹

متہم کیا جائے۔ اس نے عرض کی کہ امیرالمومنین علیہ السلام کی اس طاقت وقوت کے باوجود جو انھیں حاصل تھی اہل کوفہ نے ان کے ساتھ بے وفائی کی۔ انھوں نے آخرت کی جگہ دنیا کو اختیار کیا۔ امیرالمومنین علیہ السلام کی مخالفت کی اور انھیں شہید کردیا اور وہ جوارِ الٰہی میں چلے گئے۔ پھر آپ کے بھائی امام حسن کی ساتھ انھوں نے جو سلوک کیا وہ بھی آپ کی نگاہ میں ہے۔ آپ ان کوفیوں کے کرتوت دیکھتے ہوئے بھی شامیوں سے جنگ لڑنے کے لئے ان کے پاس جارہے ہیں۔ جب کہ کوفہ میں اموی حکومت کے کارندے بیٹھے ہوئے ہیں اور بیت المال ان کے قبضہ میں ہے۔ لوگ تو درہم و دینار کے بندے ہیں۔ بنی امیہ کی حکومت انھیں رشوتیں دے کر خرید لے گی۔ مجھے خوف ہے کہ جن لوگوں نے آپ سے نصرت کا وعدہ کیا ہے وہی آپ سے جنگ کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ عمر بن عبدالرحمٰن نے ایک طویل گفتگو کی اس کے جواب میں امام حسین علیہ السلام نے فرمایا ﴿جزاك الله يابن عم خيرا﴾ اے ابن عم! اللہ تمھیں جزائے خیر دے۔ اللہ جو چاہے گا وہی ہوگا۔ تم ایک بہترین اور پرخلوص نصیحت کرنے والے ہو چاہے میں اسے قبول کروں یا نہ کروں۔ اس نے جواب میں کہا ﴿عند الله نحتسب يا ابا عبد الله﴾ یا اباعبداللہ! ہم آپ کی مصیبت میں اللہ سے اجر کے طلب گار ہیں۔ یہ کہہ کر وہ اٹھا اور حارث بن خالد بن عاص بن ہشام مخزومی کو، جو والی مکہ تھا، ملاقات کی پوری روداد سنا دی (۱)۔

جابر بن عبداللہ انصاری

بعض لوگوں نے تحریر کیا ہے کہ جابر بن عبداللہ انصاری امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے عرض کی کہ آپ مکہ سے تشریف نہ لے جائیں لیکن امام حسین علیہ السلام نے مشورہ قبول نہیں فرمایا ابن کثیر دمشقی نے اپنی تاریخ میں تحریر کیا ہے کہ جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے حسین سے بات کی اور کہا کہ خدا سے ڈریں اور لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ لڑائیں۔ خدا کی قسم آپ جو کام کررہے ہیں اسے سراہا نہ جائے گا لیکن آپ نے میرا کہانہ مانا (پور بتول ص ۵۳)۔ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری ایک جلیل القدر صحابی اور آلِ محمد کے عارف تھے۔ ان کی طرف منسوب کلام میں جو گستاخی ہے وہ راوی اور روایت کے جھوٹے

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۸۶۔۲۸۷، تاریخ کامل بن اثیر ج ۴ ص ۱۵، کتاب الفتوح ج ۵ ص ۶۴، قمقام زخار ص ۲۸۰

ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ابن کثیر کے مطابق یہ مکہ کا واقعہ ہے جب کہ ہم مدینہ سے روانگی کے ذیل میں حضرت جابر کی ملاقات نقل کر آئے ہیں۔ہم نے روایت کی تلخیص لکھی تھی۔تفصیلی روایت مدینۃ المعاجز کے حوالہ سے معالی السبطین میں ہے جس کے آخر میں مذکور ہے کہ امام حسین چلے گئے اور جابر مدینہ میں ان کے حالات معلوم کرنے کے منتظر رہے یہاں تک کہ قتل حسین کی خبر آ گئی۔یعنی مدینہ کی ملاقات امام حسین علیہ السلام سے جابر کی آخری ملاقات تھی۔صاحب معالی السبطین کی تحریر کے سیاق وسباق سے بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ جابر کی ملاقات کو مدینہ ہی کا واقعہ قرار دیتے ہیں(۱)۔شیخ عباس قمی نے بھی اسے مدینہ ہی کا واقعہ قرار دیا ہے(۲) اور یہی صحیح ہے۔اس اعتبار سے بھی ابن کثیر کی روایت جھوٹی قرار پاتی ہے۔

مِسوَر بن مَخرَمہ

یہ ہجرت کے دو سال بعد متولد ہوئے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت آٹھ سال کے تھے۔آپ کے راویوں میں شمار ہوتے ہیں۔حضرت عمر کی صحبت میں رہے اور حضرت عثمان کے قاصد بن کر دمشق گئے۔عبداللہ بن زبیر کے ساتھ مکہ میں تھے۔منجنیق کے پتھر سے زخمی ہوئے اور کچھ دنوں بعد انتقال کیا۔ابن کثیر کے مطابق مسور بن مخرمہ نے آپ کو لکھا کہ خبردار اہل عراق کے مکتوبات اور ابن زبیر کے اس قول کے فریب میں نہ آئیں کہ آپ وہاں چلے جائیں وہ آپ کی مدد کریں گے(۳)۔لطف کی بات یہ ہے کہ مسور نے بعد میں خود عبداللہ بن زبیر کی بیعت اختیار کر لی۔

ایک قول کے مطابق خط کا مضمون یہ تھا کہ آپ ہرگز اہلِ عراق کے خطوط اور دعوت پر توجہ نہ دیں۔اگر ابنِ زبیر آپ سے یہ کہیں کہ آپ عراق جائیں تو لوگ آپ کی مدد کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے، تو آپ ان کی بات پر توجہ نہ دیجئے گا۔اگر اہلِ عراق آپ کے مشتاق ہوں گے تو اپنی سواریوں پر سوار ہو کر آپ کی طرف دوڑیں گے۔اگر ایسا ہو جائے تو آپ طاقت اور توانائی کے ساتھ ان کے پاس جائیں گے۔امام حسین علیہ السلام نے اس خط کو پڑھنے کے بعد مسور کے اخلاص اور جذبہ کی تعریف کی اور قاصد سے کہا کہ ﴿**استخیر**

۱۔ معالی السبطین ج ۱ ص ۲۱۷
۲۔ نفس المہموم ص ۲۹
۳۔ پور بتول ص ۵۳

﴿الله فی ذلك﴾ میں اپنے کام میں خداوند عالم سے خیر کی دعا مانگتا ہوں (۱)۔

عمرہ بنت عبدالرحمٰن

یہ خاتون حضرت عائشہ کی تربیت یافتہ تھیں۔ ابن کثیر کے مطابق انہوں نے امام حسین کو ایک خط لکھا جس میں انہوں نے آپ کے خروج کو ایک بہت بڑا المیہ قرار دیا اور آپ سے اطاعت اور لزومِ جماعت کی درخواست کی اور آپ کو متنبہ کیا کہ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ پچھڑنے کے مقام کی طرف ہانکے جائیں گے۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہتے سنا ہے وہ یہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ حسین کو ارض بابل میں قتل کیا جائے گا۔ ﴿یقتل حسین بارض بابل﴾ جب آپ نے یہ خط پڑھا تو فرمایا کہ پھر تو میرے عراق جانے اور پچھاڑے جانے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے ﴿فلا بد لی اذن من مصرعی﴾۔ (۲)

ابن کثیر کے مطابق ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے زبردستی (مدینے سے) نکل آئے۔ میں نے کہا اپنے آپ پر ترس کھائیں۔ گھر بیٹھے رہیں اور اپنے امام کے خلاف خروج نہ کریں (۳)۔ تاریخ البدایۃ والنہایہ کے عربی متن میں ابو سعید خدری کا ایک اور بھی مکالمہ ہے جسے مترجم نے نکال دیا ہے، جس میں اس مکالمہ جیسی گستاخی اور دریدہ ذہنی نہیں ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رسول اکرم کے ایک جلیل القدر صحابی ہیں۔ ان کی طرف اس جھوٹے قول کو منسوب کر کے مصنف اور مترجم دونوں نے یزید پسندی کا ثبوت دیا ہے۔ اگر ابن کثیر کے بیانات کو گہری نظر سے دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے بہت غیر محسوس طریقہ سے شانِ آل محمد کو گھٹانے اور یزید کو محفوظ کر دینے کا دمشقی فریضہ انجام دیا ہے۔

عبداللہ بن جعفر طیار

طبری نے امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب ہم مکہ سے باہر نکلے تو

۱۔ بحوالہ تاریخ ابن عساکر (محمودی) ص ۲۰۲

۲۔ پور بتول ص ۵۴

۳۔ پور بتول ص ۵۳

عبداللہ بن جعفرِ طیار نے آپ کو ایک خط لکھا اور اپنے دونوں بیٹوں عون ومحمد کے ساتھ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں بھیج دیا۔ اس خط کا متن یہ تھا ﴿اما بعد فانی اسئلك بالله لما انصرفت حین تنظرفی کتابی فانی مشفق علیك من الوجه الذی تتوجه له ان یکون فیه هلاكك واستیصال اهل بیتك ان هلکت الیوم طفیٰ نور الارض فانك علم المهتدین و رجاء المومنین فلا تعجل بالسیر فانی فی اثر الکتاب والسلام﴾(۱)۔ امابعد میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ میرے اس خط کے پہنچنے پر آپ واپس ہو جائیں۔ آپ نے جو امر اختیار کیا ہے اس کے سبب میں آپ کے بارے میں سخت پریشان ہوں۔ اس میں آپ کی ہلاکت اور آپ کے خاندان کی تباہی ہے۔ اگر آپ دنیا سے چلے جائیں تو زمین کا نور بجھ جائے گا اس لئے کہ آپ ہدایت یافتہ افراد کا نشان وعلم اور صاحبانِ ایمان کی امید ہیں۔ آپ سفر میں عجلت سے کام نہ لیں میں اس خط کے پیچھے آرہا ہوں۔ ابن اعثم کوفی کے مطابق جب یہ خبر مدینہ میں مشہور ہوئی کہ امام حسین علیہ السلام عراق جانے والے ہیں تو عبداللہ بن جعفر نے خط لکھا جس کا مضمون کم وبیش وہی ہے جو طبری سے نقل ہو چکا ہے لیکن اس خط میں امام حسین علیہ السلام کو ﴿انت نور الهدیٰ و امیر المومنین﴾ (ہدایت کا نور اور مومنوں کا امیر) لکھا گیا ہے اور یہ بھی تحریر ہے کہ آپ عراق جانے میں جلدی نہ کریں میں آپ کے لئے یزید اور سارے بنی امیہ سے جان مال اور اہل خاندان کا امان نامہ حاصل کرلوں گا۔ مقتل خوارزمی میں بھی کم وبیش یہی مضمون ہے (۲)۔

عبداللہ اس خط کو بھیجنے کے بعد انتہائی سرعت کے ساتھ حاکمِ مکہ عمرو بن سعید بن عاص کے پاس پہنچے اور اس سے کہا کہ تم حسین کے نام ایک خط لکھو جس میں امان دینے کا اور نیکی کرنے اور انعامات سے نوازنے کا وعدہ کرو اور انھیں لکھو کہ وہ سفر سے واپس آجائیں۔ اور اس خط کو اپنے بھائی یحییٰ بن سعید کے ہمراہ روانہ کرو تا کہ حسین کو تمھاری سنجیدہ کوشش پر اطمینان حاصل ہو۔ حاکمِ مکہ نے کہا کہ تم جو چاہتے ہو وہ لکھ کر لاؤ میں اس پر دستخط کر کے مہر لگا دوں گا۔ طبری کی اس روایت کے مطابق خط جناب عبداللہ بن جعفر نے لکھا اور حاکم مکہ نے اس پر دستخط کئے لیکن ابن اعثم کوفی، خوارزمی، فرہاد مرزا اور صاحب ناسخ التواریخ کے مطابق عمر بن

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۹۱، تاریخ کامل ج ۴ ص ۱۷

۲۔ الفتوح ج ۵ ص ۶۷، مقتل خوارزمی ج ۱ ص ۳۱۲

سعید بن عاص نے خط خود تحریر کیا۔ شیخ مفید نے بھی یہی تحریر کیا ہے(۱)۔

عبداللہ کے خط کا جواب

امام حسین علیہ السلام نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا ﴿ اما بعد ان کتابك ورد علیّ فقرأته و فهمت ماذکرت واعلمك انی رأیت جدی رسول الله فی منامی فخبرنی بأمروانا ماض له لی کان أو علیّ والله یا بن عمی لو کنت فی حجر هامّة من هوام الارض لاستخرجونی و یقتلونی والله یا بن عمی لیعدینّ علیّ کما عدت الیهود علی السبت والسلام ﴾ (۲)۔ آپ کا خط ملا اور میں اس کے مضمون سے آگاہ ہوا۔ اب میں آپ کو بتلاتا ہوں کہ میں نے اپنے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور انہوں نے مجھے ایک حکم دیا جسے میں یقیناً انجام دوں گا۔ خواہ وہ میرے حق میں ہو یا خلاف ہو۔ اے پسر عم بخدا اگر میں کسی جانور کے سوراخ میں بھی ہوتا تو یہ (بنی امیہ) مجھے نکال کر قتل کر دیتے۔ اے پسر عم بخدا یہ لوگ ایسا ہی ظلم و جور کریں گے جیسا یہودیوں نے سبت کے دن کے ساتھ کیا تھا۔

خط اور جواب

حاکم مکّہ کے خط کا اصل مضمون یہ تھا کہ میں آپ کے لئے خدا سے یہ چاہتا ہوں کہ وہ آپ کو ہلاکت و بربادی سے روکے اور ہدایت کی راہ دکھلائے۔ مجھے آپ کے عراق جانے کی اطلاع ملی ہے۔ میں آپ کو اختلاف و افتراق پیدا کرنے سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ مجھے آپ کی ہلاکت کا خوف ہے۔ میں عبداللہ بن جعفر اور یحییٰ بن سعید کو آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔ آپ ان کے ساتھ میرے پاس آجائیں۔ آپ کے لئے امان بھی ہے دوسری بھلائیاں بھی ہیں۔ امام نے خط پڑھ کر اس کا جواب تحریر فرمایا ﴿ اما بعد فانه لم یشأ قق الله ورسوله من دعا الی الله عزوجل و عمل صالحا و قال اننی من المسلمین و قد دعوت الی الامان والبروالصلة فخیر الامان امان الله ولن یؤ من الله

۱۔ ارشاد مفید ج۲ ص۶۹

۲۔ الفتوح ج۵ ص۶۷، مقتل خوارزمی ج۱ ص۳۱۲

يـوم الـقيـامة مـن لم يخفه فى الدنيا فنسئل الله مخافة فى الدنيا توجب لنا امانه يوم القيـامة فـان كـنـت نويـت بـالكتـاب صلتى و برّى فجزّيت خيرا فى الدنيا والآخرة والسلام ﴾ ۔(۱)

ترجمہ

والی مکہ عمرو بن سعید کی بدنیتی اس سے واضح ہوتی ہے کہ جیسے ہی امام حسین علیہ السلام کا قافلہ شہر مکہ سے باہر آیا والی مکہ عمرو بن سعید بن عاص نے اپنے بھائی یحییٰ بن سعید کو ایک دستے کے ساتھ بھیجا کہ وہ حسین کو جانے سے روک لے۔ وہ لوگ آئے اور آپ سے کہا کہ ﴿ انصرف این تذهب ﴾ واپس پلٹو کہاں جا رہے ہو۔ آپ نے انکار کرتے ہوئے سفر کو جاری رکھا۔ اس پر والی مکہ کا دستہ حسینی گروہ سے متصادم ہو گیا اور حسین اور اصحابِ حسین نے شدت کیساتھ ان سے مزاحمت کی۔ طبری کے مطابق دونوں گروہوں نے مزاحمت کے وقت تازیانوں کا استعمال کیا۔ جب امام حسین علیہ السلام چلتے رہے تو گروہ مخالف نے انھیں مخاطب کیا ﴿ يا حسين الا تتقى الله تخرج من الجماعة و تفرق بين هذه الامة ﴾ اے حسین آپ اللہ سے نہیں ڈرتے کہ جماعت سے خارج ہو رہے ہیں اور امت میں افتراق پیدا کر رہے ہیں؟ آپ نے جواب میں آیت کی تلاوت فرمائی ﴿ لى عملى و لكم عملكم انتم برئيون مما اعمل و انا برئ مما تعملون ﴾ میرا عمل میرے لئے ہے اور تمھارا عمل تمھارے لئے ہے۔ میں جو کر رہا ہوں اس سے تم آزاد ہو اور تم جو کر رہے ہو اس سے میں بری ہوں (۲)۔

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۹۲، مقتل خوارزمی ج ۱ ص ۳۱۲

۲۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۸۹

مکہ سے روانگی

شیخ مفید تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مسلم بن عقیل کا خروج کوفہ میں منگل کے دن آٹھ ذی الحجہ سن ۶۰ ہجری کو ہوا اور آپ بدھ کے دن روز عرفہ نو ذی الحج کو شہید ہوئے اور حسین علیہ السلام نے مسلم کے خروج کے دن روزِ ترویہ مکہ سے عراق کی طرف رُخ کیا۔ آپ نے مکہ میں شعبان کے باقی دن، پورا ماہِ رمضان، ماہِ شوال اور ماہِ ذی القعدہ اور ماہ ذی الحج سن ساٹھ کی آٹھ راتیں گذاری تھیں۔ مکہ کے قیام کے دوران آپ کے پاس حجاز اور بصرہ کے چند افراد جمع ہو گئے تھے۔ یہ آپ کے اہلِ خاندان اور موالیوں کے علاوہ تھے (۱)۔

صاحبِ ریاض القدس لکھتے ہیں کہ تاریخِ طبری میں ہے کہ لوگوں کا ایک جمّ غفیر اور انبوہ کثیر امام حسین علیہ السلام کی سلطنت کی امید میں ساتھ ہو گیا اور کچھ لوگ محبت اور عقیدت کی بنیاد پر آپ کے ساتھ چلے۔ وہ لوگ جو اخلاص اور عشق و مودت کے ساتھ ہمراہ ہوئے ان میں سب سے پہلے عباس بن علی اپنے چھ یا سات بھائیوں کیساتھ کمر بستہ حاضر ہوئے۔ جعفر بن علی، عثمان بن علی، عمر بن علی، ابوبکر بن علی، عبداللہ بن علی، محمد بن علی اور ابراہیم بن علی۔ امام حسن علیہ السلام کے پانچ بیٹے ساتھ ہوئے، حسن بن حسن، قاسم بن حسن، احمد بن حسن، عبداللہ بن حسن اور ابوبکر بن حسن۔ انکے ساتھ اولادِ مسلم، اولادِ عقیل، اولادِ جعفر اور اولادِ عبداللہ بن جعفر یہ سب پندرہ اشخاص تھے۔ اور دو بیٹے امام حسین علیہ السلام کے امام زین العابدین علیہ السلام اور حضرتِ علی اکبر ہمراہ تھے (۲)۔

۱۔ ارشاد مفید ج ۲ ص ۶۶

۲۔ ریاض القدس ج ۱ ص ۱۴۸

صاحبِ ریاض القدس لکھتے ہیں کہ چون علیامکرمه مجلله محترمه خواتون الخواتین حضرت زینب دختر پادشاہِ عرب قدم بد هلیز خانه نهاد قمر بنی هاشم شمشیر کشی و فریاد برآورد غضوا ابصارکم و طأطأ وا روسکم چشمها ببندید و سرهابزیر اندازید حوراء انسیه دُختر شاہ عراق خواہرِ سلطانِ حجاز بضعۂ فاطمۂ زہرا حضرت زینب خواتون علیہا سلام الله بیرون تشریف می آورند و مردم صورتها بدیوار کرده صورتها بزیر انداختند۔ علیا مکرمه بیرون آمد چشمش بقامتِ جوانان هاشمی نشان افتاد گریه بر دختر امیر عرب مستولی شد قاسم دوید کرسی بزمین نهاد علی اکبر دوید پردۂ کجاوه گرفت عباس ابن امیر زانو خم کرد امام حسین زیرِ بغلِ خواہر گرفت باین عزت و احترام سوار گردید (۱)۔ جب عظیم المرتبت خاتون حضرت زینب بنتِ امیر المومنین نے گھر کی ڈیوڑھی سے باہر قدم رکھا تو قمر بنی ہاشم حضرت ابوالفضل العباس نے تلوار کھینچ لی اور باآوازِ بلند ارشاد فرمایا کہ ﴿غضوا ابصار کم وطأ طأ وا رؤسکم﴾ اے لوگو اپنی آنکھیں بند کرو اور سروں کو نیچا کرلو۔ امیر المومنین علیہ السلام کی بیٹی اور سلطانِ حجاز کی بہن اور جنابِ فاطمہ زہرا کی لختِ جگر حضرتِ زینب سلام اللہ علیہا باہر تشریف لا رہی ہیں۔ لوگوں نے چہرے دیوار کی طرف کر لئے اور سروں کو جھکا لیا تو شہزادی باہر تشریف لائیں۔ جب ہاشمی جوانوں پر آپ کی نگاہ پڑی تو آپ پر رقت طاری ہوئی۔ قاسم نے دوڑ کر کرسی زمین پر رکھی، علی اکبر نے دوڑ کر محمل کا پردہ تھاما عباس بن علی نے زانو کو خم کیا امام حسین علیہ السلام نے بہن کو سہارا دیا اور اس عزت و احترام کے ساتھ شہزادی سوار ہوئیں۔

جب حسین کا قافلہ چلا تو پورا شہر مکہ حزن و اندوہ میں ڈوبا ہوا تھا اور ہر شخص سوگوار اور اشک بار تھا (۲)۔

۱۔ ریاض القدس ج ا ص ۱۴۸

۲۔ صواعق محرقہ ص ۱۸

منازلِ سفر

گزشتہ زمانوں میں، دورانِ سفر، ایک دن میں جو مسافت طے کی جاتی تھی اُسے منزل کہا جاتا ہے۔ لوگ پیدل اور سواریوں کے ذریعہ سفر کرتے اور منزل پر پہنچ کر آرام کرتے اور سواریاں تبدیل کرتے تھے۔ دو منزلوں کے درمیان کا فاصلہ معین نہیں تھا لیکن عام طور سے چار فرسخ پر ایک منزل ہوتی تھی۔ امام حسین علیہ السلام نے دوران سفر جو منزلیں طے فرمائیں ان کی کچھ تفصیلات تاریخ و مقتل کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ آپ نے ہر منزل پر شب بسری نہیں فرمائی بلکہ کسی منزل سے گزر گئے، کہیں مختصر قیام کیا اور کہیں روز و شب کا قیام فرمایا۔ بعض مقتل نگاروں کے مطابق ابن شہر آشوب کی بیان کردہ منازل یہ ہیں۔ ذات عرق، حاجر، خزیمیہ، ثعلبیہ، شقوق، شراف، نینوا، عذیب الہجانات، کربلا۔ معجم البلدان میں ان منازل کی تعداد و ترتیب مختلف ہے۔

سید مہدی نے ریاض المصائب میں ان اختلافات پر مختصر روشنی ڈال کر یہ تحریر کیا ہے کہ منزلوں کی ترتیب معلوم کرنے کا کوئی خاص فائدہ نہیں ہے۔ اصل مقصد تو ان واقعات کا بیان ہے جو ان منازل میں پیش آئے ہیں (۱)۔ فاضل قزوینی نے تحریر کیا ہے کہ منازل کی تعیین اور ان میں پیش آنے والے واقعات کا بیان اہم ہے۔ مورخین و محدثین کے درمیان اس موضوع میں اختلافات ہیں لیکن ہم وہی لکھیں گے جو حق اور صحیح ہے

۱۔ ریاض المصائب ص ۲۷۵

اور کہیں کہیں اختلافات کو بھی بیان کریں گے (۱)۔ فاضل قزوینی کے اس دعوے پر اعتماد کرتے ہوئے ہم نے بیشتر انہیں کی ترتیب کو ترجیح دی ہے۔ انہوں نے منزلوں کے ساتھ دن اور تاریخ کو بھی معین کیا ہے جسے ذہنی تحفظات کے سبب نقل نہیں کیا گیا۔

ابطح

یہ منزل مکہ اور منیٰ کے درمیان ہے اور مکہ کی نسبت منیٰ سے زیادہ قریب ہے (۲)۔ یہ منیٰ کی سرحد سے شروع ہو کر مقبرۂ معلیٰ (قبرستان حجون) تک جاتی ہے۔ اس مقام پر امام حسین علیہ السلام کی ملاقات یزید بن ثبیت بصری سے ہوئی (۳)۔ وہ اپنے دو بیٹوں کے ساتھ امام حسین علیہ السلام کے شریک سفر ہوئے اور کربلا میں شہید ہوئے (۴)۔

تنعیم

یہ منزل مدینہ کے راستے پر واقع حلِ سے قریب ترین ہے اور اہل مکہ اسی منزل سے عمرہ کے لئے احرام باندھتے ہیں۔ مکہ اور تنعیم میں تین یا چار میل کا فاصلہ ہے۔ آج یہ جگہ مسجد عائشہ کے نام سے معروف ہے۔ اس مقام پر امام حسین علیہ السلام نے یمن سے آنے والے ایک قافلہ سے اپنے اصحاب اور اسباب کے لئے اونٹ کرائے پر لئے اور ساربانوں سے کہا اگر کوئی ہمارے ساتھ چلنا چاہے تو ہم اس کا کرایہ ادا کرینگے اور اس سے حسن سلوک کریں گے اور اگر کوئی راستہ میں ہم سے جدا ہونا چاہے تو ہم مقدارِ سفر کے مطابق اس کا کرایہ ادا کریں گے۔ ان میں سے کچھ لوگ آپ کے ہم سفر ہوئے اور کچھ الگ ہو کر اپنی منزل کی طرف چل پڑے (۵)۔ طبری کے مطابق یمن سے آنے والے اس قافلہ میں وہ مال و متاع تھا جو یمن کے والی بجیر بن

۱۔ الامام الحسین واصحابہ ج۱ص۱۵۰
۲۔ معجم البلدان ج۱ص۷۴
۳۔ نفس المہموم ص۴۸
۴۔ تنقیح المقال ج۳ص۳۲۵
۵۔ ارشاد مفید ج۲ص۶۸

یسار نے یزید کے لئے شام روانہ کیا تھا۔امام نے حکم دیا کہ اس مال کو ضبط کر لیا جائے (۱)۔ یزید اپنی مملکت میں قتلِ حسین کا حکم دے چکا تھا اور آپ اپنی جان کی سلامتی کے لئے شہر تبدیل کر رہے تھے ایسے میں قاتل کا کچھ مال ومتاع سامنے آیا۔اسے ضبط کر کے قاتل کو معاشی نقصان پہنچانا حکمتِ عملی کے عین مطابق ہے۔اس سے قبل بدر اولیٰ میں ایسا ہی ایک واقعہ ہو چکا ہے۔بعض محققین نے رجال بحر العلوم کے حوالہ سے اس واقعہ کی تردید کی ہے کہ سید بحر العلوم اسے مقام امامت کے خلاف جانتے ہیں (۲)۔

شعبی کی روایت کے مطابق عبداللہ بن عمر اپنے تالاب پر تھے جب انہیں امام حسین علیہ السلام کے عراق جانے کی اطلاع ملی تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو حکومت وقت سے اختلاف پر ہونے والے نقصانات بتلائے اور حکومت کے سامنے تسلیم ہو جانے کا مشورہ دیا۔امام حسین علیہ السلام نے انکار فرماتے ہوئے ابن عمر سے جو جملے کہے اس میں یہ بھی فرمایا کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور میری نصرت ترک نہ کرو (۳)۔اس روایت میں یہ ذکر نہیں ہے کہ وہ تالاب کہاں تھا لیکن فاضل سماوی نے تحریر کیا ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام تنعیم سے گزرے تو عبداللہ بن عمر اپنے تالاب پر تھے۔انہوں نے امام حسین علیہ السلام کو منع کیا لیکن امام نے قبول نہیں کیا اور وادیٔ عقیق کی طرف چلے گئے (۴)۔وادیٔ عقیق مدینہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔

صفاح

صفاح حنین اور علاماتِ حرم کے درمیان، مکہ جانے والوں کے بائیں جانب واقع ہے۔اسی منزل پر فرزدق نے امام حسین علیہ السلام سے ملاقات کی ہے۔فرزدق کا بیان ہے کہ میں سن ساٹھ ہجری میں اپنی والدہ کے ساتھ حج کے لئے مکہ جا رہا تھا اور ناقے کی مہار میرے ہاتھ میں تھی۔میں جیسے ہی حرم کے حدود میں داخل ہوا۔میں نے اونٹوں کی قطار دیکھی۔پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ حسین بن علی کا قافلہ ہے اور آپ اسلحوں اور تلواروں کے ساتھ مکہ سے باہر جا رہے ہیں۔میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کے بعد

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۸۹

۲۔ رجال بحر العلوم ج ۴ ص ۴۷

۳۔ مثیر الاحزان ص ۶۵

۴۔ ابصار العین ص ۲۸

عرض کی کہ اللہ آپ کی خواہشوں اور تمناؤں کو پورا فرمائے۔ فرزندِ رسول! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کو ایسی کیا جلدی ہے کہ حج کو چھوڑ کر تشریف لے جارہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ﴿لو لم اعجل لاُخِذتُ﴾ اگر جلدی نہ کرتا تو گرفتار ہو جاتا۔ پھر آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ میں نے کہا کہ میں ایک عرب ہوں اور خدا کے واسطے اس سے زیادہ نہ پوچھئے۔ آپ نے فرمایا کہ جہاں سے آرہے ہو وہاں کے لوگوں کے بارے میں کچھ تو بتلاؤ۔ میں نے عرض کی کہ ﴿الخبير سئلت، قلوب الناس معك واسيا فهم عليك و القضاء ينزل من السماء والله يفعل ما يشاء﴾ آپ نے یہ سوال ایک باخبر شخص سے کیا ہے۔ لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں لیکن ان کی تلواریں آپ کے دشمنوں کے ساتھ ہیں۔ قضاء وقدر اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جو چاہے گا وہی ہوگا۔ امام نے فرمایا ﴿صدقت، لله الامر، و كل يوم ربنا هو فی شان ان نزل القضاء بما نحب فنحمد الله علىٰ نعمائه و هو المستعان علىٰ اداء الشكر و ان حال القضاء دون الرجاء فلم يبعد من كان الحق نيته و التقوى سريرته﴾ تم نے سچ کہا ہے۔ امور اللہ کے ہاتھ میں ہیں اور ہر دن اس کی ایک شان ہے اگر خدا کا فیصلہ وہ ہوا جو ہم چاہتے ہیں اور جو ہماری مرضی کے مطابق ہے تو اس کی نعمتوں پر شکر ادا کرتے ہیں اور وہی ادائے شکر کی طاقت کا عطا کرنے والا ہے۔ اور اگر اس کا فیصلہ ہماری مرضی کے مطابق نہ ہوا تو جس کی نیت حق ہو اور تقوی اس کا مزاج ہو وہ اپنی خواہشوں سے دور نہیں رہے گا۔ میں نے عرض کی کہ آپ نے سچ فرمایا اللہ آپ کو آپ کی خواہشوں میں کامیاب کرے اور پریشانیوں کو آپ سے دور رکھے پھر میں نے مناسک حج اور کچھ دوسرے مسائل پوچھے۔ آپ نے جوابات دیئے پھر آپ نے اپنی سواری کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا ﴿السلام عليك﴾ تم پر سلامتی ہو پھر ہم جدا ہو گئے (۱)۔ اکثر مورخین فرزوق سے ملاقات کا تذکرہ کرتے ہیں، لیکن اس بات میں اختلاف کرتے ہیں کہ ملاقات کہاں ہوئی۔ ارشاد کی اس روایت میں یہ ملاقات شہر مکہ کے باہر لیکن حدود حرم میں ہوئی۔ دینوری، طبری اور ابن اثیر (۲) نے یہ ملاقات صفاح میں لکھی ہے۔ طبری کی روایتِ ابومخنف میں صفاح اور روایتِ ہشام میں حدود حرم کا ذکر ہے۔

۱۔ ارشاد مفید ج ۲ ص ۶۷

۲۔ الاخبار الطوال ص ۲۴۵، تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۹۰، تاریخ کامل بن اثیر ج ۴ ص ۱۶

بعض لوگوں نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے اس موقع پر یہ اشعار پڑھے۔

لئن کانت الدنیا تعد نفسیة فدار ثواب الله اعلی وانبل
وان کانت الابدان للموت انشئت فقتل امرء بالسیف فی الله افضل
وان کانت الابدان شیئا مقدرا فقلّة سعی المرء فی الرزق اجمل
وان کانت الأموال للترك جمعها فما بال متروك به المرء یبخل (۱)

اگر دنیا عمدہ اور نفیس شے شمار کی جاتی ہے تو پھر وہ گھر جہاں اللہ سے اجر ملے گا اعلیٰ اور خوب تر ہے۔ اگر بدنوں کو موت ہی کے لئے بنایا گیا ہے تو انسان کا اللہ کی راہ میں تلوار سے قتل ہو جانا بہت برتر و افضل ہے۔ اگر لوگوں کے رزق تقدیر میں ہیں تو پھر انسان کا تلاشِ رزق میں کم کوشش کرنا زیادہ بہتر ہے۔

اگر اموال کی جمع آوری کے بعد اسے چھوڑ ہی کر جانا ہے تو جو چیز چھوڑی جانے والی ہو اس میں انسان بخل کیوں کرتا ہے۔

وادیِ عقیق

یہ وادی ذو الحلیفہ کی نسبت مکّہ سے زیادہ قریب ہے۔ صاحبِ مراصد الاطلاع نے اسے عقیق المدینہ لکھا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مدینہ کے مضافات یا قریبی علاقہ میں ہے۔ اس علاقہ میں پانی اور سبزہ بہت ہے اور آبادیاں کثرت سے ہیں۔ اس منزل پر عبداللہ بن جعفر طیّار کے دونوں صاحب زادے عون و محمد اپنے والد کا خط لے کر لیکن امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس خط میں یہ تحریر تھا کہ امام حسین علیہ السلام کوفہ کا ارادہ چھوڑ کر مکہ واپس آ جائیں۔ یہ خط بھیج کر حضرت عبداللہ حاکمِ مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور اس سے امان نامہ حاصل کیا (۲)۔

وادیِ صفراء

صاحبِ مراصد الاطلاع کے مطابق وادی صفراء مدینہ کے علاقوں میں سے ایک علاقہ

۱۔ عوالم العلوم (مقتل) ج ۷ ص ۲۲۴۔ اس روایت میں فرزدق کی ملاقات زبالہ پر بیان کی گئی ہے۔

۲۔ الامام الحسین واصحابہ ص ۱۵۹ بحوالہ ابصار العین

ہے جو حاجیوں کی گزرگاہ پر واقع ہے۔ درختوں اور نخلستانوں کی کثرت ہے۔ اس وادی اور بدر کے درمیان ایک مرحلہ کی مسافت ہے۔ یہ منزل دو پہاڑی ٹیلوں کے درمیان ہے۔ مجمع بن زیاد اور عباد بن مہاجر مدینہ کے مضافات میں جہینہ کی کسی منزل پر تھے۔ جب امام حسین علیہ السلام مکہ سے روانہ ہو کر اس منزل پر پہنچے تو دوسرے لوگوں کے ساتھ ان دونوں افراد نے اس منزل پر آپ سے ملاقات کی۔ اور یہ سب آپ کے ساتھ ہی رہے یہاں تک کہ مذکورہ دونوں افراد کربلا میں شہید ہوئے (۱)۔

مدینہ

ابومخنف کی طرف منسوب مقتل الحسین میں مذکور ہے کہ جب مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کی شہادت کے بعد ان کی خبریں آنی بند ہو گئیں تو امام حسین علیہ السلام کو شدید رنج و قلق ہوا آپ نے اہلِ خاندان کو بلا کر اپنی اس کیفیت سے آگاہ کیا اور مدینہ کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔ پورا خاندان آپ کے ساتھ مدینہ آیا۔ امام حسین علیہ السلام اپنے جد کی قبرِ مبارک پر گئے اور قبر سے لپٹ کر شدید گریہ وزاری فرمائی۔ پھر غنودگی میں چلے گئے۔ خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں **﴿یا ولدی العجل العجل الوحا الوحا فبادر الینا فنحن مشتاقون الیك﴾** میرے بیٹے جلدی کرو بہت جلدی کرو اور جلد ہمارے پاس آجاؤ ہم تمہارے مشتاق ہیں (۲)۔ علامہ کنتوری نے مأتین میں مختصر سے فرق کے ساتھ اسے نقل فرمایا ہے (۳)۔ صاحبِ ناسخ التواریخ نے بھی مقتلِ ابومخنف کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ جب آپ نے مکہ سے کوفہ جانے کے لئے سفر اختیار فرمایا تو مدینہ سے گزرتے ہوئے دوبارہ قبر رسول کی وداعی زیارت فرمائی۔ محمد حنفیہ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میں نہ تلوار اٹھا سکتا ہوں نہ نیزہ تھام سکتا ہوں اور

۱۔ ابصار العین ص ۲۰۱

۲۔ مقتل ابومخنف ص ۶۱۔ اس روایت میں جناب مسلم اور ہانی کی شہادت کی خبر کا مکہ میں موصول ہونا بتلایا گیا ہے اور یہ بات تاریخ کی شہرتِ عام کے خلاف بلکہ خلافِ واقعہ ہے۔

۳۔ المأتین فی مقتل الحسین ج ۱ ص ۱۰۸۔۱۰۹

نہ آپ کی خدمت میں ساتھ رہ سکتا ہوں۔ پھر امام کو رخصت کیا(۱)۔

صاحبِ ریاض القدس نے ایک سرخی قائم کی ہے ''حضرت کا مکّہ سے مدینہ آنا اور مدینہ سے عراق جانا''۔ اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ میرے والد نے ریاض میں یہ لکھا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے جب کوفہ کے لئے مکّہ سے سفر اختیار کیا تو مدینہ آ کر آگے گئے۔ صاحبِ ریاض اس پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگرچہ اربابِ تاریخ و سیر نے صراحۃً یہ بات نہیں کہی لیکن ان کی عبارتوں اور ان کے جملوں سے اس بات کا اشارہ ملتا ہے پھر وہ لکھتے ہیں کہ والد مرحوم اس نظریہ میں متفرد تھے اور حق پر تھے۔ اس کی تائید میں اور بھی بہت کچھ تحریر فرمایا ہے(۲)۔ دربندی اور مہدی حائری نے بھی ابومخنف سے اس روایت کو نقل کیا ہے(۳)۔

ایک حوالہ جو اس سلسلہ میں دیا جاتا ہے وہ سید بن طاؤس کا ہے۔ انہوں نے تحریر کیا ہے کہ شیخ مفید نے اپنی کتاب مولد النبی و مولد الاوصیاء میں اپنے سلسلۂ سند سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت نقل کی ہے۔ جس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں ﴿لما سار ابو عبد الله الحسين بن علی من مكة ليدخل المدينة﴾ (۴) یعنی جب حسین ابن علی مکّہ سے مدینہ جانے کے لئے نکلے تو فرشتوں کے ایک گروہ نے ان سے ملاقات کی۔ اس جملہ سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ مدینہ کی راہ سے کوفہ کی طرف تشریف لے گئے ہیں۔ اس دلیل پر پہلا اعتراض تو یہ کیا گیا ہے کہ مجلسی نے اسی روایت کو نقل کرتے ہوئے یوں تحریر فرمایا ہے ﴿لماسار ابو عبد الله من المدينة﴾ (۵)۔ یعنی جب امام حسین علیہ السلام نے مدینہ سے سفر اختیار کیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ سید بن طاؤس کی نقل کردہ روایت میں کتابت کا سہو ہوا ہے۔ دوسرا اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ سید بن طاؤس نے اس روایت کے بعد یہ لکھا ہے کہ امام حسین علیہ السلام آگے چلے یہاں تک کہ منزلِ تنعیم سے گزرے۔ تنعیم سے گزرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ دوبارہ مکّہ واپس آرہے تھے۔ مدینہ کی طرف تشریف نہیں

۱۔ ناسخ التواریخ ج۲ ص ۱۲۸

۲۔ ریاض القدس ج۱ ص ۱۶۱

۳۔ اسرار الشہادۃ ص ۱۹۰، معالی السبطین ج۱ ص ۲۲۹

۴۔ ترجمہ و متن لہوف ص ۸۲

۵۔ بحار الانوار ج۴۴ ص ۳۳۱

لے جارہے تھے۔ یہ اعتراض غالباً جغرافیہ کی ناواقفیت کے سبب کیا گیا ہو۔ اس لئے کہ لغات کی رو سے منزلِ تنعیم سے مدینہ کا راستہ گزرتا ہے۔

فضل علی قزوینی مرحوم نے لکھا ہے کہ میں نے ابواسحاق اسفرائینی کے مقتل کے علاوہ کسی کتاب میں یہ صراحت نہیں دیکھی کہ امام حسین علیہ السلام مدینہ جا کر پھر عراق گئے ہوں جب کہ یہ کتاب جعلی باتوں کے سبب پایۂ اعتبار سے ساقط بھی ہے۔ اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ جس نے بھی کتبِ فریقین کا مطالعہ کیا ہوگا اسے یہ علم قطعی حاصل ہوگا کہ آپ دوبارہ مدینہ تشریف نہیں لے گئے (۱)۔ اکثر و بیشتر مورخین اسی بات کے قائل ہیں اور شاید یہی درست بھی ہو۔ لیکن فاضلِ قزوینی کی کتاب کے مطالعہ کے دوران منازلِ سفر میں یہ عبارات دیکھنے میں آئیں کہ تنعیم مدینہ کے راستے پر مکہ کے قریب ترین مقامِ حل ہے۔ وادیٔ عقیق کا نام عقیق المدینہ ہے۔ وادی صفراء مدینہ کے ایک جانب واقع ہے۔ جہینہ کے گھر مدینہ کے اطراف میں واقع تھے اور وہاں سے کچھ لوگ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ہو گئے۔ جن میں سے دو درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ امام حسین علیہ السلام مدینہ کے اتنے قریب سے گزرے ہوں اور حرمِ رسول کی زیارت کے لئے نہ گئے ہوں؟ جبکہ فاضلِ قزوینی کی اسی کتاب میں قبرِ رسول سے ایک تیسرے وداع کی روایت بھی ملتی ہے جسے ہم نقل کر آئے ہیں۔ اس مسئلے میں تحقیق کی گنجائشیں ہیں اور امید ہے کہ جدید دور کے محققین اس پر توجہ کریں گے۔

ذاتِ عرق

یہ منزل راہِ مکہ کے ایک پہاڑ کے پاس ہے۔ جدھر سے گزر کر عراقی حاجی مکہ میں داخل ہوا کرتے تھے۔ امام حسین علیہ السلام نے اس مقام پر ایک دو دن قیام فرمایا۔

- یہاں آپ کی ملاقات بشر بن غالب نامی ایک شخص سے ہوئی جس کا تعلق قبیلۂ بنی اسد سے تھا وہ عراق کی طرف سے آرہا تھا۔ آپ نے اس سے اہل کوفہ کے بارے میں سوال کیا تو اس نے کہا ان کے دل آپ کے ساتھ ہیں لیکن ان کی تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں آپ نے فرمایا کہ ﴿**صدق اخو بنی اسد ان الله يفعل مايشاء ويحكم مايريد**﴾ برادرِ اسدی نے سچ کہا۔ اللہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور

۱۔ الامام الحسین واصحابہ ص ۱۵۰

جوارادہ کرتا ہے اس کا حکم دیتا ہے(۱)۔ بشر بن غالب اسدی کوفی کو ابنِ حجر نے ابو عمرو کشّی کے حوالہ سے عالم، فاضل اور جلیل القدر لکھا ہے (لسان المیزان)۔ اس بزرگ کو تین اماموں کی صحبت کا شرف حاصل رہا ہے۔ یہ آلِ محمد کی روایات کا راوی بھی ہے۔ اس واقعہ کے بعد ہمیں اس عظیم المرتبت بزرگ کا سراغ منزلِ ثعلبیہ پر ملتا ہے جسے آگے بیان کیا جائیگا۔

صاحبِ بحار (۲) اور صاحبِ عوالم (۳) نے مندرجہ ذیل واقعہ کو ریّاشی کی تاریخ سے نقل کیا ہے۔ لیکن اس واقعہ کی منزل معین نہیں کی ہے البتہ صاحبِ ریاض القدس (۴) نے منزلِ ذاتِ عرق کے عنوان کے تحت اس واقعہ کو نقل کیا ہے کہ ریّاشی اپنے اسناد سے راویٔ حدیث سے نقل کرتے ہیں کہ میں حج کرنے کے بعد اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر تنہا سفر پر نکل کھڑا ہوا۔ اثنائے سفر میں میری نگاہ چھولداریوں اور خیموں پر پڑی۔ میں چلتا ہوا اُن کے قریب آ گیا اور سوال کیا کہ یہ خیمے کس کے ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ حسین کے۔ میں نے پوچھا حسین یعنی علی و فاطمہ کے صاحب زادے؟ کہا کہ ہاں۔ میں نے پوچھا کہ کس خیمہ میں ہیں؟ لوگوں نے بتلایا تو میں اس خیمہ کی طرف گیا۔ میں نے دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام خیمہ کے دروازے سے ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے ہیں اور کوئی تحریر پڑھ رہے ہیں۔ میں نے سلام کیا اور انہوں نے جواب سلام دیا۔ میں نے عرض کی یا بن رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں آپ اس بے آب و گیاہ اور حامی و ناصر سے خالی علاقہ میں کیوں خیمہ زن ہیں؟ فرمایا ﴿ان هؤ لا اخافونی﴾ میں نے اُن (بنی امیہ) کے خوف سے یہاں قیام کیا ہے ﴿وهذه کتب اهل الکوفة﴾ اور یہ اہلِ کوفہ کے خطوط ہیں۔ ﴿وهم قاتلی﴾ اور یہی لوگ میرے قاتل ہیں۔ ﴿فاذا فعلوا ذٰلك ولم يدعوا الله محرّما الّا انتهكوه﴾ وہ جب ایسا کریں گے اور اللہ کے محرمات کی ہتک کریں گے تو ﴿بعث الله لهم من يقتلهم﴾ تو اللہ اُن پر ایسے کو مسلط کرے گا جو انہیں قتل کرے گا ﴿حتّٰي

۱۔ لہوف مترجم ص ۸۴، مثیر الاحزان ص ۶۶، بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۶۷، عوالم ج ۱۷ ص ۲۱۷

۲۔ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۶۸

۳۔ عوالم العلوم ج ۱۷ ص ۲۱۸

۴۔ ریاض القدس ج ۱ ص ۱۵۷

یکونوا اذلّ من قوم الامة﴾ یہاں تک کہ وہ لونڈی کی قوم سے زیادہ حقیر اور بے وقعت ہو جائیں گے(۱)۔

حاجر (بطنِ رُمّہ)

اس منزل پر کوفہ اور بصرہ سے آنے والے راستے مدینہ کے راستہ سے متّصل ہو جاتے ہیں۔ آپ نے اس منزل سے قیس بن مسہر کو خط دے کر کوفہ کی طرف روانہ فرمایا۔ ارشاد مفید کے مطابق جناب مسلم نے اپنی شہادت سے ستائیس دن قبل جو خط لکھا تھا اس میں اہل کوفہ کی اطاعت کا تذکرہ کیا تھا اور اہل کوفہ نے بھی لکھا تھا کہ آپ کی مدد کے لئے ایک لاکھ تلواریں آمادہ ہیں۔ تاخیر نہ فرمایئے۔ اس کے جواب میں آپ نے یہ خط لکھا۔ خط کا متن یہ ہے۔ **﴿من الحسین بن علی الیٰ اخونہ من المومنین والمسلمین سلام علیکم فانی احمد الیکم اللہ الذی لا الہ الا ھو اما بعد فان کتاب مسلم ابن عقیل جاء نی یخبرنی فیہ بحسن رأیکم و اجتماع ملأ کم علیٰ نصرنا و الطلب بحقّنا فنسئل اللہ ان یحسن لنا الصنع وان یثیبکم علیٰ ذلک اعظم الا جر وقد شخصت الیکم من مکۃ یوم الثلاثاء لثمان مضین من ذی الحجۃ یوم الترویۃ فاذا قدم علیکم رسولی فانکمشوافی أمرکم وجد و افانی قادم علیکم ایّامی ھذہ ان شاء اللہ والسلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ﴾** (۲)۔ حسین بن علی کی طرف سے مومن اور مسلمان بھائیوں کے نام۔ سلام علیکم۔ میں آپ لوگوں کی طرف اس اللہ کی حمد کا تحفہ بھیجتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ اما بعد مجھے مسلم بن عقیل کا وہ خط موصول ہوا جس میں انہوں نے آپ لوگوں کے حسنِ رائے اور ہماری مدد پر آپ لوگوں کے اجتماع اور ہمارے حق کی طلب میں آپ لوگوں کے جذبہ سے آگاہ کیا۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں اس مقصد میں کامیابی عطا فرمائے اور آپ لوگوں کو ہماری نصرت پر اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ میں ۸ ذی الحجہ سہ شنبہ

۱۔ بعض لوگوں نے قوم الامۃ سے قوم سبا کو مراد لیا ہے جس پر ایک عورت کی حکومت تھی اور بعض کے خیال میں فرام الامۃ ہے۔ اس اعتبار سے ترجمہ یہ ہوگا کہ یہ لوگ اُس کپڑے سے زیادہ حقیر اور بے وقعت ہو جائیں گے جو عورتیں مخصوص ایّام میں استعمال کرتی ہیں۔

۲۔ ارشاد مفید ج ۲ ص ۷۰

کے دن بروز تر دیہ مکہ سے روانہ ہوا ہوں۔ جب میرا قاصد آپ لوگوں تک پہنچے تو اپنے کام میں سرعت کے ساتھ جدو جہد کرتے رہیں۔ انشاء اللہ میں انہیں دنوں میں پہنچنے والا ہوں۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

جب ابن زیاد کو امام حسین علیہ السلام کے کوفہ کی طرف روانہ ہونے کی اطلاع ملی تھی تو اس نے پولیس کے افسر حصین بن نمیر کو قادسیہ بھیج کر راستوں پر پہرے لگوا دیئے تھے۔ یہ پہرے قادسیہ سے خفان اور قادسیہ سے قطقطانہ اور لعلع تک تھے اور لوگوں میں حسین کے آنے کی تشہیر کر دی گئی تھی (۱)۔

قیس بن مسہر خط لے کر تیزی کے ساتھ کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ قادسیہ میں ابن زیاد کے تفتیش کرنے والوں نے انہیں روکا۔ قیس نے امام کے خط کو پھاڑ کر ٹکڑوں میں بدل دیا۔ حصین بن نمیر نے قیس کو خط کے ٹکڑوں کے ہمراہ ابن زیاد کے پاس روانہ کر دیا۔ جب ابن زیاد کے پاس پہنچے اور اس نے سوال کیا کہ تم کون ہو؟ تو انھوں نے جواب میں کہا کہ میں امیر المومنین حسین علیہ السلام کے شیعوں میں سے ایک شخص ہوں۔ اُس نے پوچھا کہ تم نے خط کو کیوں پھاڑ دیا؟ انہوں نے جواب دیا تا کہ تمہیں اس خط کے مضمون کا پتہ نہ چلے۔ ابن زیاد نے پوچھا کہ وہ خط کس کا تھا اور کس کے پاس لے جا رہے تھے؟ جواب دیا کہ حسین کا خط تھا کوفہ کی ایک جماعت کے نام لیکن میں ان لوگوں کے نام نہیں جانتا۔ ابن زیاد نے شدید غصّہ کی کیفیت میں چیخ کر کہا کہ میں تمہیں اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ ان لوگوں کے نام نہ بتلاؤ جن کے نام وہ خط تھا یا دوسری بات یہ ہے کہ منبر پر جا کر حسین اور ان کے والد اور بھائی کو سب (دشنام طرازی) کرو۔ اس صورت میں تمہیں چھوڑوں گا ورنہ تمہیں قتل کر دیا جائے گا۔ قیس نے کہا چونکہ میں ان لوگوں کے نام نہیں جانتا لہٰذا وہ کام تو انجام نہیں دے سکتا البتہ دوسرا کام کر سکتا ہوں۔ ابن زیاد نے یہ خیال کر کے کہ قیس موت سے ڈر گیا ہے شہر کوفہ میں اعلان کروا دیا کہ لوگ مسجد بزرگ میں جمع ہو جائیں اور حسین کے نمائندہ قیس بن مسہر کی گفتگو بنی امّیہ کی تعریف میں سنیں۔ جب قیس منبر پر گئے تو حمد خدا اور نعت رسول کے بعد علی اور اولاد علی پر درود بھیجی پھر عبید اللہ اور اس کے باپ زیاد اور بنی امیہ کی حکومت کے چھوٹے بڑے سارے معاونین اور ہوا خواہوں پر لعنت بھیجی۔ پھر بلند آواز سے اہل کوفہ کو مخاطب کیا کہ اے لوگو حسین بن علی خلق خدا میں سب سے بہتر اور فاطمہ بنت رسول کے صاحبزادے ہیں اور میں تمہاری طرف ان کا فرستادہ ہوں۔ میں ایک منزل پر ان سے رخصت ہو کر تمہارے

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ص ۲۹۷

پاس آیا ہوں تاکہ تم لوگوں تک ان کا پیغام پہنچادوں اور تم پر فرض ہے کہ تم انہیں لبیک کہو۔ ابن زیاد کے سپاہیوں نے جب اسے صورتِ حال بتائی تو اس نے غصہ کے عالم میں یہ حکم دیا کہ قیس کو دارالامارہ کی چھت پر لے جاؤ اور نیچے پھینک دو۔ ابن زیاد کے حکم کے مطابق قیس کو نیچے پھینک دیا گیا۔ جب امام حسین علیہ السلام کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور آپ نے ارشاد فرمایا ﴿**اللهم اجعل لنا ولشيعتنا منزلا كريما عندك واجمع بيننا واياهم في مستقر رحمتك انك على كل شيء قدير**﴾ (۱)۔ بارالٰہا ہمارے اور ہمارے شیعوں کے لئے اپنے پاس ایک بلند منزل قرار دے اور ہمیں اور ہمارے شیعوں کو اپنی رحمت کے مستقر میں جمع فرما بے شک تو ہر شے پر قادر ہے۔

ابن کثیر کے مطابق قیس کی دھجیاں اڑ گئیں اور ہڈیاں چور چور ہو گئیں لیکن ابھی رمق باقی تھی۔ عبدالملک بن عمیر بجلی نے اٹھ کر اسے ذبح کر دیا اور کہا کہ میں نے اسے عذاب سے نجات دلانے کے لئے ذبح کیا ہے۔ ایک روایت میں قیس کی جگہ عبداللہ بن یقطر کا نام ہے (۲)۔

فَید

صاحب ریاض القدس نے مناقب ابن شہر آشوب کے حوالہ سے یہ تحریر کیا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی منزلوں میں سے ایک منزل خزیمیہ ہے۔ یہاں حاجی قیام کرتے ہیں اور یہ منزل اجفر اور ثعلبیہ کے درمیان ہے اور اجفر خزیمیہ اور فید کے درمیان ہے۔ اور فید مکہ کے راستہ میں ایک منزل ہے (۳)۔ یہ منزل مکہ اور کوفہ کے نصف راہ میں واقع ہے۔ یہاں ایک قلعہ بھی ہے جس میں حاجی اپنے اضافی اسباب اور زادراہ کو رکھ کر حج کے لئے چلے جاتے تھے اور واپسی میں لے لیتے تھے۔ اہل فید سال بھر سواریوں کے لئے چارہ اور غذا کی جمع آوری کرتے تھے اور موسمِ حج میں اسے فروخت کرتے تھے۔ قزوینی کے مطابق یہ بھی امام حسین علیہ السلام کی ایک منزل ہے (۴)۔

۱۔ ارشاد مفید ج۲ ص ۷۰، لہوف مترجم ص ۹۰، بحارالانوار ج ۴۴ ص ۳۶۹

۲۔ پور بتول ص ۶۹-۷۰، ارشاد مفید اور دوسروں نے بھی عبداللہ بن یقطر کا نام لکھا ہے۔

۳۔ ریاض القدس ج ۱ ص ۱۶۰

۴۔ الامام الحسین واصحابہ ص ۱۶۲

اجفر

یہ وسیع وعریض کنووں اور پانیوں (تالابوں) کی سرزمین تھی (مراصد الاطلاع) ارشادِ مفید کے مطابق جب امام حسین علیہ السلام حاجر سے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے تو عربوں کے ایک بڑے آبی ذخیرہ تک پہنچے اور وہاں آپ کی ملاقات عبداللہ بن مطیع عدوی سے ہوئی۔ عبداللہ بن مطیع عدوی وہاں پہلے سے موجود تھے امام حسین علیہ السلام کو دیکھ کر ان کے پاس آئے اور کہا کہ فرزند رسول میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ یہاں کیسے تشریف لائے؟ آپ نے فرمایا کہ ﴿ **کان من موت معاوية ما قد بلغك فكتب اليّ اهل العراق يد عونني الىٰ انفسهم** ﴾ معاویہ کی موت کے بعد اہل عراق نے مجھے خط لکھ کر آنے کی دعوت دی ہے۔ عبداللہ بن مطیع نے کہا کہ اے فرزند رسول آپ کو خدا کی قسم ہے آپ اسلام کی حرمت کو تباہ ہونے سے بچالیں۔ آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ قریش اور عرب کی حرمت کا پاس کریں۔ خدا کی قسم اگر آپ بنی امیہ کے ہاتھوں سے حکومت لینا چاہیں گے تو وہ آپ کو قتل کردیں گے اور آپ کے بعد تو پھر انہیں کسی کا بھی خوف نہیں ہوگا اور بخدا اسلام اور عرب کی حرمت ضائع ہوجائے گی۔ لہٰذا آپ ایسا نہ کریں اور کوفہ کی طرف تشریف نہ لے جائیں اور اپنے آپ کو بنی امیہ کے حوالے نہ کریں۔ امام حسین علیہ السلام نے سنا لیکن اسے قبول نہیں کیا۔ عبداللہ بن مطیع سے پہلی ملاقات اس وقت ہوئی تھی جب آپ مدینہ سے مکہ جارہے تھے اور وہ مکہ سے مدینہ آرہے تھے۔ اس وقت بھی عبداللہ نے امام حسین علیہ السلام کو کوفہ اور اہل کوفہ سے دور رہنے کا مشورہ دیا تھا حالانکہ آپ نے کوفہ جانے کے ارادے کا اظہار نہیں فرمایا تھا اور جواب میں کہا تھا کہ مکہ جارہا ہوں۔ یا تو پہلی ملاقات کا یہ جزء الحاقی ہے اور اس کا تعلق دوسری ملاقات سے ہے اور راوی نے غلطی سے دو ملاقاتوں کو ایک کر کے بیان کیا ہے یا پھر عبداللہ بن مطیع نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہوئی شہادتِ حسین کی روایتوں سے اندازہ لگایا ہوگا اور انہیں کی روشنی میں امام کو مشورہ دیا۔ اس دوسری ملاقات میں امام حسین نے صراحتاً کوفہ جانے کا اعلان فرمایا ہے۔

خزیمیہ

مکہ سے کوفہ جانے والوں کے لئے یہ منزل زرود سے قبل پڑتی ہے۔ یہاں کنویں اور

تالاب اور درختوں کی کثرت تھی۔ امام حسین علیہ السلام نے یہاں ایک دن اور ایک رات قیام فرمایا۔ صبح کو جناب زینب امام حسین علیہ السلام کے پاس آئیں اور فرمایا کہ بھیا کیا میں آپ کو بتلاؤں کہ کل رات میں نے کیا سنا؟ فرمایا بہن کیا سنا؟ تو جناب زینب نے ارشاد فرمایا کہ میں خیمے سے آدھی رات کو باہر نکلی تو میں نے ایک ہاتف کو کہتے سنا

الایا عین فاحتفلی بجهد ومن یبکی علیٰ الشهداء بعدی

علیٰ قوم تسوقهم المنایا بمقدار الیٰ انجاز وعد

اے آنکھ کوشش کر اور آنسوؤں سے بھر جا، کون ہے جو میرے بعد شہیدوں پر گریہ کرے گا

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں موت اپنے ساتھ لے جارہی ہے اور تقدیر کے مطابق جو وعدے کو پورا کرے گی

امام حسین علیہ السلام نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ﴿**یا اختاه المقضی هو کائن**﴾ (۱) بہن جو بھی اللہ نے مقدر کیا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ بحار الانوار میں ہے ﴿**یا اختاه کل الذی قضیٰ فهو کائن**﴾ (۲)

شقوق

یہ مکہ اور کوفہ کے درمیان کوفہ سے نزدیک ایک منزل تھی اور کوفہ کی طرف سے آنے میں واقصہ کے بعد پڑتی تھی۔ یہاں پانی تھا اور قافلے ٹھہرا کرتے تھے۔ منزل خزیمیہ میں ایک دن اور ایک رات کے قیام کے بعد حسینی قافلہ منزل شقوق میں وارد ہوا۔ ابن شہر آشوب کے مطابق امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ ایک شخص کوفہ کی طرف سے چلا آرہا ہے۔ امام نے اس سے کوفہ کے لوگوں کے حالات پوچھے۔ اس نے جواب دیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ﴿**ان الامر للہ یفعل ما یشاء وربنا تبارك كل یوم هوفی شان فان نزل القضاء فالحمد علیٰ نعمائه وهوالمستعان علیٰ اداء الشكروان حال القضاء دون الرجاء فلم یبعدمن الحق نفیه**﴾ سارے امور اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور

۱۔ الفتوح ج ۵ ص ۷۰

۲۔ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۷۲

ہر روز اس کی ایک نئی شان ہے۔ اگر اللہ کا فیصلہ ہمارے حق میں نازل ہوا تو ہم اس کی نعمتوں کی حمد کرتے ہیں اور اس سے دعا کرتے ہیں کہ شکر ادا کرنے کی توفیق دے اور اگر اللہ کا فیصلہ ہمارے اور ہماری خواہشوں کے درمیان حائل ہو جائے تو جس کی نیت خالص ہوگی اور حق پر قائم ہوگا وہ اللہ کی رحمت سے دور نہیں رہے گا۔ پھر آپ نے اشعار پڑھے ہم وہ اشعار منزل صفاح کے ذیل میں درج کر چکے ہیں۔ البتہ اس واقعہ میں پانچواں اور آخری شعر اضافہ ہے۔

علیکم سلام اللّٰہ یا آل احمد　　فانی ارانی عنکم سوف ارحل (۱)

اے محمد مصطفیٰ کے خاندان والو تم پر اللہ کا سلام ہو۔ میں اپنے آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ عنقریب تم سے رخصت ہو جاؤں گا۔

فرزدق

اگرچہ ابن شہر آشوب فرزدق سے ملاقات کو ذاتِ عرق میں بتلاتے ہیں اور شقوق کے اس واقعہ میں کوفہ سے آنے والے کا نام نہیں بتلاتے لیکن بعض دوسرے قرائن اور نصوص کی روشنی میں کیا یہ واقعہ فرزدق کا قرار دیا جا سکتا ہے؟ فرہاد مرزا کے مطابق محمد بن طلحہ شافعی نے مطالب السؤل میں ملاقاتِ فرزدق کو منزل شقوق پر اور سید بن طاؤس نے لہوف میں منزل زبالہ میں اس طرح بیان کیا ہے کہ فرزدق نے آپ کو سلام کیا اور دست بوسی کی۔ آپ نے پوچھا اے ابوفراس کہاں سے آ رہے ہو؟ جواب دیا کہ کوفہ سے۔ آپ نے اہل کوفہ کے متعلق سوال کیا تو فرزدق نے کہا کہ بات کو سچائی کے ساتھ بیان کرنا چاہیے آپ نے فرمایا ﴿**الصدق ارید**﴾ میں بھی سچ ہی سننا چاہتا ہوں۔ فرزدق نے کہا کہ لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں بنی امیہ کی نصرت میں علم ہیں۔ فتح وظفر اللہ کی جانب سے ہے۔ دیندار اشخاص نایاب ہیں اور اللہ کے فیصلے روز اترتے رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے سچی بات کہی ہے یہ لوگ درہم و دینار کے بندے ہیں۔ انہوں نے دین کو کھیل سمجھ رکھا ہے۔ اپنی معاش کے لئے دین کا زبانی اقرار کرتے ہیں اور امتحان کے وقت دین کو پسِ پشت ڈال دیتے ہیں۔ فرزدق نے کہا کہ آپ کوفہ کیسے تشریف لے جائیں گے۔ وہ لوگ تو مسلم بن عقیل

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب ج ۲ ص ۲۱۳۔ صاحبِ ریاض الاحزان (ص ۲۷۸) نے انتہائی اختصار سے اسے نقل کیا ہے۔

اوران کے دوستوں کو قتل کر چکے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ وہ رضائے الٰہی کی طرف چلے گئے اور جوان کا حق تھا وہ کر گئے اور جو ہم پر ہے وہ بھی برحق ہے۔ پھر آپ نے اشعار پڑھے۔ ان میں پانچواں شعر نہیں ہے۔(۱)

ابن اعثم کوفی نے اپنی تاریخ میں اور خوارزمی نے ابن اعثم کے حوالہ سے اس واقعہ کو منزل شقوق کی نسبت سے درج کیا ہے(۲)۔ وقت اور محلِ ملاقات کے اختلافات کے ساتھ کتابوں میں فرزدق کی بہت سی ملاقاتوں کا تذکرہ ہے۔ ملاقاتوں کی کثرت راوی کی عدم احتیاط اور استنساخ کی غلطیوں کی پیداوار ہے جس کے سبب مختلف بیانوں میں تضادات پیدا ہو گئے ہیں۔

منزل صفاح اور منزل شقوق وزبالہ کی روایات میں ہمیں واضح فرق نظر آتا ہے۔ صفاح کی ملاقات میں امام حسین علیہ السلام نے فرزدق سے پوچھا ہے کہ تم کون ہو؟ اور اس نے ایک مبہم جواب دیا ہے۔ جب کہ زیرِ نظر ملاقات میں امام نے اسے ابوفراس (کنیت) سے مخاطب کیا ہے جو فرزدق کو پہچاننے کی دلیل ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ زیرِ نظر ملاقات میں جناب مسلم کی شہادت کا تذکرہ ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ ملاقات صفاح، حدودِ حرم یا بستانِ بنی عامر کی ملاقات کے علاوہ ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ امام حسین علیہ السلام روز ترویہ مکہ سے نکلتے ہیں جب کہ فرزدق کا خروج حج کے اختتام پر ہوگا تو ملاقات کا امکان کیسے ہے؟ تو اس سوال کا جواب آسان ہے کہ تاریخ میں زہیر قین اور بنی اسد کے چند افراد کا تذکرہ ملتا ہے جنہوں نے حج کے بعد سفر اختیار کیا اور راستے میں امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ ساری توجیہات اس صورت میں ہیں جب کہ روایات کی صحت تسلیم کر لی جائے۔

زرود

مکہ سے کوفہ کی طرف جانے والے راستہ پر یہ ریگستانی علاقہ ثعلبیہ اور خزیمیہ کے درمیان واقع ہے۔ یہاں امام حسین نے ایک شب قیام فرمایا اور دوسری صبح سفر کرتے وقت پانی کا اضافی ذخیرہ اپنے ساتھ لیا اور ثعلبیہ کی طرف سفر اختیار کیا۔

۱۔ لمقام زخار ص ۲۸۴

۲۔ الفتوح ج ۵ ص ۷۱، مقتل خوارزمی ج ۱ ص ۳۲۱

زہیر قین سے ملاقات

قبیلہ بنی فزارہ اور بجیلہ کے بعض افراد نے روایت کی ہے کہ ہم زہیر قین کے ساتھ مکہ سے پلٹ رہے تھے۔ اسی دوران حسین بھی اپنے قافلہ کے ساتھ سفر کر رہے تھے اور ہماری کوشش یہ ہوتی تھی کہ جہاں حسین رکتے تھے ہم اُن سے دور کسی اور مقام پر پڑاؤ ڈالیں (۱)۔ ایک دن ایسا ہوا کہ حسین نے جہاں قیام کیا تھا ہمیں بھی وہیں رکنا پڑا۔ ہم منزل زرود پر بیٹھے ہوئے زہیر کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ اتنے میں حسین کے قاصد نے ہمارے پاس آ کر ہمیں سلام کیا اور کہا کہ اے زہیر قین! ابوعبداللہ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ اُن سے ملاقات کر لیں۔ اس اچانک صورتحال سے لقمے ہمارے ہاتھوں میں رہ گئے اور ہم سب خاموش ہو گئے۔ اتنے میں زہیر کی زوجہ دیلم بنت عمرو نے سکوت توڑا اور کہا کہ سبحان اللہ! رسول کے بیٹے نے تمہیں قاصد بھیج کر بلایا ہے اور تم ان کی ملاقات سے پہلو تہی کر رہے ہو؟ اگر تم اُن کے پاس جا کر ان کی بات سن لو تو کیا حرج ہے؟ زہیر اٹھ کر امام کی خدمت میں چلے گئے اور بہت جلدی واپس آ گئے۔ ان کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔ انہوں نے آتے ہی اپنے آدمیوں سے کہا کہ اسباب اٹھاؤ اور خیمہ امام حسین علیہ السلام کے خیموں کے قریب لگا دو۔ پھر انہوں نے اپنی زوجہ سے کہا کہ میں تمہیں طلاق دیتا ہوں اس لئے کہ میں پسند نہیں کرتا کہ تمہیں میری جانب سے خیر کے علاوہ کچھ حاصل ہو۔ پھر زہیر نے اپنی زوجہ کو کچھ مال و اسباب دے کر اپنے عم زادوں کے ساتھ روانہ کر دیا تاکہ وہ اسے منزل تک پہنچا دیں۔ زوجۂ زہیر نے گریہ کیا اور رخصت ہوتے ہوئے یہ کہا کہ اللہ تمہاری مدد کرے اور تمہارا سفر بخیر ہو۔ تم قیامت کے دن حسین کے جد سے میری سفارش کر دینا۔

زوجہ کو رخصت کرنے کے بعد زہیر نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم میں سے اگر کوئی میرے ساتھ آنا چاہے تو آئے ورنہ یہ آخری ملاقات ہے۔ پھر زہیر قین نے اپنا ایک واقعہ بیان کیا کہ ہم بلنجر (۲) میں جنگ کر رہے تھے۔ اللہ نے ہمیں اس میں کامیابی نصیب فرمائی اور ہمیں بہت مالِ غنیمت نصیب ہوا۔ اس وقت

۱۔ امام حسین کا سفر روزِ ترویہ شروع ہوا اور زہیر قین کا سفر اختتام حج کے بعد شروع ہوا لہٰذا دونوں قافلوں کے ساتھ ہونے کا امکان بعید از قیاس ہے۔ ہوسکتا ہے کہ الگ الگ ٹھہرنے کی صورت حال اسی منزلِ زرود پر پیش آئی ہو۔

۲۔ بلادِ روم کا ایک شہر ہے۔

سلمان فارسی (۱) نے ہم سے کہا کہ تم اس فتح اور مالِ غنیمت کے حصول پر بہت خوش ہو؟ میں نے کہا کہ ہاں۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ جب تم آل محمد کے جوانوں کے سردار کی نصرت میں ان کے ساتھ جنگ کرو گے تو اس وقت جو مالِ غنیمت تمہیں نصیب ہوگا وہ بہت زیادہ خوشی کا باعث ہوگا۔ لہٰذا اب میں جا رہا ہوں اور تم لوگوں کو خدا کے سپرد کرتا ہوں (۲)۔ زہیر کا ایک حج کا ساتھی ابراہیم بن سعید بیان کرتا ہے کہ جب زہیر امام حسین علیہ السلام کے پاس پہنچے تو آپ نے زہیر سے کہا کہ میں کربلا میں قتل کر دیا جاؤں گا اور انعام کے لالچ میں زحر بن قیس میرا سر لے کر یزید کے پاس جائے گا لیکن اسے کوئی انعام نہیں ملے گا (۳)۔

خبرِ شہادتِ مسلم

عبداللہ بن سلیم اور مذری بن مشمعل اسدی بیان کرتے ہیں کہ حج سے فارغ ہونے کے بعد ہمارا صرف ایک ہی مقصد تھا کہ ہم اثنائے راہ حسین سے ملحق ہو سکیں تا کہ امام کے سلسلے میں ہمیں پتہ چل جائے کہ کیا کچھ ہو رہا ہے ہم تیزی کے ساتھ سفر کرتے ہوئے منزلِ زرود پر آ کر آپ سے ملحق ہوئے۔ اتنے میں کوفہ کا رہنے والا ایک مسافر آتا ہوا نظر آیا اور اس نے امام حسین علیہ السلام کو دیکھ کر راستہ بدل دیا۔ امام نے بھی اس سے بات کرنے کے لئے کچھ توقف فرمایا تھا لیکن ایسا نہ ہوا تو آپ آگے بڑھ گئے۔ ہم نے آپس میں بات کی کہ اس شخص کے پاس چل کر کوفہ کے حالات معلوم کریں۔ ہم نے اس کے پاس پہنچ کر اُسے سلام کیا اور پوچھا کہ تم کس قبیلے سے ہو؟ اس نے جواب سلام کے بعد کہا کہ میں اسدی ہوں۔ ہم نے کہا کہ ہم بھی اسدی ہیں۔ یہ بتلاؤ کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا میں بکیر بن مثعبہ ہوں۔ ہم نے بھی اسے اپنا نام اور شجرہ بتلایا اور پوچھا کہ کوفہ کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ جب میں کوفہ سے نکلا ہوں تو مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ قتل ہو چکے تھے اور ان کے پیروں میں رسی باندھ کر بازاروں میں گھسیٹا جا رہا تھا۔ ہم نے اس کوفی کو ساتھ لیا اور امام حسین علیہ السلام کے قافلے میں شامل ہو گئے۔ اس سے آگے کا بیان منزل ثعلبیہ کے ذیل میں ہے۔

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۹۹ پر سلمان باہلی ہے اور تاریخ کامل بن اثیر ج ۴ ص ۱۷ اور مقتل خوارزمی ج ۱ ص ۳۲۳ پر سلمان فارسی ہے۔

۲۔ ارشاد مفید ج ۲ ص ۷۲۔۷۳

۳۔ ذخیرۃ الدارین حائری ص ۱۸۲

ثعلبیہ

کوفہ سے مکہ جاتے ہوئے یہ منزل خزیمیہ سے قبل اور شقوق کے بعد تھی۔ کبھی وہاں ایک بستی تھی جو بعد میں خراب ہوگئی۔ بنی اسد کے راویوں کا بیان ہے کہ شام کے وقت امام منزلِ ثعلبیہ پر فروکش ہوئے۔ ہم امام کی خدمت میں حاضر ہوکر سلام بجالائے پھر ہم نے عرض کیا ﴿یرحمك الله﴾ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ ہمارے پاس آپ کے لئے ایک خبر ہے اگر آپ کہیں تو سب کے سامنے بیان کریں اور آپ چاہیں تو تنہائی میں عرض کریں۔

امام نے ایک نظر ہم پر ڈالی پھر اپنے ساتھیوں کو دیکھا پھر فرمایا کہ میں ان لوگوں سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھتا۔ ہم نے پوچھا کہ کل آپ نے اس سوار کو دیکھا جو آپ کے سامنے گزرا تھا؟ فرمایا کہ ہاں۔ ہم نے کہا کہ وہ ہمارے ہی قبیلے کا ایک شخص ہے۔ عقلمند اور سچا انسان ہے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ لوگوں نے مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کو قتل کر دیا ہے اور اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ لوگ ان کی لاشوں کو پاؤں باندھ کر بازاروں میں گھسیٹ رہے تھے۔ امام نے فرمایا ﴿انا للّٰہ وانا الیه راجعون رحمة الله علیهما﴾ اور چند بار آیت کی تکرار فرمائی۔ پھر ہم نے عرض کی کہ آپ کو خدا کا واسطہ آپ اپنے خاندان والوں کے ساتھ یہیں سے پلٹ جائیں اس لئے کہ کوفہ میں آپ کا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہے بلکہ ہمیں تو یہ ڈر ہے کہ اہلِ کوفہ آپ کے ساتھ دشمنی کریں گے۔ آپ نے اولادِ عقیل کی طرف رخ کیا اور پوچھا کہ مسلم تو قتل ہوگئے اب تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم ہم جب تک ان کا انتقام نہ لے لیں واپس نہیں جائیں گے یا پھر ہم بھی شہید ہو جائیں گے۔ امام نے ہماری طرف رخ کیا اور ارشاد فرمایا ﴿لاخیر فی العیش بعد هولآء﴾ ان لوگوں کے بعد زندہ رہنے میں کوئی خیر نہیں ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ جب ہمیں معلوم ہوگیا کہ امام کوفہ جانے کا پختہ ارادہ رکھتے ہیں تو ہم نے امام سے عرض کی کہ ہم اللہ سے آپ کے لئے خیر کی دعا مانگتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ﴿رحمکما الله﴾ اللہ تم دونوں پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے پھر امام کے کچھ ساتھیوں نے کہا کہ آپ میں اور مسلم میں فرق ہے۔ جب آپ کوفہ پہنچیں گے تو اہلِ کوفہ آپ کے پاس جوق در جوق آئیں گے۔ امام نے یہ سن کر خاموشی اختیار فرمائی (۱)۔

۱۔ ارشادِ مفید ج ۲ ص ۷۳

بعض مقاتل میں ہے کہ مسلم کی شہادت کی خبر سن کر آپ نے ارشاد فرمایا ﴿رحم اللّٰہ مسلما فقد صار الیٰ روح اللّٰہ وریحانہ وجنّتہ ورضوان اما انہ قد قضیٰ ما علیہ وبقی ما علینا﴾ خدا مسلم پر رحمت نازل فرمائے، وہ رحمت الٰہی، جنت اور مرضیٔ خدا کی طرف سدھارے اور اپنے فرض کو انہوں نے بخوبی پورا کیا اور ہمیں ابھی اپنا فرض پورا کرنا ہے۔ شہادتِ مسلم کی خبر پر وہ لوگ جو دنیا کی طلب میں امام کے ساتھ ہو گئے، وہ امام کو تنہا چھوڑ کر چلے گئے اور آپ کے خاندان کے علاوہ آپ کے چند ساتھی ساتھ میں رہ گئے (۱)۔

مسلم کی صاحب زادی

جناب مسلم بن عقیل کی تیرہ سال کی بچی امام حسین علیہ السلام کی صاحب زادیوں کے ساتھ ہی رہا کرتی تھی۔ شہادت مسلم کی خبر پانے کے بعد امام حسین علیہ السلام خیموں کے اندر تشریف لے گئے اور جناب مسلم کی صاحب زادی کو بلا کر اس سے شفقت اور محبت کا اظہار شروع کیا۔ اس بچی نے کہا کہ چچا آپ میرے ساتھ یتیموں والا سلوک کر رہے ہیں کیا میرے بابا شہید ہو گئے؟ امام نے گریہ کرتے ہوئے فرمایا اگر مسلم نہیں ہیں تو میں تمہارا باپ ہوں اور میری بہن تمہاری ماں ہیں اور میری بیٹیاں تمہاری بہنیں ہیں اور میرے بیٹے تمہارے بھائیوں کی طرح ہیں۔ دختر مسلم اور پسرانِ مسلم نے شدت سے گریہ کیا اور سارے اہل خاندان جمع ہو کر گریہ وزاری میں مشغول ہوئے۔ خود امام حسین علیہ السلام پر مسلم کا غم بہت شدید تھا (۲)۔ مسلم کی اس بیٹی کا نام حمیدہ تھا اور اس کی والدہ کا نام ام کلثوم بنت علی تھا۔ یہ بیٹی گیارہ سال کی تھی اور ایک قول کے مطابق اس کا نام عاتکہ تھا اور اس کی والدہ کا نام رقیہ بنت علی تھا اور یہ بیٹی سات سال کی تھی (۳)۔

طریحی تحریر فرماتے ہیں ﴿وکان لمسلم بنت عمرها احد عشر سنة مع الحسین فلما قام الحسین من مجلسه جاء الیٰ الخیمة فعزز البنت وقربها من منزله فحسّت البنت بالشر لان الحسین کان قد مسح علیٰ راسها وناصیتها کما یفعل بالایتام فقالت

۱۔ ترجمہ ومتنِ لہوف ص ۸۸

۲۔ ترجمہ ومتنِ لہوف ص ۸۸

۳۔ معالی السبطین ج ۱ ص ۲۶۶

یا عم ما رأیتك قبل هذا الیوم تفعل بی مثل ذٰلك اظن انه قد استشهد والدی فلم یتمالك الحسین من البكاء وقال یا ابنتی انا ابوك وبناتی اخواتك فصاحت ونادت بالویل فسمع اولاد مسلم ذٰلك الكلام وتنافسوا صعدا وبكوا بكاء شدیدا ورموا بعمائمهم الی الارض ﴾(۱)۔ مسلم کی گیارہ سال کی ایک بیٹی حسین کے ساتھ تھی۔ امام حسینؑ جب اپنی نشست ختم کر کے خیمہ میں آئے تو اس بچی کی طرف بہت توجہ کی اور اسے اپنے سے قریب کیا۔ بچی نے کوئی سانحہ محسوس کر لیا اس لئے کہ حسین نے اس کے سر اور پیشانی پر ہاتھ پھیرا تھا جیسا کہ یتیموں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ بچی نے کہا کہ اے چچا اس سے پہلے تو آپ نے میرے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا تھا کیا میرے والد شہید ہو گئے؟ حسین اپنے گریہ کو نہ روک سکے اور کہا کہ بیٹی میں تیرا باپ ہوں۔ میری بیٹیاں تیری بہنیں ہیں۔ بچی نے رونا اور چیخنا شروع کیا۔ مسلم کے بیٹوں نے جب سنا تو شدید گریہ کیا اور سروں سے اتار کر عمامے زمین پر پھینک دیئے۔ منتخب کی اس روایت کے بارے میں الامام الحسین واصحابہ میں یہ ذکر ہے کہ شاید طریحی نے یہ واقعہ اعثم کوفی سے لیا ہے۔ اس کی تاریخ میں مسلم کی بیٹی کا تذکرہ موجود ہے۔

محمد سلیمان تنکابنی نے طریحی سے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اس پر فقہی تبصرہ فرمایا ہے (۲)۔

اور مہدی نراقی منزل ثعلبیہ کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں: مسلم را دختری بود صغیرہ کہ مصاحبِ دختران امام حسین بود در یں منزل بعادتِ سابق بخدمت آن حضرت آمد حضرت او را بسیار نوازش کرد و مراعات نمود کہ ہرگز مثلِ آن وقوع نہ شدہ بود بسیار در روے می نگریست و دست بر سرِ وے می کشید صغیرہ را شکے در دلِ وے افتاد عرض کرد یا بن رسول اللہ امروز با من لطفی می کنی کہ فرا خورِ حالِ یتیمان است گویا پدرم را شہید کردہ اند (۳)۔ مسلم کی ایک چھوٹی بیٹی تھی جو امام حسین کی بیٹیوں کے ساتھ رہا کرتی تھی۔ اس منزل پر وہ اپنی عادت کے مطابق امام حسینؑ کے پاس آئی آپ نے اس کے ساتھ بہت محبت کا سلوک کیا کہ اس سے پہلے نہیں کیا تھا۔ اسے دیر تک دیکھتے رہے اور سر پر ہاتھ پھیرتے رہے تو بچی کے دل میں شک ہوا۔ اس نے کہا یا بن رسول اللہ آپ تو مجھ سے

۱۔ الامام الحسین واصحابہ ج ۱ ص ۱۷۴

۲۔ اکلیل المصائب ص ۶۰۸

۳۔ محرق القلوب ص ۱۰۹-۱۱۰

ایسی شفقت کر رہے ہیں جو یتیموں کے ساتھ کی جاتی ہے ایسا لگ رہا ہے کہ میرے بابا شہید ہو گئے۔

علامہ کنتوری نے ہر جملہ کو بالترتیب عربی اور اردو میں تحریر کیا ہے لیکن ہم نے عبارت مسلسل نقل کر دی ہے تا کہ پڑھنے اور سمجھنے میں آسانی ہو۔

﴿ الثانی من الامور الّتی بها الحسین علیه السلام بعد استماع الخبر ماروٰه فی المنتخب وفی بعض نسخ ابی مخنف ایضا انه لما سمع خبر قتل مسلم بن عقیل اغتم واسترجع ودخل الخیمة ودعیٰ بنت مسلم وضمعها الیٰ صدره ومسح یده علٰی راسها فقالت یاعم أظنّ به ان ابی قد قضی نحبه فلما اسمع ذٰلك لم یتمالك من البکاء وقال نعم قد قُتِل ابوك فنادت بالویل والثبور وبکت النساء کلهن ﴾ اور دوسرا کام جو حضرت امام حسین علیہ السلام نے بعد سننے خبرِ شہادتِ جناب مسلم کیا وہ یہ تھا جو منتخب میں اور بعض نسخہ ہائے مقتلِ ابی مخنف میں بھی اس کی روایت کی ہے کہ جب حضرت نے خبرِ شہادت جنابِ مسلم کی سنی مغموم ہوئے اور اناللہ زبان پر جاری فرمایا اور داخلِ خیمۂ اہل بیت ہوئے دخترِ مسلم کو جو آپ کی بھانجی بھی تھیں بلایا اور اپنے سینے سے لگایا اور دستِ مبارک اپنا ان کے سر پر پھیرا جس طرح یتیموں کی تعزیت کا دستور ہے اس صاحب زادی نے کہا اے چچا ان باتوں سے مجھے ایسا خیال ہوتا ہے کہ میرے باپ کی شہادت ہوگئی یہاں پر ایک باریک نکتہ یہ سمجھنا چاہئے کہ اس صاحبزادی نے آپ کو چچا کہہ کر پکارا ماموں نہیں کہا ان کا مطلب یہ تھا کہ اب حضرت میرے باپ کی جگہ سرپرستی کریں گے اور اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت نے صاحبزادی کا یہ کلام سنا کہ جس میں چچا کہنے سے اپنی سرپرستی کا بھی اشارہ تھا۔ آپ کو تاب گریہ باقی نہ رہی اور بے تاب ہو کر آپ نے فرمایا کہ ہاں تمہارے باپ شہید ہو گئے۔ اس بے تابی کے، جو حجۃ اللہ کو ہوئی، دو سبب معلوم ہوتے ہیں ایک تو خبرِ شہادت سُن کر پہلے سے دل بھرا ہوا تھا دوسرے اس صاحبزادی کی درخواست سرپرستی اور اپنا آمادۂ شہادت ہونا، اس نے اور بھی حضرت کو بے تاب کر دیا۔ پس وہ صاحبزادی چلا چلا کر رونے لگی اور اس کے رونے سے، تمامِ عورات کے رونے سے کہرام برپا ہوا (۱)۔ میرے قیامِ نجف کے مشفق بزرگ علامہ مقرم مرحوم نے اپنے مقتل میں تحریر فرمایا ہے مجھے ایسے معتبر ماخذ (مصدرِ وثیق) سے واقفیت نہیں ہے جس میں جنابِ مسلم کی

۱۔ مأتین ج ۱ ص ۱۴۲

صاحب زادی حمیدہ کے سر پر امام حسین علیہ السلام کا ہاتھ پھیرنا اور بچی کا سانحہ کو محسوس کرنا مذکور ہو۔ بر بنائے مثال یہ عرض کرنا مناسب ہے کہ مرحوم مقرم نے منتخب طریحی اور اسرار الشہادہ در بندی کے حوالے اپنے مقتل میں دیئے ہیں اور ان دونوں کتابوں میں یہ واقعہ مذکور ہے۔ اس صورت میں یہ واضح نہیں ہے کہ ''مصدر وثیق''، یعنی معتبر ماخذ سے کیا مراد ہے۔

منزل ثعلبیہ پر شب بسر فرمائی اور صبح کے وقت اہلِ کوفہ سے ابوہرّہ ازدی نامی ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یابن رسول اللہ وہ کیا شے ہے جس نے آپ کو حرمِ خدا اور حرمِ رسول سے جدا کر کے یہاں پہنچا دیا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ اے ابوہرہ ﴿ انّ بنی امية اخذوا مالی فصبرت وشتموا عرضی فصبرت و طلبوا دمی فهربت و ايم الله لتقتلنی الفئة الباغية وليلبسنّهم الله ذلّا شاملاً و سيفاً قاطعاً و ليسلطنّ الله عليهم من يذلهم حتی يكونوا ذل من قوم سبا اذ ملكتهم امرئة فحكمت فی اموالهم و دمائهم حتی اذلّتهم ﴾ (۱) بنی امیہ نے ہمارا مال ہم سے چھین لیا اور ہماری عزت و حرمت کو نقصان پہنچایا لیکن میں نے صبر کیا۔ اور اب وہ میری جان کے ایسے دشمن ہیں کہ میں حرم الٰہی کو چھوڑ کر یہاں آ گیا ہوں۔ خدا کی قسم یہ ظالم اور سرکش لوگ مجھے قتل کر دیں گے اور اللہ انہیں ذلت کا لباس پہنائے گا اور ان کے قتل کے لئے تلواریں آمادہ کرے گا۔ اور ایسے کو ان پر مسلط کرے گا جو انہیں ذلیل و خوار بنا دے گا یہاں تک کہ یہ قوم سبا سے زیادہ پریشان و ذلیل ہوں گے کہ ایک عورت اُن پر حکومت کرتی تھی اور ان کے جان و مال پر رحم نہیں کرتی تھی۔

کلینی کے مطابق اہلِ کوفہ سے ایک شخص منزل ثعلبیہ پر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امام نے دورانِ گفتگو اس سے ارشاد فرمایا ﴿ اما والله يا اخا اهل الكوفة لو لقيتك با لمدينة لأريتك أثر جبرئيل من دارنا و نزوله بالوحی علیٰ جدی يا أخا اهل الكوفة أفمستقی الناس العلم من عندنا فعلموا وجهلنا هذا ما لا يكون ﴾ (۲) خدا کی قسم اگر

۱۔ لہوف مترجم ص ۸۶

۲۔ اصول کافی ج ۱ ص ۳۹۸

میں تمہیں مدینہ میں ملتا تو تم کو اپنے گھر میں جبریل کے آنے اور میرے نانا پر وحی لانے کے آثار دکھلاتا۔ اے کوفی بھائی! لوگوں نے علم ہم سے لیا ہے دنیا والے ہمارے خاندان کے علم سے بہرہ مند ہوئے ہیں۔ کیا ایسے لوگ عالم ہیں اور ہم عالم نہیں ہیں؟ یہ تو ایک ناممکن بات ہے۔

- بشر بن غالب نے ثعلبیہ ہی میں حاضر خدمت ہو کر **﴿یوم ندعوا کل اناس بامامهم﴾** (۱) کے متعلق سوال کیا تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ایک امام وہ ہے جو لوگوں کو صراط مستقیم کی دعوت دیتا ہے اور لوگ اسے قبول کرتے ہیں اور دوسرا امام وہ ہے جو لوگوں کو گمراہی کی دعوت دیتا ہے اور لوگ اسے بھی مان لیتے ہیں۔ پہلا گروہ جنت میں ہوگا اور دوسرا جہنم میں جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے **﴿فریق فی الجنة وفریق فی السعیر﴾** (۲)۔ ہم منزلِ ذاتِ عرق میں بشر کی ایک ملاقات کا ذکر کر چکے ہیں۔ اس روایت کے اعتبار سے یہ دوسری ملاقات ہے جو ثعلبیہ میں ہوئی۔ لیکن ابن اعثم کوفی کے مطابق یہ دونوں ایک ہی روایت کے اجزاء میں اور اس کا تعلق ذات عرق سے ہے (۳)۔
- ابن سعد نے طبقات (غیر مطبوع) میں تحریر کیا ہے کہ ثعلبیہ کے ایک رہنے والے بجیر بن شداد اسدی نے بیان کیا ہے کہ جب امام حسین ثعلبیہ آئے تھے تو میرے بھائی نے امام سے کہا کہ مجھے آپ کی جان کا خوف ہے۔ اے نواسۂ رسول! آپ کے پاس تو بہت کم لوگ ہیں؟ امام نے اپنے ہاتھ کے تازیانہ سے ایک تھیلی کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ اس میں اہلِ کوفہ کے خط بھرے ہوئے ہیں (۴)۔
- صاحب ریاض القدس لکھتے ہیں کہ از جملۂ واقعات در منزل ثعلبیہ لحوق وھب بن وھب بن عبداللہ کلبی است واو چنانچہ از اخبار و آثار مستفادمی شود جوانے بود خوش سیما۔ ثعلبیہ کے واقعات میں سے ایک واقعہ وہب بن وہب بن عبداللہ کلبی کا امام حسین علیہ السلام کے قافلہ میں شامل ہونا ہے اخبار واحادیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک خوبصورت جوان تھا۔ اس کے مسلمان ہونے کا واقعہ لکھنے کے بعد انہوں نے تحریر کیا

۱۔ سورۂ بنی اسرائیل ۷۱۔ قیامت کے دن ہم ہر انسان کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔
۲۔ سورۂ شوریٰ ۷۔ ترتیب الامالی ج ۵ ص ۱۹۵
۳۔ الفتوح ج ۵ ص ۱۶۹۔ ۷۰
۴۔ طبقات ابن سعد (تحقیق عبدالعزیز طباطبائی) ص ۶۴

ہے کہ چنانچہ ابی مخنف و شیخ صدوق نوشتند بدستِ حضرت اسلام اختیار کردند فاتبعوه الی کربلاء درر کاب حضرت بودند تا بکربلا رسیدند(۱)۔ ابو مخنف اور شیخ صدوق نے لکھا ہے کہ وہب اور اس کی ماں نے امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور آپ کے قافلہ میں رہے یہاں تک کہ کربلا پہنچ گئے۔

زبالہ

یہ منزل مکہ کے راستے میں ثعلبیہ اور واقصہ کے درمیان تھی۔ پانی کے ذخائر کے سبب یہاں آبادی تھی۔ بعض مقاتل کے مطابق مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن یقطر کی شہادت کی خبر اس منزل پر موصول ہوئی۔ منزلِ ثعلبیہ کے واقعات میں جناب مسلم اور جناب ہانی کی شہادت کی اطلاع بیان ہو چکی ہے لیکن یہ بعید از قیاس نہیں ہے کہ مختلف منزلوں پر مختلف لوگوں کے ذریعہ اس سانحہ کی خبر بار بار ملتی رہی ہو۔ شیخ مفید کے مطابق منزل زبالہ پر عبداللہ بن یقطر کی شہادت کی خبر ملی تو آپ نے ایک بیان تحریر فرما کر اسے لوگوں کے سامنے پڑھا۔ ﴿**بسم اللہ الرحمٰن الرحیم امابعد فقد اتانا خبر فظیع قتل مسلم بن عقیل وھانی بن عروہ و عبداللہ بن یقطر و قد خذلنا شیعتنا فمن احب منکم الانصراف فلینصرف غیر حرج ولیس علیہ ذمام**﴾ فرمایا کہ ایک بہت افسوس ناک اور دلگداز خبر ہمیں یہ ملی ہے کہ مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن یقطر شہید کر دیئے گئے اور ہمارے طرف داروں نے ہمیں بے حامی و ناصر کر دیا ہے اور اب تم میں سے جو چاہے وہ بے جھجک واپس چلا جائے اس پر کوئی ذمہ یا الزام نہیں ہوگا۔ یہ سن کر بہت سے لوگ آپ کو چھوڑ کر میدانوں کی طرف نکل گئے اور آپ کے پاس خاندان والے اور چند وہ افراد رہ گئے جو راستے میں شریک سفر ہوئے تھے۔ امام کی مصلحت یہ تھی کہ لوگوں کو یہ پتہ چل جائے کہ آگے کتنے دشوار گزار مرحلے ہیں اس لئے کہ ساتھ آنے والوں کو تو صرف یہ معلوم تھا کہ امام حسین علیہ السلام اس شہر کی طرف جا رہے ہیں جہاں ان آدمیوں کا قبضہ ہو چکا ہے(۲)۔

اس منزل پر دینوری نے اس طرح لکھا ہے کہ محمد بن اشعث اور عمر بن سعد کا قاصد امام کی خدمت

۱۔ ریاض القدس جلد اول ۱۸۱/۱۸۲

۲۔ ارشاد مفید ج ۱ ص ۷۵، تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۰۰

میں حاضر ہوا۔ جناب مسلم نے محمد بن اشعث سے اپنی وصیت میں فرمایا تھا کہ کوفہ کے حالات بگڑ چکے ہیں امام کو پیغام دے دو کہ وہ ادھر تشریف نہ لائیں۔ اس نے خط لکھ کر روانہ کیا جسے قاصد لے کر امام کی خدمت میں پہنچا (۱)۔ آپ نے خط پڑھا جس سے آپ پر شدید رنج والم طاری ہوا اور پھر قاصد نے قیس بن مسہر کی شہادت کی خبر دی لیکن طبری کی روایت میں عمر سعد کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ صرف محمد بن اشعث کا ذکر ہے کہ اس نے ایاس بن عثل طائی کے ذریعہ امام، کو پیغام بھجوایا (۲)۔

عبداللہ بن یقطر

ابن قتیبہ اور ابن مسکویہ کے مطابق امام حسین ؑ نے عبداللہ بن یقطر کو جناب مسلم کے ساتھ بھیجا تھا۔ جناب مسلم نے اہل کوفہ کی بے وفائی دیکھ کر عبداللہ بن یقطر کو امام کی طرف بھیجا کہ وہ پوری تفصیل سے امام کو آگاہ کر دیں لیکن حصین بن نمیر نے انہیں گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا (۳)۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ عبداللہ بن یقطر کو دارالامارہ کی چھت پر لے جایا جائے اور اسے مجبور کیا جائے کہ وہ اس بلندی سے لوگوں کے سامنے حسین اور ان کے والد سے برأت کا اظہار کرے۔ ابن یقطر نے چھت پر پہنچنے کے بعد لوگوں کو مخاطب کیا کہ اے لوگو میں رسولِ خدا کی بیٹی کے بیٹے حسین کا قاصد ہوں تم لوگ ان کی مدد کرنے میں جلدی کرو اور مرجانہ کے بیٹے (ابن زیاد) پر لعنت بھیجو۔ ابن زیاد کے حکم پر انہیں چھت سے نیچے پھینک دیا گیا۔ ابھی جان باقی تھی کہ ایک شخص نے انہیں قتل کر دیا جب لوگوں نے پوچھا کہ تو نے یہ کیا کیا؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں تکلیف سے نجات دینا چاہتا تھا (۴)۔

بعض لوگوں نے زبالہ کے بجائے دوسری منزلوں پر عبداللہ بن یقطر اور قیس بن مسہر کے قتل کی خبر کا تذکرہ کیا ہے لیکن بیشتر مقتل نگاروں کے مطابق زبالہ میں یہ خبر پہنچی ہے۔

۱۔ الاخبار الطوال ص ۲۴۷

۲۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۸۱

۳۔ ابصار العین ص ۹۴

۴۔ ابصار العین ص ۹۳

بطن عقبہ

یہ منزل مکہ کی طرف جاتے ہوئے واقصہ کے بعد اور قاع سے پہلے ہے۔ یہاں بنی عکرمہ کا آبی ذخیرہ تھا۔ طبری نے ابومخنف سے روایت کی ہے کہ بنی عکرمہ کے ایک شخص لوذان نے بیان کیا کہ اس کے ایک رشتہ دار نے امام حسین سے پوچھا کہ آپ کا ارادہ کدھر کا ہے؟ فرمایا کہ کوفہ جا رہا ہوں۔ اس شخص نے امام سے کہا کہ آپ کو خدا کا واسطہ ہے کہ آپ اس راستے سے پلٹ جائیں اس لئے کہ وہاں آپ کا استقبال تلواروں اور نیزوں سے ہوگا۔ وہ لوگ جنھوں نے آپ کے پاس قاصد اور خطوط بھیجے ہیں، وہ لوگ اگر اس جنگ کو اپنے ذمہ لے لیں اور سارے امور کی انجام دہی بھی کریں تو آپ ضرور جائیں کہ یہ ایک بہترین ارادہ ہے لیکن جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے اس طریقہ سے آپ کے کوفہ جانے کو میں قرینِ مصلحت نہیں سمجھتا۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ﴿**یا عبداللہ انہ لیس یخفی علیّ الرأی ما رأیت ولکن اللہ لا یغلب علیٰ أمرہ**﴾ اے بندۂ خدا جو تم نے کہا وہ مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے اور تمہاری رائے مضبوط و محکم ہے لیکن مقدرات الٰہی پر کوئی غالب نہیں آ سکتا (۱)۔ مجلسی کے مطابق پھر آپ نے فرمایا ﴿**واللہ الاید عوننی حتّی یستخرجوا ھذہ العلقتہ من جوفی فاذ افعلوا سلّط اللہ علیم من یذلھم حتّی یکونوا اذلّ فرق الامم**﴾ (۲) خدا کی قسم وہ لوگ (دشمن) مجھے نہیں چھوڑیں گے جب تک میرا خون نہ بہا دیں اور جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ اُن پر ایسے کو مسلّط کرے گا جو انہیں ذلیل کرے گا یہاں تک کہ وہ کنیز کے چیتھڑے سے زیادہ حقیر ہو جائیں گے۔

ابن عبدربہ نے امام صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام عقبتہ البطن سے آگے بڑھے تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ ﴿**ما أرانی الّا مقتولاً فانی رأیت کلابا تنھشنی واشدّھا علّی کلب ابقع**﴾ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ میں یقیناً قتل ہو جاؤں گا۔ لوگوں کے سوال پر آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ لوگوں نے اس خواب کے متعلق سوال کیا تو

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۰۱

۲۔ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۷۵

آپ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ چند کتوں نے مجھ پر حملہ کیا ہے ان میں سے ایک کتا چتکبرا تھا جو زیادہ حملہ کر رہا تھا(۱)۔

شراف

عقبہ کے بعد کوفہ کا راستہ واقصہ سے گزرتا ہے لیکن امام نے شراف کو اس لئے منتخب فرمایا کہ وہاں پانی اور دیگر وسائل سفر بہتر تھے۔ ابو مخنف عبداللہ بن سلیم اور مذری بن مشمعل (۲) سے روایت کرتا ہے کہ منزل شراف میں شب بسری کے بعد صبح کے وقت امام حسین علیہ السلام نے جوانوں کو حکم دیا کہ پانی کا زیادہ ذخیرہ اپنے ساتھ لے لیں۔ پھر صبح سے زوالِ آفتاب تک سفر جاری رہا(۳)۔ امام حسین علیہ السلام کا ارادہ تھا کہ منزلِ قرعا پر جا کر قیام فرمائیں اور اس کے بعد مغیثہ (حجاز کی آخری منزل) میں قیام کرتے ہوئے قادسیہ (عراق کا پہلا شہر) کی طرف چلے جائیں (۴)۔

ابن زیاد کو امام حسین علیہ السلام کے سفر کی خبر مل چکی تھی۔ اس نے پولس کے سربراہ حصین بن تمیم کو قادسیہ کی طرف روانہ کیا تھا۔ اس نے قادسیہ پہنچ کر قادسیہ سے خفان تک اور قطقطانیہ سے لعلع تک اور واقصہ سے بصرہ اور کوفہ کی شاہراہوں تک فوجوں کے ذریعہ ناکہ بندی کر دی تھی۔ تاکہ آنے جانے والوں کی مکمل تفتیش و تحقیق کی جا سکے۔ امام حسین علیہ السلام سے اثنائے سفر کچھ عربوں کی ملاقات ہوئی۔ آپ نے ان سے سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ ہمیں تو صرف اتنا معلوم ہے کہ نہ ہم عراق سے نکل سکتے ہیں اور نہ داخل ہو سکتے ہیں۔ امام حسین علیہ السلام نے اسی راستہ پر سفر کو جاری رکھا (۵)۔ ایک قول کے مطابق حصین بن تمیم چار ہزار سپاہیوں کے ساتھ مامور ہوا تھا اور انہیں میں حر بن یزید ریاحی بھی تھا جو ایک ہزار کے دستہ کے ساتھ تھا اور دوسرے قول کے

۱۔ بحوالہ کامل الزیارۃ ص ۷۵

۲۔ ان دونوں آدمیوں کا سراغ منزل زرود پر ملتا ہے اور یہ منزلِ شراف اور ذوحسم تک نظر آتے ہیں۔ اس کے بعد ان کا نام و نشان نہیں ملتا۔

۳۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۰۲

۴۔ الامام الحسین واصحابہ ص ۱۸۲

۵۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۹۵

مطابق حر حصین بن تمیم کے دستوں سے الگ براہِ راست کوفہ سے مامور ہوا تھا(۱)۔

ابومخنف دونوں اسدی راویوں کے حوالے سے نقل کرتا ہے کہ ظہر کے قریب سفر جاری تھا کہ ایک شخص نے آواز بلند کی اللہ اکبر کہا امام نے بھی تکبیر کہی۔ پھر پوچھا کہ تم نے تکبیر کیوں کہی؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے کھجوروں کے درخت دیکھے ہیں۔ بنی اسد کے دونوں آدمیوں نے کہا کہ اس علاقہ میں کھجوروں کے درخت نہیں ہیں۔ امام نے پوچھا پھر تمہارے خیال میں یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ دشمن کی فوج کے سپاہی اور ان کے گھوڑوں کی گردنیں نظر آ رہی ہیں۔ امام نے سوال کیا کہ اس علاقہ میں کوئی ایسا محفوظ مقام ہے کہ ہم اسے پشت پر رکھ کر دشمن سے روبرو ہوں تاکہ دشمن سے فقط ایک رخ سے مقابلہ ہو۔ لوگوں نے کہا کہ ہاں بائیں طرف ذوحسم نام کی ایک منزل ہے۔ امام نے بائیں جانب مڑ کر ذوحسم کا رخ کیا۔ دشمن کی فوج بھی اسی طرف چلی لیکن امام کا قافلہ ان سے پہلے پہنچ گیا(۲)۔

ذوحُسم

یہ شراف اور بیضہ کے درمیان ایک پہاڑ تھا جہاں حیرہ کے بادشاہ نعمان بن نذر کی شکار گاہ تھی۔ حُر اپنے ہزار سواروں کے ساتھ پہنچ گیا اور اس نے بھی حسینی قافلہ کے پہلو میں قیام کیا۔ امام نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ان لوگوں کو پانی پلاؤ اور ان کے گھوڑوں کو بھی سیراب کرو۔ علی بن طعّان محاربی کہتا ہے کہ میں حر کے لشکر کا آخری آدمی تھا۔ جب میں پہنچا تو امام نے میری پیاس دیکھ کر کہا کہ ﴿انخ الراوية﴾ راویہ کو بٹھلادو۔ راویہ عراقی زبان میں مشک کو کہا جاتا ہے لہٰذا علی بن طعّان جملے کا مطلب نہ سمجھ سکا۔ پھر آپ نے فرمایا ﴿انخ الجمل﴾ اونٹ کو بٹھلادو۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے اس اونٹ کو بٹھلا دیا جس پر فوج کے لئے مشکیزوں میں پانی بار کیا جاتا ہے۔ امام نے فرمایا پانی پیو۔ جب میں نے پانی پینا چاہا تو پانی مشک کے دہانے سے گرنے لگا اور میں اطمینان سے پانی نہ پی سکا۔ امام نے فرمایا کہ مشک کے دہانے کو چھوٹا کرلو جب میں کامیاب نہ ہوا تو آپ اپنی جگہ سے اٹھے۔ آپ نے دہانے کو موڑ کر مجھے اور میرے گھوڑے کو پانی پلایا۔

۱۔ الامام الحسین واصحابہ ص ۱۸۳

۲۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۰۲

اتنے میں نمازِ ظہر کا وقت ہوگیا۔ امام نے حجاج بن مسروق کو اذان دینے کا حکم دیا۔ اقامت کے وقت امام حسین علیہ السلام اپنے دوش پر عبا ڈال کر باہر آئے اور حمد وثنائے الٰہی اور نعتِ رسول کے بعد فرمایا ﴿ایها الناس اِنّها معذرة الی الله عزوجل والیکم. انی لم آتکم حتّی أتتنی کتبکم و قدمّت علیّ رسلکم ان أقدم علینا فانه لیس لنا امام لعل الله ان یجمعنا بك علی الهدی فان کنتم علی ذلك فقد جئتکم فان تعطونی ما اطمئن الیه من عهودکم و مواثیقکم اقدم مصر کم و ان لم تفعلوا و کنتم لمقدمی کارهین انصرفت عنکم الی المکان الذی اقبلت منه الیکم﴾ اے لوگو! میں اللہ کو گواہ بنا کر تمھارے سامنے اپنے آنے کا سبب بیان کرتا ہوں۔ میں تو اس صورت میں آیا ہوں کہ تمھارے خطوط میرے پاس آئے اور تمھارے فرستادے آئے کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائیں ہمارا کوئی امام نہیں ہے۔ شاید اللہ آپ کے ذریعے سے ہم سب کو ہدایت پر مجتمع کر دے۔ میں تو آ گیا ہوں اب اگر تم اپنے قول پر قائم ہو تو مجھے مطمئن کرو اور اپنے عہد و میثاق کو پورا کرو۔ اور اگر ایسا نہ کرو اور تمھیں اپنے خطوط و وفود پر ندامت ہو اور میرے آنے کو ناپسندیدہ سمجھتے ہو تو پھر میں اسی علاقے میں پلٹ جاؤں جہاں سے تمھارے پاس آیا ہوں۔ حر کے لشکر سے جواب میں کسی نے کچھ نہیں کہا۔ امام حسین نے اقامت کہے جانے کا حکم دیا۔ پھر آپ نے حر سے کہا کہ اگر چاہتے ہو تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ الگ نماز پڑھو۔ حر نے کہا کہ ہم سب آپ کے ساتھ ہی نماز پڑھیں گے۔ سب نے امام کی اقتداء میں نماز پڑھی (۱)۔ امالی صدوق کے مطابق نماز کے بعد حر اپنی جگہ سے اٹھا اور امام کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا۔ آپ نے جوابِ سلام دیا اور فرمایا کہ اے بندۂ خدا تم کون ہو؟ اس نے کہا میں حر بن یزید ہوں۔ آپ نے فرمایا ﴿یاحر علینا ام لنا﴾ یعنی تم ہم سے لڑنے آئے ہو یا ہماری نصرت کرنے آئے ہو؟ اس نے کہا فرزند رسول مجھے تو آپ سے لڑنے کیلئے بھیجا گیا ہے لیکن میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ قیامت کے دن میں اپنی قبر سے اس حالت میں اٹھوں کہ میری پیشانی میرے پاؤں سے بندھی ہوئی ہو اور میرے ہاتھ میری گردن سے بندھے ہوئے ہوں اور منہ کے بل دوزخ میں پھینک دیا جاؤں۔ اس کے بعد عرض کی فرزند رسول آپ کہاں جا رہے ہیں۔ اپنے جد کے مدینے کی طرف واپس جائیں ورنہ قتل کر دیئے جائینگے۔ امام نے جواب میں تین اشعار پڑھے:

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۰۲۔۲۰۳

سامضی فما فی الموت عار علی الفتی اذا ما نوی حقّا و جاهد مسلما
و واسی الرجال الصالحین بنفسه و فارق مثبورا و خالف مجرما
فان متُّ لم اندم و ان عشت لم اُلم کفی بك ذلّا ان تموت و ترغما (۱)

میں چلتا رہوں گا اور موت اس شخص کے لئے ننگ و عار نہیں ہے جو خدا اور اسلام کے لئے جہاد کرے۔ اور جو نیک اور صالح افراد کے لئے مواسات کرے۔ جب وہ دنیا سے جائے تو لوگ اس کا غم کریں اور دشمن اس کی مخالفت کریں۔ لہذا اگر میں مرجاؤں تو جائے ندامت نہیں ہے اور اگر زندہ رہوں تو جائے ملامت نہیں ہے۔ ذلّت تو تمھارے لئے ہے کہ مرجاؤ اور اپنے مقصد و مراد تک نہ پہنچو۔

مفید کی روایت کے مطابق نماز عصر بھی سب لوگوں نے ایک ساتھ پڑھی۔ نماز کے بعد امام نے پھر ایک خطبہ ارشاد فرمایا ﴿ ایها الناس فانکم ان تتقوا الله و تعرفوا الحق لاهله یکن ارضیٰ لله عنکم و نحن اهل بیت محمد اولی بولایة هذا الامر علیکم من هولآء المدّعین ما لیس لهم و السائرین فیکم بالجور و العدوان وان أبیتم الا کراهیة لنا و الجهل بحقنا فکان رأیکم الأن غیر ماأتتنی به کتبکم وقدّمت به علیّ رسلکم انصرفت عنکم ﴾ اے لوگو اگر تم اللہ کا تقوی اختیار کرو اور حق دار کو پہچان کر حق اسے دے دو۔ تو یہ اللہ کی بہترین پسندیدگی اور خوشنودی کا سبب ہوگا۔ اور ہم محمد ﷺ کے اہل بیت ہیں۔ لہذا ہم جھوٹے دعویداروں کے مقابلہ میں ولایت کے بہترین حقدار ہیں اس لئے کہ یہ ولایت تو دوسروں کا حق ہی نہیں ہے۔ یہ لوگ تمھارے ساتھ ظلم و جور کا سلوک کرتے ہیں۔ تم نے خطوط بھیجے اور میرے پاس اپنے آدمی بھیجے اب اگر مجھ سے روگرداں ہو گئے ہو تو میں واپس جاتا ہوں۔ حر نے جواب میں کہا کہ خدا کی قسم مجھے آپ کو بھیجے جانے والے خطوط کا کوئی علم نہیں ہے۔ امام نے عقبہ بن سمعان کو بلا کر فرمایا کہ خطوط کی تھیلیاں لاؤ۔ عقبہ دو بھری ہوئی تھیلیاں لایا اور انھیں حر کے سامنے لا کر الٹ دیا۔ حر نے جواب دیا کہ میں ان لکھنے والوں میں نہیں ہوں۔ میں تو اس بات پر مامور ہوں کہ آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں یہاں تک کہ آپ کو عبداللہ بن زیاد کے پاس لے جاؤں۔ امام حسین علیہ السلام کو جلال آ گیا آپ نے جواب میں حر سے فرمایا ﴿ الموت ادنیٰ الیك من ذلك ﴾ تمھارے اس ارادے کے

۱۔ ترتیب الامالی ج ۵ ص ۱۹۷

مقابلہ میں تمھاری موت تم سے زیادہ نزدیک ہے۔ پھر آپ نے ساتھیوں کو حکم دیا کہ اٹھو اور کوچ کی تیاری کرو۔

جب قافلہ آمادۂ سفر ہوا تو حر نے امام حسین علیہ السلام کو روکنا چاہا اس پر امام نے فرمایا **﴿ثكلتك امك ما تريد﴾** تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے تو آخر چاہتا کیا ہے؟ حر نے کہا اگر آپ کے علاوہ کسی نے میری ماں کا نام لیا ہوتا تو میں بھی اس کی ماں کا نام لیتا لیکن خدا کی قسم آپ کی والدہ کا اسم گرامی تو احترام کے بغیر لیا ہی نہیں جاسکتا۔

امام نے فرمایا کہ تم اپنے دل کی بات بتلاؤ کہ کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا کہ میں آپ کو ابن زیاد کے پاس کوفہ لے جانا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔ حر نے کہا پھر میں آپ کے ساتھ ساتھ رہوں گا آپ کو جانے نہ دوں گا۔ دو تین باران جملوں کی تکرار ہوئی اور قریب تھا کہ جنگ شروع ہو جائے۔ اتنے میں حر نے کہا کہ میں آپ سے جنگ کرنے پر مامور نہیں ہوں لیکن میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔ **﴿فاذا ابيت فخذ طريقا لا يدخلك الكوفة و لا يردك الى المدينة تكون بينى و بينك نصفا﴾** اور اگر آپ کو میری بات قبول نہیں ہے تو آپ اپنے لئے ایک ایسا راستہ منتخب فرمائیں جو نہ کوفہ کی طرف جاتا ہو اور نہ مدینہ کی طرف تا کہ آپ کے اور میرے درمیان انصاف ہو جائے۔ میں یہ باتیں ابن زیاد تک پہنچاؤں گا۔ شاید اللہ انجام کار میں عافیت عطا فرمائے اور آپ کا مسئلہ حل ہو جائے (۱)۔ ابن اعثم کوفی کے مطابق جب گفتگو میں تکرار ہوئی تو حر نے عرض کی کہ یا اباعبداللہ! مجھے آپ کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔ مجھے تو یہ حکم ہے کہ میں آپ کو ابن زیاد کے پاس لے جاؤں۔ میں خدا کی قسم اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اللہ آپ کے باب میں مجھ سے ناراض ہو اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس امت کا ہر شخص قیامت کے دن آپ کے جد کی شفاعت کا محتاج ہوگا۔ میں ڈرتا ہوں کہ آپ سے قتال کر کے کہیں میری دنیا اور آخرت تباہ نہ ہو جائیں (۲)۔

عقبہ بن ابی [illegible]یز ار کہتا ہے کہ منزلِ ذوحسم پر امام حسین علیہ السلام کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ حمد و درود کے بعد کہا **﴿انه قد نزل من الا مر ماقد ترون وان الدنيا قد تغيّرت و تنكّرت وادبر معروفها واستمرّت جد افلم يبق منها الاصبابة كصبابة الاناء وخسيس عيش كالمرعى الوبيل ألاترون ان الحق لايعمل به وان الباطل لايتناهٰى عنه، ليرغب**

۱۔ ارشاد مفید ج ۲ ص ۷۹۔۸۰

۲۔ الفتوح ج ۵ ص ۷۹

المومن فی لقاء اللّٰہ محقا فانی لاأری الموت الا شھادۃ ولا الحیوۃ مع الظالمین الا برما﴾ (۱)۔ہم پر جو صورت حال وارد ہوگئی ہے وہ تم لوگ دیکھ رہے ہو۔ دنیا بدل گئی اور اس نے اپنا رخ موڑ لیا ہے اور اس میں سے جو باقی بچا ہے وہ پیالے کی تہہ میں بچنے والے پانی جتنا ہے اور یہ ایک کم مرتبہ زندگی ہے جیسے سوکھی چراگاہ۔ تم تو دیکھ ہی رہے ہو کہ حق متروک ہو گیا ہے اور باطل کو کوئی بھی چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ مومن پر لازم ہے کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کا خواہشمند ہو اس لئے کہ حق پر ہے۔ پس میں موت کو سعادت پا رہا ہوں اور ظالموں کے ساتھ زندہ رہنے کو ہلاکت دیکھ رہا ہوں۔ لہوف کے مطابق امام کا خطبہ یہاں تک پہنچا تھا کہ زہیر قین اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور عرض کی فرزند رسول! ہم نے آپ کا کلام سنا۔ اگر دنیا باقی رہنے والی شئے ہو اور ہم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں جب بھی ہم آپ کے ساتھ قیام کرنے کو اس دنیا کے قیام پر ترجیح دیں گے۔ اس کے فوراً بعد نافع بن ہلال بجلی اٹھے اور انھوں نے کہا کہ خدا کی قسم ہم اپنے رب سے ملاقات کرنے سے کراہت نہیں کرتے۔ ہم اپنی نیتوں اور بصیرتوں پر قائم ہیں۔ ہم اسے دوست رکھتے ہیں جو آپ سے محبت کرے اور اس سے دشمنی رکھتے ہیں جو آپ سے دشمنی کرے۔ اس کے بعد بریر بن خضیر اٹھے اور انھوں نے عرض کی کہ فرزند رسول خدا کی قسم اللہ نے ہم پر احسان کیا ہے کہ ہم آپ کے حضور میں جنگ کریں اور ہمارے اعضاء و جوارح آپ کی نصرت میں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور قیامت کے دن آپ کے جد ہماری شفاعت کریں۔ (۲)

بیضہ

یہ منزل بنی یربوع سے متعلق اور واقصہ اور عذیب الہجانات کے درمیان واقع تھی۔

اس منزل پر امام نے اپنے اصحاب اور حر کی فوج کے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا۔ حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا ﴿ایھا الناس ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم قال من رأی سلطانا جائراً مستحلا لحرم اللّٰہ ناکثا لعھداللّٰہ مخالفاً لسنۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۰۵

۲۔ لہوف مترجم ص ۹۴

يعمل فی عباد اللّٰه بالاثم والعدوان فلم يغير عليه بفعل ولا قول كان حقاً علىٰ اللّٰه ان يدخله مدخله۔ الا وان هٰولآء قد لزموا طاعة الشيطان وتركوا طاعة الرحمٰن واظهروا الفساد و عطّلوا الحدود واستأثروا بالفئ واحلوا حرام اللّٰه وحرموا حلاله وانا احق من غير وقد أتتنی كتبكم و قدّمت علیّ رسلكم ببيعتكم انكم لاتسلمونی ولا تخذلونی فان تمعتم علیٰ بيعتكم تصيبوا رشدكم وانا الحسين بن علی و ابن فاطمة بنت رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وآله وسلم نفسی مع انفسكم وأهلی مع اهليكم فلكم فیّ أسوة وان لم تفعلوا ونقضتم عهدكم وخلعتم بيعتی من اعناقكم فلعمری ماهی لكم بنكر لقد فعلتموها بأبی وأخی وابن عمی مسلم بن عقيل والمغرور من اغتربكم فحظكم اخطأتم ونصيبكم ضيّعتم فمن نكث فانما ينكث علیٰ نفسه وسيغنی اللّٰه عنكم والسلام ﴾ (۱) اے لوگو! رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جوشخص بھی ظالم بادشاہ کو دیکھے جو حرام خدا کو حلال کرتا ہے عہدِ خدا کو توڑتا ہو اور سنتِ رسول کی مخالفت کرتا ہے اور خدا کے بندوں میں گناہ اور دشمنی و سرکشی کا عمل روا رکھتا ہو تو ایسا دیکھنے والا اگر اس صورتِ حال کے باوجود اپنے قول وعمل سے انکار نہ کرے تو یقیناً خدا اس شخص کو اس بادشاہ کے ساتھ جگہ دے گا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ ان لوگوں (بنی امیّہ) نے شیطان کی اطاعت کو لازم قرار دے لیا ہے اور رحمٰن کی اطاعت کو ترک کر دیا ہے، انہوں نے فساد کو آشکار کر دیا ہے اور حدودِ الٰہی کو معطل کر دیا ہے اور مسلمانوں کے مالیّات کو اپنے ساتھ مخصوص کر لیا ہے انہوں نے حرام الٰہی کو حلال اور حلالِ الٰہی کو حرام کر رکھا ہے اور میں اس دور میں سب سے زیادہ اس بات کا حق رکھتا ہوں کہ انکار کروں۔ تمہارے خطوط میرے پاس آئے اور تمہارے بھیجے ہوئے لوگ تمہاری بیعت کی خبر لے کر میرے پاس آئے کہ تم لوگ مجھے اکیلا نہیں چھوڑو گے اور مجھے بے یار و مددگار نہیں کرو گے تو اگر تم اپنی بیعت پر باقی رہو تو تم حق و ہدایت کی راہ پر ہو اور میں حسین علی و فاطمہ بنتِ رسول کا بیٹا ہوں۔ میری زندگی تمہارے ساتھ ہے اور میرا خاندان تمہارے خاندان کے ساتھ ہے اور مجھ میں تمہارے لئے نمونۂ عمل ہے۔ لیکن اگر تم یہ کام نہ کرو اور مجھ سے کیا ہوا عہد توڑ دو اور میری بیعت سے نکل جاؤ تو جان کی قسم کہ یہ سب کچھ تم سے بعید بھی نہیں ہے اس لئے کہ تم یہی کام

۱۔ تاریخ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۰، تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۰۴

میرے والد، میرے بھائی اور میرے ابنِ عم مسلم بن عقیل کے ساتھ بھی کر چکے ہو لہٰذا فریب تو وہ کھائے گا جو تمہارے دھوکہ میں آ جائے۔ تم نے اپنے حصہ میں خطا کی اور اپنے نصیب کو ضائع کر دیا پس جو بھی عہد کو توڑتا ہے اس کا نقصان اسی کو پہنچتا ہے اور یقیناً اللہ مجھے تمہاری مدد سے مستغنی کر دے گا۔ والسلام۔

رہیمہ

امام بیضہ سے چل کر رہیمہ میں وارد ہوئے تو وہاں کوفہ کے ایک شخص ابو ہرم نے آپ سے ملاقات کی اور یہ سوال کیا کہ کون سی چیز آپ کو حرم رسول سے باہر نکال لائی؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا ﴿**یا ابا هرم ان بنی امية شتموا عرضی فصبرت واخذوا مالی فصبرت وطلبوا دمی فهربت وايم الله يقتلونی فيلبسهم الله ذلّا شاملا وسيفاقاطعا ويسلّط عليهم من يذلهم**﴾ اے ابو ہرم بنی امیہ نے میری عزت وحرمت خراب کی میں نے صبر کیا، انہوں نے میرا مال ومتاع ضبط کر لیا میں نے صبر کیا اب وہ میرے خون کے پیاسے ہیں تو میں ان سے بچتا پھر رہا ہوں۔ خدا کی قسم یہ لوگ مجھے قتل کیے بغیر نہیں چھوڑیں گے اس وقت اللہ انہیں ذلّت کا ہمہ گیر لباس پہنا دے گا اور انہیں خونچکاں تلواروں کے حوالے کر دے گا اور ان پر ایسا شخص مسلط کرے گا جو انہیں ذلیل کر کے رکھے گا۔ سوال وجواب کی یکسانی سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ وہی واقعہ ہے جو ابو ہرّہ کے نام سے منزل ثعلبیہ میں ذکر کیا گیا۔ شیخ صدوق نے اسے ابو ہرم کے نام سے منزل رہیمہ پر ذکر کیا ہے۔ لیکن واقعہ کی یکسانی کے باوجود دو شخصیتوں کا دو مقامات پر سوال کرنا بہت زیادہ بعید از قیاس بھی نہیں ہے۔

عذیب الہجانات

یہ قادسیہ اور مغیثہ کے درمیان ایک آبی ذخیرہ کا نام ہے۔ یہاں پانی کی فراوانی کے سبب تعمیرات تھیں اور بڑی آبادی تھی۔ جب آپ رہیمہ سے سفر کرتے ہوئے عذیب الہجانات پہنچے تو کوفہ سے آنے والے چند افراد طرماح بن عدی کی رہنمائی میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ نافع بن ہلال کے کامل نامی گھوڑے کو اپنے ساتھ لائے تھے۔ طرماح کے علاوہ باقی کے نام یہ ہیں۔ نافع بن ہلال مرادی، عمرو بن خالد صیداوی، عمرو بن خالد کا غلام سعد اور مجمع بن عبداللہ عائذی۔ طرمّاح راستہ میں اپنے اونٹ کے

لئے حدی خوانی کرتا ہوا آیا تھا۔حدی کے اشعار یہ تھے۔

یاناقتی لاتذعری من زجری وشمری قبل طلوع الفجر
بخیر رکبان و خیر سفر حتی تحلّی بکریم النجر
الماجد الحر رحیب الصدر اتٰی بہ اللّٰہ لخیر امر
ثمۃ ابقا بقاء الدھر

اے میری اونٹنی میری زجر وتوبیخ سے نہ ڈر اور طلوعِ فجر تک دوڑتی جا
بہترین سواروں کو لے کر بہترین سفر پر یہاں تک کہ مجھے لے جا کر شریف ترین انسان کے پاس اتار دے
جو معزز ہے آزاد ہے اور کشادہ دل ہے جسے اللہ بہترین کام کے لئے لے کر آیا ہے
اے اللہ تو اسے بقائے دہر تک سلامت رکھ

یہ اہلِ کوفہ جب امام حسین علیہ السلام کے سامنے پہنچے تو انہیں بھی یہ حدی سنائی۔آپ نے ارشاد فرمایا ﴿واللّٰہ انی لارجوا ان یکون خیرا ما اراداللّٰہ بنا قتلنا أم ظفرنا﴾ خدا کی قسم مجھے امید ہے کہ اللہ نے ہمارے بارے میں خیر ہی کا ارادہ کیا ہوگا خواہ ہم قتل ہو جائیں یا فتحیاب ہوں۔اس دوران حر نے آکر انہیں امام کے قافلہ میں شامل ہونے سے روکنا چاہا اور امام حسین علیہ السلام سے کہا کہ یہ لوگ اہلِ کوفہ ہیں اور آپ کے ساتھ آنے والوں میں نہیں ہیں۔میں انہیں روک کر کوفہ واپس بھیج رہا ہوں۔اس پر امام حسین علیہ السلام نے ان کی حمایت میں فرمایا کہ یہ لوگ میرے دوست ہیں اور میں ان کا دفاع بھی اسی طرح کروں گا جس طرح اپنا کرتا ہوں۔بحث وتکرار کے بعد حر نے انہیں چھوڑ دیا۔

امام حسین علیہ السلام نے ان لوگوں سے اہلِ کوفہ کے بارے میں سوال کیا تو مجمع بن عبداللہ عائذی نے جواب دیا کہ اشراف کو رشوتوں سے خرید لیا گیا ہے ﴿واما سائر الناس بعد فان افئدتھم تھوی الیك وسیوفھم غدا مشھورۃ علیك﴾ لیکن عوام کے قلوب تو آپ کے ساتھ ہیں لیکن وہ تلواریں آپ کے خلاف ہی بلند کریں گے۔پھر ان لوگوں نے آپ کو قیس بن مسہر کی شہادت کی اطلاع دی اور پورا واقعہ بیان کیا۔امام حسین علیہ السلام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور آپ نے اس آیۂ مبارکہ کی تلاوت فرمائی

﴿فمنهم من قضی نحبه ومنهم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا﴾ (احزاب۲۳) پھر آپ نے یہ دعا فرمائی ﴿اللھم اجعل لنا ولھم الجنة نزلا واجمع بیننا وبینھم فی مستقر رحمتك ورغائب مذخور ثوابك﴾ بارالہا ہمارے اوران کے لئے جنت کو منزل قرار دے اوراپنی رحمت کی قرار گاہ اوراپنے ثواب کے ذخیروں کے پاس ہمیں اوران کو جمع کر دے۔

اس کے بعد طرماح نے امام سے قریب ہو کر عرض کیا کہ میں خدا کی قسم جب نظر ڈالتا ہوں تو کسی کو بھی آپ کا ساتھی نہیں پاتا اگر یہی (حر کے) رسالے کے لوگ جو آپ کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں، اگر یہ آپ سے جنگ کریں تو کافی ہیں۔ اب میں اُن فوجیوں کے بارے میں عرض کروں جنہیں میں شہر کوفہ کے باہر دیکھ کر آ رہا ہوں تو حقیقت یہ ہے کہ میں نے اتنا بڑا لشکر پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ جب میں نے ان فوجوں کے بارے میں سوال کیا تو مجھے جواب ملا کہ انہیں حسین سے لڑنے کے لئے بھیجا جائے گا۔ اب میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ ممکن ہو تو آپ ایک بالشت بھی ان لوگوں کی طرف نہ بڑھیں اوراگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ ایسے علاقہ میں چلے جائیں جہاں آپ اللہ کے حفظ وامان میں رہیں اورآپ اس بارہ میں کوئی چارہ د تدبیر کرسکیں تو تشریف لایئے میں آپ کو اپنے کوہستانوں میں لے چلتا ہوں جس کا نام اجاء ہے اوراللہ شاہد ہے کہ اس کوہستان نے ہمیں غسانی اورحمیری بادشاہوں سے اورنعمان بن منذر سے اور ہر سیاہ وسفید سے بچایا ہے اوروہ لوگ ہم پر غلبہ حاصل نہ کرسکے اوراللہ ہی شاہد ہے کہ ہمیں وہاں کبھی ذلت وخواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ میں آپ کے ساتھ چلوں گا اورآپ کو قُریہ میں منزل کراؤں گا۔ اس وقت آپ اپنے آدمیوں کو کوہ اجاء اورکوہ سلمٰی میں آباد قبیلوں کے پاس بھیج دیجئے گا۔ اوراللہ گواہ ہے کہ دس دن بھی نہیں گزریں گے کہ قبیلۂ طے کے سوار اور پیادے آپ کے گرد جمع ہو جائیں گے پھر آپ جب تک چاہیں ہمارے درمیان سکونت پذیر رہیں اوراگر کوئی ناگوار بات ہو جائے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ قبیلۂ طے کے بیس ہزار جوان مرد آپ کے پاس لاؤں گا جو آپ کی نصرت میں جنگ کریں گے اور جب تک زندہ رہیں گے کسی کو آپ کے پاس پھٹکنے نہیں دیں گے۔

طرماح کی یہ گفتگو سن کر امام حسین علیہ السلام نے اس کے اوراس کے قبیلے کے حق میں دعائے خیر فرمائی ﴿جزاك اللّٰه وقومك خیرا﴾ اللہ تمہیں اورتمہاری قوم کو جزائے خیر عطا کرے اورارشاد کیا کہ ﴿انه

قد کان بیننا و بین ہولآ القوم قول لسنا نقدر معه علی الانصراف ولاندری علام تنصرف بناوبهم الامور فی عاقبه﴾ ہمارے اور اہلِ کوفہ کے درمیان ایک قول وقرار ہے جس کے سبب ہم واپس نہیں جاسکتے اور ہمیں یہ بھی نہیں معلوم کہ ہمارے اور ان کے درمیان جو امور ہیں ان کا انجام کیا ہوگا۔ طرماح نے یہ سن کر آپ سے رخصتی کی اجازت لی کہ خوراک وغذا کے لوازم گھر والوں تک پہنچا کر آپ کی خدمت میں واپس آ جائے۔ امام کی اجازت سے وہ اپنے گھر والوں کی طرف چلا گیا اور سامان دیکر جلدی واپس ہوا۔ جب وہ بنی ثعل کے راستے سے عذیب الھجانات پر پہنچا تو سماعہ بن بدر نے خبر دی کہ امام حسین کربلا میں شہید کر دیئے گئے اور وہ گریہ وزاری کرتا ہوا اپنے علاقہ کی طرف واپس چلا گیا (۱)۔

قصر بنی مقاتل

یہ منزل عین التمر اور قطقطانہ کے درمیان تھی۔ یہاں مقاتل بن حسان بن ثعلبہ کا قصر تھا اور ایک بستی بھی تھی۔ اسے قصرِ مقاتل بھی کہا جاتا ہے۔ جب امام حسین علیہ السلام کا قافلہ قصر بنی مقاتل پر پہنچا تو وہاں پہلے سے ایک خیمہ لگا ہوا تھا۔ اس کے دروازے پر ایک خوبصورت گھوڑا بندھا ہوا تھا اور خیمہ کے پہلو میں ایک نیزہ زمین میں نصب تھا۔ امام حسین علیہ السلام یہ سب چیزیں دیکھ کر اس کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ یہ خیمہ کس کا ہے؟ لوگوں نے عرض کی کہ عبیداللہ بن حر کا ہے۔ آپ نے حجاج بن مسروق جعفی کو اس کے پاس بھیجا۔ اس نے سوال کیا کہ کس لئے آئے ہو؟ حجاج نے جواب دیا کہ ایک فضیلت و بزرگی تمہیں ہدیہ کرنے آیا ہوں۔ اس نے پوچھا کہ وہ فضیلت کیا ہے؟ حجاج نے کہا کہ امام حسین علیہ السلام نے تمہیں دعوت دی ہے کہ تم ان کے ساتھ ہو کر ان کے دشمنوں سے جنگ کرو اور اگر اس راہ میں قتل ہو گئے تو شہادت کا درجہ نصیب ہوگا۔ اس نے جواب دیا کہ میں تو کوفہ سے نکلا ہی اسی وجہ سے ہوں کہ اگر حسین کوفہ آ جائیں تو میں ان کی مدد پر مجبور نہ ہو جاؤں۔ اس لئے کہ کوفہ میں امام حسین کا کوئی یار و مددگار نہیں ہے اور اہلِ کوفہ دنیا پرستی میں اپنے آپ کو حکومت کے ہاتھوں بیچ چکے ہیں۔ حجاج بن مسروق نے امام کی خدمت میں حاضر ہو کر پوری روداد سنا دی۔ امام حسین علیہ السلام خود اٹھے اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس کے پاس گئے۔ عبیداللہ بن حر نے بعد میں خود بیان کیا

۱۔ تلخیص از تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۰۶۔۳۰۷

کہ میں نے آج تک حسین سے زیادہ خوبصورت شخص نہیں دیکھا ہے اور نہ اتنا جذاب دیکھا ہے جو نگاہوں کو کھینچ لے اور نہ کسی نے آج تک حسین سے زیادہ میرے دل پر اثر کیا ہے۔ میں نے دیکھا کہ وہ چل رہے ہیں اور جوان ان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے چل رہے ہیں۔ میں نے آپ کی ڈاڑھی پر نگاہ کی تو وہ بالکل سیاہ تھی۔ میں نے سوال کیا کہ یہ سیاہی اصلی ہے یا خضاب ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ﴿**یا بن الحر عجل علیّ الشیب**﴾ اے ابن حر میری ڈاڑھی کے بال جلد سفید ہو گئے ہیں۔اس سے میں سمجھا کہ آپ خضاب لگائے ہوئے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام نے اپنی طرف دعوت دی لیکن اس نے یہ دعوت قبول نہیں کی۔ آخر میں یہ عرض کرنے لگا کہ میں مرنے کے لئے تیار نہیں ہوں لیکن اپنا قیمتی گھوڑا آپ کو ہدیہ کر رہا ہوں۔ خدا کی قسم جب بھی میں اس پر سوار ہوا ہوں تو اس کے ذریعہ اپنے مطلوب تک پہنچا ہوں۔ اس گھوڑے پر سواری کی حالت میں آج تک کوئی مجھے پا نہیں سکا ہے۔ میں اسے آپ کی خدمت میں ہدیہ کر رہا ہوں۔ امام نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میں تمہارے پاس گھوڑے اور تلوار کے لئے نہیں آیا ہوں لیکن تم میری مدد کے لئے تیار نہیں ہو تو میری ایک نصیحت قبول کر لو ﴿**اتق اللہ ان تکون ممن یقاتلنا فواللہ لا یسمع واعیتنا احد ثم لا ینصرنا الا ھلک**﴾ خدا سے خوف کھانا اور میرے ساتھ جنگ کرنے والوں میں نہ ہو جانا۔ خدا کی قسم جو بھی ہماری فریاد سنے اور ہماری مدد کے لئے نہ آئے وہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔ اس نے جواب دیا **اما ھذا فلا یکون ابدا انشاء اللہ** یہ انشاء اللہ ہرگز ہرگز نہ ہوگا(۱)۔

اسی منزل پر عمرو بن قیس مشرقی اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ فروکش تھا۔ یہ دونوں امام کو دیکھ کر قریب آئے اور سلام کیا۔ عمر بن قیس کا بیان ہے کہ میرے بھائی نے امام سے پوچھا کہ آپ کے بالوں کا رنگ اصلی ہے یا خضاب ہے؟ آپ نے فرمایا خضاب ہے۔ ہم بنی ہاشم پر پیری جلد آجاتی ہے۔ امام نے ان سے پوچھا کہ کیا تم ہماری نصرت کیلئے آئے ہو؟ قیس نے جواب دیا کہ نہیں۔ میں عیال دار انسان ہوں اور میرے پاس لوگوں کی امانتیں بھی ہیں جو لوگوں تک پہنچانی ہیں اور یہ بھی نہیں معلوم کہ اگر ہم آپ کیساتھ آجائیں تو ہمارا مستقبل کیا ہوگا۔ امام حسین علیہ السلام نے ان کی باتیں سن کر ارشاد فرمایا ﴿ **انطلقا فلا**

۱۔ تاریخ کامل بن اثیر ج ۴ ص ۲۱، تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۰۷، ارشاد مفید ج ۲ ص ۸۱۔۸۲، مقتل ابومخنف ص ۷۲

تسمعالی واعیة ولا تریالی سوادا فانه من سمع واعیتنا اورأیٰ سوادنا فلم یجبنا ولم یغثنا کان حق علیٰ اللّٰہ عزوجل ان یکبه علیٰ منخریه فی النار ﴾ (۱) دور چلے جاؤ تا کہ ہماری فریاد نہ سن سکو اور ہمارے خیموں کی پرچھائیں بھی نہ دیکھ سکو اس لئے کہ جو بھی ہماری فریاد سنے گا اور ہمارے استغاثہ پر لبیک نہیں کہے گا یا ہمارا سواد لشکر دیکھے گا اور ہماری مدد کو نہ پہنچے گا تو یہ خداوند عزوجل کا حق ہے کہ اسے دوزخ میں پھینک دے۔

قصرِ مقاتل کے بعد

عقبہ بن سمعان کہتا ہے کہ قصر بنی مقاتل کے قیام کے خاتمہ کے قریب آخرِ شب میں امام نے حکم دیا کہ پانی بھر لیا جائے اور ہمیں وہاں سے کوچ کرنے کا حکم دے دیا۔ ہم نے سفر شروع کیا۔ ہم کچھ دیر چلے ہوں گے کہ امام کو ہلکی سی نیند آ گئی۔ جب آپ بیدار ہوئے تو آپ نے دو یا تین بار فرمایا ﴿ انا للّٰہ وانا الیه راجعون والحمدللّٰہ رب العالمین﴾ حضرت علی اکبر اپنے گھوڑے کو بڑھا کر آگے آئے اور انہوں نے بھی کہا ﴿انا للّٰہ وانا الیه راجعون والحمدللّٰہ رب العالمین﴾ پھر امام کی خدمت میں عرض کیا کہ بابا آپ نے انا للہ کیوں فرمایا اور حمد خدا کیوں کی؟ امام نے جواب میں فرمایا کہ بیٹے مجھے ہلکی سی نیند آ گئی تھی۔ خواب میں ایک گھوڑ سوار ظاہر ہوا اور اس نے کہا ﴿القوم یسیرون والمنایا تسری الیهم﴾ یہ لوگ جا رہے ہیں اور موت انہیں لے جا رہی ہے۔ اس سے میں نے یہ جانا کہ وہ ہماری روح ہے جو ہمیں موت کی خبر دے رہی ہے۔ علی اکبر نے عرض کی ﴿لا اراك اللّٰہ سوءً ألسنا علیٰ الحق﴾ اللہ آپ کو شر سے محفوظ رکھے۔ کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ امام نے فرمایا ﴿بلیٰ والذی الیه مرجع العباد﴾ اس خدا کی قسم جس طرف ہماری بازگشت ہے ہم حق پر ہیں۔ علی اکبر نے عرض کی ﴿یا ابت اذا لانبالی نموت محقّین ﴾ بابا پھر ہمیں کوئی پروا نہیں ہے، اس لئے کہ ہم حق پر مر رہے ہیں۔ امام نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی ﴿جزاك اللّٰہ من ولد خیر ماجزیٰ ولدًعن والده﴾ اللہ تمہیں وہ جزائے خیر عطا کرے جو باپ کی طرف سے بیٹے کے لئے ہو (۲)۔

۱۔ نفس المہموم ص ۱۰۸

۲۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۰۸

نینویٰ

نینویٰ کوفہ کے علاقوں میں سے ایک علاقہ کا نام ہے۔ اسی علاقہ میں کربلا بھی واقع ہے جہاں امام حسین علیہ السلام کی شہادت واقع ہوئی (معجم البلدان)۔ یہ اُس نینویٰ کے علاوہ ہے جو اشوریوں کا دارالحکومت تھا اور یونس علیہ السلام کی دعوت کا علاقہ تھا (دہخدا)۔ مرحوم فضل قزوینی کے مطابق امام حسین علیہ السلام بدھ کے روز محرم الحرم کی پہلی تاریخ کو اس سرزمین پر وارد ہوئے۔ اس سے قبل ذی الحجہ کا مہینہ انتیس دن کا تھا اور اس کی تصریح مؤرخین نے کی ہے(۱)۔

عقبہ بن سمعان کی مذکورہ بالا روایت کے دوسرے جزء کے مطابق عقبہ کا بیان ہے کہ قصر بنی مقاتل سے روانہ ہونے کے بعد قافلہ رات بھر مختلف سمتوں میں چلتا رہا۔ جب صبح کے آثار نمودار ہوئے تو قافلۂ حسینی نے نماز پڑھی۔ پھر تیزی کے ساتھ سواریوں پر سوار ہوئے اور بائیں جانب چلنا شروع کیا۔ امام نے چاہا کہ اپنے ساتھیوں سمیت حر کے لشکر سے چھٹکارا پا کر دور ہو جائیں لیکن حر اپنے لشکر کے ساتھ آ کر راستہ روک لیتا تھا اور چاہتا تھا کہ آپ کو کوفہ کی طرف لے جائے۔ اسی کشمکش میں راستہ طے ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ نینویٰ کے مقام پر آپ نے پڑاؤ ڈالا۔

ابن زیاد کا قاصد

لوگوں نے دیکھا کہ کوفہ کی طرف سے ایک شتر سوار اسلحوں سے لیس تیز رفتاری کے ساتھ آ رہا ہے اور اس کے دوش پر کمان رکھی ہوئی ہے۔ دونوں لشکر اسے غور سے دیکھ رہے تھے۔ اس نے آنے کے بعد حر اور اس کے لشکر کو سلام کیا۔ لیکن امام حسین اور ان کے لشکر کی طرف کوئی اعتناء نہ کی۔ اور عبید اللہ بن زیاد کا خط حر کو دیا جس میں یہ تحریر تھا۔ ﴿ **اما بعد فجعجع بالحسين حين يبلغك كتابي هذا و يقدم عليك رسولي و لا تنزله الا بالعراء في غير خضر و على غير ماء و قد امرت رسولي ان يلزمك و لا يفارقك حتى تاتيني بانفاذك امري والسلام** ﴾ جب تمھیں میرا یہ خط مل جائے تو حسین کے ساتھ سختی سے پیش آؤ اور انھیں ایسی سرزمین پر اترنے پر مجبور کرو جو بے آب و گیاہ ہو اور میں نے

۱۔ الامام الحسین واصحابہ ص ۱۹۲

اپنے قاصد کو حکم دے دیا ہے کہ وہ تمھارے ساتھ ساتھ رہے جب تک کہ میرے حکم کی تعمیل نہ ہو جائے والسلام(۱)۔طبری نے اس قاصد کا نام مالک بن نسیر بدّی تحریر کیا ہے۔

ابو الشعثاء کا کلام

حر نے یہ خط امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کو پڑھ کر سنایا اور کہا کہ یہ ابن زیاد کا فرمان ہے کہ جیسے ہی مجھے یہ خط ملے میں آپ لوگوں پر سختی شروع کر دوں۔امام حسین علیہ السلام کے ساتھیوں میں سے ابو الشعثاء یزید بن زیاد بن مہاصر، ابن زیاد کے قاصد کو پہچانتے تھے انھوں نے کہا ﴿**ثکلتك امك ماذا جئت فيه**﴾ تیری ماں تجھ پر روئے یہ تو کتنا برا پیغام لایا ہے۔اس نے جواب دیا کہ ﴿**اطعت امامی و وفيت ببيعتی**﴾ میں نے اپنے امام کی اطاعت کی ہے اور اپنے عہدِ بیعت کو پورا کیا ہے۔ابن مہاجر نے کہا بلکہ تو نے اللہ کی نافرمانی کی اور اپنے نفس کی ہلاکت کے لئے اپنے امام کی اطاعت کی۔اور اس سے ننگ و عار اور جہنم کمایا ہے۔اور تیرا امام بدترین امام ہے۔اس کے بعد آیت کی تلاوت کی ﴿**وجعلنا منهم ائمة يدعون الی النار ويوم القيامة لاينصرون**﴾ (۲) اور تیرا امام انہی اماموں میں سے ہے۔اس دوران حر نے کہا یہ بے آب و گیاہ زمین ہے یہاں آپ پڑاؤ ڈال سکتے ہیں۔آپ نے فرمایا ہمیں چھوڑ کہ ہم نینویٰ کے گاؤں یا غاضریہ یا شفیّہ کی بستیوں میں اتر جائیں۔اس نے کہا بخدا یہ میرے بس میں نہیں ہے اس لئے کہ ابن زیاد کا قاصد میرے ساتھ ہے اور وہ صورت حال کو دیکھ رہا ہے۔زہیر بن قین نے عرض کی بخدا اس کے بعد جو کچھ ہوگا وہ اس سے بھی زیادہ سخت ہوگا۔فرزند رسول ان لوگوں سے اس وقت جنگ کرنا آسان ہے اس لئے کہ آئندہ آنے والوں سے جنگ کرنا دشوار ہوگا۔امام نے فرمایا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ جنگ میں اپنی طرف سے آغاز نہیں کروں گا۔ارشاد مفید کے مطابق پھر آپ نے قیام فرمایا۔وہ سن ۶۱ ہجری کے محرم کی دوسری تاریخ تھی۔طبری کے مطابق زہیر نے عرض کی کہ پھر ہم اس قریہ کی طرف چلتے ہیں جو محفوظ ہے اور فرات کے کنارے ہے۔اگر فوج نے ہمیں روکا تو ہم اس سے جنگ کریں گے اس لئے کہ یہ جنگ بعد میں

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۰۸

۲۔ سورۂ قصص ۴۱

آنے والوں کی نسبت زیادہ آسان رہے گی۔ آپ نے پوچھا کہ اس گاؤں کا نام کیا ہے؟ زہیر نے عرض کی کہ اس کا نام عقر ہے۔ آپ نے فرمایا بارالہا میں تیری بارگاہ میں عقر سے پناہ چاہتا ہوں۔ پھر آپ نے قیام فرمایا۔ وہ جمعرات کا دن اور ۶۱ ہجری کے محرم کی دوسری تاریخ تھی (۱)۔

کربلا

ابوحنیفہ دینوری کے مطابق جب امام حسین علیہ السلام نے زہیر سے یہ فرمایا کہ میں جنگ میں ابتدا کرنے کو پسند نہیں کرتا تو زہیر نے عرض کی کہ یہاں قریب ہی نہر فرات پر ایک گاؤں ہے جس کے تین طرف فرات ہے اور صرف ایک طرف سے راستہ ہے وہ محفوظ اور راستوں سے ہٹا ہوا ہے آپ نے سوال کیا کہ اس گاؤں کا نام کیا ہے؟ زہیر نے عرض کی کہ عقر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں عقر (ہلاکت) سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ پھر آپ نے حر سے فرمایا کہ تھوڑا سا آگے چلتے ہیں پھر پڑاؤ ڈالیں گے۔ حر آپ کے ساتھ چلتا رہا یہاں تک کہ کربلا پہنچ گئے۔ حر اور اس کے لشکر نے امام حسین علیہ السلام کو آگے جانے سے روک دیا۔ حر نے عرض کی کہ آپ یہیں پڑاؤ ڈالیں۔ یہاں سے فرات قریب ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے پوچھا کہ اس جگہ کا نام کیا ہے؟ لوگوں نے بتلایا کہ کربلا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ﴿ذات كرب و بلاء، لقد مرّ أبي بهذا المكان عند مسيره الىٰ صفّين وأنا معه فوقف فسأل عنه فأُخبر باسمه فقال ها هنا محطّ ركابهم وها هنا مهراق دماء هم فسُئل عن ذٰلك فقال ثَقَل لآل بيت محمدينزلون هاهنا﴾ یہ زمین کرب وبلا (کرب وابتلاء) کی سرزمین ہے۔ صفّین کی طرف جاتے ہوئے میرے والد اس مقام سے گزرے تو آپ یہاں ٹھر گئے۔ میں ساتھ تھا۔ انھوں نے اس مقام کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے اس جگہ کا نام بتلایا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ یہاں ان کی سواریاں اتر جائیں گی اور یہاں اُن کا خون بہایا جائے گا۔ لوگوں نے آپ کے اس بیان کے متعلق سوال کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ آل محمد کے ثقل (گراں قدر افراد) یہاں پڑاؤ ڈالیں گے (۲)۔ دینوری کے مطابق امام حسین علیہ السلام نے اپنے قافلے کے

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۰۸۔۳۰۹، ارشاد مفید ج ۲ ص ۸۴

۲۔ الاخبار الطوال ص ۲۵۲۔۲۵۳

ساتھ یہاں نزولِ اجلال فرمایا۔ وہ بدھ کا دن اور سن ۶۱ ہجری کے محرم کی پہلی تاریخ تھی۔ ابن نما کے مطابق محرم کی دوسری تاریخ تھی (۱)۔ ابو مخنف کی طرف منسوب مقتل میں ہے کہ حسینؑ کا قافلہ سفر میں تھا کہ بدھ کے دن کربلا میں ورود ہوا۔ امام حسین علیہ السلام کا گھوڑا چلتے چلتے رک گیا۔ آپ اتر کر دوسرے گھوڑے پر سوار ہوئے وہ بھی آگے نہ بڑھا۔ آپ نے سات گھوڑے تبدیل کئے لیکن کسی نے بھی آگے حرکت نہ کی تو آپ نے پوچھا کہ اس زمین کا نام کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ غاضریہ ہے۔ آپ نے پوچھا کوئی اور نام بھی ہے؟ جواب ملا کہ اس کا ایک نام نینویٰ بھی ہے۔ پھر آپ نے کسی اور نام کا سوال کیا تو کہا گیا کہ اس کا نام شاطی الفرات ہے۔ جب پھر آپ نے سوال کیا تو لوگوں نے جواب میں کہا کہ اس کا ایک نام کربلا ہے۔ یہ سن کر آپ نے ٹھنڈی سانس لی۔ پھر ارشاد فرمایا ﴿ارض کرب و بلا﴾ یہ کرب وابتلا کی زمین ہے۔ پھر فرمایا کہ ﴿ **انزلوا هاهنا مناخ ركابنا هاهنا تسفك دماء نا هاهنا و الله تهتك حريمنا هاهنا والله تقتل رجالنا هاهنا والله تذبح اطفالنا هاهنا والله تزار قبورنا وبهذه التربة وعدني جدّي رسول الله (صلى الله اليه و آله) ولا خُلف لقوله** ﴾ اب اتر آؤ۔ یہیں پر ہماری سواریاں رکیں گی یہیں پر ہمارا خون بہایا جائے گا۔ یہاں پر ہماری ہتکِ حرمت ہوگی۔ خدا کی قسم یہاں ہمارے مرد قتل کئے جائیں گے اور خدا کی قسم یہاں ہمارے بچے ذبح کئے جائیں گے اور خدا کی قسم یہیں ہماری قبریں زیارت گاہ بنیں گی۔ میرے جد رسول اللہ نے مجھ سے اسی زمین کا وعدہ کیا تھا اور ان کا قول تبدیلی سے محفوظ ہے۔ یہ فرما کر آپ گھوڑے سے اتر آئے (۲)۔

ابو اسحٰق اسفرائنی کے مطابق بعد قطعِ منازل و مراحل حضرت ایک شہر میں پہنچے کہ وہاں بہت سے لوگ تھے۔ آپ نے اس شہر کا نام پوچھا تو لوگوں نے بیان کیا کہ اس شہر کو شط الفرات کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس کا دوسرا نام بھی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں اس کو سریہ بھی کہتے ہیں اور کہا کہ آگے اور سوال نہ کیجئے۔ حضرت نے فرمایا میں تم کو خدا اور رسول خدا کا واسطہ دیتا ہوں اس کا جو اور کوئی نام ہے اس سے بھی مجھے اطلاع دو۔ انھوں نے کہا کہ اس کا ایک اور نام کربلا ہے۔ یہ سن کر آپ روئے اور فرمایا کہ یہاں سے ایک مشتِ خاک اٹھا

۱۔ مثیر الاحزان ص ۵۷

۲۔ مقتلِ ابو مخنف ص ۵۷۔۷۶

کر مجھے دو۔ لوگوں نے ایک مٹھی خاک اٹھا کر حضرت کو دی۔ حضرت نے اس کو سونگھا اور اپنے جیب سے مٹی نکال کر فرمایا کہ یہ وہی مٹی ہے جس کو جبرئیل خدا کی جانب سے میرے جد امجد محمد رسول ﷺ کے پاس لائے تھے اور کہا تھا کہ یہ مٹی موقعِ تُربتِ حسین کی ہے۔ پھر اس خاک کو آپ نے ہاتھ سے پھینک دیا اور فرمایا کہ ان دونوں کی بو، یکساں ہے۔ اور یہی وہ زمین ہے جہاں میرے حریم قید کئے جائیں گے خدا کی قسم یہی وہ زمین ہے جہاں ہمارے مرد قتل کئے جائیں گے واللہ اس جگہ میرے اطفال ذبح کئے جائیں گے واللہ یہی جگہ ہماری قبروں کی ہے واللہ یہی زمین ہمارے حشر ونشر کی ہے یہی وہ مقام ہے جہاں ہمارے عزیز ذلیل ہوں گے قسم بخدا یہی وہ زمین ہے جہاں میری گردن کی شہ رگیں کٹیں گی اور میری ڈاڑھی خون سے مخضّب ہوگی اور اسی زمین پر میرے دادا نانا ماں باپ کو ملائکہ تعزیت دیں گے۔ خدا کی قسم یہی وہ مقام ہے کہ جہاں پروردگار نے نانا سے وعدہ کیا ہے اور خدا اپنے وعدہ سے تخلّف نہیں کرتا۔ یہ فرما کر حضرت اُترے (۱)۔

سید ابن طاؤس تحریر فرماتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام سوار ہو کر چلے تو حر کی فوج آپ کو روکنے کی کوشش کرتی رہی یہاں تک کہ آپ کربلا پہنچ گئے۔ وہ محرم کی دوسری تاریخ تھی۔ آپ نے پوچھا کہ اس زمین کا نام کیا ہے؟ بتلایا گیا کہ کربلا ہے اس پر آپ نے فرمایا کہ بارالٰہا میں کرب اور بلاء سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ یہ کرب وبلا کی جگہ ہے اب یہاں پڑاؤ کرو۔ خدا کی قسم یہ ہماری سواریوں کے ٹھہرنے کی جگہ ہے اور ہمارے خون کے بہنے کا مقام ہے اور ہماری قبروں کی زمین ہے۔ خدا کی قسم یہاں ہمارے اہل حرم اسیر ہوں گے۔ یہ میرے جد رسول اللہ ﷺ نے بتلایا ہے۔ اس کے بعد کاروان نے پڑاؤ ڈالا اور حر بھی اپنے لشکر کے ساتھ ایک طرف قیام پذیر ہوا (۲)۔

دوسری محرم

مرحوم فضل علی قزوینی کے مطابق محدثین اور مؤرخین کا اس بات پر اجماع ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا کربلا میں ورود محرم کی دوسری تاریخ کو ہوا (۳)۔ فاضلِ موصوف پہلی محرم کو نینوئی میں آپ کا

۱۔ نور العین ص ۷۴۔۷۵

۲۔ لہوف مترجم ص ۹۶

۳۔ الامام الحسین واصحابہ ص ۱۹۴

ورود تحریر کرتے ہیں۔ ہم نے نینویٰ سے کربلا تک کے سفر پر ایک نگاہ ڈالی ہے۔ مختلف حوالوں سے جو نتیجہ سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ نینویٰ سے کربلا تک کا سفر صبح سے شام تک کا سفر ہے۔ درمیان میں کسی رات کا تذکرہ نہیں ہے۔ لہٰذا پہلی محرم کی منزل کی تعیین میں مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔

- واعظ کاشفی نے تحریر کیا ہے کہ حسین نے رکابوں سے پاؤں نکالے اور زمین پر تشریف لائے۔ جیسے ہی زمین پر قدم رکھا مٹی کا رنگ زرد ہوگیا اور اس سے ایک غبار اٹھا اور آپ کے سر و صورت پر جم گیا۔ ام کلثوم نے کہا بھیا میں نے یہ عجیب صورت حال دیکھی ہے یہ بڑی ہولناک سرزمین ہے۔ حسین نے بہن کو تسلّی دی (۱)۔ امام حسین علیہ السلام اور ان کے قافلے نے اس مقام پر پڑاؤ ڈال دیا اور اسی مقام پر حر اپنے لشکر کے ساتھ فروکش ہوا۔

- ﴿ فجمع الحسين ولده و اخواته و اهل بيته ثم نظر اليهم فبكىٰ ساعة ثم قال اللهم انا عترة نبيّك محمد و قد اخرجنا و طردنا و ازعجنا عن حرم جدّنا و تعدّت بنو اميّة علينا اللهم فخذلنا بحقنا و انصرنا على القوم الظالمين﴾ (۲) پھر امام حسین علیہ السلام نے اپنی اولاد اور اپنے بھائیوں اور اہل بیت کو جمع کیا پھر کچھ دیر تک انھیں دیکھا پھر گریہ فرمایا۔ پھر بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ اے پروردگار ہم تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت ہیں اور ہمیں ہمارے جد کے حرم سے باہر نکال دیا گیا ہے، بھگا دیا گیا ہے اور دور کر دیا گیا ہے۔ اور یہ ظلم ہم پر بنی امیہ نے کیا ہے۔ پروردگارا ہمارا حق ہم کو عطا کردے اور ظالموں کے مقابل ہماری نصرت فرما۔

- کربلا میں خیمہ زن ہونے کے بعد ترجمہ لہوف مترجم کے مطابق امام حسین علیہ السلام اپنی تلوار کو صیقل کرتے جاتے اور یہ اشعار فرماتے تھے۔

يا دهر اُفّ لك من خليل	كم لك بالا شراق والا صيل
من طالب وصاحب قتيل	والدهر لا يقنع بالبديل
وكل حي سالك سبيلي	ما اقرب الوعد من الرحيل

۱۔ روضۃ الشہداء ص ۲۶۰

۲۔ وقائع الایام خیابانی ص ۱۹۱

یعنی اے زمانہ ناپائیدار اُف ہو تجھ پر کہ تو نے ہرگز کسی دوست سے وفا نہ کی۔ ہر صبح وشام کیسے کیسے اصحاب ذوی الاحترام کو تو نے قتل کیا اور عوض اور بدلہ پر صبر نہیں کرتا اور ہر ذی حیات کو یہی راہ درپیش ہے کہ جس راہ میں میں جاتا ہوں۔ کیا میرا وعدہ رحلت کا قریب پہنچا اور سب کی بازگشت خدا کی طرف ہے۔

راوی کہتا ہے کہ جب یہ اشعار امام ابرار سے جناب زینب دختر فاطمہ نے سنے تو عرض کیا کہ اے بھائی یہ باتیں تو اس شخص کی ہیں جس کو اپنی شہادت کا یقین ہو حضرت نے فرمایا کہ ہاں اے بہن پس جناب زینب نے کہا کہ ہائے بیکسی کہ امام حسین علیہ السلام اپنی شہادت کی خبر دیتے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ تمام عورتوں نے رونے کا شور بلند کیا اور رخساروں پر طمانچے مارے اور گریبان پھاڑ ڈالا اور ام کلثوم پکارتی تھیں کہ اے نانا رسول خدا اور اے بابا علی مرتضی اور اے اماں فاطمہ زہرا اور اے بھائی حسن مجتبیٰ اور اے بھائی حسین خامسِ آل عبا ہائے افسوس آپ کے بعد ہم ضائع اور برباد ہو جائیں گے اے ابا عبداللہ۔ راوی کہتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے ان کو امر بصبر فرمایا اور کہا کہ اے بہن صبر کرو خدا تم کو صبر عطا فرمائے تمام سکان آسمان فنا ہو جائیں گے اور تمام اہل زمین مر جائیں گے اور تمام خلائق فنا ہو گی۔ پھر فرمایا کہ اے بہن ام کلثوم اور اے زنیب اور اے فاطمہ اور اے رباب تم اب دیکھو کہ جب میں قتل ہو جاؤں تو میرے جنازے پر گریبان نہ پھاڑنا اور نہ میری لاش پر منہ پٹینا اور نہ کوئی کلام خلافِ صبر کرنا۔

اور دوسرے طریق سے یوں مروی ہے کہ جب ان اشعار کا مضمون جناب زنیب نے سنا اور جناب اُس وقت امام علیہ السلام سے علیحدہ عورات اور اطفال میں تشریف رکھتی تھیں ننگے پا خیمے سے نکل پڑیں کہ گوشہ رداز مین پر لٹکتا جاتا تھا تا ایں کہ امام حسین علیہ السلام کے پاس آئیں اور کہا کہ ہائے بے کسی کاش مجھے موت آئی ہوتی۔ آج والدہ ماجدہ فاطمہ زہرا اور پدر بزرگوار علی مرتضیٰ اور برادرِ خوش کردار حسن مجتبیٰ نے وفات پائی اے یادگار بزرگاں اور فریادرس باقیماندگان پس حضرت نے جناب زنیب پر نظر کی اور فرمایا کہ اے بہن اپنا صبر وتحمل ہاتھ نہ دو جناب زنیب نے کہا کہ ماں اور باپ میرے آپ پر فدا ہوں کیا آپ قتل کئے جائیں گے فدا ہوں میں آپ پر پھر حضرت نے ضبط کیا اور آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور فرمایا کہ اگر قطا خوفِ صیّاد نہ ہو تو آرام سے سوئے (قطا ایک جانور ہے کہ جب اسے خوفِ صیّاد ہوتا ہے تو شب بھر ہراساں بیدار رہتا ہے۔ حضرت کا یہ مطلب تھا کہ مجھ کو قطا کی مثل بے بس ومجبور کیا ہے کہ کچھ بن نہیں

پڑتا کیا کروں) حضرت زینب نے کہا کہ ﴿واویلتاه﴾ کہ آپ اپنے نفس پر جبر کرتے ہیں اور اس بے کسی و بے بسی میں اپنے نفس کو گھونٹتے ہیں یہ امر تو اور زیادہ میرے قلب کو زخمی کرتا ہے اور مجھ پر یہ سخت مصیبت ہے۔ پھر اپنا گریبان پھاڑ ڈالا اور وہ مغظمہ غش کھا کر گر پڑیں۔ پس حضرت نے سرھانے کھڑے ہو کر جناب زینب کے چہرہ انور پر پانی چھڑکا تا اینکہ افاقہ ہوا۔ پھر حضرت نے جناب زینب کو امر بصبر فرمایا اور وہ مصیبت یاد دلائی کہ جو بسبب وفات پدر بزرگوار علی مرتضٰی اور جدّ عالیمقدار رسول خدا صلوات اللہ علیہم اجمعین پہنچی تھیں (۱)۔

- کشکول یوسف بحرانی کے مطابق ساٹھ ہزار درہم میں کربلا کی زمین خریدی اور پھر اہل قریہ کو یہ کہہ کر ہبہ کر دی کہ زائروں کو میری قبر کا پتہ بتلانا اور انھیں تین دن اپنا مہمان رکھنا۔ ایک روایت کے مطابق یہ زمین چار مربع میل تھی (۲)۔
- امام حسین علیہ السلام نے کربلا پہنچنے کے بعد اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا ﴿**الناس عبید الدنیا والدین لعق علی السنتهم یحوطونه ما درّت معایشهم فاذا محصوا بالبلاء قل الدیّانون**﴾ لوگ دنیا کے بندے ہیں اور دین کو زبانوں کا چٹخارہ جانتے ہیں اور جب تک زبان پر اس کا مزہ رہتا ہے اسے سنبھالتے ہیں اور جب امتحان میں مبتلا ہوتے ہیں تو دین داروں کی تعداد گھٹ جاتی ہے (۳)۔
- ابن اعثم کوفی کے مطابق امام حسین علیہ السلام نے کربلا پہنچنے کے بعد اپنے طرفداروں یعنی سلیمان بن صرد، مسیّب بن نجبہ، رفاعہ بن شداد، عبداللہ بن وال اور گروہ مومنین کو خط لکھا اور قیس بن مسہّر کے ذریعہ اُسے کوفہ روانہ کیا۔ اس خط کا متن وہی ہے جو منزل بیضہ کے خطبے کا ہے (۴)۔ روایت کے طویل ہونے کے سبب اسے نقل نہیں کیا گیا لیکن خود متنِ روایت میں داخلی شہادت روایت کے خاتمہ پر موجود ہے کہ اس خطبہ کے بعد آپ نے کربلا کا رُخ اختیار کیا۔ یعنی یہ خط ورودِ کربلا سے پہلے کا ہے۔

۱۔ دمعِ ذروف ترجمہ لہوف ص ۳۰

۲۔ وقائع الایام خیابانی ص ۱۹۳۔۱۹۴

۳۔ بحارالانوار ج ۴۴ ص ۳۸۳، ج ۷۵ ص ۱۱۶

۴۔ الفتوح ج ۵ ص ۸۱

خیمہ گاہ

مختلف مآخذ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علاقہ جہاں خیمے لگائے گئے پانی سے دور تھا اور ایسے ٹیلوں کے درمیان تھا جو شمال مشرق سے جنوب اور مغرب تک پھیلے ہوئے تھے۔ ان کی شکل نصف دائرے کی تھی جس کے وسط میں خیمے تھے۔ ان میں سکونت کے خیمے اور دیگر ضرورتوں مثلاً پانی، اجناس کا ذخیرہ، اسلحہ وغیرہ کے خیمے بھی تھے۔ اصحاب کے خیمے بنی ہاشم کے خیموں سے الگ تھے۔ امام حسین علیہ السلام کے خیمہ کی پشت پر جناب زینب کا خیمہ تھا۔ اور خواتین کے خیموں کے چاروں طرف بنی ہاشم کے جوانوں کے خیمے تھے۔ ان سب کی مجموعی صورت نصف دائرے کی تھی۔ ان خیموں کی پشت پر سرکنڈے وغیرہ کی جھاڑیاں تھیں۔ حفاظت اور دفاع کے مقصد سے ان کی پشت پر خندق بھی کھود دی گئی تھی۔

تیسری محرم

قمقام زخّار (۱) کے مطابق ارباب حدیث و سیر اس بات پر متفق ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کے کربلا میں وارد ہونے کے دوسرے روز یعنی محرم کی تیسری تاریخ کو عمر بن سعد اپنے چار ہزار فوجیوں کے ہمراہ سرزمین کربلا پر وارد ہوا۔ ارشاد مفید میں بھی یہی مذکور ہے۔

ابنِ سعد

طریحی نے منتخب (۲) میں عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ

﴿ نحن جلوس عند رسول الله فی مسجده اذ دخل علینا فئة من قریش و معهم عمر بن سعد فتغیر لون رسول الله ﴾ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ان کی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں قریش کا ایک گروہ مسجد میں داخل ہوا۔ ان کے ساتھ عمر بن سعد بھی تھا۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ مبارک متغیر ہو گیا۔ ہم لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ کی کیا حالت ہے؟ آپ نے جواب میں ارشاد

۱۔ قمقامِ زخّار ۳۱۰

۲۔ منتخب طریحی ج ۲ ص ۶۳

فرمایا ﴿انا اهل بیت اختار الله لنا الآخرة علی الدنیا و انی ذکرت ما یلقیٰ اهل بیتی من امتی من قتل و ضرب و شتم و سبّ و تطرید و تشرید ﴾ ہم اہل بیت وہ ہیں کہ جن کی لئے اللہ نے دنیا کی جگہ آخرت کو اختیار فرمایا ہے اور اس وقت مجھے وہ کچھ یاد آ گیا جو میری امت کی طرف سے میرے اہل بیت کے ساتھ ہوگا، قتل، ضرب، سب و شتم کی صورت میں اور جلا وطن کرنے اور گھروں سے نکال دینے کی صورت میں۔ ﴿و ان اوّل راس یحمل علی راس رُمح فی الاسلام راس ولدی الحسین ﴾ اور پہلا سر جو نیزہ کی نوک پر اسلام میں بلند کیا جائے گا وہ میرے بیٹے حسین کا سر ہوگا۔ مجھے اس بات کی خبر خدا کی طرف سے جبریل نے دی ہے۔ اس وقت امام حسین علیہ السلام بھی تشریف فرما تھے۔ انھوں نے سوال کیا کہ نانا آپ کی امت کا وہ کون ہے جو مجھے قتل کرے گا؟ آپ نے فرمایا ﴿یقتلك شرار الناس و اشار النبی الی عمر بن سعد ﴾ تمھیں خلق خدا کا شریر ترین شخص قتل کرے گا پھر رسول اکرم نے عمر بن سعد کی طرف اشارہ کیا۔

ابنِ زیاد کا خط

حر نے خیمہ گاہ حسینی کے قریب پڑاؤ ڈالنے کے بعد ابن زیاد کو یہ خط لکھا کہ میں تمھارے فرمان کے مطابق حسین کو کربلا لے آیا اب تم اس صورت حال کو دیکھ لو۔ ابن زیاد نے امام حسین کو خط لکھا کہ ﴿ اما بعد یا حسین فقد بلغنی نزولك بکربلاء و قد کتب الی امیر المومنین یزید ان لا اتوسد الوثیر و لا أشبع من الخمیر او الحقك باللطیف الخبیر او ترجع الی حکمی و حکم یزید بن معاویة و السلام ﴾ اے حسین مجھے اطلاع مل گئی ہے کہ آپ کربلا پہنچ گئے ہیں اور مجھے امیر یزید نے خط میں لکھا ہے کہ میں خواب خوش اور خوراک خوب سے بچتا رہوں جب تک کہ تمھیں اللہ کے پاس روانہ نہ کر دوں یا پھر تم میرے اور یزید بن معاویہ کے حکم کو تسلیم کر لو والسلام۔ امام حسین علیہ السلام نے اس خط کو پڑھنے کے بعد پھینک دیا اور ارشاد فرمایا ﴿لا افلح قوم اشتروا مرضات المخلوق بسخط الخالق ﴾ وہ لوگ کبھی کامیاب نہیں ہوتے جو خالق کو ناراض کر کے مخلوق کی خوشنودی خریدتے ہیں۔ ابن زیاد کے قاصد نے کہا کہ امیر کے خط کے جواب میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس اس کا

کوئی جواب نہیں ہے اس لئے کہ وہ تو کلمۂ عذاب کا مستحق ہے(۱)۔ قاصد نے پلٹ کر جواب سے آگاہ کیا۔ ابن زیاد غضبناک ہوا اور مڑ کر ابن سعد کو حسین سے جنگ کرنے کا حکم دیا۔

ابنِ زیاد اس واقعہ سے کچھ دنوں قبل ابن سعد کو ولایتِ رَے کا پروانہ دے چکا تھا۔ ابن زیاد کے حکم پر ابن سعد نے کہا کہ امیر مجھے اس کام سے معاف رکھ اور کسی دوسرے کو یہ کام سونپ دے۔ اس نے کہا پھر تم حکومت رے کا پروانہ مجھے واپس دے دو ابن سعد نے غور کرنے کے لئے کچھ مہلت مانگی اور اس رات میں اپنے عزیزوں اور دوستوں کو جمع کر کے مشورہ کیا سب نے اسے منع کیا(۲)۔ اس کے بھانجے حمزہ بن مغیرہ نے بھی اسے منع کیا۔ عمر سعد اس مسئلے پر خود بھی رات بھر سوچتا رہا جیسا کہ وہ اپنے اشعار میں بیان کرتا ہے:

أأتـرك مـلك الريّ و الريّ مُنيتي
أم ارجـع مـذمـومـا بقتل حسين
و فـي قتـلـه نار الّتي ليس دونها
حـجـاب و مـلك الريّ قرّة عيني

کیا میں ملک رے کی خواہش چھوڑ دوں حالانکہ وہی تو میری تمنا ہے یا حسین کو قتل کرنے کا فیصلہ کر لوں جو ذلّت و بدنامی کا باعث ہوگا۔ قتل حسین کی سزا آگ ہے جس سے فرار ممکن نہیں ہے اور رے کی حکومت میری آنکھوں کا نور ہے۔ بعض مورخین کے مطابق عمر سعد کے قبیلے بنو زہرہ کے لوگ اس کے پاس آئے اور کہا کہ تجھے خدا کی قسم ہے حسین سے جنگ لڑنے سے باز آ جا۔ اس سے ہمارے اور بنی ہاشم کے درمیان دشمنی قائم ہو جائے گی۔ ابن سعد نے ابن زیاد کے پاس جا کر جنگ سے انکار کیا لیکن اس نے قبول نہیں کیا۔

طبری کے مطابق ابن سعد نے ابن زیاد سے کہا کہ میری ایک رائے ہے کہ تم فلاں فلاں معززینِ کوفہ کو طلب کرو اور انھیں میرے ساتھ لشکر میں روانہ کرو۔ ابن زیاد نے کہا کہ میں کس کو بھیجوں گا، اس میں تم سے مشورہ نہیں لوں گا۔ جو لشکر تمھارے ساتھ ہے اگر تم اسے لے جا سکتے ہو تو جاؤ ورنہ رے کی حکومت کا خیال

۱۔ الفتوح ج۵ ص۸۵، مقتل خوارزمی ص۳۱۰۔ فرہاد میرزا نے نور الدین مالکی کی فصول المہمہ سے ابنِ زیاد کا ایک دوسرا خط بھی نقل کیا ہے۔ جس کا مضمون کم و بیش یہی ہے لیکن پہلے متن کو زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔

۲۔ تاریخ طبری ج۴ ص۳۰۹

چھوڑ دو۔ ابن سعد نے اپنی رضا مندی کا اظہار کر دیا(۱)۔

مورخین نے تحریر کیا ہے کہ یہ وہ زمانہ تھا جب دیلمیوں نے خروج کر کے دشت قزوین پر قبضہ کر لیا تھا۔ ابن زیاد نے ابن سعد کو حکومت رے کا پروانہ دے کر اسے مامور کیا تھا کہ وہ جا کر دیلمیوں کی شورش و بغاوت کو ختم کرے۔ ابن سعد رے کی طرف جانے کے لئے کوفہ سے باہر نکل کر حمّام اعین (۲) پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا کہ اسی اثناء میں امام حسین علیہ السلام نے کربلا میں قیام کیا۔ ابن زیاد نے اسے بلا کر کہا کہ پہلے تم کربلا جاؤ اور حسین کے مسئلے کو حل کرنے کے بعد رے کی طرف جاؤ۔ ابن سعد نے معذرت کی تو ابن زیاد نے رے کا پروانہ واپس مانگ لیا۔ اس نے غور و فکر کرنے کے لئے ایک شب کی مہلت مانگی۔ پھر واپس آ کر اپنے دوستوں سے مشورہ کیا اور سب نے اسے منع کیا اور آخرت کے عذاب سے ڈرایا۔ عمّار بن عبداللہ بن یسار جہنی اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ میں اسی روز ابن سعد کے پاس گیا تھا۔ اس نے مجھ سے ذکر کیا کہ امیر مجھے حسین سے جنگ کرنے کے لئے بھیجنا چاہتا ہے لیکن میں نے اسے منع کر دیا ہے۔ میں نے ابن سعد سے کہا کہ تم نے بہترین فیصلہ کیا ہے خبردار اس کام میں ہاتھ نہ ڈالنا۔ جب میں گھر آیا تو لوگوں نے کہا کہ ابن سعد فوج کی جمع آوری کر رہا ہے تاکہ حسین سے لڑنے جائے۔ میں دوبارہ اس کے پاس گیا لیکن جب اس نے مجھے دیکھا تو اپنا منہ پھیر لیا۔ میں سمجھ گیا کہ اس نے دنیا کے عوض اپنا دین فروخت کر دیا ہے اور میں اس سے بات کئے بغیر واپس آ گیا۔(۳)

ابو مخنف کے قول کے مطابق سب سے پہلا پرچم جو حسین سے لڑنے کے لئے بلند ہوا وہ عمر بن سعد کا پرچم تھا۔ ابن سعد چھ ہزار سواروں کے ساتھ کربلا کی طرف روانہ ہوا۔ ابن طاؤس نے اس کے لشکر کی تعداد چار ہزار لکھی ہے۔ ارشاد مفید میں بھی چار ہزار کی تعداد مذکور ہے۔

ابنِ سعد کا پیغام

ابن سعد نے کربلا پہنچنے کے بعد حسین کے خیموں کے قریب پڑاؤ ڈال دیا۔ طبری کے

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۱۰

۲۔ اطرافِ کوفہ کا ایک مقام

۳۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۰۹۔۳۱۰، تتمقام زخار ص ۳۱۰

مطابق سب سے پہلے عزرہ بن قیس احمسی سے کہا جاؤ حسین سے پوچھو کہ انھوں نے یہ سفر کیوں اختیار کیا ہے؟ وہ چونکہ امام حسین علیہ السلام کو خط لکھنے والوں میں شامل تھا اس لئے اس نے معذرت کی۔ دوسرے سرداروں نے بھی اسی بنیاد پر معذرت کی۔ ان میں سے کثیر بن عبداللہ شعبی نے کہا، جو کہ گستاخ اور بے ادب شخص تھا، کہ میں جاتا ہوں اور اگر کہو تو میں انھیں قتل بھی کر دوں گا۔ ابن سعد نے کہا میں یہ نہیں چاہتا میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ ان سے جا کر پوچھو کہ انھوں نے اس علاقہ کا سفر کیوں کیا ہے؟ جیسے ہی کثیر بن عبداللہ حسینی خیمہ گاہ سے قریب ہوا ابوثمامہ صائدی نے امام کی خدمت میں عرض کیا ﴿اصلحك الله یا ابا عبد الله قد جائك شرّ اهل الارض و اجرء هم علی ادم و افتکهم﴾ یا اباعبداللہ خدا آپ کی صلاح کو باقی رکھے۔ آپ کی طرف وہ شخص آرہا ہے جو بدترین خلق ہے جسے قتل اور بے عزتی سے عار نہیں ہے۔ یہ کہہ کر ابوثمامہ شریک کی طرف بڑھے اور کہا کہ اگر امام سے ملنا چاہتے ہو تو اپنی تلوار یہیں چھوڑ دو۔ اس نے انکار کیا اور یہ کہا کہ میں تو قاصد ہوں اگر تم لوگ سننے پر آمادہ ہو تو میں پیغام سناؤں گا ورنہ واپس چلا جاؤں گا۔ ابوثمامہ نے کہا کہ اچھا تو پھر میں تمھاری تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھوں گا تم اپنا پیغام سنا دو۔ اس نے پھر انکار کیا۔ ابوثمامہ نے کہا تم ایک فاسق و فاجر اور ناپسندیدہ شخص ہو مجھے اپنا پیغام بتلاؤ۔ میں امام تک پیغام پہنچا کر ابھی جواب لاتا ہوں۔ اس نے یہ بھی قبول نہ کیا پھر دونوں نے ایک دوسرے کو سب و شتم کیا اور کثیر واپس چلا گیا۔

قرّہ بن قیس

طبری کا بیان ہے کہ اس کے بعد ابن سعد نے قرّہ بن قیس حنظلی کو بھیجا۔ قرّہ جیسے ہی امام کے خیموں کے قریب پہنچا امام نے ساتھیوں سے پوچھا کہ کوئی شخص اسے پہچانتا ہے؟ حبیب بن مظاہر نے کہا کہ میں اسے ایک اچھی رائے والے کی حیثیت سے پہچانتا تھا۔ مجھے یہ توقع نہ تھی کہ وہ عمر سعد کی طرف سے آئے گا۔ قرّہ نے نزدیک آکر سلام کیا اور ابن سعد کا پیغام دیا۔ امام نے جواب میں فرمایا کہ تمھارے شہر (کوفہ) کے لوگوں نے مجھے یہاں آنے کی دعوت دی ہے لیکن اگر تم میرے آنے کو ناپسند کرتے ہو تو میں پلٹ جاؤں گا۔ قرّہ نے یہ سن کر واپس جانا چاہا تو حبیب بن مظاہر نے اس سے کہا کہ کیا تم دوبارہ انھیں ظالموں میں واپس جانا چاہتے ہو؟ امام حسین سے بے اعتنائی نہ کرو۔ اللہ نے انھیں کے آباء کے ذریعہ ہمیں ہدایت سے

سرفراز کیا ہے۔قرّہ نے کہا پہلے میں پیغام کا جواب پہنچا دوں پھر دیکھا جائے گا۔قرّہ نے ابن سعد کو پیغام پہنچایا تو اس نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ خدا مجھے حسین کو قتل کرنے سے محفوظ رکھے گا(۱)۔ یہ وہی قرّہ ہے جس سے حضرتِ حر کی گفتگو ہوئی تھی جو آئندہ نقل ہوگی۔قرّہ کا کردار حق شناسی کے باوجود باطل پرستی کا واضح نمونہ ہے۔

ابنِ سعد کا خط

طبری لکھتا ہے کہ پھر پسر سعد نے ابن زیاد کو خط لکھا ﴿ **بسم اللہ الرحمن الرحیم اما بعد حیث نزلت بالحسین بن علی بعثت الیه رسلی فسالته عما اقدمه و ماذا یطلب ویسال فقال کتب الیّ اهل هذه البلاد و اتتنی رسلهم فسئلونی القدوم ففعلت فاما اذا کرهونی و بدالهم غیر ما اتتنی به رسلهم فانا منصرف عنهم** ﴾ (۲) میں نے کربلا پہنچنے کے بعد حسین کے پاس اپنے قاصد بھیجے اور حسین سے ان کے آنے کا سبب معلوم کروایا۔ انھوں نے کہا کہ اس علاقے کے لوگوں نے مجھے خطوط بھیجے اور اپنے پیغام رساں افراد بھی بھیجے اور مجھ سے یہاں آنے کا مطالبہ کیا سو میں نے ان کی خواہش کو قبول کیا۔اب اگر وہ لوگ میرے آنے کو ناپسند کرتے ہیں اور اگر اب اُن کی رائے اس پیغام کے خلاف ہوگئی ہے جو انھوں نے مجھے بھیجا تھا تو میں واپس جاتا ہوں۔ حسان بن فائد بن بکر عبسی کا بیان ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ جس وقت ابن سعد کا خط پہنچا ہے میں ابن زیاد کے پاس موجود تھا۔خط پڑھ کر اس نے ایک شعر پڑھا ﴿ **ألآن اذ علقت مخالبنابه یرجو النجاة ولات حین مناص** ﴾ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اب جب کہ ہمارے چنگل گڑ چکے ہیں حسین ہم سے چھٹکارا پانا چاہتے ہیں۔اب ہرگز چھٹکارا نہیں ہوگا۔

ابنِ زیاد کا جواب

پھر ابن سعد کو اس خط کا جواب لکھا۔﴿ **اما بعد فقد بلغنی کتابك و فهمت ما**

۱۔ تاریخ طبری ج۴ص۳۱۰

۲۔ حوالۂ سابق

ذکرت فاعرض علی الحسین ان یبایع لیزید هو و جمیع اصحابه فاذا هو فعل ذلك راینا راینا و السلام ﴾ تمھارا خط پہنچا میں نے وہ سب سمجھ لیا جس کا تذکرہ تم نے کیا ہے۔ حسین سے یہ کہو کہ وہ اوران کے سارے ساتھی یزید کی بیعت کریں۔ جب وہ لوگ بیعت کرلیں تو پھر ہم جو مناسب ہوگا وہ کریں گے۔ ابن سعد نے خط پڑھنے کے بعد کہا کہ میں خوب سمجھ گیا کہ ابن زیاد امن و عافیت کا خواہاں نہیں ہے (۱)

چوتھی محرم

فاضلِ خیابانی نے مرحوم تہرانی کی وسیلۃ النجات کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ ابنِ زیاد نے محرم کی چوتھی تاریخ کو مسجد کوفہ میں اہالیانِ شہر کو طلب کر کے ایک خطبہ دیا۔ اس کے بعد علامہ مجلسی کی تحریر نقل کی ہے کہ پھر ابن زیاد نے لوگوں کو مسجد کوفہ میں جمع کروایا۔ جب لوگ جمع ہو گئے تو باہر نکلا اور منبر پر بیٹھ کر لوگوں کو مخاطب کیا کہ ﴿ایھا الناس﴾ تم نے آل ابوسفیان کو جانچا اور پرکھا ہے اور جیسا تم چاہتے ہو تم نے انھیں ویسا ہی پایا ہے۔ اور یہ امیر یزید تم اسے پہچانتے ہو کہ نیک سیرت اور پسندیدہ مزاج والا شخص ہے۔ رعایا سے مہربانی کا سلوک کرنے والا ہے۔ اور عطا و انعام سے نوازنے والا ہے۔ اس کے دور حکومت میں راستے پر امن ہیں۔ اس کے باپ معاویہ کے عہد میں بھی یہی خوبیاں تھیں اور اب اس کا بیٹا یزید لوگوں کا احترام کرتا ہے انھیں دنیوی مال اتنا عطا کرتا ہے کہ مستغنی بنا دیتا ہے اور انعام و اکرام سے بھی نوازتا ہے۔ اور میں بھی اس کی طرف سے اسی بات پر مامور ہوں اور اس پر بھی مامور ہوں کہ تمھیں اس کے دشمن حسین سے جنگ کرنے کے لئے بھیجوں لہٰذا میری بات سنو اور اطاعت کرو۔ یہ کہہ کر وہ منبر سے اتر آیا۔ لوگوں کو انعام و اکرام سے نوازا اور حسین سے لڑنے کے لئے بھیج دیا۔ سب سے پہلے شمر چار ہزار سواروں کے ساتھ نکلا مظاہر بن رہینہ مازنی تین ہزار اور نصر بن حرشہ دو ہزار افراد کے ساتھ نکلا۔ یہاں تک کہ ابن سعد کے پاس بیس ہزار کا لشکر جمع ہو گیا (۲)۔ ابنِ اعثم کوفی کے مطابق ابنِ زیاد نے اہلِ شام کو عطیات سے نوازا اور ان میں اعلان کر دیا کہ حسین سے جنگ کے لئے عمر

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۱۱

۲۔ وقائع الایام خیابانی ص ۲۳۲ بحوالۂ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۸۶

بن سعد کے لشکر سے ملحق ہو جائیں۔ سب نے پہلے شمر چار ہزار سپاہوں کے ساتھ روانہ ہوا جس سے ابنِ سعد کے لشکر کی تعداد نو ہزار ہوگئی۔ اس کے بعد زید ین رکاب کلبی دو ہزار کے ساتھ حصین بن نمیر چار ہزار کے ساتھ مصاب ماری تین ہزار کے ساتھ اور نسر بن حربہ دو ہزار کے ساتھ روانہ ہوا۔ جس سے ابن سعد کے لشکر کی تعداد بیس ہزار ہوگئی (۱)۔ دینوری کے مطابق ابن سعد کا خط پڑھ کر ابن زیاد غضب ناگ ہو گیا اور اپنے سارے ساتھیوں کے ساتھ نخیلہ (۲) پہنچ کر قیام پزیر ہوا اور وہاں اُس نے ابن سعد کی مدد کے لئے حصین بن نمیر، حجّار بن ابجر، شَبَث بن ربعی اور شمر بن ذی الجوشن کو روانہ کیا۔ شمر تو روانہ ہو گیا لیکن شَبَث نے مریض ہونے کا بہانہ بنا دیا۔ (۳)

پانچویں محرم

فاضلِ خیابانی نے وسیلۃ النجات کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ پانچویں محرم کو یکشنبہ کے دن ابن زیاد نے قاصد بھیج کر شبث بن ربعی کو اپنے پاس طلب کیا۔ علامہ مجلسی کی تحریر کے مطابق جب ابن زیاد نے شبث کو دارالامارہ میں طلب کیا تو اس نے بیماری کا بہانہ کر کے حاضر ہونے سے معذرت کر لی۔ ابن زیاد اس کے بہانے کو جان رہا تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ قتل حسین میں شرکت سے متنفّر ہے۔ اس نے شبث کو پیغام بھیجا کہ تم ان لوگوں میں نہ شامل ہو جاؤ جن کے لئے خدا نے یہ کہا ہے کہ جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی مومن ہیں اور جب اپنے شیطانوں کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو استہزاء کر رہے تھے۔ اگر تم امیر کی اطاعت میں مخلص ہو تو ہم سے ملاقات کرو۔ شبث رات کے وقت ابن زیاد کے پاس پہنچا تا کہ وہ کم روشنی میں اس کے رنگ کو نہ دیکھ سکے۔ ابن زیاد نے اسے اپنے پاس بٹھایا اور کہا کہ تمھیں کربلا جانا چاہیے۔ شبث نے اس کے حکم کو قبول کیا۔ (۴) یہ وہی شبث بن ربعی ہے جس نے امام حسین علیہ السلام کو لکھا تھا کہ

۱۔ الفتوح ج۵ ص۸۹

۲۔ شام کی طرف جانے والے راستے پر کوفہ کے قریب ایک مقام کا نام ہے

۳۔ الاخبار الطّوال ص۲۵

۴۔ وقائع الایام ص۳۴، بحار الانوار ج۴۴ ص۳۸۶

میدان سرسبز ہیں اور میوے پک چکے ہیں اب آپ ہمارے پاس تشریف لائیں۔(۱)

چھٹیں محرم

علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ ابن زیاد اسی طرح دستے پہ دستے بھیجتا رہا یہاں تک کہ کربلا میں حسین کے خلاف عمر بن سعد کے پاس تیس ہزار سوار اور پیادے جمع ہو گئے۔ ابن زیاد نے ابن سعد کو خط لکھا کہ ﴿انی لم اجعل لك علّة فی کثرة الخیل والر جال فانظر لا أصبح ولا أمسی الّا وخبرُكَ عندی غدوة وعشیّته﴾ کہ میں نے سوار اور سواریوں کو کثیر تعداد میں بھیج کر تمھارے لئے کوئی بہانہ نہیں چھوڑا ہے اب تم ہر صبح وشام مجھے حالات سے مطلع کرتے رہو۔ محرم کی چھٹیں تاریخ تھی جب ابن زیاد نے ابن سعد کو قتل حسین کا شدت سے حکم دیا۔(۲)

کوفہ کی صورتِ حال

مورخین کے مطابق کوفہ والوں کا عام رویہ یہ تھا کہ وہ حسین سے جنگ کرنے سے انتہائی متنفر تھے۔ جب بھی کسی کو جنگ کے لئے کوفہ سے روانہ کیا جاتا تو وہ کچھ دور جا کر واپس آ جاتا۔ دینوری کے مطابق ابن زیاد کثیر افراد کو جنگ کے لئے بھیجتا تھا لیکن چونکہ لوگ امام حسین علیہ السلام سے جنگ نہیں کرنا چاہتے تھے بلکہ اس سے متنفر تھے لہٰذا بہت کم افراد کربلا پہنچتے تھے۔ یہ دیکھ کر ابن زیاد نے سوید بن عبدالرحمان منقری کو جاسوسی پر معین کیا کہ جو بھی کربلا جانے سے گریز کرے اسے حاکم کے پاس لایا جائے۔ سوید بن عبدالرحمٰن ایک شامی کو پکڑ کر ابن زیاد کے پاس لے گیا۔ یہ شامی کوفہ کی چھاؤنی سے کسی کام کے سلسلہ میں باہر نکلا تھا۔ ابن زیاد کے حکم سے اسے قتل کر دیا گیا اس کے بعد کسی نے جنگ سے گریز کی ہمت نہیں کی۔(۳)

۱۔ شبث بن ربعی نبوت کا دعویٰ کرنے والی عورت سجاح کا مؤذن تھا۔ پھر مسلمان ہوا۔ حضرت عثمان اور حضرت علی کے مؤیدین میں رہا پھر خارجی ہو گیا پھر خارجیت سے تائب ہو گیا۔ امام حسین علیہ السلام کو خط لکھنے والوں میں شامل تھا اور بعد میں آپ کے قتل میں شریک ہوا۔ امام حسین کے قتل کی خوشی میں کوفہ میں چار منحوس وملعون مسجدیں تعمیر ہوئیں۔ ان میں سے ایک کا بانی یہی شبث تھا۔ یہ مختار کے قتل میں بھی شریک تھا۔ سن ۸۰ ہجری کے قریب کوفہ میں مرا۔

۲۔ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۸۶، الفتوح ج ۵ ص ۹۰

۳۔ الاخبار الطوال ص ۲۵۴

بنی اسد کی مدد

اِدھر کوفہ میں یہ صورت حال تھی اور اُدھر کربلا میں حبیب بن مظاہر نے امام حسین علیہ السلام سے عرض کی کہ یا بن رسول اللہ ہمارے قریب ہی بنی اسد کی ایک بستی ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں جاؤں اور انھیں آپ کی نصرت پر آمادہ کروں ﴿فعسیٰ اللّٰہ اَن یدفع بھم عنك﴾ ممکن ہے کہ اللہ ان لوگوں کے ذریعہ آپ کو دشمنوں کے شر سے نجات دے دے۔ امام حسین علیہ السلام سے اجازت ملنے کے بعد حبیب بھیس بدل کر اندھیری رات کو بنی اسد کے پاس پہنچے۔ انھوں نے حبیب کو پہچان کر رات کو آنے کا سبب دریافت کیا۔ حبیب نے کہا ﴿انی قد اتیتکم بخیر ما اتی به وافد الی قوم اتیتکم ادعوکم الی نصر ابن بنت نبیّکم فانه فی عصابة من المومنین الرجل منهم خیر من الف رجل﴾ میں تمھارے پاس ایک ایسے خیر کی دعوت لے کر آیا ہوں کہ آج تک کسی نے کسی بھی قوم کو ایسی دعوت خیر نہیں دی ہوگی۔ تمھارے نبی کا نواسہ مومنوں کے ایک گروہ کے ساتھ یہاں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے۔ ان مومنین میں سے ایک ایک شخص ایک ہزار کے برابر ہے۔ جب تک یہ زندہ ہیں حسین پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔ عمر بن سعد کے لشکر نے امام حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ میں تمھیں نصیحت کرنے آیا ہوں کہ امام حسین علیہ السلام کی مدد کرو۔ ﴿فاطیعونی الیوم فی نصرته تنالوا بھا شرف الدنیا و الآخرة﴾ سو آج میری بات مان کر حسین کی نصرت کرو تا کہ تمھیں دنیا و آخرت میں سرفرازی کا شرف حاصل ہو۔ ﴿فانی اقسم بالله لا یقتل احد منکم فی سبیل الله مع ابن بنت رسول الله صابرا محتسبا الا کان رفیقا لمحمد فی علیین﴾ میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ جو شخص بھی راہ خدا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کے ساتھ قتل ہوگا وہ علیین میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت میں ہو گا۔ حبیب کی دعوت پر سب سے پہلے عبداللہ بن بشر اسدی نے لبیک کہا اور رجز پڑھا

قد علم القوم ان تواکلوا — حجم الفرسان اذثنا قلوا
انی شجاع بطل مقاتل — کأننی لیث عرین باسل

جب لوگ آمادۂ جنگ ہوتے ہیں اور شہسواروں پر مشکل وقت آتا ہے تو وہ جانتے ہیں کہ میں ایک بہادر اور دلیر جنگ جو ہوں گویا میں کچھار کا شیر ہوں۔ پھر دوسروں نے بھی لبیک کہی اور نوّے افراد تیار ہو کر امام حسین کی خیمہ

گاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ کسی شخص نے اس بات کی ابن سعد کو مخبری کر دی۔ اس نے ازرق کو چار سو سواروں کے ساتھ بھیجا کہ آنے والوں کو راستے ہی میں روک لیا جائے۔ آدھی رات کو فرات کے کنارے دونوں فریقوں کا ٹکراؤ ہوا اور شدید جنگ ہوئی۔ حبیب ابن مظاہر نے ازرق سے کہا کہ تم اس شقاوت کو چھوڑ و اور ہمیں جانے دو لیکن وہ اپنی بات پر اڑا رہا۔ بنی اسد کے تھوڑے سے لوگ ابن سعد کے لشکریوں کا مقابلہ نہ کر سکے اور اسی شب میں اپنے علاقے کی طرف واپس چلے گئے۔ اور اُسی رات کے اندھیرے میں اپنے علاقہ کو چھوڑ کر کسی اور طرف نکل گئے۔ حبیب بن مظاہر نے امامؑ کی خدمت میں واپس آ کر واقعہ بیان کیا۔ آپ نے سننے کے بعد فرمایا ﴿لا حول و لا قوۃ الا باللہ﴾(۱)

ساتویں محرم (شب)

اس واقعہ کے ظاہر سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ چھ محرم کا دن گزر کر سات محرم کی شب میں وقوع پزیر ہوا۔ خیابانی نے اسے چھ محرم کے واقعات میں تحریر کیا ہے(۲)۔ بنی اسد کا مذکورہ واقعہ تحریر کرنے کے بعد خوارزمی (۳) اور مجلسی (۴) تحریر فرماتے ہیں کہ فوج یزید کے اُس دستے نے پلٹ کر فرات کو اپنے قبضہ میں لے لیا اور پانی کی اس طرح ناکہ بندی کر دی کہ حسین اور اصحاب حسین پیاس کی شدت میں مبتلا ہو گئے تو امام حسین علیہ السلام نے ایک کدال لی اور اہل حرم کے خیموں کی پشت پر تشریف لے گئے اور قبلہ رُخ انُیس قدم آگے جا کر کھدائی کی۔ اس مقام سے میٹھے پانی کا چشمہ پھوٹ نکلا۔ اس سے امام حسین علیہ السلام نے بھی پانی پیا اور سب نے اپنی پیاس بجھائی اور کچھ پانی ذخیرہ کیا پھر وہ چشمہ غائب ہو گیا۔

ساتویں محرم (دن)

یہ خبر ابن زیاد کو کوفہ پہنچی تو اس نے ابن سعد کو خط لکھا کہ ﴿اما بعد بلغنی ان الحسین یحفر

۱۔ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۸۶، الفتوح ج ۵ ص ۹۰

۲۔ وقائع الایام ص ۲۳۶

۳۔ مقتلِ خوارزمی ج ۱ ص ۳۴۶

۴۔ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۸۷

الآبار و يصيب الماء فيشرب هو و اصحابه فانظر اذا ورد عليك كتابی فامنعهم من حفر الآبار ما استطعت و ضيق عليهم و لا تدعهم يذوقوا الماء و افعل بهم كما فعلوا بالزكی عثمان ﴾ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ حسین کنویں کھود کر پانی نکال رہے ہیں اور وہ اپنے ساتھیوں سمیت سیراب ہو رہے ہیں۔ تو دیکھو جب میرا خط تمھیں ملے تو ہر ممکن طریقہ سے انھیں کنویں کھودنے سے روکو اور ان پر سختی کرو اور انھیں پانی نہ پینے دو جیسا کہ انھوں نے عثمان کے ساتھ کیا تھا۔

مورخین اور اربابِ مقاتل کے نزدیک ساتویں محرم وہ تاریخ ہے جب گھاٹ پر شدید پہرے لگا کر مکمل طور سے حسین اور اصحاب حسین پر پانی بند کر دیا گیا۔ فریق پر پانی کی بندش یزید کا خاندانی طریقہ تھا جیسا کہ صفین میں علی کی فوج پر پانی بند کیا گیا تھا اور علی نے اپنی فوجی طاقت سے اس منصوبے کو ناکامیاب کر دیا تھا۔ یہی طریقہ کربلا کے واقعے میں نظر آتا ہے کہ ابنِ زیاد نے حُر کے نام اپنے خط میں لکھا تھا کہ حسین کو ایسی جگہ اُترنے پر مجبور کرو جہاں پانی اور چارا نہ ہو۔

خیابانی کے قول کے مطابق ابن زیاد کے اس خط میں یہ جملہ بھی تھا کہ ﴿ فانی حللته علی اليهود و النصاری و حرمته عليه و علی اهل بيته ﴾ اس لئے کہ میں نے پانی کو یہود و نصاری کے لئے حلال اور حسین اور اہل بیت حسین کے لئے حرام کر دیا۔ حسین اور اصحاب حسین اور پانی کے درمیان اس طرح حائل ہو جاؤ کہ انھیں پینے کے لئے پانی کا ایک قطرہ بھی میسر نہ ہو جیسا کہ مرد تقی و زکی عثمان بن عفان کے ساتھ کیا گیا (۱)۔ محترم مورخین کا قلم اس مقام پر یہ سوال کیوں نہیں کرتا کہ یہ حسین تو وہ ہیں جنھوں نے محاصرۂ عثمان کے زمانے میں حضرت عثمان تک بہزار دشواری پانی پہچانے کا احسان کیا تھا ——— اُن حسین سے یہ انتقام کیسا؟ بہر حال خط کو پڑھتے ہی ابن سعد نے عمرو بن حجاج کو پانچ سو سواروں کے ساتھ گھاٹ روکنے پر مامور کر دیا۔ اور انھوں نے فرمان کے مطابق گھاٹ کو اس طرح روک دیا کہ ایک قطرہ بھی حسینی خیمہ گاہ تک نہ پہنچنے پائے۔ طبری کے مطابق ﴿و ذلك قبل قتل الحسين بثلاث ايام ﴾ یہ واقعہ قتل حسین سے تین دن قبل وقوع پزیر ہوا۔ (۲) ابو حنیفہ دینوری نے بھی یہی تحریر کیا ہے (۳)۔

۱۔ وقائع الایام خیابانی ص ۳۱۰

۲۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۱۲

۳۔ الاخبار الطوال ص ۲۵۵

طبری کے مطابق بندشِ آب پر عمل درآمد ہونے کے بعد قبیلہ بُجیلہ کے ایک شخص عبداللہ ابنِ حصین ازدی نے امام حسین علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا اے حسین یہ جو تم پانی کی طرف دیکھ رہے ہو یہ گویا آسمان کا جگر ہے اس میں سے تمہیں ایک قطرہ بھی نصیب نہیں ہوگا یہاں تک کہ تم مرجاؤ گے۔ یہ سُن کر امام حسین علیہ السلام نے بارگاہ ایزدی میں عرض کی ﴿ اللھم اقتله عطشا و لا تغفرله ابدا ﴾ بار الہا تو اسے پیاسا مار دے اور ہرگز اس کی مغفرت نہ فرما۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں نے اس واقعہ کے بعد اُس کے مرض کا سُن کر اس کی عیادت کی۔ خدائے وحدہ لاشریک گواہ ہے کہ میں نے اس شخص کو اس عالم میں دیکھا کہ وہ اس قدر پانی پیتا تھا کہ اس کا پیٹ پھول جاتا تھا پھر وہ قے کرتا تھا اور پیاس کی شکایت کرتا تھا پھر پانی پی پی کر بے حال ہو جاتا تھا۔ اور قے کرتا تھا یہاں تک کہ ایک دن وہ اسی عالم میں ہلاک ہو گیا۔ (۱)

آٹھویں محرم (شب)

✡ طبری نے عبداللہ بن ابی حصین ازدی کے واقعہ کے فوراً بعد اور علامہ مجلسی نے ابنِ زیاد کی بندشِ آب کے خط کے فوراً بعد ابوالفضل کے پانی لانے کے واقعہ کو تحریر کیا ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ آٹھویں محرم کی شب کا واقعہ ہے۔ اس واقعہ کو مورخین نے جزوی اور لفظی تبدیلیوں کے ساتھ اس طرح بیان کیا ہے کہ جب حسین اور اصحاب حسین پر پیاس کا شدید غلبہ ہوا تو امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت عباس کو بلا کر پانی لانے کا حکم دیا حضرت عباس حکمِ امام سے تیس سواروں اور بیس پیادوں کے ساتھ بیس مشکوں کے ہمراہ گھاٹ کی طرف تشریف لے گئے۔ نافع بن ہلال پرچم لئے ہوئے آگے چل رہے تھے۔ رات کا وقت تھا جب یہ دستہ گھاٹ کے قریب ہوا تو عمرو بن حجاج نے سوال کیا کہ تم کون ہو؟ نافع بن ہلال نے اپنا تعارف کرایا تو عمرو بن حجاج نے خوش آمدید کہہ کر پوچھا کہ بھائی تم یہاں کیوں آئے ہو؟ نافع بن ہلال نے جواب دیا کہ جو پانی تم لوگوں نے ہم پر بند کر دیا ہے ہم اسے پینے آئے ہیں۔ عمرو نے جواب دیا کہ شوق سے پیو۔ نافع نے کہا خدا کی قسم میں اس پانی سے ایک قطرہ بھی نہیں پیوں گا اس لئے کہ حسین پیاسے ہیں۔ عمرو نے کہا کہ جو تم چاہتے ہو وہ ممکن نہیں ہے ہمیں اس جگہ پر اسی لئے معیّن کیا گیا ہے کہ ہم

۱۔ تاریخ طبری ج۴ ص۳۱۲

تمہیں پانی سے روکیں۔ یہ وہ وقت تھا جب عمرو بن حجاج کے سپاہی نافع بن ہلال کے ساتھ آنے والوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت عباس نے پیادہ افراد سے کہا کہ مشکوں کو بھرلو۔ ان لوگوں نے گھاٹ اُتر کر مشکیں بھرلیں۔ عمرو بن حجاج اور اُس کے سپاہیوں نے روکنا چاہا تو حضرت عباس اور جناب نافع بن ہلال ان لوگوں پر حملہ آور ہوگئے اور انہیں اُلجھائے رکھا یہاں تک کہ وہ مشکیں خیموں تک پہنچ گئیں۔ اس جھڑپ کے دوران عمرو کے سپاہیوں سے ایک شخص جو قبیلہ صُداء کا تھا نافع بن ہلال کے نیزہ سے زخمی ہو کر مر گیا۔(۱)

علامہ مجلسی اور خوارزمی کے مطابق اس واقعہ کے سبب حضرت ابوالفضل کا لقب سقّا قرار پایا۔ اس واقعہ میں خوارزمی نے عمرو بن حجاج اور ہلال بن نافع کے درمیان ہونیوالے مکالمے کو اس طرح بیان کیا ہے کہ جب رات کے وقت یہ لوگ نہر سے قریب ہوئے تو عمرو بن حجاج نے پوچھا کہ کون ہے؟ نافع بن ہلال نے جواب دیا کہ میں تمہارا ایک ابن عم ہوں اور حسین کے ساتھیوں میں ہوں۔ میں اسلئے آیا ہوں کہ وہ پانی جو تم لوگوں نے ہم پر بند کر دیا ہے میں اس سے کچھ پی لوں حجاج نے کہا شوق سے پیو۔ اس کے جواب میں نافع نے کہا کہ تم پروائے ہو تم کیسے مجھ کو پانی پینے کا اذن دے رہے ہو جب کہ حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب پیاس سے موت کے قریب ہو گئے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ تم سچ کہتے ہو اور میں بھی اس بات کو سمجھتا ہوں۔ لیکن ہمیں ایک بات کا حکم دیا ہے اور ہم پر لازم ہے کہ اس حکم کی تعمیل و تکمیل کریں۔ اس کے بعد ان دونوں گروہوں میں شدید جنگ ہوئی اور اس درمیان مشکوں میں پانی بھرلیا۔(۲)

طبری نے فوجِ یزید کے ایک سپاہی ہانی بن ثبیت حضرمی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے عمرو بن قرظہ انصاری کے ذریعہ ابن سعد کو پیغام بھیجا کہ میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ آج کی رات دونوں لشکر گاہوں کے درمیان ملاقات کرو۔ ابن سعد اپنے بیس افراد کے ساتھ آیا اور امام حسین علیہ السلام بھی بیس افراد کے ساتھ اپنی خیمہ گاہ سے برآمد ہوئے (۳)۔ اس مقام پر مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ جب دونوں

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۱۲، بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۸۸، مقاتل الطالبین ص ۱۱۷

۲۔ مقتل خوارزمی ج ۱ ص ۳۴۷

۳۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۱۲

گروہ نزدیک ہو گئے تو امام نے اپنے اصحاب کو عقب میں رکنے کا حکم دیا اور ابوالفضل و اکبر کو لے کر آگے بڑھے۔ پھر ابنِ سعد نے بھی اپنے ہمراہیوں کو دور بھیج دیا اور اپنے بیٹے حفص اور ایک غلام (جس کا نام خوارزمی کے مطابق لاحق تھا) کے ساتھ آگے بڑھا۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ ﴿ ویلك یا بن سعد اماتتقی الله الذی الیه معادك اتقاتلنی وانابن من علمت ﴾ پسر سعد! پروائے ہو تم اللہ سے ڈرتے کیوں نہیں ہو حالانکہ تمھیں اس کی بارگاہ میں واپس جانا ہے۔ کیا تم مجھ سے قتال کرنے آئے ہو حالانکہ تمھیں معلوم ہے کہ میں کس کا بیٹا ہوں۔ ﴿ ذر هولاء القوم و كن معی فانه اقرب لك الی الله تعالیٰ ﴾ ان لوگوں کو چھوڑو اور میرے ساتھ ہو جاؤ کہ اللہ سے قربت کا سبب ہو گا۔ پسر سعد نے کہا کہ میں ڈرتا ہوں کہ میرا گھر منہدم کروا دیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ ﴿ انا ابنیها لك ﴾ میں اُسے پھر تعمیر کروا دوں گا اُس نے کہا مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ میری جائیداد ضبط کر لی جائے گی۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ﴿ انا اخلف علیك خیرا منها من مالی بالحجاز ﴾ اپنے حجاز کے مال سے ان سے بہتر املاک تمھیں دے دوں گا۔ اس نے جواب میں کہا کہ مجھے اپنے اہل وعیال کا خوف ہے کہ ابن زیاد انھیں نقصان پہنچائے گا۔ امام حسین علیہ السلام خاموش ہو گئے اور پلٹتے ہوئے فرمایا کہ ﴿ مالك ذبحك الله علی فراشك عاجلا ولا غفرالله لك یوم حشرك فوالله انی لارجو ان لا تاكل من برالعراق الا یسیرا ﴾ یہ تمھیں کیا ہو گیا ہے۔ اللہ تمھیں تمھارے بستر پر ذبح کرے اور قیامت کے دن تمھاری مغفرت نہ کرے۔ خدا کی قسم مجھے توقع ہے کہ تم سیر ہو کر عراق کا گیہوں نہ کھا سکو گے۔ اس نے تمسخر کے لہجہ میں جواب دیا کہ ﴿ فی الشعیر كفایة عن البرّ ﴾ اگر گیہوں نہ ملا تو جو ہی پر قناعت کروں گا (۱)۔ خوارزمی کے مطابق جب پسر سعد نے اپنے اہلِ وعیال کی تباہی کا تذکرہ کیا تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا انا اضمن سلامتهم میں ان کی سلامتی کا ضامن ہوں۔ اس پر پسرِ سعد نے کوئی جواب نہیں دیا اور چپ رہا تو آپ نے زجر و توبیخ کے کلمات ادا فرمائے۔ (۲)

۱۔ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۸۸

۲۔ مقتل خوارزمی ج ۱ ص ۳۴۷

تذکرۃ الخواص کا بیان ہے کہ پسرِ سعد امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے سے کراہت رکھتا تھا۔اس نے اپنا ایک آدمی امام کے پاس بھیجا کہ میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔آپ نے اس کی یہ خواہش قبول فرمائی اور خلوت میں ملاقات کی۔ابن سعد نے گفتگو کی ابتدا کی اور پوچھا کہ وہ کیا چیز ہے جس کیلئے آپ نے یہاں تک کا سفر اختیار کیا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ ﴿ **اهل الكوفة** ﴾ میں کوفہ والوں کی طلب پر آیا ہوں۔ابن سعد نے کہا کہ اب تو آپ نے دیکھ لیا کہ کوفہ والوں نے عہد شکنی کی بلکہ آپ کے درپئے آزار ہیں۔آپ نے ارشاد فرمایا کہ ﴿**من خادعنا في الله انخدعنا له** ﴾ اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں ہمیں دھوکہ دیتا ہے تو ہم دھوکہ کھا لیتے ہیں (اس لئے کہ بظاہر تو وہ ہم سے حق بات ہی کا مطالبہ کر رہا ہے)۔ابن سعد نے کہا کہ اب تو جو صورتِ حال ہے وہ آپ دیکھ رہے ہیں۔اب آپ کی رائے کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ﴿**دعوني ارجع فاقيم بمكة أو الىٰ المدينة أو انهب الىٰ بعض الثغور فاقيم به كبعض اهله** ﴾ مجھے واپس جانے دو کہ میں مکہ یا مدینہ میں جا کر سکونت اختیار کر لوں یا سرحدوں میں سے کسی سرحد پر نکل جاؤں اور وہاں عام لوگوں کی طرح زندگی گزار دوں۔(۱) تذکرۃ الخواص کی اس روایت کے رو سے پسرِ سعد نے خود ملاقات کی خواہش کی۔اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ملاقات پسرِ سعد کے ورودِ کربلا کے فوراً بعد ہوئی۔طبری کے مطابق امام حسین علیہ السلام اور عمر بن سعد کے درمیان تین چار ملاقاتیں ہوئیں اس اعتبار سے طبری کی بیان کردہ ملاقات آخری ہے۔شیخ مفید کے مطابق رات کے وقت دونوں کی ملاقات ہوئی اور دونوں کی تنہائی میں دیر تک بات چیت ہوئی۔پھر پسرِ سعد نے اپنے پڑاؤ پر پہنچ کر ابن زیاد کو خط لکھا (۲)۔

آٹھویں محرّم (دن)

طبری کے مطابق ابن سعد نے ابن زیاد کو خط لکھا کہ کہ ﴿**اما بعد فان الله قد اطفاء النائرة و جمع الكلمة و اصلح امر الامة هذا حسين قد اعطاني عهدا ان يرجع الىٰ المكان الذى هو منه اتىٰ أو نسيره الىٰ ثغر من ثغور المسلمين فيكون رجلا من المسلمين له ما لهم**

۱۔ تذکرۃ الخواص ص ۲۵۷

۲۔ ارشادِ مفید ج ۲ ص ۸۷

و عليه ما عليهم أو ياتى يزيد اميرالمومنين فيضع يده فى يده فيرىٰ فى ما بينه و بينه رأيه و فى ذلك لك رضى و للامة صلاح ﴾(۱) ۔اللہ نے فتنہ کی آگ کو بجھا دیا اور کلمہ وکلام کے اختلاف کو ختم کر دیا اور امت کے امر کی اصلاح کر دی۔ اس لئے کہ حسین نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ جس علاقہ سے آئے ہیں وہیں واپس چلے جائیں گے یا سرحدوں میں سے کسی سرحد کی طرف نکل جائیں گے اور ایک عام مسلمان کی طرح زندگی گزاریں گے اور اپنے نفع ونقصان میں بھی ایک عام مسلمان ہی کی طرح رہیں گے یا وہ امیر یزید کے پاس جائیں گے اور اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیں گے۔ پھر وہ اپنے اور یزید کے معاملے میں کوئی فیصلہ کریں گے۔ اس میں تمھاری رضا بھی ہے اور امت کی صلاح بھی ہے۔

ابن زیاد نے خط پڑھنے کے بعد کہا کہ یہ ایک ایسے شخص کا خط ہے جس میں حاکم اور قوم کے لئے نصیحت بھی ہے اور شفقت بھی۔ شمر بن ذی الجوشن نے یہ جملہ سن کر کہا کہ کیا تم ابن سعد کی یہ بات قبول کرلو گے جب کہ حسین تمھاری زمین پر تمھارے قریب موجود ہیں۔ خدا کی قسم اگر حسین تمھارے علاقہ سے سفر کر گئے اور تمھارے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہ دیا تو وہ مضبوط ہو جائیں گے اور ان کی طاقت بڑھتی چلی جائے گی اور تم کمزور اور عاجز ہوتے چلے جاؤ گے۔ تم حسین کو یہ مقام عطا نہ کرو یہ حکومت کی کمزوری کی نشانی ہے۔ حسین اور ان کے اصحاب کو یہ چاہئے کہ تمہارے حکم کے آگے سرِ تسلیم کو خم کریں۔ پھر اگر تم نے انھیں سزا دی تو سزا دینا تمہارا حق ہے اور اگر انھیں معاف کر دیا تو یہ بھی تمہارا ہی حق ہے۔ خدا کی قسم مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حسین اور عمر بن سعد دونوں لشکروں کے درمیان بیٹھ کر رات میں دیر تک باتیں کرتے ہیں۔ شمر کا یہ کلام سن کر ابن زیاد نے کہا کہ بات وہ ہے جو تم نے کہی اور رائے وہ ہے جو تم نے دی۔ ایسا کرو کہ اپنی فوج کے ساتھ فوراً حرکت کرو اور عمر بن سعد تک میرا خط پہنچا دو اور زبانی اس سے کہنا کہ حسین پر سختی کرے کہ وہ میرے حکم کو تسلیم کر لیں۔ اگر وہ تسلیم کر لیں تو انھیں صحیح وسالم میرے پاس بھیج دے۔ اور اگر حکم ماننے سے انکار کریں تو ان سے جنگ کرے۔ اس کے بعد شمر سے کہا کہ اگر ابن سعد یہ ذمہ داری قبول کرے تو اس کی اطاعت کرنا اور اگر ٹال مٹول سے کام لے تو اس کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دو اور فوج کی کمانداری اپنے ہاتھ میں لے لو۔

۱۔ تاریخِ طبری ج ۴ ص ۳۱۴

میرے خیال میں اس روایت کے یا اس کے بعض اجزا کے گڑھنے والے نے قتلِ حسین کے پورے الزام کو ابن زیاد سے ہٹا کر شمر پر ڈالنے کی کوشش کی ہے تا کہ ابنِ زیاد کو قتلِ حسین کے جُرم سے بچایا جا سکے یا اُس کی شدت کو کمزور کیا جا سکے۔ اسی طرح بعض دوسروں نے یزید کو بچانے کے لئے الزامِ قتل پورا ابنِ زیاد پر ڈال دیا ہے حالانکہ ہم تیسری محرم کے ذیل میں ابنِ زیاد کا خط پڑھ چکے ہیں جس میں اُس نے صراحۃً لکھا ہے کہ یزید کا حکم ہے کہ یا حسین بیعت کریں یا انھیں قتل کر دیا جائے۔ تاریخیں یزید کے اس فرمان سے (جو مختلف موقعوں پر تھا) بھری ہوئی ہیں اسی طرح ہم چوتھی محرم کے ذیل میں حسان بن فائد عبسی کی روایت دیکھ چکے ہیں جس میں وہ کہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ جب ابنِ زیاد کے پاس ابنِ سعد کا خط پہنچا ہے تو میں وہیں موجود تھا۔ خط پڑھ کر ابنِ زیاد نے ایک شعر پڑھا جس کا مطلب یہ تھا کہ اب حسین میرے جال میں پھنس چکے ہیں اب میں اُنہیں نہیں چھوڑوں گا اس روایت میں ﴿اشھد﴾ یعنی ''میں گواہی دیتا ہوں'' بہت اہم ہے غالباً گواہی کی ضرورت اس لئے پڑی ہوگی کہ ابنِ زیاد کو بچانے والے الزامِ قتل شمر پر ڈال رہے ہوں گے۔

ابن زیاد کا جواب

پھر اس نے پسر سعد کے نام خط لکھا کہ ﴿**انی لم ابعثك الیٰ الحسین لتکف عنه و لا لتطاوله و لا لتنمیة السلامة و البقاء و لا لتقعد له عندی شافعا انظر فان نزل الحسین و اصحابه علیٰ الحکم واستسلموا فابعث بهم الیّ سلما و ان ابوا فازحف الیهم حتی تقتلهم و تمثل بهم فانهم لذلك مستحقّون و ان قتل الحسین فاوطئ الخیل صدره و ظهره فانه عاق ظلوم ولیس دهری فی هذا أن یضرّ بعد الموت شیئا و لکن علّی قول قد قلته لو قد قتلته لفعلت هذا به**﴾ میں نے تمھیں حسین کی طرف اس لئے نہیں بھیجا تھا کہ تم جنگ سے بچنے کی کوشش کرو اور نہ اس لئے بھیجا کہ تم اس مسئلہ کو طول دو اور نہ اس لئے بھیجا کہ تم حسین کی سلامتی اور بقاء کی تمنا کرو اور نہ اس لئے بھیجا ہے کہ تم ان کی طرف سے عذر پیش کرو اور نہ اس لئے بھیجا ہے کہ تم ان کی سفارش کرو۔ اچھی طرح سمجھ لو کہ اگر حسین اور ان کے اصحاب میرے حکم کو تسلیم کرتے ہیں تو ان سب کو صحیح و سالم میرے پاس بھیج دو اور اگر انکار کریں تو ان سب پر شدید حملہ کر کے انھیں قتل کر دو اور ان کے اعضاء کو

ٹکڑے ٹکڑے کردو اس لئے کہ وہ لوگ اسی کے مستحق ہیں۔ اور جب حسین قتل ہو جائیں تو ان کے سینے اور پشت کو گھوڑوں سے پامال کردو اس لئے کہ وہ نافرمان اور ظالم ہیں۔ اور میں یہ نہیں سمجھتا کہ موت کے بعد اس سے کسی قسم کا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ لیکن میری زبان سے یہ جملہ نکل چکا ہے کہ اگر میں نے انھیں قتل کیا تو ان کے ساتھ یہی کروں گا۔ اگر تم نے میرے احکامات پر عمل کیا تو جزا ملے گی اور اگر انکار کرتے ہو تو لشکر کو چھوڑ دو اور اس کی کمان شمر بن ذی الجوشن کے حوالے کردو(۱)۔

تجاویز کی نوعیت

طبری کی چوتھی جلد کا صفحہ ۳۱۳ ہمارے سامنے ہے جس سے ہم پچھلے اوراق میں ابن سعد کا خط ابن زیاد کے نام نقل کر چکے ہیں۔ اس میں امام حسین علیہ السلام کی طرف سے پیش کردہ تین تجویزوں کا تذکرہ ہے۔ پہلی یہ کہ وہ جس علاقہ سے آئے ہیں وہیں واپس چلے جائیں گے۔ دوسری یہ کہ سرحدوں میں سے کسی سرحد کی طرف نکل جائیں گے تیسری یہ کہ وہ یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیدیں گے۔ اسی صفحہ پر مجالد بن سعید اور صقعب بن زہیر ازدی اور دیگر محدثین سے روایت نقل ہوئی ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ میری باتوں میں سے ایک کو قبول کرلو یا یہ کہ میں جس جگہ آیا ہوں اُدھر پلٹ جاؤں یا اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دیدوں یا مجھے مسلمانوں کی سرحدوں میں سے کسی سرحد پر بھیج دو۔

مجالد بن سعید کا ذکر تو کتبِ رجال اہلسنت میں مل جاتا ہے اگرچہ اُسے ضعیف، لاشے اور ناقابلِ اعتناء کہا گیا ہے لیکن صقعب بن زہیر کا تذکرہ علمِ رجال کی کتابوں میں نہیں ملتا۔ یہ شخص مجہولِ محض ہے البتہ بعض ذریعوں سے مجھے پتہ چلا کہ اس کا مختصر ترین ذکر مرحوم نمازی کی مستدرکات میں ہے۔ انہوں نے بھی اسے ناقابلِ تذکرہ بیان کیا ہے۔ محدثین کی ذکر کردہ اس روایت کی تجاویز وہی ہیں جو ابن سعد نے اپنے خط میں لکھی ہیں۔ ہماری نگاہ میں ابن سعد کے خط کا متن بھی جعلی ہے۔ لیکن اگر اُسے صحیح فرض کیا جائے اور یہ مانا جائے کہ اُس نے قتلِ حسین سے اپنی جان چھڑانے کے لئے مندرجہ تجاویز کو اپنی طرف سے لکھ دیا تھا تو پھر مجالد اور صقعب کی روایت کی بنیاد یہی خط ہے۔

۱۔ تاریخِ طبری ج ۴ ص ۳۱۴

کامل ابنِ اثیر نے اس روایت کیلئے ﴿ قیل ﴾ استعمال کیا ہے۔تاریخ کامل کا بیان ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام پسرِ سعد سے مل کر واپس ہوئے تو لوگوں میں یہ افواہ اُڑی ہوئی تھی کہ امام حسین علیہ السلام نے عمر بن سعد سے یہ کہا ہے کہ تم میرے ساتھ یزید بن معاویہ کے پاس چلو۔ہم دونوں لشکروں کو یہیں چھوڑ دیں۔اس کے بعد ابن اثیر نے عمر بن سعد کا مکالمہ نقل کیا ہے پھر لکھا ہے کہ لوگ بغیر سنے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔فوراً بعد ﴿قیل﴾ (یعنی یہ بھی ایک قول ہے) لکھ کر مذکورہ بالا روایت نقل کی ہے۔اہلِ علم جانتے ہیں کہ ﴿قیل﴾ کے بعد کا قول انتہائی ضعیف اور ناکارہ مانا جاتا ہے۔طبری نے بھی یہی بات تحریر کی ہے کہ لوگ اس ملاقات کے بارے میں قیاس آرائیاں کر رہے تھے اور وہ باتیں پھیل رہی تھیں حالانکہ لوگوں نے نہ وہ باتیں خود سُنیں تھیں اور نہ انہیں کسی اور ذریعہ سے علم ہوا تھا۔اس تبصرہ کے فوراً بعد طبری نے وہ روایت نقل کی ہے جس پر ہم گفتگو کر رہے ہیں۔میں سمجھتا ہوں کہ اس روایت کی بدنسبی کے اثبات کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

امام کا رویہ

کیا ہم یہ سوچ سکتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام نے یزید سے بیعت کرنے کا ارادہ کیا ہو اور وہ بھی اس جملے کے ساتھ کہ میں یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیدوں گا اس کے بعد وہ جو چاہے مجھ سے سلوک کرے۔اس جملے کو وضع کرنے والا وہی ہو سکتا ہے جو امام حسین علیہ السلام کے خاندان، منصب اور مزاج سے ناواقف ہو۔معاویہ کے زمانے سے محرم کی دس تاریخ تک امام حسین علیہ السلام کا جو کردار ہمارے سامنے ہے یہ جملہ اس کردار کی نفی کرتا ہے لہذا حتمی طور پر دروغ بافی ہے۔

- مکہ مدینہ کے واقعات میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر یا بعض دوسرے اکابر نے صراحۃً یا اشارۃً آپ کو یزید کی بیعت کا مشورہ دیا اور آپ نے شدید ترین ردِّعمل کے ساتھ انکار کیا۔
- متواتر روایات میں ہے کہ پورے راستے آپ اپنے شہید ہونے کی پیشین گوئی فرماتے رہے۔یہ رویّہ اُن سارے واقعات سے متصادم ہے۔
- تذکرۃ الخواص اور دیگر مدارک میں ان کا ذکر نہیں ہے بلکہ سبطِ ابن جوزی نے اسے نقل کر کے تردید کی ہے۔

نومحرم کوشمر کے آنے پر عمر بن سعد نے کہا تھا کہ ﴿ **لایستسلم الحسین ابدا واللہ ان نفس ابیہ لبین جنبیہ** ﴾(۱) حسین کے اندرون میں ان کے باپ کا نفس ہے وہ کبھی اطاعت نہیں کریں گے۔

اس پر شمر کو یہ کہنا چاہئے تھا کہ کل تو تم نے لکھا تھا کہ وہ یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کو تیار ہیں اب یہ کیا کہہ رہے ہو؟ شمر کا اعتراض نہ کرنا دلیل ہے کہ ابن سعد کے خط میں یہ جملہ نہیں تھا بلکہ اس خط کا متن کچھ اور تھا جسے دشمنان علم وحقیقت نے تبدیل کر دیا۔

اصل حقیقت کا سُراغ ہمیں اُسی صفحہ پر مل جاتا ہے کہ طبری نے اُسی صفحہ پر ابومخنف سے ایک روایت نقل کی ہے جو ابومخنف نے عبدالرحمٰن بن جندب کے واسطے سے عقبہ بن سمعان سے نقل کی ہے۔ یہ عقبہ بن سمعان امام حسین علیہ السلام کی زوجہ اور جناب سکینہ کی والدہ حضرت رباب بنت امرء القیس کے غلام تھے۔ علامہ مامقانی کے مطابق امام حسین علیہ السلام کے گھوڑوں کی دیکھ بھال ان کی ذمہ داری تھی اور وقتِ ضرورت امام کے لئے گھوڑا حاضر کیا کرتے تھے۔ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد یہ ایک گھوڑے پر سوار ہو کر کسی جانب نکل جانا چاہتے تھے کہ ابن سعد کے فوجیوں نے انہیں گرفتار کر کے ابن سعد کے سامنے پیش کیا۔ پوچھ گچھ سے جب یہ معلوم ہوا کہ عقبہ غلام ہیں تو ابنِ سعد نے انہیں آزاد کر دیا۔ سانحہ کربلا کے کچھ واقعات انہوں نے بیان کئے ہیں اور طبری وغیرہ نے انہیں اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ ہم انہیں پہچان لینے کے بعد ان کی بیان کردہ روایت کا مطالعہ کرتے ہیں۔

عقبہ بن سمعان کہتے ہیں کہ میں مدینہ سے مکہ اور مکہ سے عراق کے پورے سفر میں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ تھا اور ان کی شہادت تک میں ساتھ ہی رہا۔ امام حسین علیہ السلام نے لوگوں سے جو بھی گفتگو کی وہ مدینہ میں ہو یا مکہ میں یا اثنائے راہ کی گفتگو ہو یا عراق کی گفتگو ہو یا میدان جنگ اور لشکروں میں گفتگو کی ہو اُن سب گفتگوؤں کو براہِ راست میں نے سنا ہے۔ پھر وہ قسم کھا کر کہتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام نے وہ نہیں فرمایا جو لوگ گمان کرتے ہیں کہ وہ اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دے دینگے اور نہ یہ کہ انہیں مسلمانوں کی سرحدوں میں سے کسی سرحد پر بھیج دیا جائے ﴿ **ولکنہ قال دعونی فلأ ذھب فی ھذہ الارض العریضۃ حتی ننظر مایصیر امر الناس** ﴾ بلکہ انہوں نے ارشاد فرمایا مجھے اس وسیع وعریض زمین میں کسی جانب نکل جانے دو

۱۔ تاریخِ کامل بن اثیر ج ۴ ص ۲۳، ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۲۰۱، تمقام زخّار ص ۳۷۹

پھر ہم دیکھیں گے کہ لوگوں کی رائے کیا ہوتی ہے۔

اس روایت کو ابن کثیر دمشقی نے البدایہ والنہایہ میں اور ابن اثیر نے ایک جملہ کے اضافہ کے ساتھ اپنی تاریخ میں درج کیا ہے۔

تاسوعا (نویں محرم)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے ﴿ **تاسوعا یوم حوصر فیه الحسین علیه السلام و اصحابه بکربلا و اجتمع علیه خیل اهل الشام و اناخوا علیه و فرح ابن مرجانة و عمر بن سعد بتوفّر الخیل و کثرتها و استضعفوا فیه الحسین علیه السلام و اصحابه و ایقنوا انه لا یاتی الحسین ناصر و لا یمده اهل العراق، بابی المستعضف الغریب** ﴾ تاسوعا وہ دن ہے جس دن کربلا میں حسین اور اصحاب حسین کو ہر طرف سے گھیر لیا گیا۔ شام والوں کی بھیجی ہوئی فوجوں نے اُن کے چاروں طرف پڑاؤ ڈال دیا۔ ابن مرجانہ (ابن زیاد) اور عمر بن سعد فوجوں کی کثرت پر بہت خوش و خرّم تھے۔ انھوں نے حسین اور اصحاب حسین کو تنہا اور کمزور پایا اور انھیں یہ یقین ہو گیا کہ اب حسین کی مدد کرنے کے لئے کوئی نہیں آئے گا اور اہل عراق ان کی مدد نہیں کریں گے۔ میرے والد اس غریب الوطن پر قربان ہو جائیں جو بے حامی و ناصر تھا۔ (۱)

شمر کربلا میں

ہم پچھلے اوراق میں لکھ چکے ہیں کہ شمر کے مشورہ سے ابن زیاد نے ابن سعد کو ایک خط لکھا اور شمر کے حوالے کیا۔ شمر اپنے لشکر کے ساتھ نخیلہ سے چلا اور جمعرات کے دن محرم کی نو تاریخ کو دوپہر سے قبل کربلا پہنچ گیا۔ مرحوم فاضل علی قزوینی کے مطابق کربلا کی طرف روانہ ہونے والے دستوں میں عمر سعد کے بعد سب سے پہلا چار ہزار کا دستہ شمر کا تھا لہٰذا یہ نو محرم سے پہلے کربلا آ چکا تھا پھر واپس ابن زیاد کے پاس چلا گیا پھر دوبارہ نو محرم کو کربلا میں وارد ہوا (۲) ابن سعد نے شمر کو دیکھتے ہی کہا ﴿ **لا اهلا بك و لا سهلا یا**

۱۔ سفینۃ البحار ج ۲ ص ۱۲۳، دمع السجوم ترجمہ نفس المہموم ص ۱۱۴

۲۔ الامام الحسین واصحابہ ص ۲۴۹

ابرص ﴾ اے سفید داغ والے! تم کسی استقبالیہ جملے کے مستحق نہیں ہو اللہ تمھارے گھر کو آبادیوں سے دور قرار دے اور تمھاری قبر کو بے نشان کردے اور جو تم لے کر آئے ہو اُسے قبیح قرار دے۔ ﴿واللہ انی لاظنك نهيته عمّا كتبت به اليه وافسدت علينا امرا قد كنا رجونا ان يصلح ﴾ خدا کی قسم میں سمجھ رہا ہوں کہ میں نے جو کچھ ابن زیاد کو لکھا تھا تم نے اسے قبول کرنے سے روک دیا ہے اور تم نے اس کام کو بگاڑ دیا جس کے متعلق ہمیں امید تھی کہ وہ بن جائے گا۔ ﴿والله لا يستسلم حسين، ان نفس ابيه لبين جنبيه ﴾ اللہ گواہ ہے کہ حسین سر تسلیم خم نہیں کریں گے (اور یزید کی بیعت ہرگز نہیں کریں گے) اس لئے کہ حسین کے اندرون میں اُن کے باپ کا نفس وقلب ہے۔ پھر پسر سعد نے خط لے کر پڑھا اور دوبارہ اسے لعنت وملامت کی۔ شمر نے کہا اب تم امیرِ کوفہ کے فرمان کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ یا تو اس کے حکم پر عمل کرتے ہوئے دشمن سے جنگ کرو یا پھر سب چھوڑ دو اور فوج کی سرداری مجھے دے دو۔ پسر سعد نے کہا ﴿لا ولا كرامة لك ﴾ نہیں میں سرداری نہیں چھوڑوں گا۔ تجھے عزت نصیب نہ ہو۔ تو اپنے پیادوں کا سردار رہ اور فوج کی سرداری میرے پاس رہے گی (۱)۔

امان نامہ

البدایہ والنہایہ میں ابنِ کثیر دمشقی کا بیان ہے کہ عبید اللہ بن ابی المحل نے اپنی پھوپھی بنتِ حزام (زوجۂ علی) کے بیٹوں عباس، عبداللہ، جعفر اور عثمان کے لئے جو حضرت علی علیہ السلام سے تھے ابنِ زیاد سے امان طلب کی تو اس نے ان کے لیئے امان کا پروانہ لکھ دیا اور ابنِ ابی المحل نے یہ پروانہ اپنے غلام کرمان کے ہاتھ بھیج دیا۔ جب ام البنین کے بیٹوں کو یہ خبر ملی تو انہوں نے کہا کہ ہمیں سمیہ کے لونڈے کی امان کی کوئی ضرورت نہیں ہے ہم اس کی امان سے بہتر امان کے طلبگار ہیں (۲) ابن کثیر دمشقی آگے چل کر لکھتا ہے کہ فوج ۹ محرم ۶۱ھ بروز خمیس دن ڈھلے مقابلہ کے لئے قافلہ حسین کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ شمر بن ذی الجوشن نے خیموں کے باہر کھڑے ہو کر آواز دی کہ ہماری بہن کے لڑکے کہاں ہیں؟ اس پر حضرت علی ابن ابی طالب کے

۱۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۲۰۱ بحوالۂ واقدی

۲۔ پور بتول ص ۹۵

لڑکے عباس، عبداللہ، جعفر اور عثمان اس کے پاس آگئے۔ شمر نے انہیں کہا کہ تمہارے لئے امان ہے انہوں نے کہا کہ اگر تو نے فرزندِ رسول کو بھی امان دی ہے تو بہتر ورنہ ہم کو تیری پناہ کی کوئی ضرورت نہیں (۱) ابن اثیر نے عبیداللہ کی جگہ عبداللہ بن ابی المحل بن حزام لکھا ہے اور یہ تحریر کیا ہے کہ اس نے امان نامہ حاصل کر کے اپنے غلام کے ذریعہ بھیجا تھا۔ اس کے جواب میں ام البنین کے صاحب زادوں نے جو فرمایا تھا وہ یہ تھا ﴿**لا حاجة فی امانکم امان الله خیر من امان ابن سمیة**﴾ (۲) ہمیں تمہارے امان نامے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اللہ کی امان سمیہ کے بیٹے کی امان سے بہتر ہے، آگے چل کر اسی صفحہ پر ہے کہ شمر نے حضرت عباس اور اُن کے بھائیوں کو بلا کر امان پیش کی تو انھوں نے جواب میں کہا ﴿**لعنکَ اللّٰه و لعن امانکَ لئن کنت خالنا أتؤمننا و ابن رسول اللّٰه لا امان له**﴾ (۳) اللہ تم پر بھی لعنت کرے اور تمہارے امان نامہ پر بھی لعنت کرے اگر چہ تم ہمارے ماموں ہی کیوں نہ ہو۔ تم ہمیں امان دیتے ہو اور رسول اللہ کے بیٹے کو امان نہیں ہے۔ ان بیانات سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ دو جداگانہ امان نامے ہیں۔ ان کے لانے والے بھی دو ہیں۔ اور اولاد ام البنین کے جوابات بھی دو طرح کے ہیں۔ غور کرنے سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ عبداللہ کا قاصد پہلے امان نامہ لایا ہے اور شمر بعد میں۔

سید ابن طاؤس نے لہوف میں تحریر فرمایا ہے کہ جب فوجیں آئیں تو سب کے آگے شمر بن ذی الجوشن بڑھا اور پکارا کہ میری بہن کی اولاد یعنی عبداللہ و جعفر و عباس و عثمان کہاں ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کو جواب دو اگر چہ یہ فاسق ہے مگر یہ بھی تمہارا ماموں۔ ہے ان سب بھائیوں نے شمر سے کہا کہ تجھے ہم سے کیا کام ہے؟ اس نے کہا کہ اے بھانجو! تم کو امان ہے تم اپنے نفوس کو اپنے بھائی حسین کے ساتھ ہلاکت میں نہ ڈالو اور طاعتِ یزید اختیار کرو۔ راوی کہتا ہے کہ عباس بن امیر المومنین نے پکار کر کہا ﴿ **تبّت یداك ولُعِنَ ما جئت به من امانك یا عدوّ اللّٰه أتامرنا أن نترك اخانا وسیّدنا الحسین بن فاطمة وندخل فی طاعة الغناء واولاد اللخناء أتؤمننا وابن رسول اللّٰه لا امان له**﴾ خدا تیرے

۱۔ پور بتول ص ۹۶

۲۔ تاریخِ کامل ابنِ اثیر ج ۴ ص ۲۳

۳۔ تاریخِ کامل ابنِ اثیر ج ۴ ص ۲۳

ہاتھوں کو قطع کرے اور لعنت ہے تیری امان پر جو کہ اے دشمن خدا تو ہمارے لئے لایا ہے کیا تو ہم کو مشورہ دیتا ہے کہ ہم اپنے بھائی حسین پسر فاطمہ کو چھوڑ دیں اور ملاعین اور اولاد ملاعین کی اطاعت میں داخل ہوں۔ راوی کہتا ہے شمر یہ سن کر خفا ہو کر ہو کر اپنے لشکر کی جانب چلا گیا(۱)۔

صاحبِ ناسخ التواریخ نے تھوڑے سے فرق کے ساتھ ان دونوں واقعوں کو تفصیل سے لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ جب ابن زیاد نے شمر کو حکم دیا کہ خط لے کر کربلا جاؤ تو اس وقت جریر بن عبداللہ بن مخلد کلابی اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور کہا کہ امیر ایک بات کہنی ہے اگر اجازت ہو تو عرض کروں؟ ابن زیاد نے کہا کہ بتلاؤ۔ اس نے کہا کہ علی بن ابیطالب نے جب کوفہ میں سکونت اختیار کی تو میرے چچا کی بیٹی ام البنین سے شادی کی اور اس سے چار بیٹے پیدا ہوئے پہلا عبداللہ دوسرا جعفر تیسرا عباس اور چوتھا عثمان یہ چاروں میرے عم زاد ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں انہیں امان نامہ بھیج دوں یہ بہت بڑی نوازش ہوگی جو آپ ہمارے حق میں کریں گے۔ ابن زیاد کی اجازت سے اس نے امان نامہ لکھ کر اپنے غلام عرفان کو دیا اور وہ لے کر کربلا آیا۔ یہ روایت ابوالفتوح او مقتلِ خوارزمی کی روایت سے ملتی جلتی ہے۔ ابوالفتوح نے جناب ام البنین کے تین بیٹوں کا تذکرہ کیا ہے جب کہ خوارزمی نے عبداللہ، عثمان، جعفر اور عباس نامی چار بیٹوں کا تذکرہ کیا ہے۔ مذکورہ تینوں روایات میں یہ بات مشترک ہے کہ امیرالمومنین نے جناب ام البنین سے قیام کوفہ کے دوران عقد فرمایا۔ یہ صریحاً غلط اور تاریخی حقائق کے خلاف ہے۔ یہ عقد مبارک ورودِ کوفہ سے برسوں پہلے واقع ہوا تھا۔ ناسخ میں جریر بن عبداللہ بن مخلد کلابی مذکور ہے جب کہ ابن اثیر، ابن کثیر، طبری اور قمقام وغیرہ میں وہ نام ہے جو گزشتہ میں مذکور ہو چکا۔ اس روایت میں غلام کا نام عرفان ہے جب کہ طبری اور قمقام وغیرہ میں کزمان ہے(۲)۔ اس واقعہ کو مکمل کرنے کے بعد صاحبِ ناسخ لکھتے ہیں کہ اسی طرح شمر بن ذی الجوشن نے بھی کہ وہ جریر بن عبداللہ کے قبیلے سے تھا، ابن زیاد سے ام البنین کے بیٹوں کے لئے امان نامہ حاصل کیا اور کربلا میں آ کر اس نے بلند آواز سے کہا ﴿این بنو اختی عبدالله و جعفر و عباس و عثمان﴾ میری بہن کے بیٹے عبداللہ، جعفر، عباس اور عثمان کہاں ہیں؟ مجھے ان سے بات کرنی ہے۔ حسین نے اس کی آواز سن کر بھائیوں سے کہا

۱۔ لہوف مترجم ص ۱۰۶، دمع ذروف ص ۳۴۴ مختصر تصرف کے ساتھ

۲۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۲۰۹، الفتوح ج ۴ ص ۹۳، مقتل خوارزمی ج ۱ ص ۳۴۹، تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۱۴

شمر ایک فاسق شخص ہے لیکن تمہارے ماموؤں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ اس سے بات کر لو۔ جب انہوں نے بات کی تو شمر نے کہا اے میری بہن کے بیٹو! تم لوگوں کو امان ہے۔ اپنے بھائی حسین کا ساتھ مت دو اور بے مقصد اپنی جان مت گنواؤ۔ حسین کے پڑاؤ کو چھوڑ کر امیر یزید کی اطاعت قبول کر لو۔ حضرت ابوالفضل العباس نے جواب میں فرمایا ﴿ تبّت يداك و لَعنَ ما جئت به من امانك يا عدو الله اتامرنا أن نترك اخانا و سيّدنا الحسين بن فاطمة و ندخل فى طاعة الغناء و اولاد اللخناء أتو مننا و ابن رسول الله لا امان له ﴾ (۱) تیرے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور لعنت ہو تیری امان پر اے دشمن خدا تو ہمیں کہہ رہا ہے کہ ہم اپنے بھائی اور سردار حسین پسرِ فاطمہ کو چھوڑ دیں اور فاسق و بدنسل کی اطاعت قبول کر لیں۔ ہمیں امان دے رہا ہے اور رسول کے بیٹے کو امان نہیں ہے۔

تبّت یداک

حضرت ابوالفضل کا یہ جملہ ایک ایسی تاریخی حقیقت ہے جسے نظرانداز کر کے آگے بڑھ جانا ممکن نہیں ہے۔ یہ سب جانتے ہیں کہ شمر کا تعلق اسی قبیلے سے تھا جس سے حضرت ام البنین تھیں اور اس طرح رشتہ داری کی ایک نسبت کا پیدا ہو جانا بعید بھی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شمر ام البنین کی اولاد کو اپنی بہن کے بیٹے کہہ کر مخاطب کرتا رہا اور امام حسین نے بھی اپنے ارشاد میں یہ فرمایا کہ شمر تمہارے ماموؤں میں ہے۔ اب ہم حضرت ابوالفضل کا جملہ دیکھتے ہیں کہ یہ دور دراز کا ماموں جب پکارتا ہے اور امان پیش کرتا ہے تو ابوالفضل فرماتے ہیں (تبت یداک) تیرے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں۔ یہ اس آیۂ مبارکہ کی طرف اشارہ ہے جس میں رسول اکرم ﷺ کے سگے چچا ابولہب کے لئے ارشاد ہوا تھا کہ ﴿تبت يدا ابى لهب و تب﴾ بتلانا یہ تھا کہ جب باطل پرستی کی بنیاد پر قرآن مجید نے خونی رشتے والے سگے چچا کی رشتہ داری کاٹ دی تو یہ دور دراز کا رشتہ دار شمر کیسا ماموں اور کس کا ماموں؟ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ شمر یہ امان نامہ رشتہ داری یا خلوص کی بنیاد پر نہیں لایا تھا بلکہ اس کی غرض یہ تھی کہ اولاد ام البنین کو حسین سے الگ کر کے ایک طرف حسین کی افرادی قوت پر ضرب لگائی جائے اور دوسری طرف ابوالفضل کو جدا کر کے حسین کی چھوٹی سی فوج کی مرکزیت بلکہ

۱۔ ناسخ التواریخ جلد۲ ص ۲۱۰

حسین اور خاندانِ حسین کی سب سے بڑی ڈھارس کو ختم کر دیا جائے۔ بظاہر حسین کو کمزور کرنے کی یہ دو تدبیریں شمر امان نامہ کی صورت میں لایا تھا اور حضرت ابوالفضل نے یہ فرما کر کہ تیرے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں، شمر کی دونوں تدبیروں کو ناکامیاب کر دیا۔

عبدالرزاق مقرم تحریر فرماتے ہیں کہ جب ابوالفضل شمر سے کلام کر کے پلٹے تو زہیر قین نے ان سے کہا کہ میں نے ایک بات سنی ہے جو تمہیں بتلانا چاہتا ہوں ابوالفضل نے کہا بتلاؤ۔ زہیر قین نے علی وعقیل کا مشورہ، ام البنین کا انتخاب اور شادی کی غرض بیان کرنے کے بعد کہا کہ ﴿ **قد ادّخرك ابوك لمثل هذا اليوم** ﴾ تمہارے والد نے تمہاری تمنا ایسے ہی دن کیلئے کی تھی ﴿ **فلا تقصر عن نصرة اخيك وحمية اخواتك** ﴾ تو تم اپنے بھائی کی مدد اور بہنوں کی نصرت میں کوئی کمی نہ کرنا۔ ﴿ **فقال العباس أتشجعني يا زهير فی مثل هذا اليوم** ﴾ اے زہیر تم آج جیسے دن کیلئے میرے بہادری کو مہمیز کر رہے ہو؟ ﴿ **واللّٰه لاريــنّك شيئا مار أيته** ﴾ خدا کی قسم وہ کچھ دکھلاؤں گا جو تم نے دیکھا نہ ہوگا (۱)۔ مرحوم مقرم نے اس مقام پر اسرار الشہادۃ کا حوالہ دیا ہے۔ اسرار الشہادۃ میں یہ روایت کچھ اختلاف اور تفاوت کیساتھ موجود ہے۔ (۲)

عصر کا حملہ

مقتل نگاروں کا بیان ہے کہ نماز عصر کے بعد ابن سعد نے افواج سے کہا ﴿ **ياخيل الله اركبی وابشــری** ﴾ اے لشکرِ خدا! سوار ہو جاؤ اور تمہیں بشارت ہو۔ جب فوجیں خیامِ حسینی کی طرف چلیں تو اس وقت امام حسین علیہ السلام تلوار پر ٹیک لگائے ہوئے سر کو زانو پر رکھے ہلکی سی نیند میں تھے۔ جب فوجوں کی آواز قریب آئی تو جناب زینب گھبرائی ہوئی امام کی خدمت میں آئیں اور کہا کہ ﴿ **يا أخی اما تسمع الاصوات قد اقتربت** ﴾ بھیا آپ یہ شور وغوغا نہیں سن رہے ہیں جو قریب آتا جا رہا ہے؟ امام نے اپنا سر اٹھایا اور کہا کہ ﴿ **انی رائيت رسول الله صلی الله عليه وآله وسلم فی المنام فقال لی انك تروح الينا** ﴾ میں نے ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ تم میرے پاس آ رہے ہو۔

۱۔ مقتلِ مقرم ص ۴۰۹

۲۔ اسرار الشہادۃ ص ۲۷۲

جناب زینب یہ جملہ برداشت نہ کرسکیں اور اتنی بے قرار ہوئیں کہ اپنا منہ پیٹ لیا۔ اور فریاد کرنے لگیں اس پر امام حسینؑ نے فرمایا کہ ﴿ لیس لك الويل يا اختي اسكني رحمكِ الرحمن ﴾ بہن صبر کرو اور چپ ہو جاؤ اللہ تمہیں اپنی رحمتوں کے سائے میں رکھے۔

اسی اثناء میں حضرت ابوالفضل امام حسینؑ کی خدمت میں آئے اور عرض کی کہ بھیا لشکر والے خیمہ گاہ تک آگئے ہیں۔ آپ نے فرمایا ﴿ يا عباس اركب بنفسي انت يا اخي حتى تلقاهم ﴾ اے عباس میرے بھائی! میں تم پر فدا ہو جاؤں سوار ہو کے ان کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو ﴿ مالكم وما بدألكم وتسألهم عما جاء بهم ﴾ تمہیں کیا ہو گیا ہے اور ان سے یہ بھی پوچھو کہ وہ یہاں کیوں آئے ہیں؟ حضرت عباس بیس سواروں کے ساتھ جن میں زہیر قین اور حبیب بن مظاہر بھی تھے، دشمن کی فوج کے پاس آئے۔ حضرت عباس نے ان سے پوچھا کہ کیا ہو گیا ہے تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ امیر کا حکم یہ ہے کہ تم لوگوں کو یہ بتلا دیا جائے کہ یا تو ہماری بات مان لو پھر ہم تم سے جنگ کریں گے۔ حضرت ابوالفضل نے کہا کہ جلدی مت کرو۔ میں حضرت ابوعبداللہ تک جا کر تمہاری بات پہنچاتا ہوں۔ انہوں نے قبول کیا۔ حضرت عباس تنہا امام حسینؑ کی خدمت میں آئے اور پوری بات بیان کی۔ اس دوران وہ بیس افراد جو لشکر یزید کیساتھ کھڑے تھے وہ فوج کو وعظ و نصیحت کررہے تھے اور حسین سے جنگ نہ کرنے پر آمادہ کررہے تھے۔(۱)

اصحابِ حسین کی نصیحت

﴿ فقال حبيب بن مظاهر لزهير بن قين كلم القوم ان شئت وان شئت كلمتهم ﴾ حبیب بن مظاہر نے زہیر قین سے کہا کہ اگر چاہو تو ان لوگوں سے تم بات کرو یا تم کہو تو میں بات کروں۔ زہیر نے کہا کہ تم ان لوگوں سے بات کا آغاز کرو۔ حبیب بن مظاہر نے ان لوگوں سے کہا کہ اللہ کے نزدیک وہ بدترین لوگ ہیں جو کل اس کی بارگاہ میں اس حالت میں پیش ہوں گے کہ انہوں نے اپنے نبی کی ذریت اور عترت کو قتل کیا ہوگا اور اس علاقہ کے ان لوگوں کو قتل کیا ہوگا جو بہترین عابد و زاہد ہیں۔ جواب میں عزرہ بن قیس نے حبیب سے کہا کہ جتنی چاہو اپنی تعریف کرلو۔ اس پر زہیر نے کہا کہ اللہ نے انہیں پاک اور

۱۔ ارشاد مفید ج۲ ص ۸۹۔۹۰، تاریخ طبری ج۴ ص ۳۱۵

پاکیزہ نفس قرار دیا ہے۔ اے عزرہ اللہ کا خوف کرو۔ میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر نصیحت کرتا ہوں کہ ان پاکیزہ نفوس کے قتل میں گمراہوں کے مددگار نہ بنو۔ اس نے جواب میں کہا کہ اے زہیر ہمارے خیال میں تو تم اہل بیت کے شیعہ کبھی نہیں تھے تم تو عثمانی تھے۔ زہیر نے جواب دیا کہ کیا میرا ان کے ساتھ ہونا دلیل نہیں ہے کہ میں ان کا شیعہ ہوں؟ خدا گواہ ہے کہ نہ میں نے ان کو خط لکھا تھا، نہ ان کے پاس قاصد بھیجے تھے اور نہ میں نے ان سے مدد کا کوئی وعدہ کیا تھا۔ سفر کرتے ہوئے ان سے ملاقات ہوگئی۔ جب میں نے انہیں دیکھا تو میں نے یاد کیا کہ رسول اللہ کی نگاہ میں ان کا کیا مقام و رتبہ تھا۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ دشمن ان کے ساتھ کیا سلوک کرے گا تو میں نے طے کیا کہ ان کے گروہ میں شامل ہو کر ان کی مدد کروں گا۔ اور اپنی جان کو ان کی جان پر فدا کردوں گا جب کہ تم لوگ تو خدا اور رسول کے حق کو ضایع کر ہی چکے ہو۔ (۱)

حسین کا جواب اور مہلت

جب حضرت ابوالفضل نے امام حسین علیہ السلام کو صورتِ حال سے آگاہ کیا تو آپ نے فرمایا ﴿ارجع الیهم فان استطعت ان تؤخرهم الیٰ غدوة وتدفعهم عنا العشیّة لعلنا نصلّی لربنا اللیلة وندعوه ونستغفره فهو یعلم انی قد کنت احب الصلوٰة له وتلاوة کتابه وکثرة الدعاء والاستغفار﴾ ان لوگوں کے پاس جاؤ اور اگر ممکن ہو تو اُن سے جنگ میں کل تک کی تاخیر کرواؤ اور ان سے ایک رات کی مہلت لے لو تا کہ ہم اس رات میں نماز پڑھیں، اللہ سے دعا مانگیں اور استغفار کریں۔ اللہ جانتا ہے کہ میں اس کی نماز کو، اس کی کتاب کی تلاوت کو اور دعاء و استغفار کی کثرت کو بہت محبوب رکھتا ہوں (۲)۔ فاضلِ جلیل محمد حسن قزوینی کے مطابق ابوالفضل نے آ کر ایک شب کی مہلت طلب کی۔ عمر سعد با امراء لشکر خود مشورت نمود شمر گفت ما بتنگ آمدہ ایم واز غضب ابن زیاد می ترسیم پس پسر سعد گفت مہلت نیست و شمر فریاد زد کہ شمارا امان نیست ناگاہ لشکر بخروش والفغان در آمدند وعمرو بن حجاج وابوسفیان کندی بانگ بر آن جماعت زدند وگفتند اے قوم این چہ بے شرمی است وچہ سست عہدی وچہ نوع مسلمانیست اگر این قوم از

۱۔ نفس المہموم ص ۱۲۱، تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۱۶

۲۔ نفس المہموم ص ۱۲۱، تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۱۶

چین و روم بودند ے ومہلت خواستند ے ما ایشان را مہلت می دادیم آخر نہ اہل بیت پیغمبر شما یند از خالق بترسید واز خلائق شرم کنید (۱)۔ عمر سعد نے اپنے لشکر کے سرداروں سے مشورہ کیا شمر نے کہا کہ ہم مشکل میں ہیں اور ابن زیاد کے غصہ سے ڈرتے ہیں اور اس پر عمر سعد نے کہا کہ مہلت نہیں ہے اور شمر نے بلند آواز سے کہا کہ اب تم لوگوں کو امان نہیں ہے اس پر لشکر میں جوش وخروش کی کیفیت پیدا ہوئی۔ عمرو بن حجاج اور ابوسفیان کندی نے ان لوگوں سے چیخ کر کہا کہ یہ تم لوگوں کی عجیب بے شرمی اور بدعہدی ہے یہ تم کیسے مسلمان ہو۔ یہ لوگ اگر چین اور روم کے ہوتے اور ہم سے مہلت مانگتے تو ہم انہیں مہلت دے دیتے۔ یہ تو تمہارے رسول کے اہل بیت ہیں اللہ سے ڈرو اور اس کے بندوں سے شرم کرو۔

طبری کے مطابق حضرت ابوالفضل نے امام حسین علیہ السلام کے پاس سے واپس آنے کے بعد یہ کہا کہ امام حسین علیہ السلام ایک شب کی مہلت چاہتے ہیں تاکہ اس مسئلہ پر غور کیا جا سکے۔ اس لئے کہ یہ ایسا امر ہے کہ اس پر اُن کے اور تمہارے درمیان بات نہیں ہوئی ہے۔ انشاء اللہ جب ہم صبح کو ملیں گے تو یا تمہارا مطالبہ قبول کر لیں یا رد کر دیں گے۔ راوی کا خیال ہے کہ اس مہلت کا سبب یہ تھا کہ حسین اپنے کاموں کو مکمل کر لیں اور اہل وعیال سے وصیت بھی کر لیں۔ عمر سعد نے شمر سے پوچھا کہ تمہاری رائے کیا ہے اس نے کہا کہ تم امیر لشکر ہو جو چاہو فیصلہ کرو عمر سعد نے جواب دیا کہ میں نے تو چاہا تھا کہ میں امیر لشکر نہ ہوتا پھر اس نے اور لوگوں سے پوچھا تو عمرو بن حجاج بن سلمہ زبیدی نے کہا کہ سبحان اللہ اگر یہ لوگ دیلم کے غلام ہوتے اور پھر تم سے یہ خواہش کرتے تو تمہیں ان کی خواہش کو پورا کرنا چاہئے تھا۔ قیس ابن اشعث نے بھی تائید کی کہ انہیں مہلت ملنی چاہئے۔ اور یہ بھی کہا کہ کل یہ لوگ یقیناً جنگ کریں گے۔ پھر عمر سعد نے ایک قاصد کے ذریعہ کہلوایا کہ ہم نے تمہیں کل تک کی مہلت دی۔ اگر تم مان گئے تو ہم تمہیں ابن زیاد کے پاس لے جائیں گے اور اگر انکار کیا تو ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔ (۲)

ابن کثیر کے مطابق حضرت عباس نے پہلی گفتگو میں یہ فرمایا کہ اس وقت تم واپس چلے جاؤ آج رات ہم اس معاملہ پر غور کریں گے پھر دوسری بار امام حسین علیہ السلام نے انہیں پھر بھیجا کہ واپس جاؤ اور انہیں کہو

۱۔ ریاض الشہادۃ ج ۲ ص ۱۰۱

۲۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۱۷۔۳۱۸

کہ خیموں سے دور رہو۔ آج رات ہم نوافل پڑھیں گے، خدا سے دعائے مغفرت مانگیں گے اور اس سے فریاد کریں گے۔ خدا گواہ ہے کہ میں اس کی عبادت کرنے اور اس کی کتاب پڑھنے اور اس سے مغفرت کی دعا مانگنے کا مشتاق ہوں۔(۱)

شبِ عاشور

ابومخنف نے دو راویوں کے واسطہ سے امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی ہے جب پسرِ سعد واپس چلا گیا تو اس وقت شام ہو چکی تھی۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنے اہل خاندان اور ساتھیوں کو طلب کیا۔ امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں مریض تھا لیکن میں اپنے بابا کا کلام سننے کے لئے قریب ہو گیا۔ آپ نے اصحاب سے ارشاد فرمایا۔ ﴿اثنی علیٰ اللّٰہ تبارك وتعالیٰ احسن الثناء واحمده علی السرّاء والضرّاء اللهم انی احمدك علیٰ ان اكرمتنا بالنبوة وعلمتنا القرآن وفقهتنا فی الدین وجعلت لنا اسماعا وابصار وأفئدة فاجعلنالك من الشاكرین اما بعد فانی لا اعلم اصحابا اوفی ولا خیرا من اصحابی ولا اهل بیت ابّر ولااوصل من اهل بیتی فجزاكم اللّٰه عنی جمیعا خیر الاوانی اظن یومنا من هولآء الا عداء غدا الاوانی قد رأیت لكم فانطلقوا جمیعا فی حل لیس علیكم منی ذمام، هذا لیل قد غشیكم، فاتخذوه جملا، ثم لیأ خذ كل رجل منكم بید رجل من اهل بیتی، ثم تفرقوا فی سوادكم ومدائنكم حتی یفرج اللّٰه، فان القوم انما یطلبونی ولوقد اصابونی لهوا عن طلب غیری﴾ (۲)۔ میں خدائے تبارک وتعالیٰ کی بہترین ثنا کرتا ہوں اور خوشحالی اور سختی میں اس کا سپاس گزار ہوں۔ بارالٰہا میں تیرا سپاس گزار ہوں کہ تو نے ہمارے خاندان کو نبوت سے سرفراز کیا اور ہمیں علمِ قرآن سے نوازا اور دین کے فہم سے مالا مال کیا اور ہمیں سماعتوں، بصارتوں اور قلوب کا حامل قرار دیا پس ہمیں تو اپنے

۱۔ یورِ بتول ص ۹۸

۲۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۱۷ (دو روایات ابومخنف)، تاریخ کامل بن اثیر ج ۴ ص ۲۳، ارشادِ مفید ج ۲ ص ۹۱، الفتوح ج ۵ ص ۹۵، مقتلِ خوارزمی ج ۱ ص ۳۴۶ (متنِ خطبہ میں فرق و اضافہ کے ساتھ)

شکر گزاروں میں قرار دے۔ امابعد مجھے اپنے اصحاب سے زیادہ باوفا اور بہتر اصحاب نہیں معلوم اور نہ مجھے اپنے خاندان سے زیادہ نیک اور صلہ رحم کرنے والا خاندان معلوم ہے۔ اللہ تم سب کو میری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کل ان دشمنوں سے میری جنگ ہوگی۔ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ تم سب چلے جاؤ۔ میں نے تمہیں آزاد کیا تم پر میری کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ یہ رات تمہارا پردہ ہے بس اسی کو سواری بنالو اور تم میں سے ہر شخص میرے خاندان کے ایک شخص کا ہاتھ تھام لے اور پھر تم اپنے علاقوں اور شہروں میں پھیل جاؤ یہاں تک کہ اللہ تمہیں سہولتیں فراہم کرے۔ یہ دشمن میری جان کے دشمن ہیں جب مجھے پالیں گے تو دوسروں کی فکر نہیں کریں گے۔

سب سے پہلے حضرت ابوالفضل نے کہا اور اس کے بعد امام حسین علیہ السلام کے دیگر بھائیوں اور بیٹوں اور بھتیجوں اور عبداللہ بن جعفر طیار کے صاحب زادوں نے اس کی پیروی کرتے ہوئے کہا ﴿لم نفعل ذلك؟ نبقٰى بعدك؟ لا ارانا الله ذلك ابدا﴾ لیکن ہم ایسا کیوں کریں؟ کیا اس لئے کہ آپ کے بعد زندہ رہیں۔ خدا ہمیں وہ دن نہ دکھلائے کہ ہم آپ کے بعد زندہ رہیں۔ پھر امام حسین علیہ السلام نے فرزندانِ عقیل کو مخاطب کیا اور فرمایا کہ ﴿یا بنی عقیل حسبکم من القتل بمسلم اذھبوا قد اذنت لکم﴾ تمہارے لئے مسلم کا قتل ہی کافی ہے۔ میں نے تمہیں اجازت دی تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ۔ انہوں نے جواب میں عرض کی کہ سبحان اللہ۔ اگر ہم ایسا کریں تو لوگ ہمیں کیا کہیں گے۔ کہیں گے کہ ہم نے اپنے سردار اور بزرگ کو اپنے عم زادوں کو مصیبت کے وقت چھوڑ دیا۔ نہ ان کے ساتھ مل کر کوئی تیر پھینکا اور نہ تلوار چلائی۔ خدا کی قسم ہم ایسا نہیں کریں گے بلکہ ہم اپنی جان، مال اور اپنے عزیزوں کو آپ کی راہ میں قربان کریں گے اور آپ کے ساتھ مل کر جنگ کریں گے اور آپ جہاں جائیں گے ہم آپ کے ساتھ رہیں گے۔ آپ کے بعد ہمارے لئے زندگی بدتر ہے۔(۱)

اس کے بعد مسلم بن عوسجہ اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ ہم آپ کو چھوڑ کر چلے جانے کا کیا عذر اللہ کی بارگاہ میں پیش کریں۔ خدا کی قسم میں اپنا نیزہ ان کے سینوں میں پیوست کروں گا اور جب تک تلوار کا دستہ میرے ہاتھ میں ہے میں ان سے جنگ کروں گا اور اگر ان سے جنگ کرنے کیلئے میرے پاس اسلحہ نہیں

۱۔ لہوف مترجم ص ۱۱۰، تاریخ کامل بن اثیر ج ۴ ص ۲۴، تاریخِ طبری ج ۴ ص ۳۱۸، مقتلِ خوارزمی ج ۱ ص ۳۵۰ (مختصر فرق کے ساتھ)۔

ہوگا تو میں پتھروں سے ان پر سنگ باری کروں گا(۱)۔سعید بن عبداللہ حنفی نے کہا ﴿ واللّٰہ لانخلّیك حتی یعلم اللّٰہ ان قد حفظنا غیبة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآله فیك ﴾ خدا کی قسم ہم آپ کو تنہا نہیں چھوڑیں گے یہاں تک کہ اللہ جان لے گا کہ ہم نے رسول کی غیر موجودگی میں آپ کے بارے میں رسول کی عزت وحرمت کی حفاظت کی ہے۔﴿واللّٰہ لو علمت انی اقتل ثم احیا ثم احرق ثم احیا ثم اذرّیٰ یفعل ذٰلك بی سبعین مرة مافارقتك حتّی القیٰ حمامی دونك ﴾ خدا شاہد ہے کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میں قتل کیا جاؤں گا پھر زندہ کیا جاؤں گا پھر میں جلا دیا جاؤں گا پھر زندہ کر کے مجھے جلا کر میری راکھ کو ہوا میں اڑا دیا جائے گا اور ستر مرتبہ ایسا کیا جائے گا جب بھی میں آپ کا ساتھ نہ چھوڑتا یہاں تک کہ آپ پر جان نثار کر دیتا۔﴿وکیف لا افعل ذٰلك وانما هی قتلة واحدة ثم هی الکرامة الّتی لا انقضاء لها ابدا﴾ اب میں آپ کا ساتھ کیسے چھوڑوں جب کہ مجھے معلوم ہے کہ قتل تو ایک ہی مرتبہ ہونا ہے پھر یہ ایک ایسا شرف ہے جو ابدالآباد تک رہے گا کبھی ختم نہ ہوگا۔

اس کے بعد زہیر قین اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا واللّٰہ لوددت انی قتلت ثم نشرت ثم قتلت حتیٰ اقتل هکذا الف مرّة وان اللّٰہ تعالیٰ یدفع بذٰلك القتل عن نفسك وعن انفس هٰولآء الفتیان من اهل بیتك ۔خدا کی قسم میں چاہتا ہوں کہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں اور ہزار بار ایسا ہی ہوتا کہ خدا میرے ذریعہ سے آپ کو اور آپ کے اہل بیت کو قتل ہونے سے بچالے۔زہیر کے بعد دوسرے ساتھیوں نے بھی ایسے ہی کلمات کہے اور امام حسین جزائے خیر کی دعا دے کر اپنے خیمہ کی طرف پلٹ گئے۔(۲)

محمد بن بشیر حضرمی

محمد بن بشیر حضرمی کو اس وقت خبر ملی کہ تمہارے بیٹے کو سرحدِ رے میں قید کر لیا گیا ہے انہوں نے کہا کہ میں اس کی جان اور اپنی جان کا عوض خدا سے چاہتا ہوں اور میں دوست نہیں رکھتا کہ وہ تو مقید

۱۔ کلام کا یہ حصہ لہوف میں سعید بن عبداللہ حنفی کی طرف منسوب ہے۔

۲۔ ارشاد مفید ج ۲ ص ۹۲ لہوف مترجم ص ۱۰۹/۱۱۰

ہواور میں زندہ رہوں۔ جب یہ کلام اُس مردِ خوش انجام سے امامِ انام نے سنا تو فرمایا کہ ﴿ رحمك الله انت فی حلّ من بیعتی فاعمل فی فکاك ابنك ﴾ خدا تم پر رحمت نازل کرے میں تم کو اپنی بیعت سے آزاد کرتا ہوں تم اپنے فرزند کو قید سے چھڑاؤ۔ انہوں نے کہا کہ جانوران و درندگان مجھے کھا جائیں جو میں آپ سے علیحدہ ہوں۔ حضرت نے فرمایا تم اپنے بیٹے کو یہ چند لباس بُرد یمانی کے دے دو تا کہ اس کی قیمت سے کوشش و سعی کر کے اور بھائی کے عوض میں دے کر اس کو رہائی کرائے۔ پس حضرت نے ان کو پانچ بُرد یمانی عطا فرمائیں کہ جن کی قیمت ہزار دینار تھی۔ (۱)

رویتِ جنّت

قطب الدین راوندی نے روایت کی ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ شبِ عاشور میرے والد نے اپنے اصحاب سے کہا کہ ﴿ هذا اللیل فاتخذوه جنة فان القوم انما یروننی ولو قتلونی لم یلتفتوا الیکم وانتم فی حل وسعة ﴾ رات کا وقت ہے تم لوگ نکل جاؤ دشمن صرف میرے خون کے پیاسے ہیں تمہاری طرف توجہ بھی نہیں کریں گے۔ میری طرف سے تم لوگوں پر کوئی پابندی نہیں ہے ﴿انکم تقتلون غداً کلکم ولایفلت منکم رجل ﴾ اصحاب نے جانے سے انکار کر دیا تو آپ نے اُن لوگوں سے فرمایا کہ تم سب کل قتل کر دیئے جاؤ گے اور تم میں سے ایک بھی زندہ نہیں بچے گا تو انہوں نے جواب میں کہا ﴿ الحمدللّٰہ الذی شرفنا بالقتل معك ﴾ اس اللہ کا شکر ہے جس نے آپ کی ہمراہی میں ہمیں شہادت کا شرف عطا کیا۔ امام نے ان سے فرمایا ﴿ ارفعوا رؤسکم وانظروا ﴾ اپنے سر اٹھاؤ اور دیکھو۔ ان لوگوں نے سر اٹھا کر جنت میں اپنی منزل اور مقام کو دیکھنا شروع کیا اور امام فرماتے جاتے تھے اے فلاں یہ تمہاری جگہ ہے۔ (۲)

۱۔ لہوف مترجم ص ۱۱۲، دمع ذروف ترجمہ لہوف ص ۳۷، ابوالفرج اصفہانی نے اس واقعہ کو روزِ عاشور سے متعلق کیا ہے (مقاتل الطالبیین ص ۷۸)۔ جب کہ سید ابن طاؤس کی اس روایت میں اشارہ ہے کہ یہ واقعہ شبِ عاشور کا ہے۔ کثیر مآخذ بھی اس واقعہ کو شبِ عاشور ہی کا قرار دیتے ہیں۔

۲۔ نفس المہموم ص ۱۲۳، بحار الانوار ج ۴۴ ص ۲۹۸ بحوالہ راوندی

جنابِ قاسم کا سوال

شیخ عباس قمی نے اس روایت سے قبل بحرانی کی مدینۃ المعاجز سے جو روایت نقل کی ہے وہ کچھ زیادہ باتوں کی وضاحت کرتی ہے۔ امام زین العابدین سے روایت ہے کہ میرے بابا نے شب عاشور اپنے اہلِ خاندان اور اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور ان سے چلے جانے کو کہا۔ سب نے انکار کیا۔ پوری تفصیل بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ قاسم بن حسن نے سوال کیا کہ ﴿**انا فیمن یقتل؟**﴾ کیا قتل ہونے والوں میں میں بھی ہوں؟ امام حسین علیہ السلام نے دل سوزی کے ساتھ پوچھا ﴿**یا بنی کیف الموت عندك؟**﴾ بیٹا تم موت کو کیا سمجھتے ہو؟ قاسم نے جواب دیا ﴿**یا عم احلیٰ من العسل**﴾ چچا وہ شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ اس پر امام نے فرمایا ﴿**ای واللّٰہ فداك عمك انك لاحدمن یقتل من الرجال معی بعد ان تبلو ببلاء عظیم وابنی عبداللّٰہ**﴾ ہاں واللہ تمہارا چچا تم پر قربان۔ جو لوگ میرے ساتھ شہادت پائیں گے ان میں تم بھی بہت ابتلاء کے بعد شہادت پاؤ گے اور میرا بیٹا عبداللہ (علی اصغر) بھی۔ قاسم نے پوچھا ﴿**یا عم ویصلون الیٰ النساء حتی یقتل عبداللّٰہ وھوالرضیع**﴾ عبداللہ تو شیر خوار ہے تو کیا فوجی (اہلحرم کی) خواتین تک پہنچ جائیں گے؟ اس کے جواب میں امام حسین نے جناب علی اصغر کی شہادت کا واقعہ بیان فرمایا۔ قاسم نے یہ سن کر رونا شروع کیا پھر سب روئے اور اہلحرم میں گریہ وزاری کی صدائیں بلند ہوگئیں۔ (۱)

صاحبِ ناسخ نے اس روایت کے آخر میں یہ تحریر کیا ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام شہادت عبداللہ (علی اصغر) کا واقعہ بیان کرکے روئے تو ہم سب رونے لگے اور اہلحرم کے خیموں سے شورِ گریہ و بکا بلند ہوا ﴿**ویسئله زھیر بن القین و حبیب بن مظاھر من علی فیقولون یا سیدنا فسیدنا علی، یشیرون الیٰ ماذایکون من حاله ؟ فیقول مستعبرا ماکان اللّٰہ لیقطع نسلی من الدنیا فکیف یصلون وھو ابوثمانیة ائمة**﴾ اس وقت زہیر قین اور حبیب بن مظاہر نے سوال کیا کہ اے آقا ہمارے آقا علی (زین العابدین) کا حال کیا ہوگا؟ یہ سن کر آپ کی آنکھوں میں آنسو

۱۔ نفس المہموم ص ۱۲۳

آ گئے اور آپ نے فرمایا کہ اللہ دنیا سے میری نسل کو ختم نہیں ہونے دے گا تو اُس (زین العابدین) تک ان کی رسائی نہیں ہوگی؟ وہ آٹھ اماموں کا باپ ہے۔(۱)

ساتھ چھوڑنا

جناب سکینہ ارشاد فرماتی ہیں کہ عاشور کی شب چاندنی رات تھی اور میں خیمہ میں بیٹھی ہوئی تھی کہ خیمہ کے عقب سے کسی کے رونے کی آواز میرے کانوں میں آئی۔ اس آواز سے مجھ پر اتنا اثر ہوا کہ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے لیکن میں نے اپنی آواز کو بلند نہ ہونے دیا اور آنسو صاف کرلئے کہ اہلحرم کو میرے رونے کی خبر نہ ہو۔ میں اس عالم میں باہر آئی اور اس آواز گریہ کی طرف چلی۔ میں نے دیکھا کہ ﴿ واذا بابی جالس ومن حوله صحبة وهو يبكى ﴾ میرے بابا اصحاب کے جھرمٹ میں تشریف فرما ہیں اور یہ رونے کی آواز انہیں کی ہے۔ میں نے سنا کہ میرے بابا اپنے اصحاب سے یہ فرمارہے ہیں کہ مجھے معلوم ہے کہ اس سفر میں تم میرے ساتھ کیوں آئے ہو۔ تمہیں یہ علم تھا کہ میں اُن لوگوں کی طرف جارہا ہوں جنہوں نے دل اور زبان سے میری بیعت کرلی ہے اور انہوں نے اپنا امیر بنانے کے لئے مجھے دعوت دی ہے۔ لیکن جلد ہی تمہاری معلومات میں تبدیلی آگئی اور تم نے دیکھا کہ اس قوم کی دوستی دشمنی میں بدل گئی اور شیطان نے ان کا دل چیر کر اس میں اپنی جگہ بنالی اور ان پر غالب آگیا کہ مکاری اور دھوکہ کے علاوہ اس میں کچھ نہ تھا۔ اس نے ماضی کے عہد و پیمان محو کردیئے اور خدا کی یاد بھلادی۔ اے دوستو! جان لو کہ یہ مکار اور غدار لوگ مجھے قتل کرنے کے علاوہ کچھ نہیں چاہتے اور جو میری مدد کرے گا اسے بھی قتل کردیں گے۔ اور مجھے قتل کرنے کے بعد یہ میرے اہل بیت کو اسیر بنائیں گے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تمہیں یہ باتیں نہ معلوم ہوں اور اگر معلوم ہیں تو ممکن ہے کہ شرم و حیا تمہیں جانے سے روک رہی ہو۔ مکر و فریب ہم اہلِ بیت کے نزدیک حرام ہے لہٰذا میں تمہیں باخبر کررہا ہوں کہ دشمن تمہارے خون کا پیاسا ہے۔ تم میں سے جو شخص ہماری نصرت نہ کرنا چاہتا ہو وہ اپنی راہ پر چلا جائے اس لئے کہ رات کا وقت ہے اور اندھیرا تمہارے اور تمہارے دشمنوں کے درمیان حائل ہے۔ ابھی موقع ہے اور وقت گیا نہیں ہے۔ اور تم میں سے جو بھی ہماری نصرت کرے گا اور ہم

۱۔ ناسخ التواریخ (حسینی) ج ۲ ص ۲۲۰

سے آفتوں کو دور کرے گا وہ کل جنت میں ہمارے ساتھ ہوگا اور خدا کے غضب سے محفوظ رہے گا۔ میرے جد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ﴿ولدی الحسین یقتل بطف کربلا غریبا وحیدا عطشانا فمن نصره فقد نصرنی ونصر ولده القائم ومن نصرنا بلسانه فهو فی حزبنا یوم القیمة﴾ میرا بیٹا حسین یکہ وتنہا اور پیاسا سرزمین کربلا پر شہید ہوگا جو اس کی مدد کرے گا اس نے میری مدد کی اور اس کے بیٹے قائم آل محمد کی مدد کی۔ اور جو اپنی زبان سے ہماری مدد کرے گا وہ حشر میں ہمارے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

جناب سکینہ ارشاد فرماتی ہیں کہ میرے بابا کی بات ابھی مکمل نہ ہوئی تھی کہ لوگ دس دس اور بیس بیس کی تعداد میں اٹھ کر باہر جانے لگے۔ یہاں تک کہ ستر سے کچھ زیادہ اور اسّی سے کم لوگ باقی رہ گئے۔ میں نے اس وقت اپنے بابا کے چہرے پر نظر کی تو دیکھا کہ آپ سر کو جھکائے ہوئے ہیں تا کہ لوگوں کو جانے میں شرمندگی نہ ہو۔ جب میں نے اپنے بابا کی غربت اور تنہائی دیکھی تو فرط گریہ سے بے تاب ہوگئی اور میں نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی کہ ﴿اللهم انهم خذلونا فاخذلهم﴾ بارالٰہا ان لوگوں نے ہمیں چھوڑ دیا ہے تو انہیں چھوڑ دے۔ ان کی دعاؤں کو قبول نہ فرما۔ زمین کو ان کے لئے جائے سکونت قرار نہ دے۔ ان پر فقر کو مسلط کر دے اور ہمارے اجداد کی شفاعت سے انہیں محروم کر دے۔

جناب سکینہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں اپنے خیمہ میں واپس آ گئی لیکن مجھے کسی طور چین نہیں تھا۔ میں رو رہی تھی کہ میری پھوپھی جناب ام کلثوم نے مجھے روتے ہوئے دیکھا۔ وہ جلدی سے میرے قریب آئیں اور پوچھا کہ بیٹی کیا ہوگیا ہے تم کیوں رو رہی ہو؟ پھوپھی کے پوچھنے سے مجھ پر اور بھی گریہ طاری ہوا اور میں نے انہیں پوری تفصیل بتلا دی اس پر میری پھوپھی کا حال غیر ہوگیا اور انہوں نے صدائے فریاد بلند کی ﴿واجدّاه وا علیّاه واحسناه واحسیناه واقلة ناصراه این الخلاص من الاعداء﴾ کیسے دشمنوں سے نجات ملے گی۔ جب شیون وآہ کی آوازیں بلند ہوئیں تو امام اس صورت میں اٹھ کر آئے کہ آپ کے لباس کا دامن زمین پر کھنچ رہا تھا اور آنسو جاری تھے آپ نے فرمایا ﴿فما هذا البکاء﴾ یہ گریہ وبکا کیوں ہے؟ میری پھوپھی آگے بڑھیں اور بابا کا دامن تھام کر کہنے لگیں ﴿یا اخی ردّنا الٰی حرم جدنا رسول اللّٰه﴾ بھیا آپ ہمیں نانا کے روضہ تک واپس پہنچا دیں اور ہمیں اس غم واندوہ سے نجات دلا دیں۔ آپ نے

فرمایا اے بہن یہ کیونکر ممکن ہے ﴿لیس لی الٰی ذلك من سبیل﴾ اب تو یہ راستہ بھی نہیں ہے۔ پھوپھی نے کہا کہ شاید ان لوگوں کا یہ ظلم و جور اس سبب سے ہو کہ یہ آپ کو پہچانتے نہیں ہیں۔ ﴿فذکرھم محل جدك وابیك واخیك﴾ آپ ان لوگوں کے سامنے اپنے نانا اپنے والد اور اپنے بھائی کا تذکرہ کریں۔ میرے بابا نے جواب دیا ﴿ذکرتھم فلم یذکروا ووعظتھم فلم یتعظوا ولم یسمعوا کلامی ولم یراعوا ذمامی فمالھم غیر قتلی سبیل﴾ میں نے انہیں یہ سب کچھ بتلایا لیکن وہ سننے کو تیار نہیں ہیں اور میرے قتل پر تلے ہوئے ہیں۔ ﴿لا بدان ترانی علٰی الثریٰ طریحا جدیلا﴾ بہن تم یقیناً مجھے خاک پر لہو میں غلطاں دیکھو گی۔ بہن یہ بات مجھے نانا رسول خدا اور بابا علی مرتضٰی نے بتلائی ہے اور یہ ہو کر رہے گی لہٰذا ﴿اوصیکم بتقوی اللّٰہ رب البریّة و الصبر علیٰ البلیة وکظم نزول الرزیّة﴾ میں تم لوگوں کو اللہ کے تقوے کی اور امتحان میں صبر کی اور مشکلات میں تحمل و برداشت کی وصیت کرتا ہوں۔(۱)

روایتِ امام زین العابدین

امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں شبِ عاشور میں ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا تھا اور میری پھوپھی جنابِ زینب میری تیمارداری فرما رہی تھیں۔ اتنے میں میرے والد اٹھے اور اپنے خیمہ میں چلے گئے۔ ابوذر غفاری کا غلام جوین تلوار کو درست کر رہا تھا اور میرے بابا یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

یادھراف لك من خلیل — کم لك بالاشراق والاصیل
من صاحب و طالب قتیل — والدھر لا یقنع بالبدیل
انما الامر الٰی الجلیل — وکل حیّ سالك سبیلی

اے زمانے تجھ پر وائے ہو کہ تو برا دوست ہے۔ صبح و شام کتنے دوست اور طلب گار قتل ہو جاتے ہیں۔ اور زمانہ بدلہ کو قبول نہیں کرتا۔ ہر امر خداوند عزوجل کی مرضی پر ہے۔ اور ہر زندہ کو اسی راستے پر چلنا ہے جس پر میں چل رہا ہوں۔

امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے بابا نے دو یا تین بار ان اشعار کی تکرار فرمائی تو میں

ا۔ ریاض القدس ج ۱ ص ۲۴۲، مہیج الاحزان ص ۹۷، معالی السبطین ج ۱ ص ۳۳۹ بحوالہ کتاب ایقاد القلوب از کتاب نور العین

ان کا مطلب سمجھ گیا۔ مجھے گریہ گلو گیر ہوا لیکن میں نے ضبط کیا اور جان گیا کہ بلا نازل ہو چکی ہے۔ لیکن میری پھوپھی زینب نے جب یہ اشعار سنے تو وہ برداشت نہ کر سکیں۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھیں اور اس طرح میرے بابا کی طرف چلیں کہ ان کا لباس زمین پر خط دے رہا تھا۔ انہوں نے میرے بابا کے پاس آنے کے بعد کہا ﴿واثکلاه لیت الموت اعدمنی الحیوٰة الیوم ماتت امّی فاطمة وابی علی واخی الحسن﴾ کاش مجھے موت آ جاتی۔ آج میری ماں فاطمہ میرے باپ علی اور میرے بھائی حسن اس دنیا سے سدھارے ہیں۔(۱)۔ ﴿یا خلیفة الماضی و ثمال الباقی﴾ اے گزرے ہوؤں کے جانشین اور باقی رہنے والوں کی پناہ گاہ۔ یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے انہیں غور سے دیکھا اور کہا کہ پیاری بہن کہیں نفس تمہارا حلم وصبر نہ لے جائے۔ پھر آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپ نے فرمایا ﴿لوترك القطالنام﴾ اگر قطا (پرندہ) کو اس کے حال پر چھوڑ دیتے تو وہ بھی سوتا۔ اس پر جناب زینب نے فرمایا وائے ہو۔ کیا آپ اپنے کو موت کے حوالے کر رہے ہیں؟ اس سے تو میرا دل زخمی ہو رہا ہے اور یہ تو بہت ہی سخت مصیبت ہے۔ پھر آپ نے اس طرح غم و اندوہ کا اظہار کیا کہ بدہوش ہو گئیں۔ میرے بابا اٹھے اور پانی چھڑک کر ہوش دلایا (۲)۔ پھر فرمایا ﴿اختاه اتقی اللّٰه وتعزی بعزاء اللّٰه و اعلمی ان اهل الارض یموتون واهل السّماء لایبقون وان کل شیء هالك الا وجه اللّٰه الذی خلق الخلق بقدرته ویبعث الخلق و یعیدهم وهو فرد وحده جدّی خیر منی وابی خیر منّی واخی خیر منی ولی ولکل مسلم برسول اللّٰه اسوة فعزّاها بهذا ونحوه وقال لها یا اخیّه انی اقسمت علیك

۱۔ اس جملہ کی تشریح میں امام جعفر صادق کا یہ بیان حرفِ آخر ہے ﴿ان اصحاب الکساء الذین کانوا اکرم الخلق علی اللّٰه عزوجل کانوا خمسة فکان ذهابه کذهاب جمیعهم﴾ (وقائع الایام خیابانی جلد سوم ص ۴۱۹) اصحاب کساء جو نگاہِ خدا میں عزیز ترین خلائق تھے، پانچ تھے۔ امام حسین کا دنیا سے جانا گویا ان سب کا جانا ہے۔

۲۔ یہ روایت تاریخ طبری، تاریخ کامل، ارشاد مفید اور دیگر کتابوں میں موجود ہے لیکن ہم دوسری محرم کے حوالہ سے اس واقعہ کو لہوف سے درج کر چکے ہیں۔ جناب زینب کے چہرۂ اقدس پر پانی کا چھڑکنا واضح ثبوت ہے کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب پانی موجود تھا اور شب عاشور سے قبل ہی پانی کی بندش اور اہلحرم کی پیاس ان متواترات میں ہے جن کا انکار ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا ہم یہ یقین کرنے کے پابند ہیں کہ یہ واقعہ دوسری محرم کا ہے لہٰذا یہی درست ہے کہ امام زین العابدین کی اس روایت میں راویوں نے پچھلے واقعہ کے بعض اجزاء کسی مصلحت یا غلط فہمی کی بناء پر جوڑ دیئے ہوں۔

فابرّی قسمی ولا تشقّی علیّ جیبا ولا تخمشی علیّ وجها ولا تدعی علیّ بالویل الثبور اذا انا اھلکت ﴾(۱)۔ بہن اللہ کے تقوے کا دھیان رکھو اور اللہ کی بخشی ہوئی طاقت کے ذریعہ صبر کرو اور یہ جان رکھو کہ اہل زمین مرجائیں گے اور اہل آسمان باقی نہیں رہیں گے اور یقیناً ہر شے ہلاک ہوگی سوائے اللہ کے جس نے اپنی قدرت سے مخلوقات کو خلق کیا ہے وہی لوگوں کو اٹھاتا ہے اور پلٹاتا ہے وہ فرد فرید اور اکیلا ہے۔ میرے نانا مجھ سے بہتر تھے اور میرے بابا مجھ سے بہتر تھے اور میری ماں مجھ سے بہتر تھیں اور میرے بھائی مجھ سے بہتر تھے اور میرے لئے اور ہر مسلمان کے لئے رسول اللہ ﷺ کی پیروی لازم ہے۔ ایسے ہی کچھ اور جملے بھی تسلی کے فرمائے پھر ارشاد فرمایا پیاری بہن میں تمہیں قسم دیتا ہوں اور اس قسم پر عمل کرنا میری شہادت کے بعد میرے لئے گریبان چاک نہ کرنا اور اپنا چہرہ زخمی نہ کرنا اور ویل وثبور کی باتیں نہ کرنا۔

روایتِ جنابِ زینب

جناب زینب فرماتی ہیں کہ عاشور کی شب میں اپنے بھائی حسین اور ان کے ساتھیوں کا حال معلوم کرنے کے لئے میں اپنے خیمہ سے باہر آئی تو میں نے دیکھا کہ حسین ایک الگ خیمہ میں تنہا بیٹھے ہوئے اللہ سے مناجات اور تلاوتِ قرآن میں مشغول ہیں۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ کیا ایسی رات میں میرے بھائی کو اکیلا چھوڑا جانا چاہیے۔ میں ابھی اپنے بھائیوں اور عم زادوں کے پاس جاکر انہیں سرزنش کروں گی۔ میں عباس کے خیمہ کے پاس آئی تو میں نے جوشیلی اور بلند آوزیں سنیں۔ میں نے پشتِ خیمہ پر جاکر اندر کی طرف دیکھا کہ میرے بھائی اور بھائیوں کی اولاد سب عباس کے گرد حلقہ کئے بیٹھے ہیں۔ اور عباس اپنے زانوؤں پر ایسے بیٹھے ہیں جیسے شیر شکار پر حملہ کے لئے بیٹھتا ہے۔ پھر عباس نے خطبہ دیا۔ میں نے ایسا خطبہ حسین کے علاوہ کسی سے نہیں سنا حمد وثنائے الہٰی اور رسول اکرم پر درود وسلام کے بعد انہوں نے کہا کہ اے

۱۔ ارشاد مفید ج ۲ ص ۹۳، تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۱۸، تاریخ کامل بن اثیر ج ۴ ص ۲۴، نورِ بتول ص ۱۰۰، مقاتل الطالبین ص ۷۵۔ اس روایت میں بیہوش ہونے اور پانی چھڑکنے کا تذکرہ نہیں ہے۔ تمام روایات میں مختصر حذف واضافہ ہے۔ اس روایت کو مختصر تبدیلیوں کے ساتھ الفتوح ج ۵ ص ۸۴ اور مقتل خوارزمی ج ۱ ص ۳۲۸ پر دیکھا جاسکتا ہے۔ ان دونوں بزرگوں نے اسے دوسری محرم کا واقعہ قرار دیا ہے۔ لیکن انہوں نے بیہوش ہونے اور پانی چھڑکنے کا تذکرہ نہیں فرمایا ہے۔ جب کہ دوسری محرم کو پانی کا مسئلہ نہیں تھا۔

میرے بھائیوں، بھائیوں کے بیٹو اور اے عم زادو! جب صبح ہوگی تو تمہارا کیا ارادہ ہے انہوں نے جواب دیا کہ آپ کے حکم پر عمل ہوگا ہم آپ کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ اس پر عباس نے کہا کہ یہ لوگ یعنی اصحاب حسین غریب الوطن لوگ ہیں اور بھاری بوجھ تو مالک ہی اُٹھاتا ہے لہٰذا جب صبح ہوگی تو سب سے پہلے تم لوگ جنگ کے لئے جاؤ گے۔ ہمیں اصحاب سے پہلے موت کے لئے بڑھنا ہوگا تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ ان لوگوں نے اصحاب کو آگے کر دیا اور اُن لوگوں کے ذریعے وقفے وقفے سے اپنی موتوں کو ٹالتے رہے۔ یہ سُن کر بنی ہاشم اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُنہوں نے عباس کے سامنے تلواریں نکال لیں اور کہا کہ جو آپ کا ارادہ ہے اس پر ہم بھی ہیں۔ جناب زینب فرماتی ہیں کہ جوش و جذبہ اور عزم و ولولہ دیکھ کر مجھے اطمینان اور فرحت نصیب ہوئی لیکن گریہ بھی گلوگیر ہوا۔ میں اپنے بھائی حسین کو یہ خبر دینے کے لئے پلٹی تو میں نے حبیب ابنِ مظاہر کے خیمے سے بھی جوشیلی آوزیں سُنیں۔

میں حبیب کے خیمے کی پُشت پر گئی تو میں نے دیکھا کہ اصحاب حسین بھی بنی ہاشم کی طرح حبیب کے چاروں طرف حلقہ کئے بیٹھے ہیں اور وہ کہہ رہے ہیں کہ اے دوستو! تم لوگ اس جگہ کیوں آئے ہو؟ اللہ تم پر اپنی رحمت نازل کرے تم یہ بات مجھے بتلاؤ۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم فاطمہ زہرا کے غریب الوطن بیٹے کی مدد کے لئے آئے ہیں۔ پھر پوچھا کہ تم نے اپنی بیویوں کو کیوں چھوڑ دیا ہے؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ اسی وجہ سے۔ حبیب نے پوچھا کہ صُبح کے لئے تمہارا ارادہ کیا ہے؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ جو آپ کی رائے ہو اس لئے کہ ہم آپ کی بات کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ حبیب نے کہا کہ جب صبح ہوگی تو سب سے پہلے جنگ کے لئے تم جاؤ گے۔ ہم بنی ہاشم سے پہلے میدان میں جائیں گے اور جب تک رگِ حمیت وشجاعت برقرار ہے ہم کسی ہاشمی کو خون میں غلطاں نہیں دیکھیں گے تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ اُنہوں نے اپنے آقاؤں کو آگے کر دیا اور خود جانثاری نہیں کی۔ انصار نے اپنی تلواروں کو لہرایا اور کہا جو آپ کہیں گے وہی ہوگا۔

جناب زینب فرماتی ہیں کہ میں اُن لوگوں کے جذبے سے خوش ہوئی لیکن گریہ گلوگیر تھا۔ میں روتی ہوئی پلٹی تو بھیا حسین سے سامنا ہوگیا۔ میں نے اپنے آپ کو مطمئن کیا اور اُن کے سامنے مسکرانے لگی۔ اُنہوں نے کہا کہ پیاری بہن جب سے ہم مدینہ سے چلے ہیں میں نے تمہیں مسکراتے نہیں دیکھا آج کیا سبب ہے؟ مَیں نے بنی ہاشم اور انصار کی پوری تفصیل بتلائی تو اُنہوں نے کہا کہ بہن اس بات کو جان لو کہ یہ لوگ عالمِ ذر

سے میرے اصحاب ہیں اور میرے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے اُنہی کا وعدہ کیا تھا۔ کیا تم اُن کے ثباتِ قدم دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے کہا تو بھائی نے کہا کہ خیمے کے پیچھے چلی جاؤ۔ میں خیمے کے پیچھے چلی گئی۔ حسین نے آواز دی کہ میرے بھائی اور میرے بنو عم کہاں ہیں؟ بنی ہاشم کھڑے ہوگئے اور سب سے پہلے عباس لبیک کہتے ہوئے آئے اور پوچھا کہ کیا حکم ہے؟ حسین نے کہا کہ میں تم لوگوں سے تجدید عہد چاہتا ہوں۔ اولادِ حسین، اولادِ حسن، اولادِ علی، اولادِ جعفر اور اولادِ عقیل سب جمع ہوگئے۔ تو بھائی نے اُنہیں بیٹھنے کا حکم دیا اور وہ سب بیٹھ گئے پھر آواز دی کہ حبیب ابن مظاہر کہاں ہیں؟ زہیر کہاں ہیں؟ ہلال کہاں ہیں؟ میرے سب ساتھی کہاں ہیں؟ وہ سب چلے اور اُن کے آگے حبیب ابنِ مظاہر لبیک یا اباعبداللہ کہتے ہوئے آئے۔ جب سب تلواریں لئے ہوئے آگئے تو آپ نے انہیں بیٹھنے کا حکم دیا جب سب بیٹھ گئے تو آپ نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا کہ ﴿ **یا اصحابی اعلمو ان هولاء القوم لیس لهم قصد سویٰ قتلی و قتل من هو معی وانا اخاف علیکم من القتل فانتم فی حلّ من بیعتی ومن احب منکم الانصراف فلینصرف فی سواد هذاالليل** ﴾ میرے ساتھیو! اس بات کو جان لو کہ لشکر والے صرف مجھے اور جو میرے ساتھ ہوا اسے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ میں تم پر سے اپنی بیعت اُٹھاتا ہوں۔ تم میں سے جو شخص واپس جانا چاہے وہ اس رات کے اندھیرے میں واپس جاسکتا ہے۔ جواب میں پہلے بنی ہاشم نے اپنے جذبات کا اظہار کیا پھر اصحاب نے ان کی پیروی کی۔ جب حسین نے ان کے عزم اور ثباتِ قدم کو دیکھا تو ان سے کہا کہ اپنے سروں کو بلند کرو اور جنت میں اپنی جگہوں کو دیکھو۔ اس وقت ان کی آنکھوں سے پردے ہٹ گئے اور انہوں نے اپنے اپنے مقامات اور حور و قصور کو دیکھا تو سب کے سب اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ فرزند رسول ہمیں اجازت دیں کہ ہم اس لشکر پر حملہ کر کے ان سے جنگ کریں یہاں تک کہ اللہ کی مشیت نافذ ہو۔ حسین نے کہا اللہ تم پر رحمت نازل کرے اور جزائے خیر دے، بیٹھ جاؤ۔ پھر کہا کہ تم میں سے جس کے پاس عورت ہو وہ اسے بنی اسد میں پہنچادے۔ اس پر حبیب بن مظاہر اُٹھ کر کھڑے ہوئے اور پوچھا کہ آقا کیوں؟ جواب میں کہا کہ میری عورتیں میرے قتل کے بعد اسیر کی جائیں گی اور مجھے تمہاری عورتوں کے اسیر ہونے کا ڈر ہے۔

حبیب بن مظاہر یہ سن کر اپنے خیمہ میں واپس آئے۔ ان کی زوجہ نے خندہ پیشانی سے استقبال کیا تو

حبیب نے کہا کہ اب مت مسکراؤ زوجہ نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ امام نے آپ لوگوں کے سامنے خطبہ ارشاد کیا اور پھر پرجوش آوازیں بلند ہوئیں لیکن یہ پتہ نہ چلا کہ انہوں نے کیا فرمایا۔ حبیب بن مظاہر نے کہا امام نے فرمایا ہے کہ کل میں قتل ہو جاؤں گا اور میری عورتیں اسیر ہو جائیں گی اس لئے جس کے پاس عورت ہو وہ اس کے قبیلے والوں میں اسے پہنچا دے۔ زوجہ نے پوچھا پھر تمہارا کیا ارادہ ہے؟ حبیب نے کہا کہ اُٹھو میں تمہیں بنی اسد میں چھوڑ آؤں۔ وہ یہ سن کر اُٹھ کھڑی ہوئی اور چوب خیمہ پر سر مار کر کہا کہ ابن مظاہر خدا کی قسم تم نے انصاف نہیں کیا۔ کیا تم اس بات پر خوش ہو کہ میں قید سے بچ جاؤں اور رسول زادیاں قید ہو جائیں۔ کیا زینب کے سر سے چادر چھن جائے اور میری چادر محفوظ رہے کیا تم یہ چاہتے ہو کہ رسول اللہ کے سامنے تم سرخرو ہو جاؤ اور میں فاطمہ زہرا کے سامنے روسیاہ بن جاؤں۔ حبیب بن مظاہر روتے ہوئے حسین کی خدمت میں آئے۔ آپ نے رونے کا سبب پوچھا تو کہا آقا میری عورت آپ لوگوں کو چھوڑ کر جانے سے انکار کرتی ہے۔(۱)

خیموں کی ترتیب

طبری، تاریخِ کامل اور ارشادِ مفید کی مذکورہ روایت از امامِ زین العابدین علیہ السلام کے آخر میں ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پھر میرے بابا پھوپھی کو میرے پاس لائے اور انہیں میرے قریب بٹھلا دیا اور اپنے ساتھیوں کی طرف تشریف لے گئے اور انہیں یہ حکم دیا کہ وہ خیموں کو ایک دوسرے سے ملا کر نصب کریں اور خیموں کی طنابوں کو بھی ایک دوسرے کے اندر نصب کریں اور خود اصحاب ان خیموں کے درمیان قیام کریں تاکہ دشمنوں سے صرف ایک ہی طرف سے مقابلہ ہو۔ یعنی خیمے داہنے بائیں اور عقب میں ہوں تاکہ تین اطراف محفوظ ہوں اور دشمن سے صرف ایک ہی طرف سے مقابلہ ہو۔ آپ احکامات صادر کر کے واپس آئے اور تمام شب دعا و استغفار میں مشغول رہے۔(۲)

خندق

امالی صدوق کی روایت کے مطابق آپ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ خیموں کے گرد

۱۔ معالی السبطین ج۱ ص۳۴۰ (کمافی بعض الکتب)

۲۔ مذکورہ حوالوں کے علاوہ پور بتول ص۱۰۲، الاخبار الطوال ص۲۵۶

خندق کھود کر اسے لکڑیوں سے بھر دیں تا کہ ضرورت کے وقت آگ لگا کر ان اطراف کو حملہ آوروں سے محفوظ بنایا جا سکے (۱)۔ عاشور کے واقعات میں یہ تذکرہ موجود ہے کہ جنگ شروع ہونے سے قبل ان لکڑیوں میں آگ لگا دی گئی تھی۔

سپاہیوں کی آمد

راوی کا بیان ہے کہ حسین اور اصحابِ حسین نے اس شان سے رات گزاری کہ مناجات اور اذکار کی صدائیں بلند تھیں اور وہ پوری رات رکوع وسجود اور قیام وقعود میں رہے۔ اس رات لشکرِ یزید کے بتیس افراد امام حسین سے آکر ملحق ہوئے۔ حسین اپنی ذات اور اپنی صفات میں ایسے کامل تھے (۲)۔ بعض کتابوں میں ہے کہ عمر سعد کے تیس یا بتیس سپاہیوں نے اس کے پاس آکر کہا کہ رسول کے نواسے نے جنگ سے بچنے کے لئے تمہارے سامنے جو شرطیں رکھی ہیں تم انہیں قبول کیوں نہیں کرتے؟ شافی جواب نہ ملنے پر وہ لشکر سے جدا ہو کر امام حسین علیہ السلام کے پاس آ گئے۔ (۳)

ابن شہر کی گستاخی

ضحاک بن عبداللہ مشرقی سے روایت ہے کہ حسین اور اصحابِ حسین شبِ عاشور نماز و استغفار اور دعاء وتضرّع میں مشغول تھے کہ ابن سعد کے کچھ سپاہی جو عزرہ بن قیس احمسی کے ساتھ رات کے پہرے پر معیّن تھے وہ ہماری طرف سے گزرے۔ اس وقت امام حسین علیہ السلام قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے اور سورۂ آل عمران کی یہ آیات زبانِ مبارک پر تھیں ﴿**لا یحسبن الذین کفروا انما نملی لهم خیر لانفسهم انما نملی لهم لیزدادوا اثما ولهم عذاب مهین ٥ ماکان الله لیذر المومنین علیٰ ما انتم علیه حتّی یمیز الخبیث من الطیب**﴾ (کافر یہ گمان نہ کریں کہ ہم نے جو انھیں مہلت دی ہے وہ ان کے لئے خیر ہے۔ ہم نے انہیں اس لئے مہلت دی ہے کہ وہ اپنے گناہوں میں اضافہ کریں اور ان

۱۔ ترتیب الامالی ج ۵ ص ۱۹۹ الاخبار الطوال ص ۲۵۶، تاریخِ طبری ج ۴ ص ۳۲۰

۲۔ لہوف مترجم ص ۱۱۲

۳۔ العقد الفرید ج ۴ ص ۱۶۸

کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ خدا اس چیز پر مومنین کو چھوڑنے والا نہیں ہے جس پر تم قائم ہو جب تک کہ پلید کو پاکیزہ سے جدا نہ کر دے)۔ فوج یزید کے ان گھوڑے سوار سپاہیوں میں سے ایک شخص نے جب یہ سنا تو اس نے کہا کہ خدا کی قسم ہمیں وہ پاکیزہ لوگ میں جو تم سے الگ ہو گئے ہیں۔ راوی کہتا ہے میں اسے پہچان گیا اور میں نے بریر ابن خضیر سے پوچھا کہ تم اسے پہچانتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ میں نے کہا یہ ابوحرب سبیعی ہے اور اس کا نام عبداللہ بن شہر ہے یہ، شوخ اور بہادر ہے اور کسی جرم کی سزا میں سعید بن قیس نے اسے جیل میں ڈال دیا تھا۔ اس کے جواب میں بریر بن خضیر ہمدانی نے کہا کہ اے فاسق کیا خدا تجھے پاکیزہ افراد میں قرار دے گا۔ اس نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ میں بریر بن خضیر ہوں۔ اس نے کہا کہ میرے لئے یہ امر بہت گراں ہے کہ تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ بریر نے کہا کیا تم اپنے گناہانِ کبیرہ سے توبہ کر سکتے ہو اور خدا کی طرف پلٹ سکتے ہو؟ خدا کی قسم ہم لوگ پاکیزہ افراد ہیں اور تم سب لوگ پلید اور خبیث ہو اس نے بریر سے کہا کہ میں تمہاری بات کے سچے ہونے کی گواہی دیتا ہوں۔ ضحاک بن عبداللہ نے اس سے کہا کہ تجھ پر وائے ہو تیری اس تصدیق سے تجھے کیا فائدہ پہنچ رہا ہے؟ اس نے جواب میں کہا کہ یزید بن غدرہ عنزی میرے ساتھ ہے اگر میں اسے چھوڑ دوں تو کون اس کی رفاقت کرے گا؟ بریر نے کہا تم ایک احمق اور جاہل انسان ہو۔ وہ اس کے بعد واپس چلا گیا۔(۱)

امام اور نافع

امام حسینؑ نصف شب میں باہر آ کر خیموں اور ٹیلوں پر نگاہ ڈالتے ہوئے جا رہے تھے اور نافع بن ہلال آپ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ اک مرتبہ امام نے نافع سے پوچھا کہ تم کیوں میرے پیچھے آ رہے ہو؟ نافع نے کہا کہ فرزند رسول میں نے دیکھا کہ آپ دشمن کی فوجوں کی طرف جا رہے ہیں تو مجھے آپ کی جان کا خوف ہوا۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ ان جگہوں کو دیکھ کر یہ طے کر رہا ہوں کہ کل دشمن کے حملہ کے امکانات کہاں سے ہیں۔ نافع کا بیان ہے کہ واپسی میں امام نے میرا ہاتھ تھام لیا اور فرمایا کہ ﴿ھو ھو واللّٰہ وعد لا خلف فیہ﴾ خدا کی قسم یہ وعدہ یقیناً پورا ہو کر رہے گا۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا کہ

۱۔ تاریخ طبری ج۴ ص ۳۲۰ (البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۷۸ (تھوڑے فرق کے ساتھ)

﴿یا هلال ألا تسلك ما بین هذین الجبلین من وقتك هذا و تنجو بنفسك﴾ تم اس راستے کو دیکھ رہے ہو جو دو پہاڑیوں کے درمیان ہے؟ تم رات کی تاریکی میں اس راستے سے نکل جاؤ اور اپنی جان بچالو۔ نافع نے اپنے آپ کو امام کے قدموں پر گرا دیا اور کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو میری ماں میرے ماتم میں بیٹھے۔ یہ تو اللہ کا احسان ہے کہ میں آپ کی رفاقت میں شہید ہو جاؤں۔

نافع کا بیان ہے کہ امام واپس ہو کر جناب زینب کے خیمہ میں داخل ہو گئے اور میں دروازہ پر کھڑا آپ کا انتظار کرنے لگا۔ میں نے سنا کہ جناب زینب نے امام حسین علیہ السلام سے کہا کہ کیا آپ کو اپنے ساتھیوں پر یقین ہے کہ کل یہ لوگ آپ کو چھوڑ تو نہیں دیں گے؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ ﴿یستانسون دونی استیناس الطفل بلبن امه﴾ جس طرح بچہ شیر مادر کی رغبت رکھتا ہے اسی طرح یہ لوگ شہادت کی رغبت رکھتے ہیں۔ نافع کا بیان ہے کہ میں یہ سن کر حبیب بن مظاہر کے پاس آیا اور انہیں واقعہ سے آگاہ کیا۔ حبیب نے جواب میں کہا کہ اگر حکم امام کا انتظار نہ ہوتا تو میں ابھی دشمن کے لشکر پر حملہ کر دیتا۔ میں نے حبیب سے کہا کہ اس وقت امام اپنی بہن زینب کے خیمہ میں ہیں کیا یہ ممکن ہے کہ ساتھیوں کو جمع کر کے چلیں اور ایسی عرض پیش کریں جس سے اہل حرم کو اطمینان نصیب ہو۔ حبیب نے ساتھیوں کو آواز دے کر بلایا۔ سب نے خیمہ کے سامنے آ کر یہ گزارش پیش کی کہ اے اہل بیت رسول خدا یہ ہیں ہماری تلواریں۔ ہم نے قسم کھائی ہے کہ ہم انہیں نیام میں نہیں رکھیں گے اور دشمن سے جنگ کریں گے۔ اور یہ ہیں ہمارے نیزے جو دشمن کے سینے میں پیوست ہو جائیں گے۔ اس وقت کنیزیں گھر سے باہر آئیں اور کہا کہ اے بہادرو! رسول کی بیٹیوں اور علی کے فرزندوں کی حفاظت کرو۔ یہ سن کر اصحاب حسین کی صدائے گریہ بلند ہوئی۔ (۱)

امام کا خواب

اگرچہ شب عاشور میں امام حسین علیہ السلام پوری رات بیدار رہے لیکن صبح کے قریب آپ پر غنودگی طاری ہوگئی اور جب آپ چونکے تو آپ نے ساتھیوں سے فرمایا کہ ﴿أتعلمون ما رایت فی منامی الساعة﴾ تمہیں بتلا دوں کہ میں نے کیا خواب دیکھا ہے؟ ساتھیوں نے کہا کہ فرزند رسول آپ نے

۱۔ معالی السبطین ج۱ ص ۳۴۴، مقتل مقرم ص ۲۱۸ دمعۃ الساکبہ سے تلخیص

کیا خواب دیکھا؟ آپ نے فرمایا ﴿رایت کأن کلا باقد شدّت علیّ تنهشبنی و فیها کلب ابقع رأیته اشدّها علیّ واظنّ انّ الذی یتولیّ قتلی رجل ابرص من بین هو لاء القوم﴾ میں نے خواب میں کچھ کتوں کو دیکھا ہے جو مجھ پر حملہ کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک چتکبرا کتا ہے جو بہت خونخوار اور وحشی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میرا قاتل برص کے داغ والا ہوگا۔ ﴿ثم انّی رایت بعد ذالك جدّی رسول الله و معه جماعة من اصحابه و هو یقول لی یا بنیّ انت شهید آل محمد و قد استبشر بك اهل السماوات و اهل الصفیح الاعلیٰ فلیكن افطارعندی اللیلة عنّل ولاتؤخر فهذا ملك قد نزل من السماء لیاخذ دمك فی قارورة خضراء فحذا ما رایت و قد ازف الامرو اقتربه لا جهل من هذه الدنیا لا شكّ فی ذالك﴾ اور پھر اسی خواب میں میں نے رسول اللہ کو چند اصحاب کے ساتھ دیکھا۔ آپ نے فرمایا بیٹے تم آل محمد کے شہید ہو اور آسمانوں کے فرشتے تمھاری آمد کی خوشخبری سن کر شاداں اور فرحاں ہیں۔ تم آج کی رات افطار کے وقت میرے پاس ہو گے۔ جلدی کرو تاخیر نہ ہونے پائے۔ یہ فرشتہ آسمان سے آیا ہے تاکہ تمہارے خون کو لے کر شیشہ میں محفوظ کر لے۔ اس خواب کا مطلب یہ ہے کہ موت نزدیک آ گئی اور اس دنیا کو چھوڑنے کا وقت آ پہنچا اب اس میں کوئی شک نہیں ہے۔(۱)

گزرتی رات

روایات میں ہے کہ ﴿بات الحسین واصحابه تلك اللیلة ولهم دویّ كدویّ النحل مابین راكع و ساجد و قائم و قاعد﴾(۲)۔ حسین اور ان کے ساتھیوں نے وہ رات اس طرح گزاری کہ ان کے خیموں سے تلاوت واذکار کی آوازیں شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی مانند بلند تھیں۔ اور وہ لوگ پوری رات رکوع و سجود اور قیام و قعود میں رہے۔

۱۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳

۲۔ بحار الانوار جلد ۴۴ ص ۳۹۴، دمع ذروف مترجم لہوف ص ۳۸

روزِ عاشورا

تاسوعا کے ذیل میں امام صادق علیہ السلام کا ایک قول نقل کیا جاچکا ہے۔اسی روایت میں عاشورا کے سلسلہ میں آپ کا یہ بیان ہے کہ ﴿واما یوم عاشور فیوم اصیب فیه الحسین علیه السلام صریعا بین اصحابه واصحابه حوله صرعیٰ عراة ﴾(۱)۔عاشورا وہ دن ہے جس دن امام حسین علیہ السلام اپنے اصحاب کے درمیان مقتول پڑے ہوئے تھے اور آپ کے اصحاب بھی آپ کے گرد عریاں پڑے ہوئے تھے۔عبداللہ بن فضل ہاشمی کا بیان ہے کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ فرزندِ رسول! یہ عاشورا کا دن کیسے حزن واندوہ اور گریہ و بکا کا دن قرار پایا جب کہ جنابِ رسول خدا، جنابِ فاطمہ زہرا، جنابِ امیر المومنین اور امام حسن علیہم السلام کا اس دنیا سے تشریف لے جانا یہ لازم کرتا ہے کہ ان حضرات کے ایّام وفات زیادہ حزن واندوہ اور گریہ و بکا کے دن قرار پائیں۔امام نے جواب میں ارشاد فرمایا ﴿ انّ یوم الحسین علیه السلام اعظم مصیبة من جمیع سائر الایّام و ذالك انّ اصحاب الکساء الذین کانوا اکرم الخلق علیٰ الله عزّ و جلّ کانوا خمسة ﴾ امام حسین علیہ السلام کے روزِ شہادت کی مصیبت سارے دنوں سے زیادہ بڑی ہے اس لئے کہ وہ اصحاب کساء جو خدا کی نگاہ میں ساری مخلوقات سے معزز اور برتر ہیں وہ پانچ افراد (پنجتن) ہیں لوگوں کا اطمینان اور ان کی تسلّی انہیں پانچ افراد کے وجود پر قائم

۱۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۹۵

تھی۔ جب رسول اکرم ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے تو لوگوں نے شدّت کے ساتھ ان کا غم منایا لیکن چونکہ اصحاب کساء میں سے چار موجود تھے لہذا تسلّی تھی۔ پھر جب حضرت فاطمہ زہرا اس دنیا سے تشریف لے گئیں تو لوگوں کو علی اور حسنین سے تسلّی تھی۔ جب حضرت بھی اس دنیا سے تشریف لے گئے تو ان کی جگہ پر امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام موجود تھے۔ امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے بعد تسلّی کے لئے امام حسین علیہ السلام موجود تھے۔ اور جب امام حسین علیہ السلام شہید کئے گئے تو اصحاب کساء میں سے کوئی باقی نہ رہا جس کے ذریعہ آپ کے غم میں تسلّی حاصل ہوتی۔ ﴿ **فكان ذهابه كذهاب جميعهم كما كان بقاء ه كبقاء جميعهم فلذالك صار يومه اعظم الايام مصيبة** ﴾ لہذا امام حسین علیہ السلام کی شہادت گویا اُن سب کی شہادت تھی جیسے کہ اُن کا موجود ہونا گویا اُن سب کا موجود ہونا تھا۔ یہی سبب ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا دن اور ان کی مصیبت سارے دنوں اور ساری مصیبتوں سے اہم قرار پائے (بقدر حاجت)۔(۱)

حسین اور اصحاب حسین نے اس دن کا آغاز صبح کی نماز سے کیا۔ مورخین کے قول کے مطابق پانی نہ ہونے کے سبب سب نے تیمّم کیا(۲) اور امام کے ساتھ جماعت کی نماز ادا کی۔ امام حسین علیہ السلام نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد اپنے ساتھیوں سے ارشاد فرمایا ﴿ **اشهد انه اذن فى قتلكم يا قوم فاتقو االله و اصبروا وفى رواية انالله قد اذن فى قتلكم فعليكم بالصبر** ﴾ اللہ کی تقدیر یہ ہے کہ تم جہاد کرو تو تقویٰ اور صبر کو شعار کرو(۳)۔ ابھی ان لوگوں نے اپنی تعقیبات بھی ختم نہ کی تھیں کہ یزید کا لشکر جنگ پر آمادہ ہوا اور فوج کا ایک حصہ اسلحوں سے لیس ہو کر آگے بڑھ آیا اور آوازیں دینے لگا کہ یا جنگ کرو یا ابن زیاد کی بات مان لو۔ امام حسین علیہ السلام باہر تشریف لائے۔ فوجوں کا اژدھام ملاحظہ کیا۔ آپ نے قرآن منگوا کر اپنے سر پر پھیلایا(۴)۔ اور اپنے پروردگار کو مخاطب کیا ﴿ **اللهم انت ثقتى فى كل كرب ورجائى فى كل شدّة وانت لى فى كل امر نزل بى ثقة وعدّة، كم من همّ يضعف فيه الفواد، وتقلّ فيه الحيلة، ويخذل فيه الصديق ويشمت فيه العد و انزلته بك وشكوته اليك رغبة**

۱۔ وقائع الایام خیابانی ص۴۱۹۔۴۲۰

۲۔ محرق القلوب ص۱۱۵، مہیج الاحزان ص۱۱۶، ریاض الشہادۃ جلد۲ص۱۰۵، روضۃ الشہدا ص۲۷۳

۳۔ وقائع الایام ص۴۳۰

۴۔ تاریخ طبری ج۴ص۳۲۱

منّی الیك عمّن سواك ففرجّته وكشفته وكفیته فانت ولیّ كل نعمة وصاحب كل حسنة ومنتهیٰ كل رغبة ﴾(۱) بارالٰہا تو ہر مصیبت میں میرا بھروسہ ہے اور ہر سختی میں میری امید ہے اور تو ہی ہر اس پریشانی میں جو مجھ پر نازل ہوئی میرا اطمینان اور سہارا ہے کتنے ایسے ہم وغم ہیں کہ جن سے دل مضطرب ہوجاتا ہے اور چارہ وتدبیر گھٹ جاتے ہیں اور دوست ساتھ چھوڑ دیتا ہے اور دشمن سخت کلامی کرتا ہے، میں انہیں تیری بارگاہ میں لایا اور تجھ سے ان کا شکوہ کیا اس لئے کہ میں ماسویٰ کو چھوڑ کر فقط تیرا طلب گار رہا تو تو نے انہیں زائل فرمادیا اور مشکل حل کردی پس تو ہی ہر نعمت کا مالک اور ہر نیکی کا دارا اور ہر امید کا منتہا ہے۔ اس مناجات کے بعد امام حسین علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زرہ پہنی اور آپ کا خود جس کا نام سحاب تھا اپنے سر پر رکھا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار حمائل کی اور خیمہ سے باہر تشریف لائے۔(۲)

ترتیب لشکر

امام حسین علیہ السلام نے اپنے مختصر سے لشکر کی ترتیب وتنظیم اس طرح کی کہ زہیر قین کو میمنہ پر اور حبیب بن مظاہر کو میسرہ پر معیّن فرمایا اور لشکر کا علم اپنے برادرِ عزیز ابوالفضل العباس کو تفویض کیا۔ اُدھر عمر بن سعد نے مدینہ سے تعلق رکھنے والے سپاہیوں پر عبداللہ بن زہیر ازدی کو اور ربیعہ اور کندہ کے سپاہیوں پر قیس بن اشعث بن قیس کو اور مذحج اور بنی اسد کے سپاہیوں پر عبداللہ بن ابی سبرہ جعفی کو اور تیم و ہمدان کے سپاہیوں پر حر بن یزید ریاحی کو معیّن کیا تھا۔ اس قبیلوی تقسیم کے علاوہ اس نے عمرو بن حجاج زبیدی کو میمنہ پر اور شمر بن ذی الجوشن کو میسرہ پر اور عروہ بن قیس احمسی کو سواروں پر اور شبث بن ربعی کو پیادہ فوج پر مامور کیا اور لشکر کی علمبرداری اپنے غلام درید کے سپرد کی تھی۔(۳)

خندق کی آگ

امام نے حکم دیا کہ خیموں کی حفاظت کی غرض سے جو خندق کھودی گئی تھی اس کی لکڑیوں

۱۔ ارشادِ مفید ج ۲ ص ۹۶، تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۲۱

۲۔ ناسخ التواریخ (حسینی) ج ۲ ص ۲۲۵

۳۔ تاریخ کامل بن اثیر ج ۴ ص ۲۴

میں آگ روشن کردی جائے تاکہ دشمن خیموں کی پشت سے حملہ نہ کرسکے۔ جب یزید کی فوجوں نے حملہ کرتے ہوئے حسینی خیموں کا محاصرہ کیا تو آگ روشن نظر آئی۔ اس پر شمر بن ذی الجوشن نے بلند آواز سے امام حسین علیہ السلام کو مخاطب کیا کہ اے حسین قیامت سے پہلے ہی تم نے آگ پسند کرلی ﴿ **قبل یوم القیامة تعجلت بالنار** ﴾ امام حسین علیہ السلام نے اصحاب سے پوچھا کہ یہ کون ہے یہ تو گویا شمر بن ذی الجوشن ہے؟ لوگوں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے جواب میں فرمایا ﴿**انت تقول هذا یا بن راعية المعزی؟**﴾ اے بکریاں چرانے والی عورت کے بچے تو یہ بات کہہ رہا ہے؟ ﴿**أنت والله اولیٰ بها صلیّا**﴾ تو ہی آتش جہنم کا سزاوار ہے۔ مسلم بن عوسجہ نے تیر مار کر شمر کو ہلاک کرنا چاہا لیکن امام حسین علیہ السلام نے روک دیا۔ مسلم بن عوسجہ نے عرض کی کہ آپ اجازت دیں کہ اسے تیر سے ہلاک کردوں۔ یہ فاسق ان ظالموں کے بڑوں میں ہے اور میری زد پر ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا ﴿ **انی اکره ان ابدأهم بقتال** ﴾(۱) ان لوگوں کے ساتھ جنگ میں پہل کرنا مجھے پسند نہیں ہے۔

عبداللہ بن حوزہ

حسین ابو جعفر نے ابو مخنف کے حوالے سے روایت کی کہ بنی تمیم کا ایک شخص عبداللہ بن حوزہ آکر امام حسین علیہ السلام کے سامنے کھڑا ہو کر آپ کو پکارنے لگا۔ امام حسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ﴿**ماتشاء**﴾ کیا چاہتا ہے۔ اس نے کہا کہ آپ کو آگ کی بشارت ہو۔ امام حسین علیہ السلام نے جواب میں ارشاد فرمایا ﴿**کلّا انّی اقدم علیٰ ربّ رحیم و شفیع مطاع**﴾ ہرگز نہیں (تو جھوٹا ہے) میں تو ایسے رب کی بارگاہ میں جا رہا ہوں جو مہربان، شفیع اور لائقِ اطاعت ہے۔ پھر آپ نے اصحاب سے پوچھا ﴿**من هذا**﴾ یہ کون ہے۔ لوگوں نے جواب دیا یہ ابنِ حوزہ ہے۔ آپ نے دعا کی ﴿**رب حشره الیٰ النار**﴾ پروردگارا اسے آگ میں جھونک دے۔ ناگاہ اس کا گھوڑا بھڑک گیا اور اس کا پاؤں رکاب میں پھنس گیا اور وہ سر کے بل زمین پر آیا۔ بھڑکا ہوا گھوڑا اسی عالم میں بھاگتا رہا اور اس کا سر پتھروں اور درختوں سے ٹکراتا رہا یہاں تک کہ وہ ہلاک ہوگیا۔(۲)۔

۱۔ ارشادِ مفید ج ۲ ص ۹۶

۲۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۳۷

طبری اور ابن کثیر دمشقی نے اس واقعہ کو ابن عمیر کلبی کی شہادت کے بعد قرار دیا ہے۔(۱)

مسروق بن وائل

طبری نے اس رات کے سلسلہ میں تین روایات نقل کی ہیں جن کی پہلی تحریر کی جا چکی۔
تیسری روایت یہ ہے کہ مسروق بن وائل کہتا ہے کہ میں اُن سواروں کے پہلے افراد میں تھا جو حسین سے لڑنے کے لئے گئے تھے۔ میرے دل میں یہ خیال تھا کہ میں اگلے دستے میں رہوں گا تا کہ میں حسین کا سر حاصل کر سکوں اور اس کے ذریعے ابنِ زیاد کی نگاہ میں اپنی منزلت بناؤں۔ جب ہم حسین تک پہنچ گئے تو فوج سے ابن حوزہ نامی ایک شخص آگے بڑھا اور پوچھنے لگا کہ کیا تم میں حسین ہیں؟ امام حسین علیہ السلام نے سکوت فرمایا، دوسری بار بھی سکوت کیا جب اس نے تیسری بار سوال کیا تو امام نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ ﴿**قولوا له هذا حسين ما حاجتك**﴾ اس سے کہہ دو کہ یہ ہیں حسین۔ تم ان سے کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا اے حسین آپ کو آگ کی بشارت ہو۔ آپ نے فرمایا ﴿**كذبت بل اقدم علىٰ ربِّ غفور و شفيع مطاع**﴾ تو جھوٹا ہے میں تو ایسے رب کی بارگاہ میں جا رہا ہوں جو بخشنے والا، شفیع اور قابلِ اطاعت ہے۔ ﴿**فمن انت**﴾ اب یہ بتا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں ابنِ حوزہ ہوں۔ یہ سُن کر امام حسین علیہ السلام نے اپنے دونوں ہاتھ اتنے بلند کئے کے زیرِ بغل کی سفیدی لباس کے نیچے سے ظاہر ہوئی اور آپ نے فرمایا ﴿**اللهم حُزه الىٰ النّار**﴾ بارِالٰہا اسے آگ میں جلا دے۔ یہ سُن کر ابنِ حوزہ غصہ میں واپس ہوا۔ اس کا گھوڑا نہر میں اتارے جانے سے بھڑک گیا اور اس کا پاؤں رکاب میں پھنس گیا اور اسی عالم میں گھوڑا بھاگتا رہا یہاں تک کہ وہ گھوڑے سے گر گیا۔ اس کے جسم کا کچھ حصہ جدا ہو گیا اور کچھ رکاب میں پھنسا رہا۔ یہ دیکھ کر مسروق بن وائل گھوڑسواروں کا دستہ چھوڑ کر واپس ہو گیا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے اُس سے سوال کیا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے اِن اہل بیت میں ایسی چیز دیکھی ہے کہ اب میں ہرگز ہرگز ان سے جنگ نہیں کروں گا۔(۲)
ابنِ اعثم کوفی نے کچھ فرق کے ساتھ اس واقعہ کو نقل کیا ہے اور ابنِ جوزہ کا نام مالک بن جندہ لکھا

۱۔ پورِ بتول ص ۱۱۴
۲۔ تاریخِ طبری ج ۴ ص ۳۲۸

ہےاوراس کے انجام کے متعلق یہ تحریر کیا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی دعا اتنی سریع الاجابت تھی کہ وہ گھوڑے کے بھڑ کنے سے فوراً آگ میں گرا اور جل کر ہلاک ہوگیا۔ یہ دیکھ کر امام حسین علیہ السلام نے سجدہ کیا اور سر کو سجدہ سے اٹھا کر بلند آواز سے فرمایا﴿ **اللهم انا اهل بيت نبيك وذرية وقرابة فاقصم من ظلمنا و غصبنا حقّنا انك سميع مجيب** ﴾ بارِالٰہا ہم تیرے نبی کے اہل بیت ہیں، ان کی ذریّت ہیں اور ان کے قرابت دار ہیں۔ پس جن لوگوں نے ہم پر ظلم کیا اور ہمارے حق کو غصب کیا انہیں برباد کردے بیشک تو ہی سننے والا اور دعاؤں کی اجابت کرنے والا ہے (۱)۔ اعثم کوفی نے صراحتً اس واقعہ کو جنگ سے پہلے کا قرار دیا ہے۔ شیخ مفید نے اس واقعہ کو عمرو بن حجّاج کے حملے کے بعد تحریر کیا ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ابنِ جوزہ کی بائیں ٹانگ رکاب میں پھنس گئی اور داہنی فضا میں بلند ہوگئی۔ جسے مسلم بن عوسجہ نے حملہ کرکے کاٹ دیا (۲)۔ شیخ صدوق نے اس سے ملتی جلتی ایک روایت نقل کی ہے جو مذکورہ روایت سے کچھ مختلف ہے اور عبداللہ بن حوزہ کی جگہ ابنِ ابی جویریہ مزنی نے لکھا ہے (۳)۔ کاشانی نے بھی اپنے طریقہ سے اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ (۴)

محمد بن اشعث

خوارزمی کے مطابق جب ابنِ جوزہ کی ہلاکت پر امام حسین علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں دشمن کے لئے بد دعا کرتے ہوئے اپنے اہلِ بیت ہونے کا اظہار کیا۔ تو اسے فوجِ یزید کے ایک شخص محمد بن اشعث نے سُن کر کہا ﴿ **يا حسين و ايّ قرابةٍ بينك و بين محمد؟** ﴾ اے حسین تم میں اور محمد میں کیا قرابت ہے؟ اس پر امام حسین علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی ﴿ **اللهم انّ هذا محمد بن الاشعث يقول انه ليس بينى و بين رسولك قرابة اللهم فأرنى فيه هذا ليوم ذلّا عاجلا** ﴾ بارِالٰہا یہ محمد بن اشعث کہتا ہے کہ مجھ میں اور تیرے رسول میں قرابت نہیں ہے۔ بارالٰہا تو آج ہی

۱۔ الفتوح ج۵ ص۹۶، مقتل خوارزمی ج ا ص ۳۵۲ خوارزمی نے اس کا نام مالک بن جریرہ لکھا ہے۔

۲۔ ارشادِ مفید ج۲ ص۱۰۲

۳۔ امالی صدوق مجلس ۳۰

۴۔ ناسخ التواریخ (حسینی) ج۲ ص۲۲۶

اس کی ذلّت مجھے جلد دکھلا دے(۱)۔ شیخ صدوق نے روایت کو اس طرح نقل کیا ہے کہ محمد بن اشعث نے امام حسین علیہ السلام سے سوال کیا کہ رسول کی نسبت سے آپ کو وہ کیا عزّت وحرمت حاصل ہے جو دوسروں کو حاصل نہیں ہے؟ آپ نے جواب میں آیت کی تلاوت فرمائی۔ ﴿اِنّ اللّٰہ اصطفیٰ آدم و نوحا و آلِ ابراھیم و آلِ عمران علیٰ العالمین ذریة﴾ پھر ارشاد فرمایا کہ ﴿ ان محمد امن آلِ ابراھیم و ان العترة الھادیة لمن آلِ محمد ﴾ یقیناً محمد (رسول اللہ) آلِ ابراہیم میں سے ہیں اور اُن کی عترتِ ہادیہ آلِ محمد میں سے ہے۔ پھر لوگوں سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے؟ آپ کو بتلایا گیا کہ یہ محمد بن اشعث بن قیس کندی ہے۔ اس پر امام حسین علیہ السلام نے آسمان کی طرف اپنے سر کو بلند کیا اور عرض کی ﴿ اللھم أرِ محمد بن الاشعث ذُلّا فی ھذا الیوم لُاتِعزة بعد ھذاالیوم ابداً ﴾ بارِالٰہا آج کے دن محمد ابنِ اشعث کو ایسی ذلت نصیب فرما کہ آج کے بعد پھر کبھی اسے تیری عزّت نصیب نہ ہو۔ جلد ہی وہ رفعِ حاجت کیلئے کسی طرف گیا تو اسے بچھو نے ڈنک مار دیا اور وہ برہنگی کے عالم میں ہلاک ہوا(۲)۔ خوارزمی نے اس سے ملتا جُلتا انجام لکھ کر یہ تحریر کیا ہے کہ حاکم حبشی نے کہا ہے کہ وہ اُسی دن مر گیا لیکن یہ صحیح نہیں ہے اسلیئے کہ وہ مختار کے عہد تک زندہ تھا اور مختار نے اس قتل کروایا البتہ اُس واقعہ کے بعد وہ اپنے گھر میں محصور ہو کر رہ گیا تھا۔(۳)

امام حسین کا خطاب

آپ نے سواری طلب فرمائی اور پشتِ ناقہ پر سوار ہونے کے بعد بلند اور رسا لہجہ میں دشمن کی فوج کو مخاطب فرمایا ﴿ایھا الناس اسمعوا قولی ولا تعجلوا حتی اعظکم بما یحق لکم علیّ وحتّی اعذر الیکم فان اعطیتمونی النصف کنتم بذلك اسعد وأن لم تعطونی النصف من انفسکم فاجمعوا رأیکم ثم لایکن امرکم علیکم غمّة ثم أقضوا الیّ ولا تنظرون ان ولییّ اللّٰہ الذی نزل الکتاب وھو یتولّی الصالحین ﴾(۴) اے لوگو! میری

۱۔ مقتل خوارزمی ج ۱ ص ۲۵۲

۲۔ امالی صدوق مجلس ۳۰

۳۔ مقتل خوارزمی ج ۱ ص ۲۵۳

۴۔ تاریخ کامل بن اثیر ج ۴ ص ۲۵، تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۲۲، ارشاد مفید ج ۲ ص ۹۷

بات سنو اور جلدی نہ کرو تا کہ میں تمہیں ایسی نصیحت کر دوں جو میرے اوپر تمہارا حق ہے اور میں تم پر اپنے اقدام کا سبب واضح کر دوں۔ اس کے بعد اگر تم نے میرے ساتھ انصاف کیا تو تم سعادتمند ہو اور اگر انصاف نہ کرو تو تم اپنی رائے پر مجتمع ہو کر غور تو کر لو کہ کہیں تمھارا یہ عمل تمھارے غم واندوہ کا سبب نہ بن جائے۔ اس کے بعد تم میرے بارے میں فیصلہ کرو اور مجھے مہلت نہ دو۔ بیشک میرا ولی وہ اللہ ہے جس نے کتاب نازل کی ہے اور وہی نیک افراد کا نگراں اور سرپرست ہے۔

آپ کے اس ارشاد پر اہلحرم کے خیموں سے گریہ وزاری کی آوازیں بلند ہوئیں تو آپ نے اپنے بھائی عباس اور بیٹے علی اکبر سے فرمایا کہ وہ جا کر بی بیوں کو خاموش کریں اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ﴿لعمری لیکثرنّ بکاء ھن﴾ میری جان کی قسم ان بی بیوں کو تو ابھی بہت زیادہ رونا ہے۔(۱)

جب بیبیاں خاموش ہو گئیں تو آپ نے پھر اس شان سے گفتگو کا آغاز کیا کہ پہلے حمد وثنائے الٰہی فرمائی اور رسول اکرم ﷺ، ملائکہ اور انبیاء پر درود وسلام بھیجا۔ (اس پر شیخ مفید نے یہ تحریر کیا ہے کہ یہ خطبہ ایسا تھا کہ امام حسین علیہ السلام سے پہلے اور بعد میں کسی نے ایسا بلیغ خطبہ نہ دیا ہوگا)۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا ﴿اما بعد فانسبونی فانظروا من انا ثم ارجعوا الی انفسکم وعاتبوھا فانظروا ھل یصلح لکم قتلی و انتھاك حرمتی؟ ألست ابن بنت نبتیکم وابن وصیّه وابن عمه واوّل المومنین المصدق لرسول الله بما جاء به من عند ربه؟ أولیس حمزة سید الشھداء عمّی؟ أولیس جعفر الطیار فی الجنة بجنا حین عمّی؟ اولم یبلغکم ماقال رسول الله لی ولأخی ھذا ن سیدا شباب اھل الجنة؟ فان صدّقتمونی بما اقول وھو الحق۔ والله ما تعمدّت کذبا منذ علمت ان الله یمقت علیه اھله، وان کذّبتمونی فان فیکم من إن سألتموہ عن ذلك اخبرکم، سلوا جابر بن عبداللّٰه الانصاری واباسعید الخدری وسھل بن سعد الساعدی وزید بن ارقم وانس بن مالك یخبروکم انھم سمعوا ھذہ المقالة من رسول اللّٰه صلی الله علیه و آلہٖ لی ولأخی، اما فی ھذا ھذا حاجز لکم عن سفك دمی؟﴾(۲) اما بعد

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۲۲، تاریخ کامل بن اثیر ج ۴ ص ۲۵

۲۔ ارشاد مفید ج ۲ ص ۹۷، تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۲۲، تاریخ کامل بن اثیر ج ۴ ص ۲۵

تم میرے نسب پر غور کرو کہ میں کون ہوں اور پھر اپنے نفسوں پر نگاہ ڈالو اور انہیں سرزنش کرو اور پھر غور کرو کہ کیا میرا قتل اور ہتک حرمت کیا تمہارے لئے درست ہے؟ کیا میں تمہارے نبی کی بیٹی کا بیٹا اور نبی کے وصی کا فرزند نہیں ہوں جو پہلا مومن ہے اور ان باتوں میں رسول کا تصدیق کرنے والا ہے جو وہ اللہ کی طرف سے لائے تھے؟ کیا حمزہ سید الشہداء میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا جنت میں دو پروں سے پرواز کرنے والے جعفر میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا تم تک رسول اللہ ﷺ کا یہ قول میرے اور میرے بھائی کے بارے میں نہیں پہنچا کہ یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں؟ اب اگر تم میری بات کو جھٹلاؤ گے تو ابھی وہ لوگ تم میں موجود ہیں کہ اگر ان سے پوچھو گے تو وہ تمہیں بتلائیں گے۔ پوچھو جابر بن عبداللہ انصاری سے، ابوسعید خدری سے، سہل بن سعد ساعدی سے، زید بن ارقم سے اور انس بن مالک سے وہ تمہیں بتلائیں گے کہ انہوں نے میرے اور میرے بھائی کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا یہ بیان سنا ہے۔ کیا یہ قول رسول تمہیں میری خونریزی سے روکنے کے لئے کافی نہیں ہے؟

امام حسین علیہ السلام کا یہ خطبہ اتنا پرتاثیر تھا کہ دشمن کو اپنی فوجوں میں انتشار کا خطرہ محسوس ہوا ہوگا لہٰذا فوج کے سرداروں نے شور مچا کر اس خطبہ میں خلل ڈال دیا ہوگا۔ اس لئے کہ اس موقع پر شمر نے ایک جملہ کہا جس کا مطلب یہ تھا کہ میں ایک حرف (لالچ اور خودغرضی) کا عبادت گزار قرار پاؤں اگر میں یہ سمجھ لوں کہ حسین کیا کہہ رہے ہیں۔ اس کے جواب میں حبیب بن مظاہر نے اسے مخاطب کر کے کہا ﴿واللّٰہ انی لأراك تعبداللّٰہ علٰی سبعین حرفا وانا اشهد انك صادق ماتدری مایقول قد طبع اللّٰہ علی قلبك﴾ بخدا میں تو تجھے ستر حرفوں (بیشمار لالچوں) کا عبادت گزار پا رہا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو اپنی اس بات میں سچا ہے کہ امام کی بات تیری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ اللہ نے تیرے دل پر مہر لگا دی ہے۔

اس گفتگو کے بعد امام حسین علیہ السلام نے پھر اپنا بیان شروع فرمایا کہ ﴿فان کنتم فی شك من هذا أفتشكون أنّی ابن بنت نبیّكم؟ فواللّٰه مابین المشرق والمغرب ابن بنت نبیّ غیری فیكم ولا فی غیركم، ویحكم أتطلبونی بقتیل منكم قتلته؟ أومال لكم استهلكته؟ أوبقصاص جراحة؟﴾ اور اگر تمہیں میری بات میں شک ہے تو کیا اس میں بھی شک ہے کہ میں تمہارے نبی کی بیٹی کا بیٹا ہوں؟ بخدا مشرق و مغرب کے درمیان کسی نبی کی بیٹی کا بیٹا سوائے میرے کوئی

نہیں ہے نہ تم میں نہ تمہارے غیروں میں۔ تم پروائے ہو کیا میں نے تمہارے کسی شخص کو قتل کر دیا ہے جس کا بدلہ مجھ سے چاہتے ہو؟ یا میں نے کسی کا مال لے لیا ہے؟ یا میں نے کسی کو جراحت لگائی ہے جس کا قصاص لینا چاہتے ہو؟ امام حسین علیہ السلام کے ان سوالات پر پورا مجمع سناٹے میں آ گیا اور کوئی کچھ نہ بولا اس وقت آپ نے آواز دی ﴿**یا شبث بن ربعی، یا حجّار بن ابجر ویا قیس بن الاشعث ویا یزید بن الحارث ألم تكتبوا اليّ ان قد اینعت الثمار واخضّر الجنّات وانما تقدم علیٰ جندلك مجنّد**﴾ اے شبث بن ربعی، اے حجار بن ابجر اے قیس بن اشعث اور اے یزید بن حارث کیا تم لوگوں نے مجھے یہ نہیں لکھا تھا کہ میوے پک چکے ہیں اور باغات شاداب ہیں اور آپ مدد پر آمادہ ایک لشکر کی طرف آئیں گے؟ اس پر قیس بن اشعث نے کہا کہ ہمیں نہیں معلوم کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں لیکن اگر آپ اپنے عم زادوں کی بات مان لیں تو وہ آپ کے ساتھ وہی سلوک کریں گے جو آپ چاہتے ہیں۔ اس کے جواب میں امام حسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ﴿**لا واللّٰه لا اعطیکم بیدی اعطاء الذلیل ولا افرّ فرار العبید**﴾ خدا کی قسم نہیں۔ میں پست افراد کے مانند نہ اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھوں میں دوں گا اور نہ غلاموں کی طرح فرار کروں گا۔ پھر آپ نے بآواز بلند فرمایا ﴿**یا عباداللّٰه انی عذت بربی وربکم ان ترجمون اعوذ بربی وربکم من کل متکبر لا یومن بیوم الحساب**﴾ اے بندگان خدا میں تمہاری سنگ باری سے اس کی پناہ مانگتا ہوں جو میرا اور تمہارا رب ہے اور میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ چاہتا ہوں ہر اس متکبر سے جو روز قیامت پر ایمان نہیں رکھتا۔ یہ فرما کر آپ ناقہ سے اتر آئے اور عقبہ بن سمعان کو حکم دیا کہ اسے باندھ دو (۱)۔ طبری نے اس روایت کو مختلف طریقوں اور تقدیم و تاخیر کے کچھ فرق کے ساتھ تحریر کیا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام نے فوجِ یزید کے بعض سرداروں سے کہا کہ کیا تم نے یہ خط نہیں لکھا تھا کہ میوے پک چکے ہیں وغیرہ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ ہم نے نہیں لکھا تھا۔ اس پر آپ نے فرمایا ﴿**سبحان اللّٰه بلیٰ واللّٰه لقد فعلتم**﴾ سبحان اللہ! (کیسی بات کر رہے ہو) اللہ گواہ ہے کہ تم نے ایسا کیا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا ﴿**ایھاالناس اذکر هتمونی فدعونی أنصرف عنکم الیٰ ما منی من الارض**﴾ اے لوگو! اگر تم میرے آنے کو ناپسند کرتے ہو تو مجھے چھوڑ دو کہ میں تمہارے پاس سے ایسی جگہ واپس

۱۔ ارشاد مفید ج ۲ ص ۹۷، ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۲۳۴

چلا جاؤں جہاں میرے لئے امن و امان ہو(۱)۔ امام حسین علیہ السلام نے یزید کے پاس جانے اور بیعت کرنے کا کوئی تذکرہ نہیں فرمایا ہے۔ حالانکہ اُس شرط کو پیش کرنے کا سب سے بہتر موقع یہی تھا۔ یہ دلیل ہے کہ بیعت والی روایت کذب افترا کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ طبری لکھتا ہے کہ اس پر قیس بن اشعث نے کہا کہ آپ اپنے عم زادوں کی بات کیوں نہیں مان لیتے۔ وہ آپ کے ساتھ وہی کریں گے جو آپ چاہتے ہیں اور ان سے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ امام حسین علیہ السلام نے جواب میں ارشاد فرمایا۔ ﴿انت اخو اخيك أ تريد ان يطلبك بنو هاشم باكثر من دم مسلم بن عقيل﴾ تم اپنے بھائی محمد بن اشعث ہی کے تو بھائی ہو جس نے مسلم کو امان دی تھی لیکن ابنِ زیاد کے دربار میں ان کو بچانے کے لئے کچھ نہیں کیا۔ تو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ بنی ہاشم تم سے مسلم کے علاوہ دوسروں کے خون کا بھی مطالبہ کریں؟ (۲)

خطبات

روز عاشورا امام حسین علیہ السلام کے خطبات متعدد متون کی صورت میں کتابوں میں مذکور ہیں۔ ان کے متعلق بعض صاحبانِ نظر کا خیال ہے کہ ایک ہی خطبہ ہے جو کئی طریقوں سے نقل ہوا ہے اور بعض اس بات کے قائل ہیں کہ خطبات مختلف ہیں اور وقفہ وقفہ سے ارشاد ہوئے ہیں۔ خیابانی کے مطابق امام حسین علیہ السلام نے کئی خطبے ارشاد فرمائے ہیں اور کئی بار نصیحت اور اتمامِ حجت فرمائی ہے۔ صاحبِ حدائق الانس کے مطابق آپ نے تقریباً بارہ مرتبہ لشکرِ یزید کو موعظہ کیا ہے جب کہ صاحب قمقام نے روز عاشورا کے تذکرہ کے لئے جو باب قائم کیا ہے اس کے عنوان میں یہ جملہ بھی ہے کہ "خطب چند کہ حضرت سید الشہداء بین العسکرین ادا فرمود یعنی وہ چند خطبے جو سید الشہداء نے دونوں لشکروں کے درمیان ارشاد فرمائے۔ اسی طرح صاحب قمقام نے ایک مقام پر علی بن عیسیٰ کی کشف الغمہ سے نقل کیا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے مطالب کی جو تکرار فرمائی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ فوج یزید پر حجت قائم ہو جائے اور اگر کسی پر امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کا عذاب مشتبہ ہو تو وہ شبہہ زائل ہو جائے اور یزید کے سپاہیوں پر یہ بات واضح ہو جائے کہ وہ خدا کے غضب اور عذاب

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۲۳

۲۔ حوالۂ سابق

کے مستحق ہیں۔ صاحب ناسخ التواریخ نے بھی ان خطبوں کے متعدد ہونے پر اپنی طرف سے توجیہ بھی پیش کی ہے۔ دقیق مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ خطبات ایک سے زیادہ ہیں ان کے درمیان وقت ومکان کا مناسب فاصلہ بھی ہے اور موضوعات کا تنوع بھی۔ شروع کے خطبوں میں سمجھانے کا انداز ہے اور آخری خطبوں میں زجر وتوبیخ نمایاں ہے۔ لیکن ان کی تعداد معیّن کرنا اور ترتیب قائم کرنا امرِ دشوار ہے۔ کتابوں میں پائے جانے والے چند خطبات یہ ہیں۔

نصیحت بریر اور خطبۂ حسین

سپہر کاشانی تحریر کرتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری کا گھوڑا طلب فرمایا جس کا نام مرتجز تھا۔ آپ اس پر سوار ہوئے اور چند ساتھیوں کے ساتھ دونوں صفوں کے درمیان تشریف لائے۔ بریر بن خضیر آپ کے آگے چل رہے تھے۔ لشکر یزید سے قریب ہونے پر آپ نے بریر کو حکم دیا کہ ان کو کچھ نصیحت کرو۔ بریر نے آگے بڑھ کر کہا ﴿**یا قوم اتقوا اللّٰہ فان ثقل محمد صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم قد اصبح بین اظہرکم، ہولآء ذریتہ وعترتہ وبناتہ وحرمہ فہا توا ما عندکم وما الذی تریدون أن تصنعوا بہم**﴾ اے لوگو اللہ سے ڈرو۔ اس وقت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ثقل (گراں قدر وجود)(۱) تمہارے درمیان ہے۔ یہ لوگ رسول کی ذرّیت اور عترت ہیں یہ رسول کی بیٹیاں اور ان کے اہلحرم ہیں۔ ان کے بارے میں تمہارا فیصلہ کیا ہے اور ان کے ساتھ تم کیا سلوک کرنا چاہتے ہو؟ فوج نے جواب دیا کہ ہمارا مطالبہ صرف یہ ہے کہ حسین ہمارے امیر ابن زیاد کی اطاعت قبول کرلیں۔ اس کے جواب میں بریر نے کہا ﴿**أفلا تقبلون منہم ان یرجعوا الیٰ المکان الذی جاؤا منہ؟ ویلکم یا اہل الکوفۃ أنسیتم کتبکم وعہودکم الّتی الّتی اعطیتموہا و اشہدتہم اللّٰہ علیہا یا ویلکم ادعوتم اہل بیت نبیکم وزعمتم انکم تقتلون انفسکم دونہم حتّٰی اذا اتوکم اسلمتموہم الیٰ ابن زیاد و منعوہم عن ماء الفرات، بئس ماخلفتم نبیکم فی ذریتہ مالکم؟ لاسقاکم اللّٰہ یوم القیمۃ فبئس القوم انتم**﴾ کیا تم لوگ

۱۔ یہ رسول اکرم کی مشہورِ عالم حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ **انی تارک فیکم الثقلین**

اس بات کو قبول نہیں کرتے کہ یہ لوگ جس جگہ سے آئے ہیں اُدھر ہی واپس چلے جائیں؟ اے کوفہ والو! تم پر وائے ہو کیا تم اپنے خطوط بھول گئے اور وہ وعدے بھی بھول گئے جو تم نے ان سے کئے تھے اور اس پر اللہ کو گواہ بھی قرار دیا تھا۔ وائے ہو تم پر تم نے اپنے نبی کے اہل بیت کو دعوت دی اور یہ بھی کہا کہ تم ان پر اپنی جانیں قربان کردو گے۔ اور جب وہ تمہارے پاس آ گئے تو تم انہیں ابن زیاد کے حوالہ کرنا چاہتے ہو اور تم نے ان پر فرات کا پانی بند کر رکھا ہے۔ تم نے رسول اکرم ﷺ کے بعد ان کی ذریت سے کیسا برا رویہ اختیار کیا ہے۔ اللہ تمہیں قیامت کے دن سیراب نہ کرے۔ تم بدترین قوم ہو۔ فوج یزید کے کچھ لوگوں نے جواب میں کہا کہ ہمیں نہیں معلوم کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ اس پر بریر نے کہا ﴿الحمدللہ الذی زادنی فیکم بصیرۃ، اللھم انّی ابرء الیك من فعال ھولآء القوم اللھم الق باسھم بینھم حتّی یلقوك وانت علیھم غضبان﴾ حمد ہے اس خدا کی جس نے تمہارے بارے میں میری بصیرت میں اضافہ فرمایا۔ پروردگارا میں ان لوگوں کے کرتوت سے تیری بارگاہ میں برائت کرتا ہوں۔ پروردگارا تو ان پر ان کی مصیبتوں کو نازل فرما یہاں تک کہ یہ تیری بارگاہ میں حاضر ہوں اور تو ان غضب ناک ہو۔ اس کے جواب میں لشکر نے بریر پر تیر اندازی کی اور وہ واپس آ گئے۔ (۱)

مناشدہ

اس کا معنی قسم دلا کر کسی بات کی طرف متوجہ کرنا ہے۔ امام حسین علیہ السلام گھوڑا بڑھا کر فوج کے سامنے آئے اور آپ نے بلند آواز میں یہ ارشاد فرمایا۔ ﴿انشدکم اللّٰہ ھل تعرفونی؟ قالوا نعم انت ابن رسول اللّٰہ وسبطہ قال انشدکم اللّٰہ ھل تعلمون انّ امّی فاطمۃ بنت محمد؟ قالوا نعم قال انشدکم اللّٰہ ھل تعلمون ان ابی علی بن ابیطالب؟ قالوا نعم قال انشدکم اللّٰہ ھل تعلمون ان جدّتی خدیجۃ بنت خویلد اوّل نساء ھذہ الامۃ؟ قالوا اللھم نعم قال انشدکم اللّٰہ ھل تعلمون ان حمزۃ سید الشھداء عم ابی؟ قالوا اللھم نعم قال فانشدکم اللّٰہ ھل تعلمون انّ جعفر الطیّار فی الجنۃ عمی؟ قالوا اللھم نعم قال

۱۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۲۳۵

فانشدکم اللّٰه هل تعلمون ان هذا سیف رسول اللّٰه وانا متقلده؟ قالوا اللهم نعم قال فانشدکم اللّٰه هل تعلمون ان هذه عمامة رسول اللّٰه انالا بسها؟ قالوا اللهم نعم قال فانشدکم اللّٰه هل تعلمون ان علیّا کان اولهم اسلاما واعلمهم علما واعظمهم حلما وانه ولیّ کل مومن و مومنة؟ قالوا اللهم نعم قال فبم تستحلّون دمی؟ وابی المذائد عن الحوض غدا و یذود عنه رجالا کما یزاد البعیر الصادر عن الماء ولواء الحمد فی یدأبی یوم القیٰمة؟ قالوا قد علمنا ذلك کله ونحن غیر تارکیك حتی تذوق الموت عطشا ﴾ (۱)

میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں بتلاؤ کہ کیا مجھے پہچانتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہاں آپ رسول اللہ ﷺ کے بیٹے اورنواسے ہیں۔ اسی طرح آپ نے ہر سوال میں انہیں قسم دی ہے اور انہوں نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ آپ نے پوچھا کہ جانتے ہو کہ میری والدہ فاطمہ بنت محمد ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ آپ نے پوچھا کہ جانتے ہو کہ میرے والد علی بن ابیطالب ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ انہوں نے پوچھا کہ جانتے ہو کہ میری جدہ خدیجہ بنت خویلد ہیں جو اس امت کی پہلی اسلام لانے والی خاتون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ آپ نے پوچھا کہ کیا جانتے ہو کہ حمزہ سید الشہداء میرے والد کے چچا تھے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ آپ نے پوچھا کہ کیا تم یہ جانتے ہو کہ جعفر طیار میرے چچا تھے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ آپ نے پوچھا کہ کیا تم یہ جانتے ہو کہ جو تلوار میرے پاس ہے وہ رسول اللہ کی ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ آپ نے پوچھا کہ کیا تم یہ جانتے ہو کہ جو عمامہ میں نے پہنا ہے وہ رسول اللہ کا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ آپ نے پوچھا کہ کیا یہ جانتے ہو کہ علی سب سے پہلے اسلام لانے والے اور علم وحلم میں سب سے افضل اور ہر مومن و مومنہ کے ولی ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ تم میرے خون کو حلال کیوں سمجھ رہے ہو؟ حالانکہ میرے والد قیامت کے دن گناہگاروں کو حوض کوثر سے اس طرح ہٹائیں گے جیسے اونٹوں کو ہنکایا جاتا ہے، اور اس دن الواء الحمد میرے باپ ہی کے ہاتھ میں ہوگا۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ ہم یہ سب کچھ جانتے ہیں لیکن ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے یہاں تک کہ تم پیاسے ہی موت کا مزہ چکھو۔

امام حسین علیہ السلام نے یہ جواب سن کر اپنی ریشِ مطہر کو ہاتھ میں لے کر ارشاد فرمایا کہ ﴿ اشتدّ غضب اللّٰه علیٰ الیهود حین قالوا عزیز بن اللّٰه واشتدّ غضب اللّٰه علیٰ النصاریٰ حین

۱۔ ناسخ التواریخ ج۲ ص ۲۳۷

قالوا المسيح ابن الله واشتد غضب الله على المجوس حين عبدوا النار من دون الله واشتد غضب اللّٰه علٰی قوم قتلوا ابن نبیّهم واشتد غضب الله علٰی هذه العصابة الذین یریدون قتل ابن نبیّهم اما واللّٰه لا اجیبهم الٰی شیء مما یریدون حتّٰی القی الله وانا مخضّب بدمی ثم قال لهم فلم تستحلّون دمی؟ قالوا بغضا وعدوانا ﴾ (۱) اللہ یہودیوں پر سخت غضب ناک ہوا جب انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر آگ کی پرستش شروع کی اور اللہ اس قوم سے سخت غضب ناک ہوا جس نے اپنے نبی کے بیٹے کو قتل کر دیا اور شدید ہے اللہ کا غضب اس گروہ پر جو اپنے نبی کے بیٹے کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ اور اللہ گواہ ہے کہ یہ لوگ جو مجھ سے چاہتے ہیں وہ میں ہرگز نہیں کروں گا یہاں تک کہ میں اپنے خون سے خضاب شدہ اللہ کی بارگاہ میں پیش ہو جاؤں۔ پھر آپ نے ان لوگوں سے پوچھا کہ یہ تو بتلاؤ کہ تم میرے خون کو کیوں حلال اور مباح سمجھ رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم تم سے بغض و کینہ رکھتے ہیں۔

نصیحتِ زہیر اور خطبۂ حسین

زہیر قین نے لشکر یزید کے سامنے آ کر انہیں با آواز بلند مخاطب کیا ﴿ایها الناس ان حق المسلم علٰی المسلم النصیحة ونحن وانتم علٰی دین واحد وقد ابتلانا الله بذریة نبیکم لینظر مانحن وانتم صانعون وانا ادعوکم الٰی نصرته وخذلان الطغاة ﴾ اے لوگو مسلمان کا مسلمان پر یہ حق ہے کہ وہ نصیحت کرے۔ ہم اور تم ایک ہی دین پر ہیں۔ اللہ نے تمہارے نبی کی ذریّت کے ذریعہ ہمارا امتحان لیا ہے تا کہ وہ دیکھے کہ ہم اور تم اس کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ اولادِ رسول کی نصرت کرو اور سرکشوں کو چھوڑ دو۔ فوجیوں نے جواب میں کہا کہ ہم حسین اور تم سب کو قتل کر دیں گے یا اسیر کر کے کوفہ لے جائیں گے۔ زہیر نے جواب میں کہا کہ اے بندگانِ خدا سمیّہ کے بیٹے سے زیادہ حسین نصرت اور مدد کے سزاوار ہیں۔ اگر تم ان کی نصرت کے لئے تیار نہیں ہو تو قتل ہی سے باز آ جاؤ۔ زہیر کی یہ باتیں سن کر شمر نے زہیر کی طرف ایک تیر پھینکا اور کہا کہ تم اپنی باتیں بند کرو۔ زہیر نے جواب میں کہا کہ اے شمر تو جانور ہے کل قیامت کے دن تیری جگہ جہنم ہوگی۔ شمر نے کہا کہ میں تمہیں اور حسین کو قتل کر دوں گا۔ زہیر نے کہا کہ تم مجھے قتل سے ڈراتا ہے۔ میں حسین کے ساتھ قتل ہونے کو تمہارے ساتھ زندگی گزارنے

۱۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۲۳۸

سے بہتر سمجھتا ہوں۔ ﴿ثم اقبل علٰی اصحابه وقال معاشر المهاجرين والانصار لايغركم كلام هذا الكلب الملعون واشباهه فانه لاينال شفاعة محمد ان قوما قتلوا ذرّيته وقتلوا من نصرهم فانهم فی جهنم خالدين ابدا﴾ اے گروہِ مہاجرین وانصار! اس سگِ ملعون اور اس جیسوں سے دھوکہ میں نہ آنا۔ اسے رسول کی شفاعت نصیب نہیں ہوگی۔ وہ لوگ جو ذریت رسول اور ان کے حامیوں کے قاتل ہوں وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ اس وقت ایک شخص زہیر قین کے پاس آیا اور امام حسین علیہ السلام کا یہ جملہ انہیں پہنچایا کہ میری جان کی قسم تم نے نصیحت وموعظہ کا حق ادا کر دیا اور بہت اچھی باتیں کیں۔

بعض روایات کے مطابق اس کے بعد بریر نے فوج یزید سے گفتگو کی جسے ہم نقل کر آئے ہیں اس کے بعد امام حسین علیہ السلام فوجوں کے سامنے آئے اور خطاب فرمایا ﴿ايها الناس اعلموا ان الدنيا دار فناء وزوال متغيرة باهلها من حال الی حال معاشر الناس عرفتم شرائع الاسلام وقرأتم القرآن وعلمتم ان محمدا رسول الملك الديان ووثبتم علٰی قتل ولده ظلما وعدوانا معاشر الناس اماترون ماء الفرات يلوح كأنه بطون الحيات يشربه اليهود والنصاری والكلاب والخنازير وآل الرسول يموتون عطشا﴾ اے لوگو! یہ جان لو کہ یہ دنیا فنا اور زوال کی جگہ ہے جو اپنے لوگوں کو ایک حال سے دوسرے حال کی طرف لے جاتی ہے۔ اے لوگو! تم نے اسلام کے قوانین پہچان لئے اور قرآن کی تلاوت کی اور تم نے یہ جان لیا کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اسکے باوجود تم ظلم وعداوت سے رسول کے بیٹے کے قتل پر آمادہ ہوائے لوگو! کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ فرات کا پانی شکمِ مار کی طرح چمک رہا ہے یہود ونصاریٰ اور کلب وخنزیر اس سے سیراب ہو رہے ہیں اور اولادِ رسول پیاس سے مر رہی ہے۔ سپاہیوں نے اس کے جواب میں کہا کہ بات نہ کرو۔ تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو پانی نہیں ملے گا۔ اس وقت آپ نے اپنے ساتھیوں کی طرف رُخ کر کے فرمایا ﴿ان القوم "استحوذ عليهم الشيطان فانسا هم ذكر اللّٰه اولئك حزب الشيطان الا ان حزب الشيطان هم الخاسرون﴾(۱)

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ص ۳۲۲ پر کثیر بن عبداللہ شعبی سے یہ روایت نقل ہوئی ہے لیکن یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ نصیحت زہیر نے کس مرحلہ پر کی اور اس سے قبل وبعد کیا واقعہ ہوا تھا۔ یہاں ناسخ التواریخ میں جو متن نقل کیا گیا ہے وہ طبری کے تحریر کردہ متن سے بہت مختلف ہے اور قابل مطالعہ بھی ہے۔

ان لوگوں پر شیطان غالب آ گیا ہے اوران سے خدا کے ذکر کو بھلا دیا ہے۔ یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں یاد رکھو کہ یہ شیطان کے گروہ والے خسارہ اٹھانے والے لوگ ہیں۔ پھر آپ نے یہ اشعار ارشاد فرمائے۔

تعدّیتم یا شرّ قوم بِبَغیکم — وخالفتموا فینا النبی محمدا

أماکان خیر الخلقِ اوصاکُمْ بنا — أُما کان جدّی خیرة اللّٰہ احمدا

أما کانت الزهراء امّی ووالدی — علیؑ اخا خیر الانام المسددا

لُعِنتُم و اُخزیتم بما قد جنیتُمْ — ستُصلون نارا حَرّها قد توّقدا

اے بدترین لوگو تم اپنے ظلم و جور میں حد سے بڑھے ہوئے ہو اور تم نے ہمارے بارے میں محمد رسول اللہ کی مخالفت کی ہے۔

کیا بہترین خلق خدا نے ہمارے بارے میں تم سے وصیت نہیں کی تھی اور کیا اللہ کے برگزیدہ احمدِ مجتبیٰ، میرے جد نہیں تھے۔

کیا فاطمہ زہرا میری ماں نہیں تھیں اور کیا میرے والد علی نہیں تھے جو رسول خیر الانام کے بھائی تھے۔

اس گناہ پر تم ملعون اور رسوا ہو گئے ہو اور عنقریب جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیئے جاؤ گے۔

اس کے بعد آپ نے اس خطبۂ مبارکہ کا آغاز فرمایا ﴿الحمدلله الذی خلق الدنیا فجعلها دار فناء وزول متصرفة باهلها حالا بعد حال فالمغرور من غرّته والشقی من فتنته فلا تغرّنکم هذه الدنیا فانها تقطع رجاء من رکن الیها و تخیب طمع من طمع فیها واراکم قد اجتمعتم علیٰ امرقد اسخطتم اللّٰه فیه علیکم واوعرض بوجهه الکریم عنکم واحلّ بکم نقمته وجنبکم رحمته فنعم الرب ربنا وبئس العبید انتم اقررتم بالطاعة وآمنتم بالرسول محمد ثم انکم زحفتم الیٰ ذریته وعترته تریدون قتلهم لقداستحوذ علیکم الشیطان فانساکم ذکر اللّٰه العظیم فتبالکم ولما تریدون، انّا للّٰه وانّا الیه راجعون، هٰولآء قوم کفروا بعد ایمانهم فبُعداً للقوم الظالمین﴾ (۱) ساری تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے دنیا کو خلق فرمایا اور اسے فنا اور زوال کا گھر قرار دیا اور اسے دنیا والوں کو

۱۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۲۴۲۔۲۴۵

ایک حال سے دوسرے حال کی طرف لے جانے کی قوت بخشی۔ یقیناً وہی دھوکہ میں ہے جسے دنیا دھوکہ دے دے اور وہی شقی ہے جسے دنیا مفتون کردے۔ پس تم لوگ اس دنیا کے دھوکے میں نہ آؤ، اس لئے کہ یہ وہ ہے کہ جو اس پر بھروسہ کرے اس کی امیدوں کو توڑ دیتی ہے اور جو اس کا لالچ کرے اسے ناکام کر دیتی ہے۔ اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ایک ایسے کام پر اکٹھے ہوئے ہو جس نے اللہ کو تم پر غضب ناک کر دیا ہے اور اس نے تم سے اپنے منہ کو پھیر لیا ہے۔ اور اس نے تم پر اپنی ناراضی کا عذاب ڈال دیا ہے اور تمہیں اپنی رحمتوں سے دور کر دیا ہے۔ پس کتنا اچھا رب ہے ہمارا رب اور کتنے برے بندے ہو تم لوگ۔ تم نے اطاعتِ الٰہی کا اقرار کیا ہے اور تم محمد رسول اللہ پر ایمان لائے ہو اس کے باوجود رسول کی عترت و ذریت پر حملہ آور ہو اور انہیں قتل کرنا چاہتے ہو۔ یقیناً شیطان تم پر غالب آ گیا ہے اور اس نے رب عظیم کے ذکر کو تم سے بھلا دیا ہے۔ تمہارے لئے اور تمہارے ارادوں کے لئے ہلاکت و تباہی ہے۔ ﴿انا للّٰہ وانا الیه راجعون﴾ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے ہیں۔ یہ ظالم لوگ (اللہ کی رحمت سے) دور رہیں۔

شمر کا سوال

ابن سعد نے یہ خطرہ محسوس کیا کہ امام حسین علیہ السلام کے اس خطاب سے اس کے لشکر میں بغاوت ہو سکتی ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ لوگ امام کی باتیں سن کر ان کی تائید پر آمادہ ہو جائیں۔ اس نے سرداروں سے کہا کہ حسین کی بات کا جواب دو۔ یہ علی بن ابیطالب کے بیٹے ہیں اور مسلسل خطاب کر سکتے ہیں۔ اس پر شمر نے آگے بڑھ کر کہا کہ اے حسین! آپ کیا کہہ رہے ہیں ذرا ہمیں بھی تو معلوم ہو۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا ﴿اقول اتقوا اللّٰه ربكم ولا تقتلوني فانه لايحل لكم قتلي ولا انتهاك حرمتي فاني ابن بنت نبيكم وجدتي خديجة زوجة نبيكم ولعلّه بلغكم قول نبيكم الحسن والحسين سيد اشباب اهل الجنة﴾ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جو تمہارا رب ہے اور مجھے قتل نہ کرو اس لئے کہ میرا قتل اور میری ہتکِ حرمت تمہارے لئے حلال نہیں ہے۔ میں تو تمہارے نبی کی بیٹی کا بیٹا ہوں اور میری جدّہ خدیجہ ہیں جو تمہارے نبی کی زوجہ ہیں۔ یقیناً تمہارے نبی کا یہ قول تم تک پہنچا ہو گا کہ حسن و حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ (۱)

۱۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۲۴۶

خطبہ

ابن سعد کے حکم پر فوجوں نے دائرہ کی صورت میں امام حسین علیہ السلام کو محاصرہ میں لے لیا۔ سپاہیوں اور گھوڑوں کا اتنا شور تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ امام حسین علیہ السلام اپنے گھوڑے کو بڑھا کر کچھ آگے آئے اور ارشاد فرمایا کہ میری بات تو سنو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں لیکن کسی نے اس آواز پر کان نہ دھرا۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا ﴿ویلکم ما علیکم أن تنصتوا الیّ فتسمعوا قولی، وانما ادعوکم الٰی سبیل الرشاد، فمن اطاعنی کان من المرشدین ومن عصانی کان من المھلکین، وکلکم عاص لامری غیر مستمع قولی، فقد ملئت بطونکم من الحرام وطبع علٰی قلوبکم، ویلکم ألاتنصفون؟ ألاتسمعون؟﴾ وائے ہو تم پر، یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ میری بات سننے پر آمادہ نہیں ہو حالانکہ میں تمہیں سچے راستے کی طرف دعوت دے رہا ہوں۔ پس جو شخص میری اطاعت کرے وہ راہ حق پر ہے اور جو میری نافرمانی کرے وہ ہلاک ہونے والوں میں ہے۔ تم سب میرے نافرمان ہو اور میری بات سننے پر آمادہ نہیں ہو اس لئے کہ تمہارے شکم حرام سے پُر ہیں اور تمہارے دلوں پر مہر لگی ہوئی ہے۔ تم میری بات پر کان کیوں نہیں دھرتے اور سنتے کیوں نہیں ہو؟ اس کلام کے بعد فوجیوں نے ایک دوسرے کو سرزنش کی اور کہا کہ بات تو سنو کہ حسین کیا کہہ رہے ہیں۔ جب لوگ سننے پر آمادہ ہو گئے تو آپ نے ارشاد فرمایا ﴿تبّاً لکم ایتھا الجماعة وترحا أفحین استصرختمونا ولھین متحیّرین فاصرخناکم مؤدّین مستعدّین سللتم علینا سیفا فی رقابنا وحششتم علینا نارالفتن جناھا عدوّکم وعدوّنا، فاصبحتم اِلبا علٰی اولیاء کم ویداً علیھم لاعداء کم بغیر عدل أفشوه فیکم ولاامل اصبح لکم فیھم الّا الحرام من الدنیا انالوکم وخسیس عیش طمعتم فیه من غیر حدث کان منّا ولا رأیٍ تفیّل لنا، فھلّا لکم الویلات، اذکرھتمونا وترکتمونا، تجھّزتمونا والسیف لم یشھر والجأش طامن والرأی لم یستحصف ولٰکن اسرعتم الیھا کطیرة الدبا وتداعیتم الیھا کتداعی الفراش۔

فقبحالکم فانما انتم من طواغیت الامة وشذاذا الاحزاب ونبذة الکتاب و

نفثة الشيطان وعصبة الاٰثام و محرّفی الکتاب و مصطفئ السنن وقتلة اولاد الانبیاء و مبیدی عترۃ الاوصیاء وملحقی العھار بالنسب و مؤذی المومنین وصراخ ائمة المستھزئین الذین جعلوا القرآن عضین (سورۂ حجر ۹۱) وانتم ابن حرب واشیاعه تعتمدون وایّانا تخاذلون اجل واللّٰه الخذل فیکم معروف وشجت علیکم عروقکم وتوارثته اصولکم وفروعکم وثبتت علیه قلوبکم وغشیت صدورکم فکنتم اخبث شیء سنخا للناصب واکلة للغاصب۔

الا لعنة اللّٰه علیکم الناکثین الذین ینقضون الایمان بعد توکیدھا وقد جعلتم اللّٰه علیکم کفیلا فأنتم واللّٰه ھم ألا وان الدعیّ بن الدعیّ قدرکّز بین اثنتین بین السلّة والذلّة وھیھات ما آخذالدنیّة ابیٰ اللّٰه ذٰلك ورسوله وجدودٌ طابت وحجور طھرت وأنوف حمیة ونفوس ابیّة لاتؤثر مصارع اللئام علیٰ مصارع الکرام، ألا قدعذرتُ وانذرتُ، ألا انّی زاحف بھذه الأسرۃ علیٰ قلة الاعوان وخذلة الاصحاب۔﴾

اے لوگو تم پر ہلاکت اور پھٹکار ہو۔ تم نے حیرانی اور سرگشتگی کے عالم میں ہمیں پکارا تو ہم نے اپنی پوری ذمہ داری اور طاقت کے ساتھ تمہاری پکار کا جواب دیا لیکن تم نے ہماری گردنوں پر تلواریں رکھ دیں اور ہمارے خلاف فتنوں کی آگ بھڑکا دی جسے تمہارے اور ہمارے مشترک دشمن نے فراہم کیا تھا۔ پس تم اپنے ہی دوستوں کے خلاف جمع ہو گئے اور ان کے مخالف ہو کر اپنے دشمنوں کی مدد کرنے لگے حالانکہ انہوں نے تمہارے ساتھ عادلانہ سلوک نہیں کیا اور نہ ان سے تمہاری امیدیں پوری ہوئیں سوائے اس حرام دنیا کے، اور کمترین دنیاوی لذتوں کے، جو انہوں نے تمہیں دیدیں حالانکہ ہم نے تمہارے خلاف کچھ نہیں کیا تھا اور نہ کسی رائے کا اظہار کیا تھا۔ پس تم پر پھٹکاریں کیوں نہ پڑیں کہ تم نے ہم سے کراہت کی اور ہمیں چھوڑ دیا اور ہمارے خلاف فوجیں آمادہ کیں حالانکہ ابھی تلواریں نہیں کھنچی تھیں اور دل مطمئن تھے اور رائے مضبوط تھی لیکن تم نے فتنہ و جنگ کی طرف جانے میں ایسی تیزی دکھلائی جیسے پروانوں کی پرواز ہو اور تم اس سرعت سے حملہ آور ہوئے جیسے ٹڈیوں کا حملہ ہو۔

تم لوگ کتنے برے لوگ ہو۔ تم اس امت کے سرکش افراد ہو، تم یک جہتی کو پراگندہ کرنے والے ہو، تم قرآن کے منکر ہو، تم شیطان کے پیروکار ہو، تم گناہگاروں کی جمعیت ہو۔ تم قرآن میں تحریف کرنے اور سنتِ رسول کے مٹانے والے ہو۔ تم اولادِ انبیاء کے قاتل اور ذرّیت اوصیاء کے ہلاک کرنے والے ہو۔ تم بدنسلوں کونسب میں شامل کرنے والے لوگ ہو اور دینداروں کو اذیت دینے والے ہو۔ تم ان مذاق اڑانے والوں کے مددگار ہو جنہوں نے قرآن کو پارہ پارہ کردیا۔ تم لوگ ابوسفیان اور اس کے پیروکاروں پر اعتماد کرتے ہو اور ہماری نصرت سے گریزاں ہو۔ ہاں! خدا گواہ ہے کہ ساتھ چھوڑنا تمہارے نزدیک اچھی بات ہے اور یہ صفت تمہاری رگوں میں دوڑ رہی ہے۔ اور یہ صفت تمہارے اصول اور فروع کو میراث میں ملی ہے اور تمہارے دل اسی پر قائم ہیں اور تمہارے سینے اس سے بھرے ہوئے ہیں۔ تم خبیث ترین چیز ہو ناصب کے لئے اور کم ترین لقمہ ہو غاصب کے لئے۔

آ گاہ ہو جاؤ کہ ان عہد توڑنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے جو مضبوط عہد باندھنے کے بعد توڑ دیتے ہیں، میں نے اللہ کو تم پر نگراں قرار دیدیا ہے۔ اللہ گواہ ہے کہ تم وہی لوگ ہو۔ آ گاہ ہو جاؤ کہ بدنسل شخص کے بدنسل بیٹے نے دو باتوں میں سے ایک پر ہمیں محصور کردیا ہے کہ یا تو ہم جنگ کریں یا ذلت کی بیعت کریں۔ اور میں اُس پستی و ذلت کو ہرگز قبول نہیں کروں گا۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ اس بات پر راضی نہیں ہیں۔ اور خوش کردار آباءواجداد، پاک و پاکیزہ مائیں، باعزت لوگ اور عزت دار نفوس کریمانہ موت کے مقابلہ میں ذلت والی ہلاکت کو پسند نہیں کرتے۔ آ گاہ ہو جاؤ کہ میں نے تمہیں اپنے اقدام کا سبب بھی بتلا دیا اور تمہیں نصیحت بھی کردی۔ آ گاہ ہو جاؤ کہ میں اصحاب و انصار کی کمی کے باوجود جنگ پر تیار ہوں۔ پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

فان نغلب فغلّا بون قدما   وان نهزم فغير مهزّ مينا
وما ان طبّنا جبن ولكن   منايانا ودولة آخرينا
اذاما الموت رفّع عن اناس   كلا كلّه اناخ بآخرينا
فافنى ذلكم سروات قومى   كما افنى القرون الاوّلينا
فلو خلد الملوك اذن خلدنا   ولو بقى الكرم اذن بقينا

فقل للشامتين بنا افيقوا　　　　　　سیلقی الشامتون کما لقینا

اگر ہم جنگ میں کامیاب ہو جائیں تو ہمیشہ ہی کامیاب ہوتے ہیں اور اگر شکست کھا جائیں تو پھر بھی شکست خوردہ نہیں ہیں۔

بزدلی ہماری عادت نہیں ہے لیکن موت ہمارے لئے ہے اور حکومت دوسروں کے لئے۔

موت کا ناقہ اگر لوگوں کے اوپر سے اپنا سینہ ہٹا لے تو دوسرے لوگوں پر رکھ دیتا ہے۔

موت نے ہمارے سرداروں کو فنا کر دیا جیسا کہ زمانہ اگلوں کو فنا کرتا آیا ہے۔

اگر سلاطین زندہ رہتے تو ہم بھی رہتے اور اگر باعزت لوگ زندہ رہتے تو ہم بھی زندہ رہتے۔

ہمیں شماتت کرنے والوں سے کہہ دو کہ ہوش میں آئیں۔ یہ شماتت کرنے والے بھی وہی دیکھیں گے جو ہم نے دیکھا ہے۔

(یہ فروہ بن سبیک مرادی کے اشعار ہیں جو آپ نے بطورِ تمثّل ارشاد فرمائے ہیں)۔ پھر ارشاد فرمایا

﴿ثم ایم اللّٰہ لا تلبثون بعدھا الّا کریث مایرکب الفرس حتّٰی تدوربکم دورالرحٰی وتقلق بکم قلق المحور عھدہ الیّ أبی عن جدّی فاجمعوا امرکم وشرکائکم ثم لا یکن امرکم علیکم غُمّۃ ثم اقضوا الیّ ولا تنظرون (۱) انی توکلت علی اللّٰہ ربی وربکم ما من دابّۃ الا ھو آخذ بناصیتھا ان ربّی علٰی صراط مستقیم (۲) اللھم احبس عنھم قطر السماء وابعث علیھم سنین کسنی یوسف و سلّط علیھم غلام ثقیف یسقیھم کأساً مصبرۃ ولا یدع فیھم احدا الّا قتلۃ بقتلۃ وضربۃ بضربۃ۔ ینتقم لی ولأ ولیائی واھل بیتی واشیاعی منھم فانھم غرّونا وکذّبونا وخذلونا وأنت ربّنا۔ علیک توکلنا والیک انبنا والیک المصیر﴾ خدا گواہ ہے کہ تمہیں وقت نہیں ملے گا مگر صرف اتنا جتنا پیادہ کو سوار ہونے میں لگتا ہے۔ زمانے کی چکی تمہیں اپنے چکروں میں پیس دے گی۔ میرے والد نے میرے جد کے حوالے سے یہ بات بتلائی ہے۔ پس تم اپنے سارے امور اور سارے بنائے ہوئے شریکوں کو جمع کر لو تا کہ

۱۔ سورۂ یونس ۷۲

۲۔ سورۂ ہود ۵۶

تمہاری بات تم پر مشتبہ نہ ہو پھر تم میرے بارے میں فیصلہ کرو اور مجھے مہلت نہ دو۔ میں اللہ پر جو میرا رب اور تمہارا رب ہے بھروسہ کرتا ہوں۔ زمین پر چلنے والا کوئی ایسا جاندار نہیں ہے کہ وہ اس کی پیشانی کو پکڑے ہوئے نہ ہو۔ یقیناً میرا رب سیدھی راہ پر ہے۔ بارالہا تو آسمان کی بارشوں کو روک لے۔ اور ان پر قحط سالی کے سال بھیج دے جیسے یوسف کے زمانے کے تھے۔ اور ایک جوانِ ثقفی کو ان پر مسلط کردے تاکہ وہ انہیں زہر کے جام پلائے۔ اور ان میں سے ایک کو بھی نہ چھوڑے۔ ہر قتل کے بدلے قتل اور ہر ضربت کے بدلے ضربت کی سزا دے۔ یہ انتقام میرے اور دوستوں اور پیروکاروں اور اہل بیت کی طرف سے لے لے۔ اس لئے کہ ان لوگوں نے ہمیں دھوکہ دیا، ہماری تکذیب کی اور ہمیں اکیلا چھوڑ دیا اور یقیناً تو ہمارا رب ہے۔ ہم تجھ پر ہی بھروسہ کرتے ہیں اور تجھی سے رجوع کرتے ہیں اور ہماری بازگشت تیری ہی طرف ہے۔ (۱)

پسر سعد سے گفتگو

امام حسین علیہ السلام نے خطبہ کے بعد سوال کیا کہ عمر بن سعد کہاں ہے؟ اُسے بلاؤ۔ پسر سعد نہ چاہتے ہوئے بھی مجبوراً امام کے سامنے آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ ﴿یاعمر انت تقتلنی تزعم ان یولیك الدعی بن الدعی بلادالری و جرجان واللہ لا تتھنأ بذلك عھداًمعھودا فاصنع ما انت صانع فانك لا تفرح بعدی بدنیا ولاآخرة ولكأنی براسك علی قصبة قد نصب بالكوفة يتراماه الصبيان و يتخذون غرضا بينهم﴾ کیا تم مجھے قتل کردو گے؟ تمہیں یہ خوش فہمی ہے کہ وہ بدنسب باپ کا بدنسب بیٹا رے اور گرگان کی حکومت تمہارے حوالے کردے گا؟ خدا گواہ ہے کہ ایسا نہیں ہوگا اور یہ ایک پرانا عہد ہے۔ اب تم جو جی چاہے کرو لیکن میرے بعد نہ دنیا میں شاد و آباد رہو گے نہ آخرت میں۔ گویا میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تمہارا سر کوفہ میں نیزے پر نصب کیا جائے گا اور لڑکے اس پر سنگ زنی کریں گے اور اسے اپنا ہدف بنائیں گے۔ ابن سعد یہ سُن کر آگ بگولا ہو گیا اور اس نے مڑ کر فوج سے کہا کہ کس بات کا انتظار کر رہے ہو۔ سب مل کر حملہ کرو کہ یہ لوگ ایک لقمہ سے زیادہ نہیں ہیں۔ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری کا گھوڑا مرتجز منگوایا اور اس پر سوار ہوئے

۱۔ ناسخ التواریخ ج۲ ص ۲۴۷، بحارالانوار ج۴۵ ص ۸

اور آپ کے ساتھی جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔(۱)

حُر کی توبہ

جب دونوں طرف جنگ کی کاروائی مکمل ہوگئی اور لشکر ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہو گئے۔تو حر بن یزید ریاحی یہ دیکھ کر کہ اب جنگ یقینی ہے عمر بن سعد کے پاس آیا اور سوال کیا کہ کیا تم واقعاً اس مرد سے جنگ کرو گے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں! ایسی جنگ کروں گا کہ سر اور ہاتھ کٹ کٹ کر گریں گے۔اس پر حُر نے پوچھا کہ اس (رسول کے بیٹے) نے جو شرائط تمہارے سامنے رکھی تھیں کیا وہ قبول کرنے کے قابل نہیں تھیں؟ ابن سعد نے جواب دیا کہ اگر یہ میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں قبول کر لیتا لیکن تمہارا امیر (ابن زیاد) اسے قبول نہیں کرتا۔حُر یہ جواب سن کر لشکر سے ہٹ کر اپنے ہم قبیلہ اور ساتھی قرہ بن قیس کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ آج تم نے اپنے گھوڑے کو پانی پلایا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔حر نے کہا کہ تم اپنے گھوڑے کو پانی نہیں پلانا چاہتے؟ قرہ کہتا ہے کہ خدا گواہ ہے کہ میں یہ سمجھ گیا کہ حر لشکر کو چھوڑنا چاہتا ہے اور یہ نہیں چاہتا کہ میں اسے لشکر چھوڑتے ہوئے دیکھوں۔لہٰذا میں نے اس سے کہا کہ میں نے ابھی گھوڑے کو پانی نہیں پلایا ہے اور اب اسے پلانے جا رہا ہوں۔وہ اس وقت جہاں تھا وہاں سے چلا گیا۔خدا کی قسم اگر حر مجھے اپنے ارادے سے آگاہ کر دیتا تو میں بھی امام حسین کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔

حر آہستہ آہستہ امام حسین کی طرف چلا۔ابن سعد کا ایک سپاہی مہاجر بن اوس یہ دیکھ کر بولا کہ اے حر تم کیا کرنا چاہتے ہو؟ کیا حملہ کا خیال ہے؟ لیکن حر نے کوئی جواب نہ دیا اور کانپنے لگا۔مہاجر نے اس سے کہا کہ تمہارا یہ حال مجھے شک میں ڈال رہا ہے۔خدا گواہ ہے کہ میں نے تمہیں کسی جنگ میں اس حال میں نہیں دیکھا۔اگر لوگ مجھ سے پوچھتے کہ کوفہ کا بہادر ترین انسان کون ہے تو میں تمہارا نام لیتا۔لیکن اس وقت تمہاری کیا حالت ہے جو میں دیکھ رہا ہوں۔حر نے جواب میں کہا ﴿انّی واللّٰہ اخیّر نفسی بین الجنّة والنار فواللّٰہ لا اختار علیٰ الجنّة شیئا ولو قطعت وحرقت﴾ اللہ گواہ ہے اس وقت میں اپنے آپ کو جنت اور جہنم کے درمیان پا رہا ہوں۔اور اللہ ہی گواہ ہے کہ میں جنت کے بدلے کسی چیز کو اختیار نہیں

۱۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۱۰

کروں گا چاہے مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے یا جلا دیا جائے۔ یہ کہہ کر حر نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا بن رسول اللہ میں وہی ہوں جس نے آپ کو وطن واپس جانے سے روکا اور میں آپ کے ساتھ رہا یہاں تک کہ میں آپ کو اس سرزمین پر لایا۔ مجھے یہ خیال ہی نہیں تھا کہ یہ لوگ آپ کی باتوں کو تسلیم ہی نہیں کریں گے اور آپ کو ان حالات سے دوچار کریں گے۔ خدا گواہ ہے کہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ بات یہاں تک پہنچ جائے گی تو میں اس معاملہ میں ہاتھ ہی نہ ڈالتا۔ میں نے جو کیا ہے اس کے لئے اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں کیا میری توبہ قبول ہے؟ امام حسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ﴿ نعم یتوب لله علیك فانزل ﴾ ہاں اللہ تمہاری توبہ کو قبول کرے گا۔ اب گھوڑے سے اتر آؤ۔ حر نے عرض کی کہ سوار رہنا زیادہ بہتر ہے۔ اب آپ مجھے اجازت عطا فرمایئے تا کہ میں جا کر دشمنوں سے جنگ کروں۔ پھر انجام کار میں تو گھوڑے سے اترنا ہی ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ﴿ فاصنع یرحمك لله مابدالك ﴾ خدا تم پر رحمت نازل کرے تم جیسا چاہو اس پر عمل کرو۔(۱)

حر کا خطاب

حر امام سے رخصت ہو کر فوجِ یزید کے سامنے آیا اور ان سے مخاطب ہوا ﴿یا اهل الکوفة لأمکم الهبل والعَبَرُ، أدعوتم هذا العبد الصالح حتّی اذا أتاکم أسلمتموه وزعمتم انکم قاتلوا انفسکم دونه. ثم عدوتم علیه لتقتلوه وامسکتم بنفسه واخذتم بکظمه واحطتم به من کل جانب لتمنعوه التوجّه الیٰ بلادالله العریضة فصار کالا سیرفی ایدیکم، لایملك لنفسه نفعا ولا تدفع عنها ضرّا، وجلأتموه ونسائه وصبیته واهله عن ماء الفرات الجاری یشربه الیهود والنصاریٰ والمجوس وتمرغ فیه خنازیر السوادو کلابه، وها هم قدصرعهم العطش، بئس ماخلّفتم محمدا فی ذرّیته لاسقاکم اللّٰه یوم الظمأ الاکبر﴾ اے اہل کوفہ تمہاری مائیں تمہارے سوگ میں گریہ کریں۔ تم نے اس عبد صالح کو دعوت دی اور جب وہ تمہارے پاس آ گیا تو تم تھے جو کہا کرتے تھے کہ تم اس کے دشمنوں سے اس کے ساتھ مل

۱۔ ارشاد مفید ج۲ ص۹۹

کر جنگ کرو گے اور اب تم نے اس کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیا ہے اور چاہتے ہو کہ اس بزرگوار کو قتل کردو۔ تم نے اسے اس طرح پکڑ لیا ہے کہ سانس لینے کا راستہ بھی بند کر دیا ہے۔ اور ہر طرف سے ایسا محاصرہ کر لیا ہے کہ خدا کی وسیع و عریض زمین اس پر تنگ کر دی ہے۔ یہ بزرگ تمہارے ہاتھوں قیدی بن گیا ہے نہ وہ کوئی فائدہ حاصل کر سکتا ہے اور نہ نقصان کو دفع کر سکتا ہے۔ تم نے فرات کا بہتا ہوا پانی اس کے عورتوں، بچوں اور متعلقین پر بند کر دیا ہے جسے یہودی، عیسائی اور مجوس پی رہے ہیں اور علاقے کے سؤر اور کتے اس میں لوٹ رہے ہیں۔ اور ان لوگوں کو پیاس نے پچھاڑ دیا ہے۔ تم نے محمد رسول اللہ کی ان کے خاندان کے بارے میں کیا بری مراعات کی ہے۔ خدا تمہیں پیاس کے دن (بروز قیامت) سیراب نہ کرے۔ جواب میں یزید کی فوجوں نے حر پر تیروں کی بارش کر دی۔ حر واپس آ کر امام کے پاس کھڑا ہو گیا۔ (۱)

آسمانی مدد

ابو طاہر محمد بن حسین نرسی نے کتاب معالم الدین میں امام صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ امام حسین علیہ السلام اور عمر سعد ایک دوسرے کے مقابل ہوئے اور جنگ کا آغاز ہوا تو اللہ نے امام حسین علیہ السلام پر اپنی نصرت (فرشتوں کی صورت میں) نازل فرمائی یہاں تک کہ وہ امام حسین علیہ السلام کے سر پر سایہ فگن ہوئی۔ پھر آپ کو اختیار دیا گیا کہ وہ دشمنوں پر فتح چاہتے ہیں یا لقائے الٰہی (شہادت) چاہتے ہیں تو انہوں نے لقائے الٰہی کو اختیار فرمایا (۲) کلینی نے امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اللہ نے امام حسین علیہ السلام پر اپنی نصرت نازل فرمائی یہاں تک کہ وہ آسمان و زمین کے درمیان ٹھہری (تاکہ آپ کو فتح دیدے) پھر آپ کو فتح یا لقائے الٰہی کا اختیار دیا گیا تو آپ نے لقائے الٰہی کو اختیار کیا۔ (۳)

سپہر کاشانی کے مطابق دونوں لشکروں کی صف آرائی کے بعد امام حسین علیہ السلام ایک ناقہ پر تشریف

۱۔ ارشاد مفید ج ۲ ص ۱۰۰

۲۔ لہوف مترجم ص ۱۲۰

۳۔ اصول کافی ج ۱ ص ۳۸۷ انتشارات قائم

فرما ہوئے اور قرآن کو کھول کر سر پر رکھا پھر دونوں لشکروں کے درمیان آئے اور بلند آواز سے مخاطب کیا کہ میرے اور تمہارے درمیان یہ خدا کی کتاب حاضر ہے اور میرے جد رسول اللہ ناظر ہیں۔ اس وقت خدا نے ان کے سر پر نصرت کا سایہ کیا اور انہیں فتح یا لقائے الٰہی کو قبول کرنے کا اختیار دیا۔ آپ نے لقائے الٰہی کو اختیار کیا اور ماسوئ اللہ کو ٹھکرا دیا۔ عبداللہ بن محمد رضا حسینی کتاب جلاء میں لکھتے ہیں کہ اس وقت جنوں کی ایک جماعت نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہمیں اپنی نصرت کی اجازت عطا فرمائیں۔ امام حسین علیہ السلام نے انہیں اجازت نہیں دی اور عزمِ شہادت پر قائم رہے۔ (۱)

جنگ کا آغاز

لشکر یزید کا پرچم عمر بن سعد کے غلام درید کے پاس تھا۔ ابن سعد نے اسے آواز دے کر قریب بلایا کہ پرچم میرے قریب لاؤ۔ جب وہ پرچم لے کر قریب آ گیا تو ابن سعد نے کمان میں تیر رکھ کر لشکر حسین کی طرف پھینکا اور کہا کہ تم لوگ گواہی دینا کہ حسین کی طرف پہلا تیر میں نے پھینکا تھا۔ صاحبِ روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کے لشکر سے کسی نے ابن سعد کے جواب میں کہا کہ تم اپنے لشکر میں سے سب سے پہلے جہنم میں جاؤ گے (۲)۔ ابن سعد کے تیر پھینکتے ہی فوج کے تیراندازوں نے حسین اور ان کے ساتھیوں پر تیروں کی بارش کر دی۔ ان تیروں نے امام حسین علیہ السلام کے ساتھیوں میں سے ہر ایک کو نقصان پہنچایا۔ محمد بن ابیطالب کی روایت کے مطابق تیراندازوں کی تعداد آٹھ ہزار تھی۔ اس صورتِ حال میں امام حسین علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے ارشاد فرمایا ﴿**قوموا رحمکم اللہ الی الموت الذی لابدّ منہ فان ھذہ السھام رسل القوم الیکم**﴾ اللہ تم لوگوں پر رحمت نازل کرے۔ اب موت کیلئے تیار ہو جاؤ کہ اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں ہے اس لئے کہ یہ تیر تمہارے لئے فوجِ مخالف کا پیغام لائے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی فوجوں نے حملہ کر دیا۔ اس حملہ میں لشکرِ حسینی کے پچاس افراد شہید ہو گئے (۳)۔

۱۔ ناسخ التواریخ ج۲ ص۲۲۹

۲۔ روضۃ الصفا ج۳ ص۵۸۳

۳۔ بحار الانوار ج۴۵ ص۱۲

حملۂ اولیٰ

علامہ سماوی نے اسے اس طرح بیان کیا ہے کہ حسینی سپاہ میں حُر کے آنے کے بعد عمر بن سعد نے اپنے لوگوں کو جنگ کا حکم دیا تو اس کی فوج سے سالم اور یسار مبارز طلب ہوئے پھر کچھ اور مبارز طلبیاں ہوئیں۔ پھر شمر اور عمرو بن حجاج نے لوگوں سے کہا کہ انصار حسین تو اپنی جانوں کو ہتھیلیوں پر لئے ہوئے ہیں خبردار کوئی ان سے مبارزہ نہ کرے۔ اس پر یزیدی فوجوں نے انصارِ حسین کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور ان کی طرف بڑھے تو انصارِ حسین نے پورے ثباتِ قدم کے ساتھ مقابلہ کر کے انہیں واپس پلٹنے پر مجبور کر دیا۔ اس حملے کے بعد اصحابِ حسین کی تعداد کم نظر آنے لگی۔ اس حملے میں تقریباً پچاس افراد شہید ہوئے اور اسی کا نام حملہ اولیٰ ہے۔(۱)

ابن اعثم کوفی کے مطابق جب ابن سعد نے تیر پھینکا اور قطرہ ہائے باراں کی طرح تیر برسنے لگے تو امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ یہ تیر دشمنوں کے پیغامبر ہیں اب تم لوگ اس موت کے لئے تیار ہو جاؤ جس سے مفر نہیں ہے۔ اس حکم پر اصحابِ حسین اٹھے اور خندق کے درمیانی راستے سے باہر نکلے۔ یہ لوگ بتیس سوار اور چالیس پیادے تھے۔ اور دشمن کا لشکر بائیس ہزار کا تھا۔ لوگوں نے ایک دوسرے پر حملہ کیا۔ اور یہ حملہ کچھ مدت تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ اصحابِ حسین میں سے پچاس سے زیادہ افراد شہید ہو گئے (۲)۔ فاضل قرشی کے مطابق اس حملے میں امام کے مختصر لشکر نے فوجِ یزید کو کئی بار ہزیمت دی اور اس کی صفوں کو منتشر کیا۔(۳)

فاضل خیابانی کے بیان کی تلخیص یہ ہے کہ عربوں میں جنگ کے دو طریقے رائج تھے۔ ایک مبارزت کا جس میں ایک ایک شخص میدان جنگ میں آ کر رجز پڑھتا تھا تا کہ اس کے نام و نسب اور خصوصیات کا تعارف ہو جائے۔ ہر جنگ کا طریقہ یہی تھا کہ پہلے مبارز طلبی ہو پھر جنگ مغلوبہ ہو۔ ابن سعد نے رسم عرب کے خلاف

۱۔ ابصار العین ص ۳۵

۲۔ الفتوح ج ۵ ص ۱۰۱، مقتلِ مقرم ص ۲۳۷

۳۔ حیات الامام الحسین ج ۳ ص ۲۰۳

یہ کیا کہ مبارزت طلبی کے بجائے جنگِ مغلوبہ سے آغاز کیا۔ علماء مقاتل کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ روزِ عاشور ظہر تک تین بار جنگ مغلوبہ ہوئی۔ پہلی حضرت حُر کی مبارزت طلبی سے قبل، دوسری حضرت مسلم بن عوسجہ کی شہادت سے قبل اور تیسری نماز ظہر سے قبل۔ اس کے علاوہ مبارزت سے جنگ ہوئی۔ فاضلِ خیابانی علامہ مجلسی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ کہ امام حسین علیہ السلام نے ابن سعد کو زجر و توبیخ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ تم رے کی حکومت کی لالچ میں ہو وہ تمہیں نصیب نہیں ہوگی۔ اب تم جو جی چاہے وہ کرو۔ اس سخت لہجے پر ابنِ سعد نے غضب ناک ہوکر اپنی فوجوں سے کہا کہ حملہ میں کیا انتظار ہے؟ یہ لوگ تو ایک لقمہ سے زیادہ نہیں ہیں۔ پھر اپنے غلام کو علم آگے بڑھانے کا حکم دیا اور لشکرِ حسین کی طرف تیر پھینکا اس کے بعد لشکرِ حسین پر تیروں کی بارش شروع ہوگئی۔ اس وقت امامِ حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو بڑھنے کا حکم دیا کچھ مدت تک جنگِ مغلوبہ ہوتی رہی جس میں اصحابِ حسین کا ایک گروہ شہید ہوگیا۔ (۱)

حملۂ اولیٰ کے شہداء

۱۔ ادہم بن امیّہ عبدی بصری

اصابہ کے مطابق ان کا شجرہ ادہم بن امیہ بن ابی عبیدہ بن ہمام بن حارث بن بکر بن زید بن مالک بن حنظلہ بن مالک بن زید عبدی ہے۔ ادہم کے والد امیہ صحابی تھے جنھوں نے بصرہ میں سکونت اختیار کی تھی وہیں ان کی نسل چلی جس میں ادہم بھی ہیں۔ بصرہ میں آلِ محمد کے ماننے والوں کا جو اجتماع ماریہ بنتِ منقذ عبدی کے گھر ہوتا تھا ادھم اس میں شریک ہوتے تھے۔ ابن زیاد کو خبر ملی تو اس نے پہرہ بٹھا دیا کہ بصرہ سے کوئی شخص حسین کی نصرت کے لئے نہ جاسکے۔ یہ یزید بن ثبیط کی ہمراہی میں پوشیدہ طور پر بصرہ سے نکل کر ابطح کے مقام پر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے اور حسینی قافلے میں شامل ہوکر کربلا آئے اور عاشور کے دن حملہ اولی میں شہید ہوئے۔ (۲)

۱۔ وقائع الایام خیابانی ص ۴۴۱

۲۔ ذخیرۃ الدارین ص ۲۶۵، ابصار العین ص ۹۶

۲۔ امیہ بن سعد طائی

اصابہ میں ان کا شجرہ امیہ بن سعد بن زید طائی ہے۔ یہ تابعین اور اصحاب امیر المومنین علیہ السلام میں شمار ہوتے ہیں۔ بہادر اور شہسوار تھے، صفّین کی جنگ اور دیگر جنگوں میں ان کا تذکرہ ملتا ہے۔ کوفہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ جب امام حسین علیہ السلام کے کربلا پہنچنے کی خبر ملی تو ایامِ مہادنہ (مذاکرات (۱) کے دنوں) میں امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کی آمد آٹھ محرم کی شب میں ہوئی۔ اور حملہ اولی میں شہید ہوئے ہے۔ (۲)

۳۔ بشر بن عمرو حضرمی

استیعاب کے مطابق ان کا شجرہ بشر بن عمرو بن احدوث حضرمی کندی ہے۔ ان کا تعلق حضرموت (یمن) سے تھا۔ یہ تابعی تھے اور مشہور بہادر بیٹوں کے باپ تھے۔ یہ مذاکرات کے دنوں میں امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شبِ عاشور کے ذیل میں ان کا واقعہ درج کیا جا چکا ہے۔ سید عبدالمجید حسینی کے مطابق وہ بیٹا جو رَے میں گرفتار ہوا تھا اس کا نام عمرو تھا اور جو بیٹا ان کے ساتھ کربلا میں موجود تھا اس کا نام محمد تھا (۳)۔ ان کا نام زیارت ناحیہ میں موجود ہے جس میں واقعہ کی طرف بھی اشارہ ہے۔ ﴿السلام علی بشر بن عمرو الحضرمی﴾ جب کہ لہوف میں ان کا نام محمد بن بشیر ہے جو محلِ نظر ہے۔

۴۔ جابر بن حجاج

ان کا تعلق بنی تیم سے تھا۔ بہادر اور شہسوار تھے اور کوفہ کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے مسلم بن عقیل کی بیعت کی تھی اور جنابِ مسلم کی گرفتاری کے بعد اپنے قبیلے والوں میں پوشیدہ ہو گئے تھے۔ جب امام حسین کے کربلا آنے کی خبر سنی تو عمر سعد کے لشکر میں شامل ہو کر کربلا پہنچ گئے اور امام حسین علیہ السلام سے

۱۔ ایّام مہادنہ اُن دنوں کو کہتے ہیں جن میں جنگ سے قبل فریقین میں مذاکرات ہوتے ہیں۔

۲۔ ذخیرۃ الدارین ص ۲۶۶، رجال مامقانی

۳۔ ذخیرۃ الدارین ص ۱۷۸

ایام مذاکرات میں ملحق ہوئے۔(۱)

۵۔ حباب بن عامر تیمی

ان کا نسب حباب بن عامر بن کعب بن تیم اللات بن ثعلبہ ہے۔ یہ کوفہ کے رہنے والے اور جنابِ مسلم بن عقیل کی بیعت کرنے والوں میں شامل ہیں۔ جنابِ مسلم کی گرفتاری پر اپنے قبیلے والوں (بنی تیم) میں کچھ دنوں پوشیدہ رہے۔ جب امام حسین علیہ السلام کے آنے کی خبر سنی تو چھپ کر کوفہ سے نکلے اور اثنائے راہ میں امام حسین علیہ السلام کے قافلہ سے ملحق ہوئے اور ان کے ساتھ کربلا آئے۔ ابن شہر آشوب نے ان کا نام حباب بن حارث لکھا ہے اور حملہ اولی کے شہداء میں شمار کیا ہے۔(۲)

۶۔ جبلہ بن علی شیبانی

سید عبدالمجید حسینی کے مطابق ان کا شجرہ یہ ہے جبلہ بن علی بن سوید بن عمرو بن عرفطہ بن ناقد بن تیم بن سعد بن کعب بن عمرو بن ربیعہ شیبانی۔ طبرانی اور ابونعیم وغیرہ نے مطین کی سند سے عبیداللہ ابن ابی رافع سے روایت کی ہے کہ جبلہ بن علی صفّین میں علی کے ساتھ تھے ان کا شمار کوفہ کے بہادروں میں ہوتا تھا۔ جناب مسلم بن عقیل کے ہمکاروں میں تھے۔ قتل مسلم کے بعد اپنے قبیلے میں پوشیدہ ہوگئے۔ امام حسین علیہ السلام کے کربلا پہنچنے کی خبر سن کر امام کی خدمت میں مہادنہ کے دنوں میں پہنچے۔ زیارت ناحیہ میں آپ کا نام ہے۔ ﴿السلام علی جبلة بن علی الشیبانی﴾ ابن شہر آشوب کے مطابق حملہ اولی میں شہید ہوئے۔(۳)

۷۔ جنادہ بن کعب بن حرث انصاری خزرجی

یہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ مکہ سے امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا آئے تھے۔ جب فوجِ یزید نے حسینی لشکر پر حملہ کیا تو یہ جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ ان کا بیٹا عمر بن جنادہ بھی کربلا میں شہید

۱۔ ذخیرۃ الدارین ص۲۶۰ بحوالہ الحدائق الوردیہ

۲۔ ذخیرۃ الدارین ص۲۶۷ بحوالہ الحدائق الوردیہ

۳۔ ذخیرۃ الدارین ص۲۴۲

ہوالیکن اُس کا نام حملۂ اولیٰ کے شہیدوں میں نہیں ملتا۔ اس کی شہادت کا ذکر الگ ملتا ہے۔(۱)

۸۔ جندب بن حجیر کندی

تاریخ ابنِ عساکر کے مطابق یہ جندب بن زہیر بن حارث بن کثیر بن جشم بن حجیر ہیں۔ یہ کندی خولانی تھے اور کوفہ کے رہنے والے تھے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ صحابیّت کا شرف بھی حاصل تھا۔ یہ علی کے ساتھ صفین کے معرکے میں شریک تھے اور کندہ اور ازد کے سردار تھے۔ ابومخنف کے مطابق جندب کوفہ سے نکل کر حاجر (بطن رمّہ) پر حُر کی ملاقات سے پہلے امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گئے تھے۔ طبری کے مطابق حملہ اولی میں شہید ہوئے۔ زیارت رجبیہ میں ان کا نام ہے۔(۲)

۹۔ جوین بن مالک

ابنِ عساکر نے ان کا شجرہ جوین بن مالک بن قیس بن ثعلبہ لکھا ہے۔ ان کا تعلق بنی تمیم سے ہے۔ یہ اپنے قبیلے کے سپاہیوں کے ساتھ ابن سعد کے لشکر میں تھے۔ ابن سعد نے جب امام حسین علیہ السلام کے شرائط کو مسترد کر دیا تو یہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ شبِ عاشور کی تاریکی میں امام کے لشکر سے ملحق ہو گئے۔ ان افراد کی تعداد سات تھی۔(۳)

۱۰۔ حارث بن امرُ القیس کندی

اصابہ میں ان کا نسب نامہ یہ ہے۔ حارث بن امرُ القیس بن عابس بن منذر بن امرُ القیس بن عمرو بن معاویۃ الاکرمین کندی ہے۔ ان کا شمار مشہور عبادت گزاروں میں اور بہادروں میں ہوتا تھا۔ جنگوں اور معرکوں میں ان کا ذکر ملتا ہے۔ ابن سعد کے لشکر کے ساتھ کربلا آئے تھے۔ امام حسین علیہ السلام کے کلام کے مسترد ہونے کا علم ہوا تو امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آ گئے۔

۱۔ ذخیرۃ الدارین ص۲۴۴

۲۔ وسیلۃ الدارین ص۱۱۴، ذخیرۃ الدارین ص۲۳۶

۳۔ ذخیرۃ الدارین ص۲۲۳

۱۱۔ حارث بن نبہان

حارث کے والد نبہان حضرت حمزہ کے غلام تھے۔ ان کا شمار بہادروں اور شہسواروں میں ہوتا تھا۔ انکا انتقال حضرت حمزہ کی شہادت کے دو سال کے بعد ہوا تھا۔ حارث امیر المومنین اور حسنین کے خدمت گزاروں میں تھے۔ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ہی کربلا آئے تھے۔

۱۲۔ حجاج بن بدر

یہ بصرہ کے رہنے والے ہیں۔ اور ان کا تعلق بنی سعد بن تمیم سے تھا۔ امام حسین علیہ السلام کے خط کے جواب میں مسعود بن عمرو نے جو خط لکھا تھا وہ انہیں کے ہاتھ روانہ کیا تھا۔ حجاج خط دینے کے بعد امام ہی کی خدمت میں رہ گئے (۱)۔ آپ کا نام زیارت ناحیہ میں حجاج بن بدر اور زیارت رجبیّہ میں حجاج بن یزید ہے۔ بعض لوگوں نے ان کا نام حجاج بن زید سعدی بھی لکھا ہے۔

۱۳۔ حلاس بن عمرو راسبی

یہ اور ان کے بھائی نعمان بن عمرو راسبی امیر المومنین کے اصحاب میں تھے اور آپ کی طرف سے کوفہ کی انتظامیہ کے افسر تھے۔ اور جنگِ صفین میں شریک تھے۔ یہ اپنے بھائی کے ساتھ ابن سعد کے لشکر میں تھے۔ امام حسین کے شرائط کے قبول نہ ہونے پر دونوں بھائی شبِ عاشور امام حسین کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ابنِ شہر آشوب کے مطابق حملہ اولی میں شہید ہوئے۔ (۲)

۱۴۔ زاہر بن عمرو کندی

یہ کوفہ کے معروف اور معمر افراد میں تھے (۳)۔ یہ شجاعت اور محبتِ آل محمدؐ میں مشہور تھے۔ عمرو بن حمق خزاعی کے، قول و عمل، دونوں میں ہم زبان اور ہم کار تھے۔ عمرو بن حمق کی طرح یہ بھی معاویہ کو

۱۔ ابصار العین ص ۲۱۲

۲۔ ابصار العین ص ۱۸۷، ذخیرۃ الدارین ص ۲۶۸

۳۔ انصار الحسین ص ۸۷

مطلوب تھے۔عمرو کی شہادت کے بعد پوشیدہ ہوگئے۔سن ساٹھ ہجری میں حج کے لئے مکہ آئے اور وہیں سے امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ہوگئے۔آپ کا نام زیارت ناحیہ میں ہے۔(۱)

۱۵۔ زہیر بن سلیم ازدی

اصابہ میں زہیر بن سلیم بن عمرو ہے۔جب انھوں نے دیکھا کہ لشکرِ یزید قتلِ حسین پر کمر بستہ ہے تو شب عاشور امام حسین علیہ السلام سے آ کر ملحق ہوگئے۔زیارت رجبیہ میں زہیر بن سلیمان پر سلام ہے جو بظاہر انہیں کا نام معلوم ہوتا ہے۔صاحبِ قاموس الرجال نے زہیر بن سلمان لکھا ہے۔صاحبِ انصار الحسین نے زہیر بن بشر خثعمی تحریر کیا ہے(۲)۔بظاہر ایک ہی شخصیت کے مختلف نام ہیں جو استنساخ اور کتابت کی غلطیوں سے پیدا ہوئے ہیں۔

۱۶۔ سالم (عامر بن مسلم کے غلام)

عامر بن مسلم بصرہ کے رہنے والے تھے۔جب یزید بن ثبیط اپنے بیٹوں اور ہمراہیوں کے ساتھ مکہ میں ابطح کے مقام پر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عامر بن مسلم اور ان کے غلام جنابِ سالم بھی ساتھ تھے۔سالم وہیں سے ساتھ کربلا آئے (۳)۔زیارتِ ناحیہ میں ان پر سلام ہے۔

۱۷۔ سالم بن عمرو

یہ کوفہ کے رہنے والے تھے اور بنو المدینہ کے غلام تھے۔جنابِ مسلم کی گرفتاری کے بعد یہ حکومتی کارندوں سے بچ کر اپنے رشتہ داروں میں چھپ گئے اور امام حسین علیہ السلام کے آنے کی خبر سن کر مذاکرات کے دنوں میں کربلا آ کر حسینی لشکر سے ملحق ہوئے۔(۴)

۱۔ ابصار العین ص ۱۷۳، ذخیرۃ الدارین ص ۲۴۰

۲۔ قاموس الرجال ج ۴ ص ۴۸۴، انصار الحسین ص ۸۷

۳۔ ذخیرۃ الدارین ص ۲۲۶، ابصار العین ص ۱۹۱

۴۔ فرسان الہیجاء ج ۱ ص ۱۵۴

۱۸۔ سوار بن ابی عمیر

اصابہ اور رجال استر ابادی میں ان کا نام سوار بن منعم بن حابس بن ابی عمیر بن نہم ہمدانی نہمی ہے۔امام حسینؑ کے کربلا پہنچنے کے بعد یہ کوفے سے آ کر مذاکرات کے دنوں میں حسینی لشکر سے ملحق ہوئے۔یہ شدید زخمی ہو کر گرفتار ہوئے تو ابن سعد نے ان کے قتل کا حکم دیا لیکن ان کے قبیلے والوں نے سفارش کر کے انہیں بچالیا۔چھ ماہ بعد زخموں کی تکلیف سے انتقال ہوا(۱)۔زیارت رجبیہ میں ان کا نام سوار بن ابی عمیر نہمی ہے۔ممکن ہے کہ سوار کے والد منعم کی کنیت ابوعمیر ہو۔

۱۹۔ شبیب بن عبداللہ (مولی حرث بن سریع ہمدانی)

یہ رسول اکرمؐ کے صحابی تھے اور امیر المومنین کے ہمراہ تینوں جنگوں میں شریک رہے۔ان کا شمار کوفہ کے بہادروں میں ہوتا تھا۔(۲)

۲۰۔ شبیب بن عبداللہ نہشلی بصری

یہ تابعی تھے اور امیر المومنینؑ کی تینوں جنگوں میں شریک ہوئے۔امیر المومنین کے بعد امام حسنؑ اور ان کے بعد امام حسینؑ کی صحبت میں رہے۔ان کا شمار امام حسینؑ کے اصحاب خاص میں ہوتا ہے۔یہ امام حسینؑ کے ساتھ مکہ آئے اور وہاں سے کربلا آئے اور حملہ اولی میں شہید ہوئے مامقانی نے ان دونوں کے بارے میں لکھا ہے کہ حملہ اولی میں شہید ہوئے اور ان دونوں پر بھی زیارت ناحیہ میں سلام وارد ہوا ہے ان میں سے ایک ہمدانی اور ایک نہشلی ہیں (۳)۔ممکن ہے کہ یہ دو الگ الگ شخصیتیں ہوں۔واللہ اعلم

۲۱۔ عائذ بن مجمع

یہ اپنے والد مجمع بن عبداللہ کے ساتھ اس گروہ میں تھے جو طرماح کی رہنمائی میں امام حسینؑ

۱۔ ذخیرۃ الدارین ص۲۵۳

۲۔ تنقیح المقال ج۲ص۸۰

۳۔ تنقیح المقال ج۲ص۸۰

کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور جسے حُر نے روکنے کی کوشش کی تھی۔ ان کا تذکرہ مجمع بن عبداللہ کے ساتھ کیا جائے گا۔ حدائق وردیہ کے مطابق حملہ اولی میں شہید ہوئے۔ اور بعض دوسروں کے مطابق یہ حملہ اولی سے قبل ابتدائی جنگ میں اپنے والد کے ساتھ ایک جگہ شہید ہوئے۔(۱)

۲۲۔ عامر بن مسلم عبدی

یہ اپنے غلام سالم کے ساتھ بصرہ سے مکہ آ کر امام حسین علیہ السلام کے قافلے سے ملحق ہوئے تھے اور امام کے ساتھ ہی کربلا آئے تھے۔ زیارت ناحیہ اور رجبیّہ میں ان پر سلام ہے۔ ابن شہرِ آشوب نے حملہ اولی شہداء میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

۲۳۔ عبداللہ بن بشر

عبداللہ اور ان کے والد بشر کا شمار بہادروں اور حق کا دفاع کرنے والوں میں ہوتا ہے۔ صاحبِ حدائق کے مطابق عبداللہ عمر سعد کے لشکر کے ساتھ آئے تھے اور مہادنہ کے ایام میں لشکرِ حسینی سے ملحق ہوئے اور حملہ اولی میں شہید ہوئے۔

۲۴۔ عبداللہ بن یزید بن نبیط عبدی

یہ اپنے بھائی عبیداللہ اور والد یزید بن نبیط کے ساتھ بصرہ سے مکہ پہنچے اور حسینی قافلہ کے ساتھ کربلا آئے۔ طبری اور ابنِ شہرِ آشوب نے حملہ اولی کے شہیدوں میں درج کیا ہے۔

۲۵۔ عبیداللہ بن یزید بن نبیط عبدی

ان دونوں بھائیوں کا تذکرہ زیارت ناحیہ میں ہے۔ اور زیارتِ رجبیّہ میں بھی ذکر ہے لیکن والد کا نام بدر بن رقیط ہے۔

عبدالرحمٰن بن عبدرب انصاری خزرجی

یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی اور امیر المومنین علیہ السلام کے بااخلاص محبت کرنے والوں

۱۔ ابصار العین ص ۱۴۷

میں تھے۔ صاحب حدائق وردیہ نے لکھا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے انہیں قرآن کی تعلیم دی تھی اور ان کی تربیت بھی فرمائی تھی۔ ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں اور ابن اثیر نے اسد الغابہ میں ابن عقدہ کی کتاب الموالات کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ علی نے رحبہ کے مقام پر لوگوں کو قسم دلائی کہ جن لوگوں نے غدیر خم میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان سنا ہے وہ اٹھ کر کھڑے ہو جائیں۔ اس پر دس سے زیادہ افراد کھڑے ہوئے جن میں ابوایوب انصاری۔ ابوعمرہ بن عمرو بن محصن، ابوزینب، سہل بن حنیف، خزیمہ بن ثابت، عبداللہ بن ثابت، حبشی بن جنادہ سلولی۔ عبید بن عازب، نعمان بن عجلان انصاری، ثابت بن ودیعہ انصاری، ابوفضالہ انصاری اور عبدالرحمٰن بن عبدرب انصاری اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ان سب نے اٹھ کر کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ **﴿ألا انِ اللہ عزّوجلّ ولیّی و انا ولیّ المومنین ألا فمن کنت مولاہ فعلّی مولاہ، اللھم والِ من والاہ و عاد من عاداہ و احب من احبہ و أبغض من ابغضہ و أعن من اعانہ**۔ یہ کوفہ کے رہنے والے تھے اور ان لوگوں میں شامل تھے جو کوفہ میں امام حسین علیہ السلام کے لئے بیعت لے رہے تھے۔ یہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ مکہ سے کربلا آئے اور حملہ اولی میں شہید ہوئے۔ (۱)

عبدالرحمٰن کا غلام

طبری نے عبدالرحمٰن بن عبدرب کے غلام سے ایک روایات نقل کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں اپنے آقا کے ساتھ تھا۔ جب لوگ جمع ہو کر حسین کی طرف بڑھنے لگے تو حسین نے ایک خیمہ لگانے کا حکم دیا۔ پھر حکم دیا کہ مشک ملا ہوا نورہ ایک برتن میں لایا جائے امام حسین علیہ السلام نورہ لگانے کے لئے خیمہ میں داخل ہوئے اور میرے آقا عبدالرحمٰن بن عبدرب اور بریر بن خضیر ہمدانی کندھا ملا کر خیمہ کے دروازے پر ایستادہ تھے اور دونوں باقیماندہ نورہ کے استعمال میں پہل کرنا چاہتے تھے۔ اس وقت بریر نے عبدالرحمٰن سے مزاح کرنا شروع کیا۔ عبدالرحمٰن نے بریر سے کہا کہ یہ مزاح کا وقت نہیں ہے۔ بریر نے جواب میں کہا کہ میری قوم جانتی ہے کہ میں جوانی اور بڑھاپے میں کبھی اہلِ مزاح نہیں رہا لیکن اب جو سعادت ہمیں نصیب ہونے والی ہے

۱۔ ذخیرۃ الدارین ص ۲۷۰، ابصار العین ص ۱۵۸

اس سے میں خوشی حاصل کر رہا ہوں۔ ہمارے اور حورعین کے درمیان میں صرف اتنا فاصلہ ہے کہ ہم ان کی تلواروں سے شہید ہو جائیں۔ عبدالرحمٰن کا غلام کہتا ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام فارغ ہو گئے تو ہم خیمہ میں داخل ہوئے اور ہم نے نورہ استعمال کیا۔ پھر اصحاب حسین نے شدید جنگیں کیں۔ جب سب گزر گئے تو میں ان لوگوں کو چھوڑ کر بھاگ گیا۔

اگرچہ یہ واقعہ اس موقع کا نہیں تھا لیکن عبدالرحمٰن بن عبدرب غلام کے حوالہ سے نقل کیا گیا۔ یہ روایت حد درجہ مشکوک ہے اس لئے کہ

(۱) یہ غلام مجہول الاسم والحال ہے۔

(۲) اس نے واقعہ کا جو وقت بتلایا ہے وہ یہ ہے کہ جب فوجِ یزید امام حسین کی طرف بڑھ چکی تھی جب یہ واقعہ پیش آیا جو عقل اور مقتضائے جنگ کے خلاف ہے۔

(۳) نورہ لگانا عطر لگانا نہیں ہے بلکہ اس میں کچھ وقت لگتا ہے۔ غلام کے قول سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اصحاب ایک طویل مدت تک انتظار میں کھڑے رہے۔

(۴) جب اصحاب یکے بعد دیگرے گئے ہوں گے تو اس میں بھی وقت لگا ہو گا اور یہ وہ وقت ہے جب فوجیں حملہ کے لئے تیار کھڑی ہیں۔ یہ صورتحال غیر معقول اور غیر فطری ہے۔

(۵) غلام نے جمع متکلم کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ یعنی وہ بھی اپنے آقا اور آقاؤں جیسے لوگوں کے ساتھ نورہ لگانے والوں میں تھا۔

(۶) نورہ لگانے کے لئے پانی ضروری ہے اور ہم یہ جانتے ہیں کہ ساتویں محرم سے پانی بند ہونے کے سبب انسان اور جانور پیاسے تھے۔ یہ اتنی بڑی اور متواتر حقیقت ہے کہ اس سے انکار ممکن نہیں ہے ایسی صورت میں نورہ کے لئے پانی کی فراہمی ناممکن تھی۔ یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ تفحص کے باوجود طبری سے قبل اس روایت کا سراغ نہیں ملتا لہٰذا یہ خود طبری یا اس کے راویوں میں سے کسی کی وضع کردہ ہے۔

۲۶۔ عبدالرحمٰن بن مسعود

عبدالرحمٰن اور ان کے والد مسعود بن حجاج کوفہ کے مشہور بہادروں میں تھے۔ ابن سعد

کے لشکر کے ساتھ کربلا آئے۔ جنگ کے آغاز ہونے سے پہلے کو امام کی خدمت میں آئے اور لشکر میں شامل ہو گئے (۱)۔ لوگوں نے ان کا آنا ساتویں محرم کو لکھا ہے۔ (۲)

۲۷۔ عمرو بن ضبیعہ تمیمی

عسقلانی نے اصابہ میں ان کا نسب اس طرح تحریر کیا ہے۔ عمرو بن ضبیعہ بن قیس بن ثعلبہ ضبعی تیمی۔ اور لکھا ہے کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کا زمانہ پایا تھا۔ یہ شہسواروں اور بہادر افراد میں شمار ہوتے تھے۔ یہ ابن سعد کے لشکر میں تھے امام حسین علیہ السلام کے شرائط قبول نہ کرنے پر اسے چھوڑ دیا اور امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ زیارت ناحیہ میں ان کا نام ہے۔ (۳)

۲۸۔ عمّار بن حسّان طائی

ان کے والد حسّان امیر المومنین علیہ السلام کے خاص عقیدتمندوں میں تھے اور صفّین میں شہید ہوئے۔ آپ امام حسین علیہ السلام کے قافلہ میں مکہ ہی سے شامل ہوئے تھے۔ ان کا نام زیارت ناحیہ میں ہے۔

۲۹۔ عمار بن ابی سلامہ ہمدانی

اصابہ کے مطابق ان کا نسب یہ ہے عمار بن ابی سلامہ بن عبداللہ بن عمران بن راس بن دالان ھمدانی۔ ان بزرگ نے رسول اکرم ﷺ کا زمانہ دیکھا تھا اور علی علیہ السلام کے اصحاب میں تھے اور آپ کے ساتھ تینوں جنگوں میں شرکت کی تھی۔ بصرہ جاتے ہوئے عمّار نے امیر المومنین علیہ السلام سے پوچھا تھا کہ آپ ان لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کریں گے؟ آپ نے جواب دیا تھا کہ میں انہیں خدا کی اطاعت کی طرف دعوت دوں گا۔ اگر انہوں نے دعوت قبول کر لی تو محبت کا سلوک کروں گا ورنہ جنگ کروں گا۔ عمار نے جواب دیا کہ جو شخص لوگوں کو خدا کی طرف دعوت دیتا ہے وہ کبھی مغلوب نہیں ہوتا (۴) زیارتِ ناحیہ میں آپ کا نام ہے۔

۱۔ ابصار العین ص ۱۹۳، ذخیرۃ الدارین ص ۲۳۴

۲۔ فرسان الہیجاء ج ۱ ص ۲۳۶

۳۔ ابصار العین ص ۱۹۴، ذخیرۃ الدارین ص ۲۲۴

۴۔ ابصار العین ص ۱۳۲، ذخیرۃ الدارین ص ۲۴۹

۳۰۔ قاسم بن حبیب بن ابی بشر ازدی

صاحب حدائق کے مطابق یہ اپنے زمانے کے بہت معروف شہسوار اور بہادر تھے۔ کوفہ کے رہنے والے تھے۔ یہ ابنِ سعد کے لشکر کے ساتھ کربلا آئے تھے اور امام حسین علیہ السلام کے لشکر سے مہادنہ کے دنوں میں ملحق ہوئے تھے۔ عاشور کے دن جب ابنِ سعد کے لشکر نے حملہ کیا تو یہ قتال کر کے حملہ اولی میں شہید ہوئے۔(۱)

۳۱۔ قاسط بن زہیر تغلبی

رجال بوعلی کے مطابق ان کا نسب قاسط بن عبداللہ بن زہیر بن حارث تغلبی ہے۔ یہ امیر المومنین علیہ السلام کے اصحاب میں ہیں اور صفین میں تمیم بصرہ کے دستے کے علمبردار تھے۔ قاسط کی طرح ان کے دونوں بھائی مقسط اور کردوس بھی اصحاب امیر المومنین میں سے تھے اور آپ کے ساتھ تینوں جنگوں میں شریک رہے تھے۔ علی کی شہادت کے بعد کوفہ ہی میں رہ گئے۔ امام حسین علیہ السلام کی آمد کی خبر سن کر پوشیدہ طور پر شبِ عاشور آپ کی خدمت میں پہنچے۔ اور عاشور کے دن حملہ اولی میں شہید ہوئے۔(۲)

۳۲۔ کردوس بن زہیر تغلبی

ان کے بھائی قاسط کے تذکرے میں ان کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ بعض دوسرے طریقوں سے بھی ان کا نام آیا ہے۔ ان دونوں بھائیوں کا تذکرہ زیارتِ ناحیہ میں ہے۔

۳۳۔ کنانہ بن عتیق

اصابہ کے مطابق ان کا شجرہ کنانہ بن عتیق بن معاویہ بن صامت بن قیس ہے۔ کنانہ اور ان کے والد عتیق بدر کے معرکے میں حاضر تھے۔ علماء مقاتل اور اربابِ سیر کا بیان ہے کہ کوفہ میں ان کی پارسائی اور بہادری کی شہرت تھی۔ آپ کا شمار شہرِ کوفہ کے قاریانِ قرآن میں بھی کیا جاتا ہے۔ مہادنہ کے دنوں

۱۔ ذخیرۃ الدارین ص ۲۴۳، ابصار العین ص ۱۸۶؛

۲۔ ذخیرۃ الدارین ص ۲۲۲، ابصار العین ص ۲۰۰، وسیلۃ الدارین ص ۱۸۳؛

میں امام کی خدمت میں حاضر ہوئے (۱) زیارتِ ناحیہ میں ان کا نام ہے۔

۳۴۔ مسلم بن کثیر ازدی

ان کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔ اصابہ نے انہیں صحابی لکھا ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ جنگ جمل میں شریک ہوئے۔ عمرو بن ضبہ تیمی نے ان کی پنڈلی کو تیر سے زخمی کر دیا جس سے ان کے پاؤں میں نقص واقع ہوگیا لہٰذا آپ کو اعرج بھی کہا جانے لگا (۲)۔ ان کا نام زیارتِ ناحیہ میں اسلم بن کثیر اور زیارتِ رجبیہ میں سلیمان بن کثیر نقل کیا گیا ہے۔ (۳)

۳۵۔ مسعود بن حجاج

یہ اور ان کے فرزند اپنے زمانے کے مشہور بہادر افراد میں شمار ہوتے تھے۔ مسعود کا تذکرہ جنگوں میں پایا جاتا ہے۔ یہ اور ان کے فرزند عبدالرحمٰن مذاکرات (مہادنہ) کے دنوں میں ابن سعد کے لشکر میں کربلا آئے اور امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ اور دونوں حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔ ان دونوں کے نام زیارت ناحیہ میں ہیں۔

۳۶۔ مقسط بن زہیر

قاسط بن زہیر کے بھائی ہیں۔ ان کا تذکرہ قاسط کے ذیل میں کر دیا گیا ہے۔

۳۷۔ نصر بن ابی نیزر

نصر کے والد ابو نیزر بعض مآخذ کے مطابق سلاطین عجم کی نسل سے تھے۔ کاملِ مبرّد کے مطابق نجاشی کی نسل سے تھے۔ بچپنے میں اسلام لائے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت اور خدمت میں رہے۔ رسول اکرم کے بعد خانۂ علی وسیدہ کی خدمت گزاری میں مشغول رہے۔ امیر المومنین علیہ السلام کے باغات (عین

۱۔ ذخیرۃ الدارین ص۲۲۲، ابصار العین ص۱۹۹

۲۔ ذخیرۃ الدارین ص۲۴۲، ابصار العین ص۱۸۵

۳۔ انصار الحسین ص۱۰۸

ابو نیز اور بغیبغہ) کے انتظامات آپ کے سپرد تھے۔ ان کے بیٹے نصر بہادری میں مشہور تھے۔ یہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ مدینہ سے چلے تھے اور شہادت تک ساتھ رہے۔ اور حملہ اولی میں شہید ہوئے۔ (۱)

۳۸۔ نعمان بن عمرو راسبی

یہ حلاّس بن عمرو کے بھائی ہیں۔ ان کا تذکرہ حلاس کے ذیل میں کیا جا چکا ہے۔

۳۹۔ نُعیم بن عجلان انصاری

ان کا تعلق خزرج سے تھا۔ یہ اپنے دو بھائیوں نضر اور نعمان کے ساتھ جنگ صفین میں علی کے ساتھ تھے۔ یہ تینوں بھائی نبرد آزمائی کے علاوہ شاعری میں بھی شہرت رکھتے تھے۔ نضر اور نعمان انتقال کر گئے۔ نعیم کا قیام کوفہ میں تھا۔ نُعیم کوفہ سے امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

حملۂ اولیٰ کے شہداء کی یہ فہرست حتمی نہیں ہے۔ اس میں کمی اور بیشی کے امکانات ہیں۔ یہ فہرست پہلے مرتب ہوئی لہٰذا اسے باقی رکھا گیا اور دوبارہ ان اسماء کو شہداء کربلا کی فہرست میں بھی درج کیا گیا ہے۔

فاضلِ قرشی کے مطابق مبارزت کی جنگ حملہ اولی کے بعد شروع ہوئی ہے۔ انھوں نے عبداللہ بن عمیر سے یسار اور سالم کی جنگ پہلے حملہ کے بعد لکھی ہے۔ (۲)

عبداللہ بن عمیر کلبی

عبداللہ بن عمیر کا تعلق بنی عُلیم سے تھا۔ کوفہ میں جعد کے کنویں کے قریب ان کا گھر تھا۔ وہ اپنی زوجہ ام وھب بنتِ عبد کے ساتھ سکونت پذیر تھے۔ ایک دن انہوں نے نخیلہ مین دیکھا کہ لوگ جنگی مہم کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ ان کے سوال کرنے پر کسی نے انہیں بتلایا کہ یہ لوگ حسین بن فاطمہ بنتِ محمد رسول اللہ سے جنگ کے لئے جا رہے ہیں۔ عبداللہ بن عمیر یہ سوچنے لگے کہ میں تو مشرکین سے جہاد کرنے کا بہت شوقین رہا ہوں۔ میرے خیال میں وہ لوگ جو رسول اللہ کی بیٹی کے بیٹے سے جنگ کرنے جا رہے ہیں تو ایسے لوگوں سے جنگ کرنا اللہ کی نگاہ میں مشرکین سے جہاد سے کم تو نہ ہوگا۔

۱۔ ابصار العین ص ۹۷

۲۔ حیات الامام الحسین ج ۳ ص ۲۰۴

یہ سوچ کر وہ گھر آئے اور اپنی زوجہ کو صورتِ حال سے آگاہ کر کے اسے اپنا ارادہ بھی بتلا دیا۔ زوجہ نے کہا کہ تم نے بہترین فیصلہ کیا ہے اللہ تمہیں بہترین کاموں کی ہدایت کرتا رہے۔ اس عمل کو انجام دو اور مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو۔ ابنِ عمیر اپنی زوجہ کے ساتھ رات کے وقت سفر پر نکلے اور امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ کر ان کے ساتھ قیام پذیر ہو گئے۔

عاشور کے دن جب ابن سعد اور اس کے تیر انداز تیر برسا چکے تو اس کے لشکر سے زیاد ابن ابوسفیان (۱) کے غلام یسار اور عبید اللہ بن زیاد کے غلام سالم نے میدان میں آ کر حسینی لشکر سے مبارز طلبی کی۔ اس پر حبیب ابنِ مظاہر اور بریر بن خضیر میدان میں جانے کے لئے اٹھے۔ امام حسین علیہ السلام نے ان سے ارشاد فرمایا کہ تم بیٹھ جاؤ۔ اتنے میں عبداللہ بن عمیر کلبی نے اٹھ کر جنگ کی اجازت چاہی۔ امام حسین علیہ السلام نے ان پر نگاہ کی تو انھیں گندم گوں، طویل قامت، مضبوط بازوں اور چوڑے سینے والا پایا تو فرمایا کہ میں اسے اپنے حریفوں سے بہترین جدال کرنیوالا دیکھ رہا ہوں اگر خواہشمند ہو تو ان کی طرف جاؤ۔ امام سے اجازت لے کر میدان میں آئے۔ ان دونوں غلاموں میں سے کسی نے عبداللہ سے سوال کیا کہ تم کون ہو؟ عبداللہ نے اپنے نام و نسب سے آگاہ کیا تو اس نے جواب میں کہا کہ ہم تمہیں نہیں پہچانتے، زہیر قین حبیب بن مظاہر یا بریر میدان میں آئیں تو ہم اُن سے جنگ کریں۔ عبداللہ بن عمیر نے یہ سن کر جواب دیا ﴿یا بن الزانية وبك رغبة عن مبارزة أحد من الناس وما يخرج اليك من الناس احد الا وهو خير منك﴾ اے بدکار عورت کے بیٹے! تم بھی اس قابل ہو گئے کہ لوگ تمہاری خواہش کے مطابق میدان میں آئیں۔ جو بھی میدان میں آئے گا وہ تم سے تو بہتر ہی ہوگا۔ یہ کہہ کر یسار پر شدت کے ساتھ حملہ کیا اور اسے گرا کر قتل کرنا چاہتے تھے کہ سالم نے عبداللہ پر حملہ کر دیا۔ اصحابِ حسین نے انہیں آواز بھی دی کہ بچو! حملہ آور آ رہا ہے لیکن عبداللہ نے کوئی توجہ نہ کی۔ سالم نے نزدیک آ کر عبداللہ پر ضرب لگائی۔ عبداللہ نے اس کا وار اپنے بائیں ہاتھ پر روکا لیکن اس وار سے عبداللہ کی انگلیاں کٹ گئیں۔ عبداللہ نے سالم پر بھی حملہ کیا اور اسے بھی یسار کی طرح قتل کر دیا۔ اور یہ رجز پڑھتے ہوئے امام کی خدمت میں واپس آئے۔

۱۔ اس شخص کو زیاد بن ابیہ کہا جاتا ہے۔

ان تنکرونی فأنا بن کلب — حسبی ببیتی فی علیم حسبی
اِنّی امرء ذو مرة و عصبی — ولستُ بالخوّار عند النکب
اِنّی زعیم لك أم وهب — بالطعن فیهم مُقدِما والضرب
ضرب غلامٍ مومنٍ بالرّب

اگر مجھے نہیں جانتے ہو تو جان لو کہ میں قبیلۂ کلب سے ہوں۔ اور میرے لئے یہ کافی ہے کہ میرا تعلق بنی علیم سے ہے۔ میں محکم ارادے کا غضب ناک شخص ہوں اور مصیبتوں کے نازل ہونے کے وقت کمزور نہیں پڑتا۔ اے ام وھب میں وعدے پر قائم ہوں کہ دشمنوں کو نیزہ اور تلوار کی ضرب لگاؤں گا ایسی ضرب جو خدا پر ایمان رکھنے والے کی ضرب ہے۔

اس کی زوجہ ام وھب بنت عبداللہ ایک لکڑی لے کر اس کے پاس پہنچ گئی اور کہنے لگی کہ ﴿فداك ابی وامّی قاتل دون الطیبین ذریّة محمد ﴾ میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں تم محمد رسول اللہ ﷺ کے پاکیزہ خاندان کی طرف سے جنگ کرو۔ عبداللہ نے اسے واپس خیمہ میں پہنچانا چاہا لیکن اس نے سختی کے ساتھ اپنے شوہر کا لباس پکڑا ہوا تھا اور یہ کہتی تھی کہ میں تمہیں اس وقت تک نہیں چھوڑوں گی جب تک خود بھی اس راہ میں قتل نہ ہو جاؤں۔ اس موقع پر امام حسین علیہ السلام نے اسے آواز دے کر ارشاد فرمایا ﴿جُزیتُم عن اهل بیت رحمك الله النساء فاجلسی معهن خیرا ارجعی فانه لیس علیٰ النساء قتال ﴾ تمہیں اہل بیت رسول کی طرف سے اچھی جزاء ملے۔ واپس جاؤ عورتوں میں اور ان کے پاس بیٹھو۔ اس لئے کہ عورتوں پر جہاد نہیں ہے۔ وہ عورت واپس چلی گئی۔ (۱)

میسرہ پر حملہ

زبیدی کا بیان ہے کہ فوج یزید کا ایک سردار عمرو بن حجاج اصحاب حسین سے قریب ہوا تو اس نے اپنے فوجیوں کو آوازیں دیں کہ اے اہلِ کوفہ! اپنی اطاعت پر قائم رہو اور اپنے اجتماع کو مضبوط رکھو اور جو شخص دین سے خارج ہو گیا ہے اور سردار کی مخالفت کرتا ہے اسے قتل کرنے سے نہ ہچکچاؤ۔ اس کے جواب

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۲۶۔۳۲۷، ارشاد مفید ج ۲ ص ۱۰۱

میں امام حسین علیہ السلام نے عمرو بن حجاج سے کہا کہ ﴿ أعلّی تحرض الناس أنحن مرقنا وانتم ثبتم علیه اماو الله لتعلمن لو قد قبضت ارواحکم و مُتم علی اعمالکم أینا مرق من الدین و من هو أولی بصلی النار ﴾ کیا تم میرے خلاف لوگوں کو بھڑکا رہے ہو؟ کیا ہم دین سے خارج ہو گئے ہیں اور تم لوگ اس پر قائم ہو؟ خدا کی قسم جب تمھاری روحیں قبض ہوں گی اور تم انہیں اعمال کے ساتھ مرو گے اس وقت تمھیں یقیناً معلوم ہو جائے گا کہ کون دین سے خارج ہوا ہے اور جہنم کا ایندھن بننے کا سزاوار ہے۔ اس کے بعد عمرو بن حجاج نے فرات کی جانب سے اپنے میمنہ کے ساتھ حسین پر حملہ کیا (۱)۔ طبری نے اس روایت چند صفحات قبل عبداللہ بن عمیر کی روایت کی آخری سطروں میں ابو جناب سے نقل کیا ہے کہ عمرو بن حجاج کی فوجوں نے فوجِ حسینی کے میسرہ پر حملہ کیا۔ حسینی فوج کے سپاہیوں نے زانوؤں پر بیٹھ کر اپنے نیزے حملہ آور لشکر کی طرف دراز کر دیئے۔ اس کے سبب دشمن کے گھوڑے آگے نہ بڑھ سکے۔ جب دشمن کی فوج واپس جارہی تھی تو حسین کے فوجیوں نے اس پر تیراندازی کی اور قتل بھی کیا۔ بہت سے لوگ زخمی حالت میں واپس ہوئے۔

مبارزطلبی کی جنگ میں حسین کے لشکرِ قلیل کا پلّہ بھاری تھا۔ فوج یزید کے ایک سردار عمرو بن حجاج نے اس صورت حال کو دیکھ کر اپنے لشکر والوں کو آواز دی کہ تمہیں کچھ معلوم بھی ہے کہ تم کن لوگوں سے جنگ کر رہے ہو ﴿تقاتلون فرسان المصر وقوما مستمیتین لایبرز الیهم احد منکم الّا قتلوه علی قلتهم ﴾ تم کوفہ کے شہسواروں سے جنگ کر رہے ہو جو خود مرنے پر آمادہ ہیں۔ تم میں سے جو بھی ان کے مقابلہ پر جائے گا وہ کم تعداد ہونے کے باوجود اسے قتل کر دیں گے۔ اگر تم انھیں صرف پتھروں سے ہلاک کرو گے تو وہ ختم ہو جائیں گے۔ عمر بن سعد نے اس رائے کی تائید کی اور کہا کہ اب مبارزت نہ کی جائے۔ (۲)۔ اس کے بعد عام حملہ کا حکم دیا کہ مل کر حسین کی فوج پر حملہ کرو۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ راوی کا قول ہے کہ اس روز بکثرت مبارزت ہوئی شجاعت و دلیری کی بناء پر اور اس وجہ سے کہ اصحاب حسین کے بچاؤ کا ذریعہ فقط تلوار تھی۔ انفرادی جنگ میں ان کا پلہ بھاری رہا اس لئے بعض افراد نے عمر بن سعد کو انفرادی جنگ ختم کرنے کا

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۳۱

۲۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۳۱، تاریخ کامل ج ۴ ص ۲۸

مشورہ دیا۔(۱)

عبداللہ بن حوزہ

ہم اپنی ترتیب کے مطابق یہ واقعہ لکھ آئے ہیں لیکن طبری اور ابن اثیر دونوں نے اسے عمرو بن حجاج کے حملے کے بعد تحریر کیا ہے۔لہٰذا ابن کثیر کے حوالے سے دوبارہ نقل کر رہے ہیں۔اس کے بعد ایک شخص جس کا نام عبداللہ بن حوزہ تھا نکلا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے آ کر کہا کہ اے حسین آگ مبارک ہو۔آپ نے فرمایا ہرگز نہیں۔افسوس ہے تجھ پر۔میں تو اپنے رب کے پاس جاؤں گا جو رحیم ہے شفیع ہے اور مطاع ہے۔آگ میں جھونکے جانے کا حقدار تو تو ہے۔کہتے ہیں کہ جب وہ لڑنے لگا تو گھوڑے سے گر پڑا اور اس کا ایک پاؤں رکاب میں پھنس گیا۔اس سے پہلے جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ابن حوزہ سے پوچھا کہ تم کون ہو تو اس نے کہا میں ابنِ حوزہ ہوں۔اس پر آپ نے دعا مانگی کہ اے اللہ اسے نارِ جہنم میں وارد فرمادے۔یہ سن کر ابن حوزہ غصہ سے لال پیلا ہو گیا اور نہر عبور کرنے کے لئے جو آپ کے اور اس کے درمیان حائل تھی، اپنے گھوڑے کو زبردستی نہر میں اتارنے لگا لیکن گھوڑا ابدک گیا۔ابن خوزہ کا ایک پاؤں ایک پنڈلی گھوڑے سے گرتے وقت ٹوٹ گئے دوسرا پاؤں رکاب میں پھنس گیا۔مسلم بن عوسجہ نے دوڑ کر اس کا دایاں پاؤں کاٹ دیا اور گھوڑا اسے لیکر بھاگ کھڑا ہوا۔اس کا سر ایک ایک پتھر سے ٹکراتا گیا حتیٰ کہ وہ مر گیا۔(۲)

مسلم بن عوسجہ

طبری نے زبیدی کی مذکورہ روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے لکھا ہے کہ جب عمرو بن حجاج نے اپنے خیمے سے لشکرِ حسین پر حملہ کیا تو کچھ دیر دونوں فریقوں میں جنگ ہوتی رہی۔اسی میں مسلم بن عوسجہ شہید ہوئے۔جو اصحاب حسین میں پہلے شہید ہیں۔جب عمرو اپنے فوجیوں کے ساتھ واپس ہوا اور گرد و غبار بیٹھ گیا تو حسین مسلم بن عوسجہ کے پاس آئے۔ابھی ان میں تھوڑی سی رمق باقی تھی۔آپ نے فرمایا ﴿رحمك ربك يا مسلم بن عوسجة﴾ اے مسلم بن عوسجہ تمہارا رب تم پر رحمتیں نازل فرمائے۔پھر

۱۔ نورِ بتول ص ۱۱۷

۲۔ نورِ بتول ص ۱۱۴

آپ نے آیت کا ایک جز تلاوت کیا ﴿ منهم من قضیٰ نحبه و منهم من ینتظر و ما بدلوا تبدیلا ﴾ (سورہ احزاب)۔ پھر حبیب ابن مظاہر مسلم کے قریب آئے اور کہا کہ مسلم تمھاری جدائی بہت شاق ہے۔ تمھیں جنت کی بشارت ہو۔ مسلم نے نحیف آواز میں جواب دیا کہ اللہ تمھیں بھی خیر کی بشارت عطا فرمائے۔ اس پر حبیب نے ان سے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ میں بھی تمھارے پیچھے ہی آرہا ہوں ورنہ میں تم سے کہتا کہ اپنے قرابتداروں اور دینی امور کے لئے وصیت کردو میں اسے پورا کروں گا۔ مسلم نے اپنے ہاتھ سے امام حسین علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ اللہ تم پر رحمت نازل کرے میری وصیت تو فقط ان کے لئے ہے کہ تم ان پر قربان ہو جانا۔ حبیب نے جواب دیا ربِّ کعبہ کی قسم ایسا ہی کروں گا۔ پھر آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔(۱)

عبداللہ بن عمیر کلبی کی شہادت

زبیدی کی بیان کردہ روایت کے مطابق شمر ذی الجوشن نے میسرہ سے حملہ کیا (جو یقیناً حسینی لشکر کے میمنہ پر ہوگا) تو اصحاب حسین نے پورے ثبات قدم سے ان کا مقابلہ کیا۔ اس پر حسین اور اصحاب حسین پر ہر طرف سے حملہ شروع ہو گیا۔ عبداللہ بن عمیر کلبی نے اس حملہ میں دو افراد کو قتل کیا جبکہ اس سے قبل دو افراد (یسار اور دسالم) کو قتل کر چکے تھے۔ ابن عمیر شدت سے جنگ کر رہے تھے کہ فوجِ یزید سے ہانی بن ثبیت حضرمی اور بکر بن حی تیمی نے حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا۔ یہ مسلم بن عوسجہ کے بعد اصحاب حسین میں سے دوسرے شہید ہیں۔ اس وقت اصحاب حسین نے گھمسان کی جنگ کی اور ان کے گھوڑے سوار بڑھ بڑھ کے جنگ کر رہے تھے جب کہ وہ بتیس تھے (۲)۔ طبری نے نمیر بن وعلہ سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن عمیر کلبی کی زوجہ برآمد ہوئیں اور اپنے شوہر کے سرہانے بیٹھ کر سر کی مٹی صاف کرتے ہوئے کہنے لگیں کہ تمھیں جنت مبارک ہو۔ اس وقت شمر بن ذی الجوشن نے اپنے غلام رستم سے کہا کہ ڈنڈے سے اس کا سر پھاڑ دو۔ غلام نے اس معظمہ کا سر پھاڑ دیا اور وہ راہی جنت ہوئیں۔(۳)

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۲۲

۲۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۲۲

۳۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۳۳

حملہ شمر

ابن کثیر کے مطابق مسلم بن عوسجہ کی شہادت کے بعد شمر بن ذی الجوشن نے میسرہ سے حملہ کر دیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قصد کیا لیکن آپ کے گھوڑے سوار اصحاب نے پوری طاقت سے آپ کا دفاع کیا اور نہایت بے جگری سے لڑ کر انہیں پیچھے ڈھکیل دیا۔ اس پر شمر نے عمر بن سعد سے پیدل تیر اندازوں کی کمک طلب کر لی۔ اس نے تقریباً پانچ سو تیر انداز بھیج دیئے۔ اس سپاہ نے آتے ہی اصحاب حسین رضی اللہ عنہ کے گھوڑوں پر تیر برسانے شروع کر دیئے حتیٰ کہ تمام گھوڑے زخمی ہو گئے اور آپ کے تمام گھوڑے سوار پیدل ہو گئے۔ حر نے گھوڑے کے زخمی ہو جانے کے بعد پیدل جنگ کی۔ (۱)

سیف و مالک

یہ وہ وقت تھا جب کہ امام حسین علیہ السلام کے لشکر کی بڑی تعداد شہید ہو چکی تھی۔ اس وقت اصحاب حسین دو دو اور چار چار کی ٹکڑیوں میں امام کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اجازت لے کر میدان جنگ کی طرف جاتے تھے۔ سیف بن حارث بن سریع اور مالک بن عبداللہ بن سریع چچازاد بھائی ہونے کے علاوہ ماں کی طرف سے سگے بھائی تھے۔ یہ دونوں روتے ہوئے امام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا ﴿مایبکیکما انی لارجوا ان تکونا بعد ساعة قریری العین﴾ تم لوگ کیوں رو رہے ہو؟ میرے خیال میں کچھ دیر بعد تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ انہوں نے عرض کی ﴿جعلنا اللہ فداك لا واللہ ما علٰی انفسنا نبکی ولکن نبکی علیك نراك قد احیط بك ولانقدر ان نمنعك﴾ اللہ ہمیں آپ پر قربان کرے ہم اپنے لئے نہیں بلکہ آپ کے لئے رو رہے ہیں۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے اور ہم آپ کی مدد کرنے پر قادر نہیں ہیں۔ امام حسین علیہ السلام نے ان دونوں کو دعائے خیر سے سرفراز فرمایا۔ پھر حنظلہ بن اسعد شامی نے بڑھ کر لشکرِ یزید کو نصیحت اور توبیخ کی اور ان سے جنگ کر کے شہید ہوئے تو یہ دونوں بھائی سامنے آئے اور امام حسین علیہ السلام سے رخصت ہو کر میدان جنگ میں آئے اور جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ (۲)

۱۔ پورِ بتول (ترجمہ البدایہ والنہایہ) ص ۱۱۸
۲۔ تاریخ کامل بن اثیر ج ۴ ص ۳۰، تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۳۸

ابوالفضل کی مدد

اصحاب حسین کا ایک گروہ جس میں عمرو بن خالد صیداوی، ان کا غلام سعد، جابر بن حارث سلمانی اور مجمع بن عبداللہ عائذی تھے، شدت سے لشکر یزید پر حملہ آور ہوا اور لڑتے لڑتے قلبِ لشکر تک پہنچ گیا۔ اس گروہ کو فوجوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا اور ان کا رابطہ فوج حسینی سے منقطع ہوگیا۔ امام حسین علیہ السلام نے ان کی مدد کے لئے حضرت ابوالفضل کو بھیجا۔ ابوالفضل تشریف لے گئے اور اکیلے انہیں نرغۂ اعداء سے نکال لائے لیکن یہ لوگ شدید زخمی ہو چکے تھے اور دشمن کے حملوں کی زد میں بھی تھے لہٰذا وہ دشمنوں سے لڑ کر شہید ہو گئے (۱)۔ اسی طرح عبداللہ اور عبدالرحمٰن بن عروہ غفاری بھی میدان جنگ میں گئے اور لڑ کر شہید ہوئے (۲)۔ مقرم نے ان دونوں بھائیوں کی جنگ سیف و مالک کی جنگ سے پہلے تحریر کی ہے۔

استغاثہ

بعض مقتل نگاروں کے مطابق جب امام حسین علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کے لاشے پڑے ہوئے دیکھے تو ریش مبارک کو ہاتھ میں لے کر چند جملے ارشاد فرمائے جن میں یہود و نصاریٰ اور مجوس پر خدا کے غضب کو بیان کیا (جسے ہم ایک خطبہ کے ذیل میں نقل کر آئے ہیں) اس کے بعد آپ نے صدائے استغاثہ بلند فرمائی ﴿اما من مغیث یغیثنا اما من ذابّ یذبّ عن حرم رسول اللہ﴾ کیا کوئی ہماری فریاد رسی کرنے والا ہے؟ کیا کوئی دشمن کو حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دفع کرنے والا ہے۔ اس آواز پر اہلحرم میں سخت گریہ و بکا ہوا۔ اور فوج یزید کے دو سپاہی سعد بن حارث اور اس کا بھائی ابوالحتوف نصرت امام کے لئے فوجِ یزید سے جنگ کر کے شہید ہوئے۔ (۳)

نصف النہار

طبری کے مطابق نصف النہار تک شدید جنگ ہوتی رہی۔ ایسی جنگ چشمِ فلک نے

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۴۰، مقتل مقرم ص ۲۳۹

۲۔ مقتلِ مقرم ص ۲۳۹

۳۔ مقتلِ مقرم ص ۲۳۹

نہ دیکھی تھی۔ چونکہ اصحاب حسین کے خیمہ ایک دوسرے کے قریب اور ساتھ ساتھ تھے۔ اس لئے یزید کا لشکر ان پر صرف ایک ہی طرف سے حملہ کرسکتا تھا۔ اسے دیکھ کر ابن سعد نے ان خیموں کو گرانے کے لئے کچھ لوگ بھیجے۔ اس پر اصحاب حسین نے تین تین چار چار کی ٹکڑیوں میں ابن سعد کے فوجیوں کو مارنا شروع کیا۔ یہ دیکھ کر ابنِ سعد نے حکم دیا کہ خیموں میں جاؤ بلکہ ان میں آگ لگا دو۔ اس پر امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا ﴿دعوهم فليحر قوها فانهم لو قد حرقو ها لم يستطيعوا أن يجوزوا اليكم منها﴾ انھیں خیمے جلانے دو اس لئے کہ اگر انھوں نے جلا دیا تو وہ اُن خیموں سے گزر کر نہیں آسکتے۔ راوی کہتا ہے کہ جیسا امام نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔(۱)

آتش زنی

ابن کثیر کا بیان ہے کہ عمر بن سعد نے ان خیموں کو اکھاڑ پھینکنے کا حکم دیدیا جو حملہ کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے۔ ادھر اصحاب حسین رضی اللہ عنہ نے خیمے اکھاڑنے والوں کو تہہ تیغ کرنا شروع کر دیا۔ اس پر ابن سعد نے خیمے جلا ڈالنے کا حکم دیدیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چھوڑ دو انہیں خیمے جلانے دو۔ اب یہ اس طرف سے حملہ نہیں کر سکتے۔ پھر شمر بن ذی الجوشن، خدا اس کا برا کرے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خیمے کے پاس آیا اور اس پر نیزہ مار کر کہا کہ آگ لے آؤ۔ میں اس خیمے کو جلا کر اس کے مکینوں سمیت خاکستر کردوں گا۔ اس پر عورتیں چیخ اٹھیں اور خیمہ سے باہر نکل آئیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو آگ میں جھونکے۔ شبث بن ربعی شمر کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے تیرے اس قول اور تیرے اس فعل اور تیرے اس موقف سے قبیح تر معاملہ کبھی نہیں دیکھا۔ کیا تو عورتوں پر رعب ڈالتا ہے؟ اس پر اسے شرم آئی اور واپس جانے کا ارادہ کرلیا۔ اس کے بعد ابن کثیر نے حُمید بن مسلم کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے شمر سے کہا کہ سبحان اللہ تجھے یہ حرکت زیب نہیں دیتی کیا تو اپنے آپ پر دوگونہ عذاب سمیٹنا چاہتا ہے؟ ایک آگ سے جلانے کا اور دوسرا عورتوں اور بچوں کو جلانے کا۔ خدا کی قسم صرف مردوں کو قتل کرنے سے بھی تیرا امیر تجھ سے راضی ہوجائے گا۔ حمید بن مسلم سے شمر نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو میں نے کہا میں یہ نہ بتاؤں گا۔

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۳۳

دراصل میں ڈرتا تھا کہ اگر میں نے اسے بتادیا کہ میں کون ہوں تو وہ میری پہچان کر لے گا اور سلطان کے سامنے مجھے رسوا کرے گا۔(۱)

زہیر قین کا حملہ

طبری نے حمید بن مسلم کی روایت کو بڑھاتے ہوئے لکھا کہ اتنے میں شبث بن ربعی آ گیا۔اس کی بات شمر کے لئے مجھ سے زیادہ قابل قبول تھی۔اس نے شمر سے کہا کہ میں نے تمھاری بات سے زیادہ بری بات اور تمھارے عمل سے زیادہ برا عمل نہیں دیکھا۔تم عورتوں پر رعب ڈال رہے ہو؟ شمر یہ سن کر شرمندہ ہو کر پلٹنے ہی والا تھا کہ زھیر قین نے اپنے دس ساتھیوں کی ہمراہی میں اس پر حملہ کر دیا۔یہ حملہ اتنا شدید تھا کہ شمر اور اس کے ساتھی خیموں کے قریب سے ہٹنے پر مجبور ہو گئے۔اسی دوران شمر کا ایک ساتھی ابوعزۃ ضبابی بھی قتل ہو گیا۔اس وقت اصحاب حسین پر بھر پور حملہ ہوا اور اصحاب حسین قتل ہونے لگے۔چونکہ اصحاب حسین کی تعداد کم تھی لہٰذا اگر ان میں سے ایک یا دو شہید ہوتے تو حسینی لشکر میں کمی محسوس ہوتی تھی اور فوج یزید اتنی زیادہ تھی کہ ان میں قتل ہونے کے باوجود کمی کا احساس نہیں ہوتا تھا۔(۲)

وقتِ نماز

عاشور کا دن حسین اور ان کے اصحاب پر سے گزرتا جا رہا تھا اور لحہ بہ لحہ شدائد و مصائب میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔حسین کے خیموں کے اندر سہمی ہوئی بیبیاں اور بھوکے پیاسے بچے تھے اور خیموں سے باہر تھوڑے سے خاندانِ رسول کے کچھ افراد، کچھ زخمی ساتھی اور کچھ شہید ساتھیوں کے لاشے تھے۔ایسے عالم میں ابوثمامہ عمرو بن عبداللہ صائدی نے آسمان پر نگاہ ڈالی اور زوالِ آفتاب کو دیکھ کر حسین کی خدمت میں آئے اور عرض کی ﴿نفسی لك الفداء انّی اریٰ هوٓلاء قد اقتربوا منك. لا والله لا تقتل حتّٰی أقتل دونك انشاء الله واحبّ ان القی ربیّ وقد صلّیت هذه الصلوٰة الّتی دنیٰ وقتها﴾ میں آپ پر قربان ہو جاؤں میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ لوگ آپ کے قریب پہنچ چکے ہیں لیکن خدا کی قسم آپ اس وقت

۱۔ پورِ بتول (ترجمہ البدایہ والنہایہ) ص۱۱۹

۲۔ تاریخ طبری ج۴ ص۳۳۴

تک قتل نہیں ہوں گے جب تک میں قتل نہ ہو جاؤں۔ میری خواہش یہ ہے کہ یہ نماز جس کا وقت آ گیا ہے، اسے پڑھ کر اللہ کی بارگاہ میں جاؤں۔ امام نے آسمان کی طرف نگاہ کر کے ارشاد فرمایا ﴿**ذکرت الصلوٰة جعلك اللّٰه من المصلّين الذاكرين نعم هذا اوّل وقتها**﴾ تم نے نماز کو یاد کیا اللہ تمہیں نماز گزاروں اور ذکر کرنے والوں میں قرار دے۔ ہاں یہ نماز کا اوّلِ وقت ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ﴿**سلوهم أن يكفّوا عنّاحتّیٰ نصلّي**﴾ فوجیوں سے کہا جائے کہ وہ جنگ کو روکیں تاکہ ہم نماز پڑھ لیں۔ اس کے جواب میں حصین بن تمیم نے کہا کہ تمہاری نماز قبول نہیں ہے۔ حبیب بن مظاہر نے جواب دیا کہ ﴿**زعمت انها لا تقبل من آل الرسول وتقبل منك يا حمار**﴾ اے گدھے تمہارا خیال ناقص یہ ہے کہ آلِ رسول کی نماز قبول نہیں ہوگی اور تمہاری قبول ہو جائے گی۔ یہ جملہ سن کر حصین بن تمیم نے حبیب پر حملہ کر دیا (۱)۔ اس واقعہ کو حبیب بن مظاہر کے ذیل میں بیان کیا جائے گا۔

نمازِ ظہر

ادھر حبیب جنگ میں مشغول تھے اور ادھر امام حسین علیہ السلام نے زہیر بن قین اور سعید بن عبداللہ کو حکم دیا کہ یہ حضرات ان کے آگے کھڑے ہو جائیں۔ اس صورت میں آپ نے آدھے افراد کے ساتھ نمازِ خوف ادا فرمائی۔ ایسے میں امام حسین علیہ السلام کی طرف تیر آیا تو سعید بن عبداللہ نے آگے بڑھ کر اپنے آپ پر روک لیا۔ وہ تیروں کو امام حسین علیہ السلام تک پہنچنے سے روکتے رہے یہاں تک کہ زخموں سے چور ہو کر زمین پر گر گئے۔ اس وقت وہ یہ کہہ رہے تھے کہ پروردگارا! ان لوگوں پر عاد و ثمود کی طرح لعنت نازل کر۔ بارالٰہا اپنے نبی کو میرا سلام پہنچا دے۔ اور میرے زخموں کی تکلیف سے بھی انہیں مطلع کر دے۔ میں نے تیرے ثواب کی خاطر تیرے نبی کی ذریت کی مدد کی ہے۔ اس کے بعد آپ کی روح پرواز کر گئی۔ جب آپ کے جسم کو دیکھا گیا تو اس پر تلوار اور نیزوں کے زخم کے علاوہ تیروں کے نشانات نمایاں تھے (۲)۔ سپہر کاشانی کے مطابق نماز ختم کر کے امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا ﴿**يا اصحابي ان هذه الجنة قد فتحت ابوابها اتّصلت انهار ها واينعت اثمارها وزينّت قصورها**

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۳۴

۲۔ لہوف مترجم ص ۱۲۸، تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۳۶، اختصار کے ساتھ

وتؤلفت ولد انها وحورها وهذا رسول الله والشهداء الذين قتلوا معه وأ بی و امّی یتوقّعون قدومکم ویتباشرون بکم وهم مشتاقون الیکم فحاموا عن دین الله وذُبّوا عن حرم رسول الله﴾ اے میرے ساتھیو یہ جنت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، اس کی نہریں جاری ہیں۔ اس کے پھل پکے ہوئے ہیں، اس کے قصور آراستہ ہیں اور اس کے حور وغلمان منتظر و مانوس ہیں۔ اور یہ اللہ کے رسول اور ان کی معیّت میں شہید ہونے والے اور میرے والدین تمہاری آمد کا انتظار کررہے ہیں اور تمہاری ملاقات کے مشتاق ہیں۔ پس تم دین خدا کی حمایت اور حرم رسول کی حفاظت کے لئے آمادہ ہو جاؤ۔ یہ سن کر اہلحرم میں ایک شور برپا ہوا اور وہ خیمہ کے دروازے پر آ کر اصحاب سے مخاطب ہوئے۔ ﴿یامعشر المسلمین یا عصبة المومنین حاموا عن دین الله وذُبوا عن حرم رسول الله وعن امامکم ابن بنت نبیکم فقد امتحنکم الله تعالیٰ بنا فانتم جیراننا فی جوار جدّنا والکرام علینا واهل مودتنا فدافعوا بارك الله فیکم عنّا﴾ اے گروہ اسلام اور اے اہل ایمان! اللہ کے دین کی حمایت کرو اور رسول اللہ ﷺ کے اہلحرم کے اور اپنے امام اور نبی زادے کا دفاع کرو۔ اللہ نے ہماری نصرت کے ذریعہ تمہارا امتحان لیا ہے۔ تم ہمارے جد کے جوار میں ہمارے ہمسائے ہو۔ تم ہماری نگاہ میں باعزت اور اہلِ مودّت ہو۔ پس دشمنوں سے ہمارا دفاع کرو اللہ تمہیں برکت نصیب کرے۔ یہ سن کر اصحاب حسین نے شدید گریہ کیا اور جواب میں کہا ﴿نفوسنا دون انفسکم ودماء نادون دمائکم وارواحنالکم الفداء، والله لایصل الیکم احد بمکروه وفینا الحیوٰة وقدوهبنا للسیوف نفوسنا وللطیر ابداننا، فلعلّه نقیکم زلف الصفوف ونشرب دونکم الحتوف فقد فاز من کسب الیوم خیرا وکان لکم من المنون مجیرا﴾ اے اہل بیت رسول! ہماری جانیں اور ہمارے خون آپ پر نثار اور ہماری روحیں آپ لوگوں پر فدا ہیں۔ خدا کی قسم جب تک ہم زندہ ہیں کوئی بدی آپ تک نہیں پہنچے گی۔ ہم نے اپنے آپ کو تلواروں کے حوالے کردیا ہے اور اپنے جسموں کو پرندوں کی خوراک بنادیا ہے تا کہ آپ لوگوں کی حفاظت کرسکیں اور جانوں کو قربان کردیں۔ وہی کامیاب ہوگا جو آج خیر کمالے اور آپ لوگوں کی راہ میں جان دے دے۔(۱)

۱۔ ناسخ التواریخ ج۲ ص ۲۸۷۔۲۸۹

شہدائے کربلا

نماز کے تمام ہونے کے بعد پھر جنگ میں شدت پیدا ہوگئی اور اصحاب و انصار شہید ہوتے رہے۔ ارباب مقاتل تحریر کرتے ہیں کہ جب بھی کوئی ساتھی امام سے اذن جہاد طلب کر کے رخصت ہوتا تو سامنے آ کر عرض کرتا ﴿السلام علیك یا بن رسول الله﴾ اور آپ جواب میں ارشاد فرماتے ﴿وعلیك السلام فمنهم من قضیٰ نحبه ومنهم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا﴾ ان میں سے کچھ وہ ہیں جو شہید ہو چکے ہیں اور کچھ وہ ہیں جو شہادت کا انتظار کر رہے ہیں اور ان کے ارادوں میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اس آیۂ مبارکہ میں انصار حسینی کے کردار کی پوری تصویر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے امام حسین علیہ السلام سے وفاداری کا اظہار جن لفظوں میں کیا ہے وہ لفظ آج بھی تاریخ کربلا کے صفحات پر درخشاں ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو انصارِ رسالت ہیں اور انصارِ ولایتِ کبریٰ ہیں۔

امام باقر علیہ السلام نے امام حسین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے شہادت سے قبل اپنے اصحاب سے یہ ارشاد فرمایا تھا ﴿ان رسول الله قال ان یا بنیّ انك ستساق الیٰ العراق و هو أرض قد التقیٰ بها النبیون و أوصیاء النبیین وهی ارض تدعیٰ عمورا و انك تستشهد بها ویستشهد سعك جماعة من اصحابك﴾ کہ میرے جد رسول اللہ نے یہ مجھ سے فرمایا تھا کہ اے حسین تم ایک دن عراق کی ایسی سرزمین کی طرف لے جائے جاؤ گے جس کا نام عمورا ہے۔ انبیا اور اوصیاء اس جگہ کو

دیکھ چکے ہیں۔ وہاں تمہیں تمہارے اصحاب کے ایک گروہ کے ساتھ شہید کیا جائے گا جن کی صفت یہ ہوگی کہ ﴿لایجدون ألم مسّ الحدید وتلاّ قلنا یانارکونی بردا وسلاما علٰی ابراھیمَ﴾(۱) یکون الحرب برداً وسلاما علیك وعلیھم فابشروا فواللّٰہ لئن قتلونا فانا نردّ علٰی نبینا﴾(۲)۔ یہ لوگ آہنی ہتھیاروں کی تکلیف کا احساس نہیں کریں گے۔ پھر آپ نے آیت کی تلاوت فرمائی کہ اللہ نے کہا کہ اے آگ ابراہیم پر سرد اور سلامتی بن جا۔ تو اے حسین جنگ تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کیلئے سرد اور سلامتی ہوگی۔ پھر امام حسین علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ تمہیں خوشخبری ہو کہ ہم قتل ہونے کے بعد اپنے نبی کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔(۳)

ترتیبِ شہادت

اگر مقاتل کو نگاہ میں رکھ کر شہداء میں ترتیب قائم کرنے کی کوشش کی جائے جب بھی صحیح نتیجہ تک پہنچنے کا امکان نہیں ہے۔ فاضل جلیل سید مہدی قزوینی نے ابومخنف کی بیان کردہ ترتیب کو لکھنے کے بعد یہ تحریر کیا ہے کہ ﴿فاعلم ان ابی مخنف ذکر ترتیب شھادۃ الشھداء من اصحاب الحسین ھکذا واما غیرہ فذکر علٰی نحو آخر فی التقدم والتأخر﴾ یعنی ابومخنف کی بیان کردہ ترتیب کے برخلاف دوسروں کی بیان کردہ ترتیبوں میں تقدیم وتاخیر کا فرق ہے۔ فاضل قزوینی آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ صدوق نے امالی میں یہ ترتیب بیان کی ہے کہ پہلی شہادت حر کی ہے اس کے بعد زہیر قین پھر عبداللہ بن عروہ غفاری پھر بریر بن خضیر ہمدانی پھر مالک بن انس کاہلی پھر زیاد بن مظاہر کندی پھر وہب پھر ہلال بن حجاج پھر عبداللہ بن مسلم بن عقیل پھر علی بن الحسین پھر قاسم بن حسن اور پھر امام حسین علیہ السلام کی شہادت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان شہداء میں تقدیم وتاخیر کا علم اللہ اور معصومین کے علاوہ کسی کے پاس نہیں ہے۔ اور ہماری غرض بھی اسے معلوم کرنا نہیں ہے بلکہ ان شہداء کے واقعات اور مصائب کا علم حاصل کرنا ہے۔(۴)۔ ایک

۱۔ سورہ انبیاء۶۹

۲۔ بحار الانوار ج۴۵ص۸۰

۳۔ ناسخ التواریخ جلد۲ ص۲۸۷۔۲۸۹

۴۔ ریاض المصائب ص۳۰۲

مقام پر یہ بھی تحریر کیا ہے کہ ابومخنف نے حضرت ابوالفضل کی شہادت کو سارے شہیدوں سے پہلے ذکر کیا ہے اور طریحی نے آپ کی شہادت کو باستثنائے جناب علی اکبر شہدا کے بعد ذکر کیا ہے (۱)۔ شیخ عباس قمی اور ان کی کتاب کے مترجم مرزا ابوالحسن شعرانی نے بھی اس موضوع پر گفتگو کی ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ مقاتل میں تقدیم وتاخیر کے اختلافات اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ واقعات میں یہی ترتیب ہے بلکہ درحقیقت یہ بیان واقعہ کی تقدیم وتاخیر ہے (۲)۔ لہٰذا یہی بہتر ہے کہ تقدیم وتاخیر کی بحث کو چھیڑے بغیر اصحاب حسین کی شخصیت وکردار کا مطالعہ کیا جائے۔

۱۔ ابوثمامہ صائدی

ان کا نام عمرو بن عبداللہ صاعدی ہے۔ عسقلانی نے اصابہ میں ان کا شجرہ تحریر کیا ہے۔

عمرو بن عبداللہ بن کعبہ بن صائد بن شراحبل بن عمرو بن جشم بن حاسد بن جشم بن خیرون بن طوف بن همدان، ابوثمامہ همدانی صائدی۔ یہ اپنے زمانے کے بہادروں اور شیعہ اکابر میں شمار ہوتے تھے۔ یہ تابعی تھے اور امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ جنگوں میں شریک رہے۔ آپ کے بعد ان کی وابستگی امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کے ساتھ رہی۔ امیر شام کی موت کے بعد جن لوگوں نے امام حسین علیہ السلام کو خط لکھ کر دعوت دی تھی ان میں یہ بھی شامل ہیں۔ مسلم بن عقیل کے کوفہ تشریف لانے پر اسلحہ کی خریداری انہیں کی ذمہ تھی۔ ابن زیاد کے دارالامارہ کے گھیراؤ میں جناب مسلم کے ایک دستہ کے سردار تھے۔ اس واقعہ میں اہلِ کوفہ کی بے وفائی کے بعد ابوثمامہ پوشیدہ ہو گئے۔ ابن زیاد ان کی تلاش میں کوشاں رہا لیکن یہ چھپ کر نافع بن ہلال کی ہمراہی میں امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں دورانِ سفر حاضر ہو گئے۔ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں ابن سعد کے فرستادہ کثیر بن عبداللہ شعبی کے آنے پر ابوثمامہ کی گفتگو اور احتیاطی تدابیر تحریر ہو چکی ہیں (۳)۔ انہوں نے جنگ کے دوران زوال آفتاب کو محسوس کر کے امام حسین علیہ السلام سے نماز کی درخواست کی تھی۔ انہوں نے نماز

۱۔ ریاض المصائب ص ۳۱۱

۲۔ ترجمہ نفس المهموم ص ۱۴۷، متن وحاشیہ

۳۔ تاریخ طبری، ارشاد مفید

پڑھنے کے بعد امام حسین علیہ السلام سے عرض کی کہ یا اباعبداللہ میری خواہش ہے کہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ (شہید ہوکر) ملحق ہو جاؤں اور یہ بھی ناپسند کرتا ہوں کہ زندہ رہ کر آپ کو مقتول دیکھوں۔ امام نے جواب میں فرمایا ﴿تقدم فانا لاحقون بك عن ساعة﴾ جاؤ تمہیں اجازت ہے اور ہم بھی کچھ دیر میں تم سے ملحق ہونے والے ہیں۔ (۱)

ابوثمامہ نے میدان میں آنے کے بعد یہ رجز پڑھا

عزاءً لآل المصطفٰی وبناته — علی حبس خیرالناس سبط محمد

عزاءً لبنت المصطفٰی وزوجها — خزاته علم اللّٰه من بعد احمد

عزاءً لاهل الشرق والغرب کلهم — وحزنا علٰی جیش الحسین المسدّد

فمن مبلغ عنّی النبی وبنته — بان ابنکم فی مجهد ایّ مجهد (۲)

یہ (نبی) مصطفٰی کی اولاد اور بیٹیوں کے لئے سوگ کا مقام ہے کہ دنیا کے سب سے بہتر انسان اور سبط رسول نرغۂ اعدا میں ہیں۔

یہ بنت رسول اور ان کے شوہر جو رسول کے بعد علم کے خزانہ دار ہیں، کے لئے سوگ کا مقام ہے۔

یہ ساری دنیا کے لوگوں کے لئے سوگ کا مقام ہے اور لشکر حسینی کے لئے غم واندوہ ہے۔

کون ہے جو میری طرف سے رسول اللہ اور ان کی بیٹی کو یہ جا کر کہے کہ آپ کا بیٹا کسی سختی اور مصیبت میں گرفتار ہے۔

یہ رجز پڑھ کر ابوثمامہ نے لشکر پر شیرانہ حملہ کیا اور شدید جنگ کرنے کے بعد شہید ہوئے۔ علامہ سماوی کی تحقیق کے مطابق ابوثمامہ کا چچازاد بھائی قیس بن عبداللہ صائدی یزید کے لشکر میں تھا اور ان سے پرانی دشمنی رکھتا تھا۔ اس نے حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا۔ یہ حر کی شہادت کے بعد شہید ہوئے ہیں۔ (۳)

اس کے برخلاف طبری نے یہ لکھا ہے کہ ابوثمامہ صائدی کا ایک چچازاد بھائی ان سے پرانی دشمنی

۱۔ ابصار العین ص ۱۲۰، ذخیرۃ الدارین ص ۲۴۵، انصار الحسین ص ۱۰۴، تنقیح المقال ج ۲ ص ۳۳۳

۲۔ مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۱۱۳، ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۲۹۱

۳۔ ابصار العین ص ۱۲۱

رکھتا تھا اسے ابوثمامہ نے نماز سے پہلے قتل کر دیا تھا(۱)۔ ممکن ہے کہ قیس بن عبداللہ صائدی نام کا کوئی چچازاد بھائی ہو۔ فضیل بن زبیر کوفی کی روایت کے مطابق قاتل کا نام قیس بن عبداللہ ہی ہے۔(۲)

۲۔ ادہم بن امیّہ عبدی

حملہ اولیٰ کے شہداء میں ذکر ہو چکا۔

۳۔ ابوالحتوف بن حرث بن سلمہ انصاری عجلانی

ابوالحتوف اور ان کے بھائی سعد بن حرث خوارج سے تعلق رکھتے تھے اور ابن سعد کے ساتھ حسین سے جنگ کرنے کیلئے کربلا آئے تھے۔ عاشور کے دن جب اصحاب حسین شہید ہو گئے اور ان میں سے سوید بن عمرو بن ابی المطاع خثعمی اور بشر بن عمرو حضرمی کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا تو امام حسین علیہ السلام نے صدائے استغاثہ بلند کی ﴿الا ناصر فینصرنا الا من ذابّ یذبّ عن حرم رسول الله ﴾ ہے کوئی جو ہماری مدد کرے، ہے کوئی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم کی حفاظت کرے۔ تو استغاثہ کو سن کر عورتوں اور بچوں میں رونے کا غل ہوا۔ یہ نماز ظہر کے بعد کا وقت کا تھا اور جنگ جاری تھی۔ سعد بن حرث اور ان کے بھائی ابو الحتوف بن حرث نے استغاثہ اور اہلحرم کا گریہ سنا تو کہنے لگے کہ ہم کہتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کسی کا حکم نہیں ہے اور اللہ کی نافرمانی کرنے والے کی اطاعت نہیں ہے اور یہ ہمارے نبی کی بیٹی کا بیٹا حسین ہے اور ہم قیامت کے دن اس کے جد کی شفاعت کی امید رکھتے ہیں ہم اس (حسین) سے کیسے جنگ کریں جب کہ وہ اس حالت کو پہنچ گیا ہے کہ اس کا کوئی مددگار اور ناصر باقی نہیں رہا۔ انھوں نے تلواریں کھینچیں اور فوج یزید سے نکل کر اسی فوج پر حملہ کر دیا اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔(۳)

۴۔ ابوالشعثاء کندی

ان کا نام یزید بن زیاد بن مہاصر ہے اور تعلق قبیلہ بنی کندہ کی ایک شاخ بہدلہ سے

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۳۶

۲۔ تسمیۃ من قتل مع الحسین (تراثنا سال اوّل کا دوسرہ شمارہ)

۳۔ ذخیرۃ الدارین ص ۲۵۶

ہے(۱)۔ارباب سیر نے انہیں ایک شریف بہادر اور بے جگر انسان کی حیثیت سے متعارف کروایا ہے(۲)۔
یہ حر کی ملاقات سے قبل ہی امام حسین علیہ السلام کے قافلے سے ملحق ہو گئے تھے۔جیسا کے طبری کے حوالے سے حر کے نام ابن زیاد کے خط کے ذیل میں ابن زیاد کے قاصد سے ان کی گفتگو بیان ہو چکی ہے۔لیکن طبری نے فضیل بن خدیج کندی کی روایت میں یہ تحریر کیا ہے کہ یہ ابنِ سعد کے لشکر میں کربلا آئے تھے اور امام حسین علیہ السلام کے شرائط کے رد ہونے پر آپ کے لشکر میں آگئے تھے۔طبری کی ان دونوں روایتوں میں پہلی مشہور اور مقبول ہے۔خوارزمی کا یہ بیان ان دونوں سے الگ ہے کہ ابوالشعثاء کندی اُس وقت حر کے رسالے میں تھے جب انھوں نے ابنِ زیاد کے قاصد سے گفتگو کی(۳)۔فاضل حائری کے مطابق ابوالشعثاء کندی امام حسین علیہ السلام سے ملحق ہونے کا ارادہ کر کے کوفہ سے نکلے اور حر کی ملاقات سے پہلے اثناء راہ میں حسینی قافلے سے ملحق ہو گئے(۴)۔یہ ماہر تیر انداز تھے۔انہوں نے عاشور کے دن امام حسین علیہ السلام کے پہلو میں بیٹھ کر سو تیر دشمن کی طرف چلائے تھے۔امام حسین علیہ السلام سے اجازت ملنے پر میدان میں آئے اور رجز پڑھ کر فوجِ یزید پر حملہ کیا۔

انا یزید وابی مهاصر — واشجع من لیث بخیل خادر
یارب انّی للحسین ناصر — ولابن سعد تارك وهاجر

میں یزید بن مہاصر ہوں اور کچھار کے شیر سے زیادہ بہادر ہوں۔
اے میرے رب میں حسین کا مددگار ہوں۔
اور ابن سعد سے بیزار اور دور ہوں۔

رجز پڑھ کر حملہ کیا اور چند سپاہیوں کو قتل کر دیا۔فوجیوں نے ان کے گھوڑے کو پے کر دیا۔تو یہ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زانو کے بل بیٹھ کر دشمنوں کی طرف تیر پھینکنے لگے جس میں سے پانچ خطا ہوئے اور باقی اپنے ہدف پر لگے۔امام حسین علیہ السلام نے ان کے لئے دعا کی کہ ﴿**اللهم سدّد رميته**

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۰۸، ۳۳۹
۲۔ تنقیح المقال ج ۴ ص ۳۴۰
۳۔ مقتلِ خوارزمی ج ۲ ص ۳۳۱
۴۔ ذخیرۃ الدارین ص ۲۳۹

واجعل ثوابه الجنّة ﴾ پروردگار تیر اندازی کو تقویت عطا فرما اور جنت کو اس کا بدلہ قرار دے۔ جب تیر تمام ہو گئے تو یہ کہہ کر اٹھے کہ میں نے پانچ افراد کو ہلاک کیا ہے۔ پھر تلوار سے دشمن پر حملہ کیا اور انیس آدمیوں کو قتل کر کے شہید ہو گئے۔(۱)

۵۔ اسلم بن عمرو ترکی

یہ وہی ہیں جن کو مقاتل میں غلام ترکی کہا گیا ہے۔ صاحب ذخیرۃ الدارین نے کفایۃ الطالب، حلیۃ الاولیاء اور دیگر کتب کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ اسلم امام حسین علیہ السلام کے غلاموں میں تھے اور مشہور یہ ہے کہ انھیں امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے بعد خریدا تھا اور خرید کر امام زین العابدین علیہ السلام کو ہبہ کر دیا تھا۔ ان کے والد عمرو ترک تھے۔ اسلم کا شمار امام حسین علیہ السلام کے کاتبوں میں تھا۔ یہ عربی جانتے تھے اور قاری قرآن بھی تھے۔ سپہر کاشانی روضۃ الاحباب کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ عاشور کے دن جب امام حسین علیہ السلام سے جنگ کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ اس کا اختیار سید سجاد کو ہے تم ان سے اجازت مانگو۔ اجازت ملنے کے بعد میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا۔

البحر من طعني وضربي يصطلي	والجو من سهمي ونبلي يمتلي
اذا حسامي في يميني ينجلي	ينشق قلب الحاسد المبخل

سمندر میرے نیزہ و شمشیر کے حملوں سے آگ پکڑ لیتا ہے اور فضا میرے تیروں سے بھر جاتی ہے۔

جب میرے ہاتھ میں تلوار چمکتی ہے تو حاسد اور بخیل کا دل اس سے کٹ جاتا ہے۔

رجز پڑھ کر حملہ کیا اور ستر افراد کو قتل کیا۔ اس وقت سید سجاد کے حکم سے خیمہ کا پردہ اٹھا دیا گیا اور آپ نے اسلم کی جنگ دیکھی۔ اسلم واپس سید سجاد کی خدمت میں آئے اور رخصت ہو کر پھر میدان میں آئے اور پوری قوت سے جنگ کی۔ زخمی ہو کر زمین پر گرے تو فوراً ہی امام حسین علیہ السلام ان کے پاس پہنچے اور ان کے سر کو اپنے زانو پر لے لیا پھر جھک کر اپنا چہرۂ مبارک ان کے رخسار پر رکھا۔ اسلم نے آنکھیں کھول کر امام کے چہرے کی زیارت کی اور مسکرا کر کہا ﴿من مثلي وابن رسول الله وضع خده علٰى خدي﴾ میرے

۱۔ ذخیرۃ الدارین ص ۲۴۰

جیسا کون ہے۔ فرزندِ رسول نے میرے رُخسارے پر اپنا رُخسارہ رکھا ہے۔ اس کے بعد آپ کی روح پرواز کرگئی(۱)۔ بعض لوگوں نے ان کا نام سلیمان اور سلیم بھی لکھا ہے لیکن اسلم قرین بصحت ہے۔

۶۔ اسلم بن کثیر ازدی

طبری اور ابن شہر آشوب نے انہیں حملۂ اولیٰ کے شہداء میں درج کیا ہے ان کا تذکرہ مسلم بن کثیر کے ذیل میں ہو چکا ہے۔

۷۔ امیّہ بن سعد طائی

یہ اصحاب امیر المومنین میں ہیں۔ حملہ اولی کے شہیدوں میں ان کا ذکر کیا جاچکا ہے۔

۸۔ انس بن حرث کاہلی

صاحب ذخیرۃ الدارین نے تاریخ ابنِ عساکر جلد دوم کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ انس بن حرث بن نبیہ کاہلی بزرگ صحابی ہیں جنھوں نے رسول اکرم ﷺ کی زیارت بھی کی ہے اور آپ کی حدیث بھی سماعت کی ہے اور عبدالرحمن سلمی نے انھیں اصحاب صفہ میں شمار کیا ہے(۲)۔ انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ﴿انّ ابنی هذا یقتل بأرض من ارض العراق فمن أدرکه فلینصره﴾(۳)۔ میرا بیٹا (حسین) کربلا میں قتل کیا جائے گا۔ جو بھی اس زمانے میں ہو وہ اس کی مدد سے گریز نہ کرے اور اپنی جان اس پر نثار کردے۔ انتہائی بڑھاپے کے باوجود جنگ کی اجازت لی اس وقت امام حسین علیہ السلام آپ کو دیکھ کر گریہ کررہے تھے اور فرما رہے تھے ﴿شکر الله سعیك یا شیخ﴾ اے بزرگ اللہ آپ کی سعی کو مشکور کرے۔ جوانوں کی طرح میدان میں آئے اور رجز پڑھا۔

۱۔ ناسخ التواریخ ج۲ ص ۳۰۵، ابصار العین ص ۹۶۔ فاضل سماوی نے ان کا رجز مختلف لکھا ہے جو یہ ہے **أميري حسين ونعم الامير سرور فؤاد البشير النذير** میرے امیر حسین ہیں اور کیا اچھے امیر ہیں۔ یہ بشیر و نذیر رسول کے دل کا چین ہیں۔

۲۔ ذخیرۃ الدارین ص ۲۰۸

۳۔ اسد الغابہ ج ا ص ۱۴۶، اصابہ ج ا ص ۸۱، استیعاب حاشیہ اصابہ ص ۴۵

قد علمت مالك والدودان		والخندفيون و قيس غيلان
بان قومی آفة الاقران		لدی الوغا وسادة الفرسان
مباشر والموت بطعن آن		لسنا نری العجز عن الطعّان
آل علیّ شیعة الرحمٰن		و آل زیاد شیعة الشیطان (۱)

کاہل، دودان اور خندف اور قیس غیلان کے افراد جانتے ہیں۔

کہ میری قوم اپنے مقابل کے لئے جنگوں میں آسمانی آفت ہے اور یہ لوگ شہسواروں کے سردار ہیں۔

ہم موت سے روگردانی نہیں کرتے اور نہ نیزہ زنی سے عاجز ہیں۔

علی کی اولا د رحمان کی تابع ہے اور زیاد کی اولا د شیطان کی تابع ہے۔

فوج یزید پر حملہ کر کے اٹھارہ افراد کو قتل کیا اور شہید ہو گئے۔ مناقب بنِ شہر آشوب کے مطابق سولہ افراد کو قتل کر کے شہید ہوئے۔ (۲)

طبقاتِ ابن سعد کے حوالہ سے عریان بن ہیثم سے روایت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میرے باپ کی عادت تھی کہ وہ اکثر بادیہ (بیابان) کی طرف جایا کرتا تھا اور اس جگہ پر قیام کرتا تھا جہاں بعد میں کربلا کی جنگ ہوئی۔ ہم جب بھی جاتے تھے تو وہاں بنی اسد کے ایک شخص کو دیکھتے تھے۔ ایک دن میرے باپ نے پوچھا کہ کیا بات ہے کہ تم ہمیں ہمیشہ اسی جگہ پر ملتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ حسین یہیں شہید ہوں گے۔ میں اِدھر اس لئے آتا ہوں کہ شاید حسین سے ملاقات ہو جائے اور میں بھی اُن کے ساتھ شہید ہو جاؤں۔ ابن ہیثم کہتا ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے تو میرے باپ نے کہا کہ چلو دیکھیں کہ وہ اسدی بھی مقتولین میں ہے کہ نہیں۔ ہم نے میدانِ جنگ میں آ کر لاشوں کے درمیان تلاش کیا تو ہمیں اس اسدی کی لاش مل گئی (۳)۔ اسدی کی لاش کی تلاش دفن شہداء سے پہلے ہی ممکن ہے جب کہ لاشے پڑے ہوئے ہوں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ عریان بن ہیثم خطہ کربلا کی قریبی بستیوں کا رہنے والا تھا لیکن اس اسدی

۱۔ ناسخ التواریخ ج دوم ص ۲۹۹

۲۔ ذخیرۃ الدارین ص ۲۰۸

۳۔ طبقات ابن سعد (مقتل حسین) تحقیق سید عبدالعزیز طباطبائی ص ۵۰

سے ناواقف تھا۔ ظن قوی ہے کہ یہ انس بن حارث صحابیٔ رسول ہیں۔ برادر محترم مرحوم سید عبدالعزیز طباطبائی کی رائے بھی یہی ہے۔

۹۔ انیس بن معقل اصبحی

ابن شہر آشوب، ابنِ اعثم کوفی اور خوارزمی کے مطابق اجازت لے کر میدان میں آئے اور رجز پڑھا۔

انا انیس و انا ابن معقل — وفی یمینی نصل سیف مصقل
اعلوا بها هامات وسط القسطل — عن الحسین الماجد المفضل
ابن رسول اللّٰه خیر مرسل

میں انیس ہوں اور معقل کا بیٹا ہوں اور میرے ہاتھ میں چمکتی ہوئی برّاں شمشیر ہے
میں اس کے ذریعہ کھوپڑیوں کو اڑا دیتا ہوں، حسین کی نصرت کیلئے جو ہر بلند سے بلند اور صاحب فضیلت ہیں۔
رسول اللہ کے بیٹے ہیں جو سب سے بہتر رسول تھے۔

فوج یزید پر شدت سے حملہ کیا اور بیس سے زیادہ افراد قتل کیے اور شہید ہو گئے۔ ان کے رجز میں جزوی اختلافات پائے جاتے ہیں (۱)۔ ان کے حالات نہیں ملتے۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ نام میں سہوِ کتابت ہے اور شاید یہ یزید بن مغفل جعفی ہیں۔ واللہ اعلم

۱۰۔ بریر بن خضیر ہمدانی

یہ تابعی تھے ان کا شمار کوفہ کے اشراف میں تھا اور یہ شیعیان علی کے سربرآوردہ افراد میں شمار ہوتے تھے یہ بہادری کے ساتھ ساتھ زہد و تقویٰ میں مشہور تھے۔ یہ قاری قرآن تھے اور شیخ القراء سمجھے جاتے تھے۔ امیر المومنین علیہ السلام اور امام حسن علیہ السلام سے علمی استفادہ کر کے قضایا و احکام پر کتاب لکھی تھی جس کا تذکرہ پایا جاتا ہے لیکن کتاب مفقود ہے۔ جب بریر کو یہ اطلاع ملی کہ امام حسین علیہ السلام نے مدینہ سے مکہ کا سفر اختیار کیا ہے تو کوفہ سے نکلے اور سرعت کے ساتھ امام کی خدمت میں مکہ حاضر ہو گئے اور شہید ہونے تک آپ

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۱۱۱، الفتوح ج ۵ ص ۱۰۸، مقتلِ خوارزمی ج ۲ ص ۲۳، ناسخ التواریخ ص دوم ص ۳۱۳

کی خدمت میں حاضر رہے (۱)۔ منزل ذوحسم پر اور شب عاشور ان کی گفتگو مشہور ہے۔ بریر کا عبدالرحمن انصاری سے عاشور کے دن کا مزاح بھی مورخین نے نقل کیا ہے جسے بیان کیا جاچکا ہے۔ اسی طرح یہ واقعہ بھی مذکور ہے کہ حبیب ابن مظاہر کے مزاح پر یہ کہا کہ یہ ہنسی کا وقت نہیں ہے تو اس پر بریر نے جواب دیا کہ خوشی کا اس سے بہتر وقت اور کونسا ہوگا۔ بس اتنی دیر ہے کہ دشمن ہماری گردنیں کاٹ دیں اور ہم حوروں سے معانقہ کریں (۲)۔ عبداللہ بن شہر کی گستاخی پر آپ کا جواب دینا بھی شب عاشور کے واقعات میں درج ہو چکا ہے۔

ایک موقع پر بریر نے امام حسین علیہ السلام سے اجازت طلب کی کہ ابن سعد سے ملاقات کر کے اس سے یہ کہیں کہ بندشِ آب کو ختم کر دے اور فرات سے پانی لینے کی اجازت دے دے۔ آپ سے اجازت ملنے پر بریر ابن سعد کے پاس گئے لیکن اسے سلام نہیں کیا۔ ابن سعد نے ان سے کہا کہ برادرِ ہمدانی کیا میں مسلمان نہیں ہوں اور رسول کا پیرو کار نہیں ہوں؟ تم نے مجھے سلام کیوں نہیں کیا؟ بریر نے جواب دیا کہ اگر تم مسلمان ہوتے تو خاندان رسول کے ساتھ اتنی سختی نہ کرتے۔ یہ تمہارا اسلام ہے کہ تم نے پانی کو تمام جانوروں اور انسانوں کے لئے روا رکھا ہے اور خاندانِ رسول اور ان کے بچوں پر بند کر رکھا ہے یہاں تک کہ وہ پیاس سے موت کے دہانے تک پہنچ گئے ہیں۔ ابن سعد نے سر کو جھکا کر کہا کہ اے بریر! مجھے اس بات کا علم ہے کہ ان لوگوں کا قاتل اور ان کے حق کا غاصب یقیناً جہنمی ہے۔ میرا دل نہیں چاہتا کہ میں رے کی حکومت کو چھوڑ دوں۔ خدا کی قسم مجھے یہ معلوم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان کو اذیّت پہنچانا حرام ہے لیکن اگر میں ایسا نہ کروں تو رے کی حکومت کسی دوسرے کو مل جائے گی اور ابن زیاد مجھ سے پروانہ واپس لے لے گا۔ بریر یہ جواب سن کر امام کی خدمت میں واپس آئے اور عرض کی کہ فرزندِ رسول! عمر بن سعد رے کی حکومت کے عوض آپ کے قتل ہونے پر راضی ہے (۳)۔ یہی واقعہ کتب مقاتل میں یزید بن حصین کے نام سے بھی پایا جاتا ہے جو یقیناً بریر بن خضیر کی تصحیف ہے۔ شہدائے کربلا میں یزید بن حصین نام کے کسی شہید کا سراغ نہیں ملتا۔ جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔ بریر نے ایک بار فوج یزید کو خطاب کیا اور نصیحتیں کیں لیکن لوگوں نے ان کی بات نہ سنی۔

۱۔ ذخیرۃ الدارین ص ۲۶۰ بحوالہ حدائق

۲۔ مقتلِ مقرم ص ۲۱۶

۳۔ مقتلِ خوارزمی ج ۱ ص ۳۵۱، کتاب الفتوح ج ۵ ص ۹۶

عفیف بن زبیر (فوج یزید کا ایک سپاہی) کہتا ہے کہ یہ میرا چشم دید واقعہ ہے کہ فوج یزید سے یزید بن معقل نامی ایک شخص میدان میں آیا اور تمسخر کے ساتھ بریر کو پکار کر یہ کہنے لگا کہ بریر! آج کا یہ دن تمہیں کیسا لگا جو خدا نے تمہارے لئے مہیا کیا ہے؟ بریر نے کہا کہ خدا نے اپنے لطف و کرم سے مجھے نیکی اور خوبی عطا فرمائی ہے اور تیرے لئے بدنصیبی فراہم کی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ جھوٹ کہہ رہے ہو حالانکہ تم پہلے جھوٹے نہیں تھے۔ کیا تمہیں یاد ہے کہ ایک دن ہم اور تم کوچۂ بنی دودان سے گزر رہے تھے تو تم نے کہا تھا کہ عثمان اور معاویہ گمراہ اور گمراہ کنندہ ہیں اور علی مومنوں کے امیر اور مسلمانوں کے حقیقی سربراہ ہیں؟ بریر نے کہا کہ ہاں ایسا ہی ہے۔ میں نے یہی کہا تھا اور اب بھی کہتا ہوں اور یہی میرا عقیدہ ہے۔ یزید بن معقل نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم گمراہوں میں شامل ہو۔ بریر نے جوب دیا آؤ کہ اسے معلوم کرنے کے لئے کہ ہم دونوں میں سے کون جھوٹا ہے ہم ایک دوسرے کے لئے بددعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو اور وہ قتل ہو جائے۔ یزید بن معقل نے اسے قبول کیا۔ دونوں ایک جگہ جمع ہوئے اور دونوں نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ اللہ جھوٹے پر لعنت کرے اور جو حق پر ہو وہ باطل والے کو قتل کر دے۔ پھر دونوں نے ایک دوسرے پر تلوار سے حملہ کیا۔ یزید بن معقل کی ضرب کمزور تھی اس سے بریر کو کوئی نقصان نہیں پہنچا لیکن بریر کی تلوار خود کو کاٹتی ہوئی مغز میں پیوست ہوگئی۔ عفیف بن زہیر کہتا ہے کہ اب بھی میری نگاہ میں ہے کہ بریر اپنی تلوار اس کے سر سے نکالنے کی کوشش کر رہے تھے کہ رضی بن منقذ عبدی نے بڑھ کر بریر پر حملہ کر دیا۔ بریر اس سے لپٹ گئے اور اسے پٹخ کر اس کہ سینے پر بیٹھ گئے۔ اس وقت رضی بن منقذ نے دوسروں کو مدد کے لئے پکارا۔ اس پر کعب بن جابر ازدی بریر پر حملہ کرنے کے لئے بڑھا راوی کہتا ہے کہ میں نے اس سے کہا کہ یہ بریر بن خضیر قاری قرآن ہیں جو ہمیں مسجد میں قرآن پڑھایا کرتے تھے لیکن کعب نے اس کی بات پر توجہ نہیں دی اور آگے بڑھ کر بریر کی پشت میں نیزہ پیوست کر دیا۔ نیزہ کا بریر نے احساس کرتے ہی حملہ کر دیا اور اس کے چہرے اور ناک کو دانتوں سے زخمی اور پارہ کر دیا۔ اس نے تیزی سے بریر کو ڈھکیل دیا پھر تلوار کی ضربتوں سے بریر کو شہید کر دیا۔ اس دوران رضی بن منقذ کعب کا شکریہ ادا کرتا ہوا دور چلا گیا۔ یوسف بن یزید نے یہ واقعہ سن کر عفیف بن زہیر سے پوچھا کہ تم نے خود یہ واقعہ دیکھا ہے؟ تو اس نے جواب میں کہا کہ ہاں! میری آنکھوں نے دیکھا اور میرے کانوں نے سنا۔ راوی کہتا ہے کہ جب کعب بن جابر اپنے گھر واپس آیا تو اس کی بیوی یا اس کی بہن نوار نے کہا کہ تم

نے فرزندِ فاطمہ کے دشمنوں کی مدد کی اور سید القراء کو قتل کیا۔ میں اب زندگی بھر تم سے بات نہیں کروں گی۔(۱)

بریر اجازت لے کر میدان جنگ میں آئے اور یہ رجز پڑھا

انا بریر و ابی خضیر لیث یروع الاسد عندالزیر

یعرف فینا الخیر اهل الخیر اضربکم ولا اریٰ من ضیر

کذاك فعل الخیر من بریر

میں بریر ہوں اور میرے باپ کا نام خضیر ہے۔ میں وہ شیر ہوں کہ جس کی گونج سے دوسرے شیر ڈرتے ہیں۔

اہل خیر میرے خیر کو پہچانتے ہیں۔ میں تلوار مار رہا ہوں اور اس میں کوئی اندیشہ نہیں ہے۔

اور یہی بریر کا کار خیر ہے۔

پھر تلوار کھینچ کر حملہ کیا۔ تلوار مارتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے ﴿اقتربو منی یا قتلة المومنین اقتربو منی یا قتلة أولاد البدر بین اقتربو منی یا قتلةاولاد رسول رب العالمین و ذریة الباقتین﴾ سامنے آؤ اے مومنین کے قاتلو، اے بدریوں کی اولاد کے قاتلو، اے اولاد رسول کے قتل کرنے والو سامنے آؤ(۲)۔ امالی صدوق کے مطابق تیس آدمیوں کو قتل کر کے شہید ہوئے۔ محقق سماوی نے ذکر کیا ہے کہ ان کے اور ان کے باپ کے نام میں اختلاف ہے۔ رجال کی کتابوں میں یزید بن حصین لکھا گیا ہے جبکہ ابن اثیر نے تاریخ کامل میں بریر بن خضیر لکھا ہے، اُن کے رجز میں ان کے نام کی تائید ہے(۳)۔ علامہ شوستری نے یزید بن حصین کو بریر بن خضیر قرار دیتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ یزید بن حصین یا بریر بن حصین نامی کوئی شخص اصحاب حسین میں نہیں ہے۔(۴)

۱۱۔ بدر بن رقیط

کتابوں میں ان کا تذکرہ نہیں ملتا۔ زیارت رجبیہ میں ان پر سلام ہے ﴿السلام علیٰ

۱۔ تاریخ طبری ج۴ ص۳۲۹

۲۔ ذخیرۃ الدارین ص۲۶۳

۳۔ ابصار العین ص۱۲۵۔۱۲۶

۴۔ قاموس الرجال ج۲ ص۲۹۳

بدر بن رقیط وا بنیه عبدالله و عبیدالله ﴾ اس سے پتہ چلتا ہے کہ کہ یہ کسی ایسے شہید کا تذکرہ ہے جس کے دو بیٹے بھی شہید ہوئے ہیں۔ ایسے شہید کا تذکرہ زیارتِ ناحیہ میں بھی ہے کہ ﴿السلام علٰی زید بن ثبیت القیسی، السلام علٰی عبدالله و عبیدالله ابنی یزید بن ثبیت القیسی ﴾ یہ یزید بن ثبیت وہی یزید بن عبیط ہیں جن کا ذکر تاریخ طبری میں بھی ہے اور انہیں کا نام کتابت کی غلطی سے بدر بن رقیط لکھا گیا۔(۱)

۱۲۔ بشر بن عمرو حضرمی

یہ وہی بزرگ ہیں جنہیں رے میں اپنے بیٹے کی گرفتاری کی خبر ملی تھی۔ ان کا واقعہ درج کیا جا چکا ہے۔

۱۳۔ بکر بن حیّ

قاموس الرجال کے مطابق یہ بکر بن حی بن تیم اللہ ثعلبہ تیمی ہیں۔ یہ لشکر یزید میں تھے۔ جنگ کے فیصلہ کے بعد امام کے لشکر میں آ گئے اور حملۂ اولیٰ کے بعد شہید ہوئے۔(۲)

۱۴۔ بکیر بن حرّ ریاحی

عبدالمجید حائری نے جوہر الثمین (تالیف شیخ حسین بن علی بغدادی، سنِ تالیف ۱۰۱۹ھ) سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت نقل کی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرے والد نے کہا کہ عاشور کے دن حر اپنے بیٹے بکیر کو ساتھ لے کر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ جب حر نے اپنے بیٹے کو میدان میں بھیجا تو اس نے حملہ کر کے بہت سے افراد (۴۰۔۷۰) کو قتل کیا۔ یزید کے فوجیوں نے اسے درمیان میں لے کر تیروں سے چھلنی کر دیا اور وہ شہید ہوا تو حر نے کہا خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے بیٹے کی شہادت سے سرفراز فرمایا (۳)۔ صاحبِ ناسخ نے اس کا نام علی لکھا ہے اور شرح شافیہ کے

۱۔ انصار الحسین ص ۱۱۲

۲۔ ابصار العین ص ۱۹۴

۳۔ ذخیرۃ الدارین ص ۱۹۹

حوالے سے تحریر کیا ہے کہ اس نے لشکر یزید کے چوبیس افراد قتل کیئے اور ابو مخنف کے حوالہ سے اس کے مقتولین کی تعداد ستر تحریر کی ہے۔(۱)

۱۵۔ جابر بن حجاج

ذہبی نے ان کا شجرہ جابر بن بن حجاج بن عبداللہ بن رئاب بن نعمان بن سنان بن عبید بن عدی لکھا ہے۔ان کا تعلق بنی تیم سے تھا۔یہ اپنے زمانے کے معاملہ فہم اور بہادر افراد میں شمار ہوتے تھے۔ انہوں نے جناب مسلم بن عقیل کی بیعت کی تھی اور جناب مسلم کی شہادت کے بعد پوشیدہ ہو گئے تھے یہاں تک کہ جب فوجیں کربلا بھیجی جانے لگیں تو ان میں شامل ہو کر کربلا پہنچے اور مہادنہ کے دنوں میں امام حسین علیہ السلام کے لشکر میں داخل ہوئے (۲)۔یہ حملہ اولیٰ کے شہداء میں ہیں۔

۱۶۔ جابر بن عروہ غفاری

بعض محققین نے نمازی کی مستدرکات کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ بزرگ صحابئ رسول ہیں اور بدر کے علاوہ دیگر جنگوں میں بھی شریک رہے ہیں۔لیکن کتب رجال میں ان کا تذکرہ نہیں ملتا۔یہ اتنے بوڑھے تھے کہ پیشانی پر ایک کپڑا باندھ کر اپنی ابروؤں کے بالوں کو اس میں سمیٹ لیتے تھے تا کہ دیکھ سکیں۔ آپ نے جب امام حسین علیہ السلام سے جنگ کی اجازت مانگی تو آپ نے ارشاد فرمایا **﴿شکر الله سعيك يا شيخ﴾** اے بزرگ اللہ آپ کی کوشش کی بہترین جزا عطا کرے۔اجازت لے کر میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا

قد علمت حقّا بنو غفّار — وخندف ثم بنوا نزار

بنصرنا لاحمد المختار — يا قوم حاموا عن بني الاطهار

الطيبين السادة الاخيار — صلّى عليهم خالق الابرار

غفار اور خندف اور نزار کے بیٹے خوب جانتے ہیں۔

۱۔ ناسخ التواریخ ج۲ص ۲۶۱

۲۔ وسیلۃ الدارین ص ۱۱۱

کہ ہم احمد مختار کے حامی وناصر ہیں، اے لوگوان پاک زادوں کی حمایت کرو۔

یہ پاکیزہ ہیں، سادات ہیں اور بہترین لوگ ہیں۔ اللہ نے ان پر درود بھیجی ہے۔

پھر آپ نے جنگ کی اور اسّی (۸۰) افراد کو قتل کر کے شہید ہو گئے۔(۱)

۱۷۔ جبلہ بن عبداللہ

کتابوں میں ان کے متعلق کچھ نہیں ملتا۔ زیارت رجبیہ میں ان پر سلام ہے ﴿السلام علٰی جبلة بن عبداللّٰہ﴾ احتمالِ قوی یہ ہے کہ نام میں کتابت کا سہو ہے اور اس سے مراد جبلہ بن علی شیبانی ہیں۔

۱۸۔ جبلہ بن علی شیبانی

حملۂ اولیٰ کے شہداء میں ان کا تذکرہ گزر چکا ہے۔ زیارتِ جامعہ میں ان کا ذکر ہے۔

﴿السلام علٰی جبلة بن علی الشیبانی﴾

۱۹۔ جنادہ بن کعب انصاری

حملۂ اولیٰ کے شہداء میں ان کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

۲۰۔ جنادہ بن حارث انصاری

فاضل محلاتی نے ابن عساکر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کا زمانہ دیکھا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے انہیں اور ان کی قوم کو خط لکھ کر نماز اور زکوٰۃ کی تاکید کی تھی۔ یہ جناب مسلم کے ساتھیوں میں تھے اور آپ کی گرفتاری کے بعد چند ساتھیوں کے ساتھ عذیب الہجانات میں امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ یہ واقعہ لکھا جا چکا ہے۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ابن سعد کے لشکر پر حملہ کیا تھا اور لشکر کے نرغہ میں آ گئے تھے اور حضرت ابوالفضل نے انہیں محاصرہ سے نکالا تھا۔

۱۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۱۲ بحوالۂ شرح شافیہ در روایت ابومخنف

جنادہ نے اجازت کے بعد میدان میں رجز پڑھا

انا جناد وانا بن الحارث لست بخوّار ولا بناکث

عن بیعتی حتی یرثنی وارث الیوم ثاری فی الصعید ماکث

میں جنادہ ہوں حارث کا بیٹا ہوں نہ میں سست ہوں اور نہ عہد شکن ہوں۔

کہ بیعت توڑوں اور میری یہ وراثت وارث تک جائے گی۔ آج میں اپنا خون زمین پر بہادوں گا۔

رجز پڑھ کر لشکر پر حملہ کیا اور سولہ افراد کو قتل کرنے کے بعد شہید ہوئے۔ (۱)

۲۱۔ جندب بن حجیر

فاضل حائری کے مطابق تاریخ ابن عساکر میں ان کا شجرۂ نسب یہ ہے۔ جندب بن حجیر بن جندب بن زہیر بن حارث بن کبیر بن جشم بن حجیر کندی خولانی کوفی۔ کہا جاتا ہے کہ صحابیت کا شرف بھی حاصل تھا۔ فاضل سماوی کے مطابق یہ امیر المومنین علیہ السلام کے صحابی اور سر برآوردہ افراد میں تھے۔ یہ جنگ صفین میں امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ شریک تھے اور قبیلۂ کندہ اور ازد کے سردار تھے۔ انہوں نے جب یہ خبر سنی کہ امام حسین علیہ السلام مکہ سے چل چکے ہیں تو یہ کوفہ سے نکلے اور حاجر (بطن الرمہ) میں حُر کی ملاقات سے قبل امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حملۂ اولیٰ میں شہید ہوئے۔ (۲)

۲۲۔ جون غلامِ ابوذر

یہ بزرگ نوبہ کے رہنے والے تھے اور ان کا رنگ سیاہ تھا۔ فضل بن عباس بن عبدالمطلب کے غلام تھے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے انہیں ایک سو پچاس دینار میں خرید کر جناب ابوذر کے حوالے کر دیا تھا۔ جب جناب ابوذر کو مدینہ سے ربذہ کی طرف نکالا گیا تو جون ان کے ساتھ تھے۔ انتقال تک ساتھ رہے۔ اور ان کے انتقال کے بعد مدینہ واپس آ کر امیر المومنین کے خادموں میں شامل ہو گئے۔ آپ کی شہادت کے بعد امام حسن علیہ السلام اور آپ کے بعد امام حسین علیہ السلام کے ساتھ رہے۔ انہیں کے ساتھ مکہ آئے اور

۱۔ فرسان الہیجاء ص ۷۶۔۷۷، ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۰۱، مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۱۱۳

۲۔ ذخیرۃ الدارین ص ۲۳۶

مکہ سے عراق کا سفر کیا۔

طبری اور ابن اثیر اور مقاتل الطالبین کے مطابق جون اسلحہ سازی کے فن سے آگاہ اور اسلحوں کی شناخت کے ماہر تھے۔ یہی سبب ہے کہ شب عاشور میں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ اسلحوں کے درست کرنے میں ان کا تذکرہ بھی آتا ہے۔(۱)

عاشور کے دن جون امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور عرض کی کہ فرزند رسول مجھے بھی جنگ کی اجازت عطا ہو تا کہ میں اپنی جان آپ پر نثار کردوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تم سے اپنی بیعت اٹھالی اور تمہیں خدا کی راہ میں آزاد کردیا۔ جاؤ اپنی جان سلامت لیکر نکل جاؤ۔ ہمارے ان مصائب میں شرکت نہ کرو۔ جون نے اپنے آپ کو امام کے قدموں پر گرادیا اور بوسہ لے کر کہا کہ میں راحت کے دنوں میں آپ کے ساتھ رہا ہوں اور آپ کی خدمت کرتا رہا ہوں اب یہ کیسے ممکن ہے کہ اس آفت و مصیبت میں آپ کو اکیلا چھوڑ کر چلا جاؤں۔ خدا کی قسم یہ ہرگز نہیں ہوگا۔ اگر چہ میرا جسم بدبودار ہے اور رنگ کالا ہے لیکن اگر آپ کرم کریں تو آپ کی محبت میں جان دے کر میں بھی سرخرو ہو جاؤں۔ اصرار کے بعد جون کو اجازت ملی۔ وہ میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا

كيف ترى الفجار ضرب الاسود — بالمشرفيّ القاطع المهند

احمى الخيار من بني محمد — اذبّ عنهم باللسان واليد

ارجوا بذاك الفوز عند المورد — من الاله الواحد المؤحد

اذلا شفيع عنده كاحمد

یہ فاجر لوگ ایک سیاہ شخص کی ضرب کو کیسا دیکھ رہے ہیں جو ہندی تلوار سے لگا رہا ہے۔

میں نسل محمد کے بہترین افراد کی حمایت کر رہا ہوں اور یہ حمایت زبان اور ہاتھ دونوں سے ہے۔

اس کے ذریعہ مجھے روز قیامت نجات کی توقّع ہے خدائے واحد واحد کی طرف سے۔

اور احمد (رسول اللہ) کے علاوہ اللہ کی بارگاہ میں شفاعت کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

اس کے بعد لشکر یزید پر شدید حملہ کیا اور پچیس افراد کو قتل کیا اور شہید ہو گئے۔ امام حسین علیہ السلام ان

۱۔ فرسان الہیجاء ص ۷۹

کے سرہانے پہنچے اوران کے سرکو اپنے دامن میں رکھنے کے بعد دعا فرمائی ﴿اللھم بیض وجھه وطیب ریحه واحشره مع الابرار و عرف بینه و بین محمد و آل محمد﴾ بارالہا اس کے چہرہ کو سفید کردے اوراس کی بوکو خوشبو میں بدل دے اور نیکوں کے ساتھ محشور فرما اور محمد و آل محمد کے دوستوں میں قرار دے۔ امالی صدوق کے مطابق امام باقر علیہ السلام نے امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب بنی اسد دفنِ شہداء کے لئے آئے تو انہیں دسویں دن جون کی لاش ملی جس سے مشک کی خوشبو اٹھ رہی تھی۔(۱)

۲۳۔ جوین بن مالک

تاریخ ابن عساکر کے مطابق ان کا شجرہ جوین بن مالک بن قیس بن ثعلبہ تمیمی ہے۔ جنگوں اور معرکوں میں ان کا ذکر ملتا ہے(۲)۔ یہ کوفہ کے سربرآوردہ افراد میں تھے اور ابن سعد کے لشکر میں بنی تیم ساتھ کربلا آئے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ابن سعد نے امام حسین علیہ السلام کی کسی بھی شرط کو قبول نہیں کیا تو رات کے وقت چند افراد کیساتھ امام حسین علیہ السلام سے آکر ملحق ہوگئے۔ یہ حملۂ اولیٰ کے شہداء میں ہیں۔(۳)

۲۴۔ حارث بن امرءالقیس کندی

اصابہ کے مطابق ان کا شجرہ حارث بن امرءالقیس بن عابس بن منذر بن امرءالقیس بن عمرو بن معاویۃ الاکرمین کندی ہے۔ یہ اپنے علاقے کے بہادروں اور عبادت گزاروں میں شمار ہوتے تھے۔ یہ بھی ابن سعد کے ساتھ لشکر میں آئے تھے اور امام حسین علیہ السلام کے شرائط مسترد ہونے پر امام سے ملحق ہوگئے۔ صاحب حدائق کے مطابق حملۂ اولیٰ کے شہداء میں ہیں۔(۴)

۲۵۔ حرث بن نبہان

حرث کے والد نبہان حضرت حمزہ کے غلام تھے اور بہادروں اور شہسواروں میں شمار

۱۔ ذخیرۃ الدارین ص ۲۱۸، فرسان الہیجاء ص ۷۹۔۸۰

۲۔ وسیلۃ الدارین ص ۱۱۶

۳۔ ابصار العین ص ۱۹۴

۴۔ ابصار العین ص ۱۷۳، وسیلۃ الدارین ص ۱۱۶

ہوتے تھے۔صاحب حدائق کا بیان ہے کہ نبہان کا انتقال حضرت حمزہ کی شہادت کے دو سال بعد ہوا۔اس کے بعد حرث امیر المومنین علیہ السلام کے پاس رہے پھر بالترتیب امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں رہے۔انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ دیکھا ہے۔مدینہ سے امام حسین کے ساتھ تھے (۱)۔ان کا تذکرہ حملۂ اولیٰ کے شہداء میں گزر چکا۔

۲۶۔ حباب بن حارث سلمانی ازدی

ان کا ذکر کتابوں میں دستیاب نہیں ہے۔ابن شہر آشوب نے حملۂ اولیٰ کے شہدا میں ان کا تذکرہ کیا ہے (۲) اور شیخ عباس قمی نے اسے اپنی کتاب میں بطور حوالہ نقل کیا ہے (۳)۔زیارت ناحیہ میں ان پر سلام ہے ﴿السلام علیٰ حباب بن حارث السلمانی الازدی﴾ (۴)۔علامہ مہدی شمس الدین نے اس نام کو کتابت کی غلطی قرار دیا ہے۔ان کی رائے میں یہ بزرگ جابر بن حارث سلمانی ہیں (۵)۔ یہ نام حیان بن حارث کے نام سے بھی بعض کتابوں میں ہے۔حملۂ اولیٰ کے شہداء میں ہیں۔

۲۷۔ حباب بن عامر بن کعب تیمی

ذخیرۃ الدارین میں ان کا شجرہ حباب بن عامر بن کعب بن تیم اللات بن ثعلبہ ہے۔ انہوں نے کوفہ میں جناب مسلم کی بیعت کی تھی اور شہادت مسلم کے بعد اپنے اہل قبیلہ کے درمیان پوشیدہ ہو گئے۔امام حسین علیہ السلام کے آنے کی خبر سن کر چھپ کر کوفہ سے نکلے اور اثنائے راہ امام حسین کے قافلے سے ملحق ہو گئے۔شہر آشوب کے مطابق یہ حملۂ اولیٰ کے شہداء میں ہیں۔(۶)

۱۔ ابصار العین ص ۹۸، وسیلۃ الدارین ص ۱۱۷، تنقیح المقال ج ۱ ص ۲۴۸

۲۔ مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۱۲۲

۳۔ نفس المہموم ص ۱۵۷

۴۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۷۲

۵۔ انصار الحسین ص ۷۸

۶۔ ذخیرۃ الدارین ص ۲۶۷

۲۸۔ حبشہ بن قیس نہمی

ان کا شجرہ حبشہ بن قیس بن سلمہ بن طریف بن ابان بن سلمہ بن حارثہ بن نہم ہے۔ طریف صحابیٔ رسول تھے اور سلمہ نے رسول اکرم ﷺ کی زیارت کی تھی۔ ان کے بیٹے قیس بن سلمہ بن طریف کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شہید ہوئے (۱)۔ نہم قبیلہ ہمدان کی ایک شاخ ہے جس سے ان کا تعلق تھا۔ کربلا میں مہادنہ کے دنوں میں امام حسین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عاشور کے دن شہید ہوئے۔ بعض لوگوں نے ان کا نام حبشی لکھا ہے۔

۲۹۔ حبیب بن عبداللہ نہشلی

بعض مصنفین نے اس سرخی کے ذیل میں ایک شہید کا تذکرہ کیا ہے اور احتمال دیا ہے کہ یہ ابوعمرو نہشلی ہوسکتے ہیں۔ تفحص کے باوجود حبیب بن عبداللہ نہشلی کا سراغ نہیں ملتا۔ لہذا گمانِ غالب ہے کہ یہ شبیب بن عبداللہ نہشلی ہیں۔ جن کا ذکر آگے آئے گا۔ یہ امیر المومنین علیہ السلام کے اصحاب میں تھے۔ یہ عابد شب زندہ دار تھے۔ تقویٰ اور پرہیزگاری ان کا شعار تھی۔ میدانِ جنگ میں چند افراد کو قتل کر کے شہید ہوئے۔ ناسخ میں ان کا جو تذکرہ ابوعمرو کے نام سے ہے ہوسکتا ہے یہ ان کی کنیت ہو۔

۳۰۔ حبیب بن مظاہر اسدی

طریحی نے لکھا ہے کہ ایک دن رسول اکرم ﷺ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک کوچہ سے گزر رہے تھے جہاں چند لڑکے کھیل میں مشغول تھے۔ رسول اکرم نے آگے بڑھ کر ان میں سے ایک لڑکے کو اٹھا کر اپنے زانو پر بٹھایا اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ لوگوں نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! آپ نے صرف اس لڑکے کے ساتھ یہ مہربانی کیوں فرمائی؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک دن دیکھا کہ یہ حسین کے ساتھ چل رہا ہے اور اس کی خاکِ قدم اپنی آنکھوں سے لگاتا ہے۔ جبریل نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ لڑکا کربلا میں میرے حسین کی مدد کرے گا (۲)۔ فاضل محلاتی کے مطابق ملا صالح برغانی نے مخزن البکا میں طریحی کی

۱۔ اصابہ ج۲ ص۱۰۴

۲۔ منتخب طریحی ج۱ ص۱۱۶

روایت کونقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ بعض مؤثقین کا قول ہے کہ وہ لڑکا حبیب بن مظاہر تھے (۱)۔ روضۃ الشہداء کے مطابق یہ عمر رسیدہ بزرگ حافظِ قرآن تھے اور ہر رات ایک قرآن ختم کیا کرتے تھے۔ انہیں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضری کا شرف بھی حاصل تھا اور انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے حدیثوں کی سماعت بھی کی تھی۔ (۲)

رجال کشی کے مطابق ایک دن اثنائے راہ حبیب اور میثم تمار کی ملاقات بنی اسد کی نشست گاہ کے پاس ہوئی اور یہ دونوں اس قدر قریب ہوئے کہ دونوں کے گھوڑوں کی گردنیں ایک دوسرے کے قریب ہوگئیں۔ حبیب نے کہا میں ایسے شخص کو دیکھ رہا ہوں جو اہل بیتِ رسول کی محبت کے جرم میں تختۂ دار پر چڑھایا جائے گا۔ جواب میں میثم نے کہا کہ میں بھی ایسے سرخ وسفید شخص کو دیکھ رہا ہوں کہ جو رسول کے نواسے کی مدد کرتے ہوئے شہید ہوگا۔ اور اس کے سر کو کوفہ میں پھرایا جائے گا۔ یہ مکالمہ سننے والوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ ایسے جھوٹے لوگ تو ہم نے دیکھے ہی نہیں۔ اتنے میں رشید ہجری وہاں سے گزرے تو انہوں نے ان دونوں کو پوچھا۔ لوگوں نے واقعہ بیان کیا تو رشید کہنے لگے کہ میثم نے ایک بات تو کہی نہیں اچھا ہوتا اگر کہہ دیتے کہ حبیب کا سر لانے والے کو سو درہم زیادہ انعام دیا جائے گا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ تیسرا تو ان سے بھی زیادہ جھوٹا ہے۔ کچھ دن نہ گزرے تھے کہ ان تینوں بزرگوں کی پیشگوئیاں لفظ بہ لفظ پوری ہوئیں (۳)۔ یہ لوگ امیر المومنین علیہ السلام سے قربت کے سبب بہت سے اسرار سے آگاہ تھے۔

کوفہ میں سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر میں آل محمد کے چاہنے والوں کے اجتماعات ہوا کرتے تھے اور حبیب ان میں شریک ہوتے تھے اور جناب مسلم کے کوفہ آنے پر ان کے اہم معاونین میں شمار ہوتے تھے۔ شہادت مسلم کے بعد کوفہ ہی میں تھے کہ انہیں امام حسین علیہ السلام کا خط ملا۔ حبیب اپنی پوشیدہ اقامت گاہ میں تھے اور اپنی زوجہ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ انہیں خط موصول ہوا۔ ان کی قوم والوں کو اس خط کی اطلاع ہوگئی۔ ان لوگوں نے جب حبیب سے صورتِ حال دریافت کی تو انہوں نے مصلحۃً یہ کہہ دیا کہ میں بوڑھا ہوگیا اب

۱۔ فرسان الہیجاء ص ۸۷۔۸۸

۲۔ روضۃ الشہداء ص ۳۰۴

۳۔ ابصار العین ص ۱۰۱

میرے کربلا جانے کا کیا سوال ہے۔ان کی قوم والے انہیں چھوڑ کر چلے گئے۔

حبیب کی زوجہ نے ان سے سوال کیا کہ کیا تم واقعاً رسول کے بیٹے کی مدد کو نہیں جاؤ گے؟ انہوں نے زوجہ کا امتحان لینے کی غرض سے کہا کہ اگر میں امام حسین علیہ السلام کی مدد کے لئے جاؤں گا تو ابن زیاد میرا گھر منہدم کروادے گا اور یہ بھی ہے کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں اب جنگ کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ زوجہ نے کہا کہ حبیب تم مدد کے لئے جاؤ اور انہیں گھر منہدم کرنے دو۔ یہ کہہ کر وہ گریہ وزاری کرتی ہوئی اٹھی اور اپنی چادر حبیب کے سر پر ڈال دی اور کہا کہ تم گھر میں بیٹھو۔ پھر امام حسین علیہ السلام سے فریاد کی کہ کاش میں مرد ہوتی اور آپ کی راہ میں جہاد کرتی۔ حبیب نے اپنی زوجہ سے کہا اطمینان سے بیٹھو میں تو تمہیں آزمار ہا تھا۔ تم اطمینان رکھو میرے یہ سفید بال حسین کی راہ میں خون سے رنگین ہوں گے۔ اس مسئلہ پر غور وفکر کرتے ہوئے وہ گھر سے باہر آئے۔ اسلحوں کے بازار میں گہما گہمی دیکھی سمجھ گئے کہ یہ حسین سے جنگ کی تیاری ہو رہی ہے۔ یہ دیکھ کر محزون غمگین ہوئے۔

مسلم بن عوسجہ ایک دوکان سے خضاب خرید رہے تھے۔ حبیب نے انہیں جا کر سلام کیا اور پوچھا کہ کیا خرید رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ سفید بالوں کے لئے خضاب خرید رہا ہوں۔ حبیب نے پوچھا کہ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ حسین کربلا آ گئے ہیں۔ مسلم نے خریداری موقوف کر دی اور حبیب کی ہمراہی میں کربلا جانے کا فیصلہ کرلیا۔ دونوں نے اپنے غلاموں کو پہلے ہی شہر سے باہر روانہ کر دیا تا کہ چھپ کر نکلنے میں آسانی ہو۔ حبیب نے اپنے غلام سے کہا کہ شہر سے باہر جا کر فلاں زراعت کے پاس میرا انتظار کرنا اور اگر کوئی راستہ میں تم سے سوال کرے کہ کہاں جا رہے ہو تو کہنا کہ میں اپنی زراعت پر جا رہا ہوں۔ جب حبیب غیر معروف راستوں سے جب اس مقام تک پہنچے تو انہوں نے سنا کہ غلام ان کے گھوڑے سے یہ کہہ رہا تھا کہ اگر میرا آقا نہیں آیا تو میں تجھ پر سوار ہو کر کربلا جاؤں گا اور اپنے آقا و مولا کی نصرت کروں گا۔ حبیب نے یہ سن کر غلام کو آزاد کر دیا لیکن اس نے ساتھ چلنے پر شدید اصرار کیا۔(۱)

اس میں اختلاف ہے کہ حبیب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں کس تاریخ کو پہنچے۔ مقتل خوارزمی کی ایک روایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ چھ محرم کو امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھے۔ حبیب جب امام حسین

ا۔ وسیلۃ الدارین ص ۱۰۲۔۱۰۳ بحوالہ اسرار الشہادہ دربندی

کی خدمت میں کربلا پہنچے تو اصحاب نے ان کا استقبال کیا اور شہزادی زینب نے انہیں سلام کہلوایا (۱)۔ حبیب کے کربلا پہنچنے کے بعد کے واقعات میں ہم کچھ واقعات لکھ چکے ہیں۔ بنی اسد کے پاس حبیب مدد کے لئے جانا، قرّہ بن قیس سے ان کی گفتگو، شبِ عاشور ان کا بیان، حصین بن نمیر کا جواب۔

ظہر کی نماز کے موقع پر جب حصین بن نمیر نے کہا تھا کہ تم لوگوں کی نماز قبول نہیں ہوگی تو حبیب نے حصین بن نمیر کو جو جواب دیا تھا کہ اے گدھے! آلِ رسول کی نماز قبول نہیں ہوگی اور تیری نماز قبول ہو جائے گی۔ اس جواب سے غضب ناک ہوکر حصین بن نمر نے حبیب پر حملہ کیا۔ حبیب نے اس کے گھوڑے کی منہ پر تلوار ماری جس سے وہ بھڑک گیا اور حصین زمین پر گر گیا۔ اس کے ساتھیوں نے آگے بڑھ کر اُسے بچالیا حبیب رجز پڑھتے ہوئے ان لوگوں پر حملہ آور ہوئے۔

أقسم لو كنّا لكم اعدادا　　أو شطركم ولّيتم اكتادا

يا شرّ قوم حسباً و آدا

میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر ہماری تعداد زیادہ ہوتی تو یا تم سے آدھی بھی ہوتی تو تم منہ پھیر کر بھاگ جاتے

اے لوگو تم حسب نسب میں بدترین ہو۔

پھر حبیب نے پورے لشکر پر حملہ کرتے ہوئے یہ رجز پڑھا

انا حبيب و أبي مظهر　　فارس هيجاء وليث قسور

وانتم عند العديد اكثر　　ونحن اعلٰى حجة واظهر

وانتم عند الوفاء اغدر　　ونحن اوفٰى منكم واصبر

وفي يميني صارم مذكر　　وفيكم نار الجحيم تسعر

میں حبیب ہوں اور میرے باپ مظہر ہیں میں جنگوں کا شہسوار اور شیر غرّان ہوں۔

تمہاری تعداد بہت ہے لیکن ہماری حقانیت بہت بلند اور واضح ہے۔

تم دھوکہ دینے والے پیمان شکن لوگ ہو اور ہم بہت وفادار اور صابر لوگ ہیں۔

میرے ہاتھ میں کاٹنے والی تلوار ہے جو تمہیں جہنم کی طرف روانہ کرے گی۔

۱۔ فرسان الہیجاء ص ۹۲

حبیب رجز پڑھتے ہوئے بڑھ بڑھ کر حملہ کر رہے تھے کہ بدیل بن مریم نے حبیب پر تلوار کی ضرب لگائی اور تمیم کے کسی شخص نے نیزہ مارا جس سے حبیب زمین پر آ گئے۔ وہ اٹھنا ہی چاہتے تھے کہ حصین بن تمیم نے ان کے سر پر تلوار ماری اور وہ دوبارہ گر پڑے۔ تمیمی نے آگے بڑھ کر حبیب کا سر کاٹ لیا۔ حصین نے وہ سر تمیمی سے مانگا کہ میں نے بھی ان کے قتل میں حصہ لیا ہے۔ تمیمی نے یہ کہہ کر دینے سے انکار کیا کہ میں نے انہیں قتل کیا ہے۔ اس پر حصین نے کہا کہ اتنی دیر کیلئے یہ سر دے دو کہ میں اسے گھوڑے کی گردن میں لٹکا کر لشکر کے درمیان ایک چکر لگا لوں۔ پھر میں واپس کر دوں گا اور تم اسے ابن زیاد کے پاس لے جانا اور انعام حاصل کر لینا۔ انکار واصرار کے بعد وہ سر حصین کو ملا اور اس نے لشکر میں چکر لگانے کے بعد قاتل کو واپس کر دیا۔ (۱)

حبیب کی شہادت نے امام حسین علیہ السلام کو شدید متاثر کیا کہ ابو مخنف کی طرف سے منسوب مقتل کی رو سے امام حسین نے یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ ﴿لله درّك يا حبيب لقد كنت فاضلا تختم القرآن فی ليلة واحدة﴾ حبیب خدا تمہیں اپنے کرم سے نوازے تم صاحب فضل تھے اور ایک شب میں قرآن ختم کیا کرتے تھے۔ اس مقتل کی رو سے حبیب پینتیس افراد کو قتل کر کے شہید ہوئے (۲)۔ محمد بن قیس کی روایت ہے کہ حبیب ابن مظاہر کی شہادت نے امام حسین علیہ السلام کو شدید صدمہ پہنچایا اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا ﴿احتسب نفسی و حماة اصحابی﴾ اپنے اصحاب وانصار کی شہادت پر اپنے اللہ سے اجر طلب کرتا ہوں (۳)۔ کربلا کے واقعہ کے بعد حبیب کا قاتل ان کا سر گھوڑے کی گردن میں باندھ کر کوفہ پہنچا اور ابن زیاد کے دارالامارہ کی طرف چلا۔ حبیب کے بالغ صاحب زادہ قاسم نے اپنے باپ کے سر کو دیکھ کر قاتل کا تعاقب شروع کیا۔ اس نے گھبرا کر پوچھا تم کیوں میرا پیچھا کر رہے ہو؟ اس نے کہا کہ یہ میرے باپ کا سر ہے۔ مجھے دے دو کہ میں اسے دفن کر دوں۔ اس نے جواب دیا کہ امیر اس بات پر راضی نہیں ہوگا اور میں بھی امیر سے ایک اچھا انعام لینا چاہتا ہوں۔ قاسم رونے لگا اور کہا کہ اللہ تمہیں اس کی بدترین سزا عطا فرمائے۔ یہ کہہ کر چلا گیا۔ ایک طویل عرصہ کے بعد جب قاسم بڑا ہوا تو سوائے باپ کے انتقام کے اسے کوئی فکر نہیں تھی۔ ایک دن

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۳۵، ابصار العین ص ۱۰۵۔۱۰۶

۲۔ مقتل منسوب بہ ابو مخنف ص ۱۰۴

۳۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۳۶

مصعب بن زبیر کی فوج میں مذکورہ قاتل اپنے خیمہ میں سویا ہوا مل گیا تو قاسم نے اسے قتل کر دیا۔(۱)

۳۱۔ حجاج بن زید سعدی

یہ امیر المومنین علیہ السلام کے اصحاب میں ہیں اور صفین کی جنگ میں آپ کے ساتھ تھے۔ مامقانی کے مطابق حجاج بن زید سعدی تمیمی بصرہ سے اُس خط کو لے کر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے جو یزید بن مسعود نے آپ کو لکھا تھا (اس خط کا تذکرہ گزر چکا ہے)۔ خط پہنچا کر امام حسین کی خدمت میں گئے یہاں تک کہ حملۂ اولیٰ میں شہید ہوئے۔ زیارت ناحیہ میں ان کا نام حجاج بن زید سعدی اور زیارت رجبیہ میں حجاج بن یزید ہے۔ سماوی نے حجاج بن بدر تحریر کیا ہے۔

۳۲۔ حجاج بن مسروق مذحجی

یہ بزرگ آل محمد کے معروف چاہنے والوں میں تھے۔ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں مکہ حاضر ہوئے اور امام کی خدمت میں رُک گئے۔ حسینی قافلے میں مؤذن کے رتبہ پر فائز ہوئے۔ امام حسین علیہ السلام نے انہیں کو عبید اللہ بن حر جعفی کے پاس بھیجا تھا جس کا ذکر ہو چکا ہے۔ خوارزمی اور ابن شہر آشوب کے مطابق یزید بن مہاصر یعنی ابو الشعثاء کندی کے بعد حجاج امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور مندرجہ ذیل اشعار پڑھ کر امام سے جنگ کی اجازت مانگی۔

اقدم حسین هادیا مهدیا — الیوم تلقی جدك النبیّا

ثم اباك ذا الندیٰ علیّا — ذاك الّذی نعرفه وصیّا

والحسن والخیر الرضی ولیّا — واسد الله الشهید الحیّا

وذا الجناحین الفتی الكمیّا — و فاطِمَ والطاهر الزكیّا

ومن مضی من قبله تقیّا — فالله الشهید الحیّا

لتبشروا ایّا عترة النبیّا — بجنّة شرابها مریّا

والحوض حوض المرتضیٰ علیّا (۲)

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۳۵

۲۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۲۹۱

اے حسین آپ آگے بڑھیں کہ آپ ہادی ورہنما ہیں، آج آپ اپنے جدّ نبی اکرم سے ملاقات کریں گے۔
پھر آپ اپنے والد سے ملاقات کریں گے جو رسول اللہ کے وصی تھے۔
پھر آپ حسن سے ملاقات کریں گے جو بہترین اور پسندیدہ ولی تھے، پھر آپ حمزہ شیرِ خدا سے ملیں گے جو شہید اور زندہ جاوید ہیں۔
پھر آپ جعفر طیار سے اور اپنے والدۂ گرامی فاطمۂ طاہرہ سے ملاقات کریں گے۔
اور جو متقی افراد پہلے گزر چکے ہیں ان سے آپکی ملاقات ہوگی اور اللہ نے مجھے آپ لوگوں کا دوستدار بنایا ہے۔
کہ میں آپ کی محبت میں ایک بدنسب سے جنگ کروں اور خدا کی بارگاہ میں شہید ہو کر پہنچوں۔
اے عترتِ رسول آپ کو جنت کی بشارت ہو جس کا مشروب گوارا اور خوش مزہ ہے۔
اور حوض کوثر تو علی مرتضٰی ہی کے اختیار میں ہے۔

اجازت لے کر میدان جنگ میں آئے اور پچیس افراد کو قتل کیا (۱)۔ سماوی کا بیان ہے کہ میدان جنگ سے دوبارہ خون میں نہائے ہوئے امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور دو شعر پڑھے جن کا مفہوم یہ ہے کہ میں رسول اللہ اور علی مرتضٰی سے آج ملاقات کروں گا۔ امام حسین علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ ﴿**نعم وانا ألقاهما علىٰ اثرك**﴾ ہاں! میں بھی تمہارے بعد ان دونوں کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں (۲)۔ علامہ سماوی نے ابن شہر آشوب وغیرہ کے حوالہ سے دوبارہ امام کی خدمت میں آنا تحریر کیا ہے۔ اس وقت مناقب کے دو نسخے سامنے ہیں جن میں واقعہ نہیں ملا۔

۳۵۔ حُجیر بن جُندَب

علامہ سماوی کے مطابق حجیر کے والد امیر المومنین علیہ السلام کے صحابی اور معروف چاہنے والوں میں تھے۔ انہوں نے الحدائق الوردیہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جندب اور اُن کے بیٹے حجیر جنگ کے آغاز میں شہید ہوئے۔ سماوی کے نزدیک یہ درست نہیں ہے کہ حجیر اپنے باپ جندب کے ساتھ شہید ہوئے

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۱۱۲

۲۔ ابصار العین ص ۱۵۳

اور یہ کہ زیارت ناحیہ میں بھی ان کا تذکرہ نہیں ہے لہٰذا انہوں نے جحیر کے حالات نہیں لکھے (۱)۔ تسمیہ مَن قُتل مع الامام الحسین میں دونوں باپ بیٹوں کا تذکرہ ہے اور دونوں کی شہادت مذکور ہے۔ (۲)

۳۶۔ حر بن یزید ریاحی

جمہرہ نسابِ عرب اور جمہرۃ النسب کے حوالے سے علامہ سماوی نے شجرہ اس طرح تحریر کیا ہے۔ حر بن یزید بن ناجیہ بن قعنب بن عتاب (الردف) بن ھرمی بن ریاح بن یربوع بن حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم تمیمی یربوعی ریاحیِ (۳)۔ حر کا شمار کوفہ کے شرفاء اور معززین میں ہوتا تھا۔ ارباب تراجم کے مطابق حر جاہلیت اور اسلام دونوں میں ایک معزز اور شریف شخص شمار ہوتے تھے۔ احوص جو صحابیٔ رسول اور مشہور شاعر تھے، حضرتِ حر کے چچازاد بھائی تھے۔ مشہور محدث اور صاحب وسائل الشیعہ جناب حر عاملی انہی کی نسل میں ہیں۔ کربلا کے واقعہ سے قبل ان کے حالاتِ زندگی کے تفصیلات نہیں ملتے۔ ابن زیاد نے انہیں ایک ہزار سواروں کے ساتھ امام حسین علیہ السلام کا راستہ روکنے کے لئے روانہ کیا تھا۔ جس کے واقعات ہم پچھلے اوراق میں تحریر کر چکے۔

شیخ ابن نما تحریر فرماتے ہیں کہ حر نے امام حسین کی خدمت میں حاضر ہونے کے بعد عرض کی کہ جب ابن زیاد نے مجھے آپ کی طرف روانہ کیا تو جیسے ہی میں قصر ابن زیاد سے نکلا تو کسی نے مجھے عقب سے آواز دی ﴿**ابشر یا حرّ بخیر**﴾ اے حر تجھے خیر کی خوشخبری ہو۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو کوئی بھی نہیں تھا۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ کیسی خوشخبری ہے؟ جب کہ میں حسین سے لڑنے جا رہا ہوں۔ اُس وقت تو میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں آپ کا پیرو بن جاؤں گا۔ اس کے جواب میں امام حسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ﴿**لقد اصبت اجرا وخیرا**﴾ تم نے خیر کی ہدایت پالی (۴)۔ واعظ کاشفی کی روایت ہے کہ جب حر امام حسین کی خدمت میں حاضر ہوا تو عرض کی کہ فرزندِ رسول! میں نے رات میں اپنے والد کو خواب میں دیکھا

۱۔ ابصار العین ص ۱۷۴

۲۔ تراثنا، پہلا سال دوسرا شمارہ ص ۱۵۵

۳۔ ابصار العین ص ۲۰۳

۴۔ مثیر الاحزان ص ۹۱

کہ وہ میرے پاس آئے اور مجھ سے پوچھا کہ تم ان دنوں میں کہاں گئے ہوئے تھے؟ میں نے کہا کہ میں امام حسین کا راستہ روکنے گیا تھا۔ میرے باپ نے ایک چیخ ماری اور کہا کہ اے بیٹے تجھے رسول کے بیٹے سے کیا سروکار ہے؟ اگر جہنم کی آگ برداشت کر سکتے ہو تو جاؤ حسین سے جنگ کرو اور اگر تمہیں رسول کی شفاعت، خدا کی رضا اور جنت کی ہمیشگی چاہیئے تو جاؤ حسین کے دشمنوں سے جنگ کرو۔ اب میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے جنگ کی اجازت دیں۔ امام حسین علیہ السلام نے جواب میں ارشاد فرمایا تم ہمارے مہمان ہو۔ انتظار کرو کہ کوئی دوسرا میدان میں جائے۔ حر نے عرض کی کہ فرزند رسول! سب سے پہلے جس نے آپ سے دشمنی کی وہ میں ہوں لہٰذا اجازت دیجئے کہ میں ہی آپ کی طرف سے پہلا لڑنے والا اقرار پاؤں۔ امام نے حر کو اجازت دے دی۔(۱)

ہم پچھلے اوراق میں حر کی آمد اور توبہ کا حال لکھ چکے ہیں۔ ارباب مقاتل نے حر کا یہ جملہ تحریر کیا ہے کہ انہوں نے امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ ﴿**یا بن رسول الله! کنت أول خارج علیك فأذن لی أن أكون اوّل قتیل بین یدیك فلعلّی أن أكون أوّل من یصافح جدّك محمداً غداً فی القیامة**﴾(۲) فرزندِ رسول! سب سے پہلے میں نے آپ کے خلاف خروج کیا تھا تو اب آپ مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کی راہ کا سب سے پہلا شہید قرار پاؤں تا کہ کل قیامت کے دن سب سے پہلے آپ کے جد محمد (رسول اللہ) سے مصافحہ کروں۔ مقتل نگاروں نے تحریر فرمایا ہے کہ حر سے قبل حملۂ اولیٰ میں بہت سے افراد شہید ہو چکے تھے لہٰذا حر کا اپنے آپ کو پہلا شہید کہنا اس اعتبار سے ہے کہ میں مبارزت کر کے پہلا شہید قرار پاؤں۔ لہوف اور محمد بن ابی طالب نے اس کی صراحت کی ہے۔

حر کی شجاعت

طبری، ابو مخنف سے نضر بن صالح عبسی کے ذریعہ روایت کرتا ہے کہ جب حر امام حسین علیہ السلام کے لشکر سے ملحق ہو گئے تو بنی تمیم کے ایک شخص یزید بن سفیان نے کہا کہ اگر میں حر کو حسین کی طرف جاتے

۱۔ روضۃ الشہداء ص ۲۷۸

۲۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۱۳، بحوالہ محمد بن ابیطالب مصاحب مناقب و کامل بن اثیر

دیکھ لیتا تو نیزہ مار کے اس کا کام تمام کر دیتا۔ ایسے میں جب کہ شدید جنگ ہو رہی تھی اور حر عنترہ کا شعر پڑھتے ہوئے بڑھ بڑھ کر حملہ کر رہے تھے اور ان کے گھوڑے کی پیشانی اور کانوں سے خون ٹپک رہا تھا، ابن زیاد کی انتظامیہ کے ایک سردار حصین بن تمیم نے یزید بن ابوسفیان سے کہا کہ یہ حر ہے، تم جس کے قتل کی تمنا رکھتے ہو۔ وہ لشکر سے باہر نکلا اور حر سے کہنے لگا کہ مجھ سے جنگ کرو گے؟ حر نے کہا کہ ہاں۔ پھر اس پر حملہ کر دیا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے حصین بن تمیم کو کہتے ہوئے سنا کہ حر مقابلہ کے لئے بڑھے اور ایسا محسوس ہوا کہ یزید کی جان حر کے ہاتھ میں تھی۔ اسے ایک ہی وار میں قتل کر دیا۔ (۱)

جنگ اور شہادت

طبری نے حبیب بن مظاہر کی شہادت کے بعد تحریر کیا ہے کہ حر رجز پڑھتے ہوئے میدان میں گئے (۲)۔ طبری کے مطابق حر اور زہیر قین ایک ساتھ جنگ کر رہے تھے۔ ان میں سے جب ایک دشمن کے محاصرہ میں آ جاتا تھا تو دوسرا حملہ کر کے اُسے بچا لیتا تھا۔ سپہر کاشانی کے مطابق امام حسین علیہ السلام سے اجازت ملنے کے بعد حر شیرانہ فوجِ دشمن پر حملہ آور ہوئے۔ اس وقت یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

آلیت أن لا أقتل حتی أقتلا   اضربهم بالسیف ضربا معضلا

لا ناقلاً عنهم ولا معللا   لا حاجزا عنهم ولا مبدّلا

أحمی الحسین الماجد المؤمّلا

میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک قتل نہ کرلوں میں قتل نہیں ہوں گا اور میں دشمنوں پر شدید ترین ضربیں لگاؤں گا۔

نہ میں ان سے ہٹوں گا اور نہ عذر کروں گا اور نہ ان کا دفاع کروں گا اور نہ دوسری طرف رُخ کروں گا۔ میں تو فقط حسین کا دفاع کروں گا جو میری نگاہ میں بزرگ ترین ہیں اور ساری امیدیں انہیں سے ہیں۔

پھر افواج یزید کے سامنے کھڑے ہوئے اور یہ رجز پڑھا

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۳۰۔۳۳۱

۲۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۳۶

إنّی أنا الحرّ و نجل الحرّ أشجع من ذی لبد هزبر

ولست بالجبان عند الکرّ لکننی الوقّاف عند الفرّ (۱)

میں حر ہوں اور حر کا فرزند ہوں اور میں شیر ببر سے زیادہ بہادر ہوں اور حملہ کرتے وقت میں بزدلی نہیں دکھاتا بلکہ میں تو وہ ہوں کہ فرار کے ہنگام بھی ثابت قدم رہتا ہوں۔

صاحب ناسخ التواریخ نے اس کے بعد حر کے بیٹے علی کی شہادت اور حر کے بھائی کی توبہ کا واقعہ نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ حر نے اپنے بیٹے کی شہادت کے بعد پھر رجز پڑھ کر حملہ کیا۔

إنّی أنا الحرّ ومأوی الضیف أضرب فی أعناقکم بالسیف

عن خیر من حلّ بارض الخیف أضربکم ولا أریٰ من حیف (۲)

میں حر ہوں اور مہمانوں کی پناہ گاہ ہوں۔ میں اپنی تلوار سے تمہاری گردنیں کاٹوں گا۔

یہ میں اس شخص کے دفاع میں کروں گا جو سرزمینِ خیف پر وارد ہوا ہے۔ میں تمہاری گردنیں کاٹوں گا اور مجھے کوئی باک نہیں ہے۔

صاحب معالی السبطین اور صاحبِ ناسخ التواریخ کہتے ہیں کہ حر کی مبارزطلبی سے پریشان ہو کر پسر سعد نے ایک ماہر جنگجو صفوان بن حنظلہ سے کہا کہ تم کو حر کے مقابلہ پر جانا چاہئے۔ لیکن تم پہلے جا کر اُسے نصیحت کرو۔ اگر مان جائے تو ٹھیک ہے ورنہ جنگ کر کے اسے قتل کردو۔ صفوان نے میدان میں آ کر حر سے کہا کہ تم نے اچھا نہیں کیا کہ اپنے امیر کی اطاعت ترک کر کے حسین کی طرف چلے گئے۔ حر نے جواب دیا کہ اے صفوان تم تو ایک عقلمند انسان تھے۔ یہ کیا کہہ رہے ہو کہ میں حسین کو ایک شرابخوار اور بدنسب کی خاطر چھوڑ دوں۔ صفوان نے غضب ناک ہو کر حر کے سینے پر نیزہ سے حملہ کیا۔ حر نے جواب میں وار خالی دے کر اپنے نیزہ سے اس کے سینے کو توڑ دیا۔ صفوان کے تین بھائیوں نے انتقام کے لئے حر پر حملہ کیا اور یکے بعد دیگرے حر کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ اس کے بعد پھر حر نے مبارزطلبی کا نعرہ کیا۔ (۳)

۱۔ ناسخ التواریخ ج۲ص۲۶۰

۲۔ ناسخ التواریخ ج۲ص۲۶۰

۳۔ ناسخ التواریخ ج۲ص۲۶۲، معالی السبطین ج۱ص۳۶۷۔۳۶۸

شیخ صدوق کے مطابق حر نے فوج مخالف کے اٹھارہ افراد قتل کیئے اور خوارزمی کے مطابق چالیس سوار اور پیادے قتل کیئے۔ طبری کے مطابق فوجوں نے ہجوم کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ شیخ مفید کے مطابق فوجوں نے ہجوم کر کے قتل کیا۔ ان کے قتل میں ایوب بن مسرّح کے ساتھ کوفہ کا ایک سوار بھی شریک تھا(۱)۔ اصحاب حسین انہیں اٹھا کر لائے اور امام حسین علیہ السلام کے سامنے لٹا دیا۔ ابھی حر میں تھوڑی سی رمق باقی تھی۔ امام حسین علیہ السلام نے ان کے چہرے کی مٹی صاف کی اور فرمایا ﴿انت الحرّ كما سمّتك به أمك ، أنت الحرّ فى الدنيا و أنت الحرّ فى الآخرة ﴾ جیسا کہ تمہاری ماں نے بہترین نام حر رکھا تھا، تم دنیا میں بھی آزاد ہو اور آخرت میں بھی آزاد ہو۔ اس کے بعد اصحابِ حسین میں سے کسی نے حر کا مرثیہ پڑھا اور حاکم جشمی کے مطابق یہ مرثیہ حضرت علی بن الحسین نے پڑھا

لنعم الحرّ حرّ بنى رياح	صبور عند مشتبك الرماح
ونعم الحرّ اذ نادىٰ حسين	فجاد بنفسه عند الصباح (۲)

حر بن یزید ریاحی کیا اچھا آزاد مرد تھا اور نیزوں کی جنگ میں کیا صابر تھا۔

کیا اچھا حر تھا کہ جب اسے حسین نے پکارا تو اس نے ان پر اپنی جان فدا کر دی

صاحب ناسخ نے اس مرثیہ کے پانچ اشعار لکھے ہیں۔ دیگر مقاتل میں بھی اس مرثیہ کے اشعار میں جزوی اختلافات پائے جاتے ہیں۔

حر کا بھائی

صاحب ناسخ نے تحریر کیا ہے کہ جمال الدین محدّث نے روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ جب حر نے جنگ کا آغاز کیا تو اُن کا بھائی مصعب بن یزید ریاحی ابن سعد کے لشکر میں تھا۔ جب اس نے حر کا رجز سنا تو گھوڑے کو بھگاتا ہوا حر کی طرف چلا۔ لشکر والوں نے یہ سمجھا کہ وہ حر سے لڑنے جا رہا ہے۔ جب وہ حر سے نزدیک ہوا تو اس کی تعریف کر کے کہنے لگا کہ بھائی تم نے مجھے گمراہی سے نکال کر ہدایت کی طرف

۱۔ امالی صدوق تیسویں مجلس، مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۱۳، ارشاد مفید ج ۲ ص ۱۰۴

۲۔ مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۱۴

گامزن کیا۔اب میں توبہ کرنے کیلئے حاضر ہوا ہوں۔حرُ اُسے لے کر امام حسین کی خدمت میں آئے وہ تائب ہو کر انصار حسین میں شامل ہو گیا۔(۱)

حر کا بیٹا

بکیر بن حر کے نام سے اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔شیخ مہدی حائری نے کسی قدیم کتاب میں معتبر اسناد کے ساتھ یہ دیکھا تھا کہ حر کے ساتھ ان کا بیٹا بکیر بھی امام کی خدمت میں آیا تھا۔امام حسین علیہ السلام نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ انہوں نے عرض کی یہ میرا بیٹا ہے اور آپ کی نصرت کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے دعائے خیر دی۔پھر حر نے بیٹے سے کہا کہ جنگ کے لئے جاؤ۔وہ آگے بڑھا اور اس نے امام حسین علیہ السلام کے ہاتھوں اور پیروں کا بوسہ لیا اور اجازت لے کر میدان میں آیا۔جنگ کر کے ستر افراد کو قتل کیا۔پھر باپ کے پاس واپس آیا اور پیاس کی شکایت کی۔حر نے تسلی دے کر واپس بھیجا۔وہ میدان میں آیا اور دادِ شجاعت دیتا ہوا شہید ہوا۔جب حر کی نگاہ بیٹے کی لاش پر پڑی تو کہا ﴿**الحمدلله الذی مَن علیك بالشهادة بین یدی ابن بنت رسول الله**﴾ اس اللہ کی حمد ہے جس نے تمہیں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کے بیٹے کی حضوری میں رتبۂ شہادت پر فائز کیا۔(۲)

۳۷۔ حلّاس بن عمرو راسبی

ان کا تعلق راسب سے تھا جو قبیلۂ ازد کی ایک شاخ ہے۔ان کا تذکرہ حملۂ اولیٰ کے شہداء میں ہو چکا ہے۔

۳۸۔ حنظلہ بن اسعد شامی

ان کا شجرہ حنظلہ بن اسعد بن شبام بن عبداللہ بن السعد بن حاشر بن ہمدان ہے۔ان کا تعلق شبام سے تھا جو قبیلۂ ہمدان کی ایک شاخ ہے۔یہ شیعیانِ کوفہ میں ایک معتبر شخص تھے۔یہ قاری قرآن

۱۔ ناسخ التواریخ ج۲ص ۲۶۱

۲۔ معالی السبطین ج۱ص ۳۶۸

ہونے کے ساتھ شجاعت اور فصاحتِ کلام میں بھی معروف تھے (۱)۔ ان کا لڑکا علی تاریخ طبری کے بعض واقعات کے راویوں میں ہے۔ محدث قمی کے مطابق عاشور کے دن امام حسینؑ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور تلوار کی ضربتوں اور تیروں اور نیزوں کے حملوں کو اپنے اوپر روکتے رہے اور فوجی دستوں کو خطاب بھی کیا تھا (۲)۔ طبری کے مطابق حنظلہ امام حسینؑ کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور فوج یزید کو مخاطب کر کے کہا ﴿یا قوم انی اخاف علیکم مثل یوم الاحزاب و مثل داب قوم نوح و عاد و ثمود والذین من بعدهم وما الله یرید ظلما للعباد و یا قوم انی اخاف علیکم یوم التناد یوم تولّون مدبرین۔ مالکم من الله من عاصم ومن یضلل الله فماله من هاد۔ یا قوم لا تقتلوا حسینا فیسحتکم الله بعذاب وقد خاب من افتریٰ﴾ اے لوگو! مجھے ڈر ہے کہ یوم احزاب کی طرح اور قوم نوح اور عاد وثمود اور ان کے بعد والوں کی طرح تم پر بھی عذاب آ جائے۔ اللہ بندوں پر ظلم پسند نہیں کرتا۔ اے لوگو! مجھے قیامت میں تمہارے ہلاک ہونے کا ڈر ہے اس دن تمہیں رسوائی حاصل ہوگی اور اس دن اللہ کے علاوہ کوئی بچانے والا نہیں ہوگا اور جسے اللہ گمراہی میں چھوڑ دے اس کی ہدایت کوئی نہیں کر سکتا۔ اے لوگو! حسین کو قتل نہ کرو ورنہ اللہ تمہیں عذاب میں مبتلا کرے گا۔ اور جو بھی افترا کرے گا وہ نقصان اٹھائے گا۔

امام حسینؑ نے ان سے فرمایا ﴿یا بن سعد رحمك الله انهم قد استو جبوا العذاب حین ردّوا علیك مادعوتهم الیه من الحق ونهضوا الیك لیستجیبوك واصحابك فكیف بهم الآن وقد قتلوا اخوانك الصالحین﴾ اے حنظلہ بن سعد تم نے انہیں حق کی دعوت دی تو انہوں نے ٹھکرا دی اور وہ آمادہ ہیں کہ تمہارا اور تمہارے ساتھیوں کا خون بہائیں اور یہ تمہارے پاکیزہ بھائیوں کو قتل بھی کر چکے ہیں، اللہ تم پر رحمت نازل کرے یہ یقیناً عذابِ الٰہی کے مستحق ہیں۔ حنظلہ نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔ میں آپ پر قربان ہو جاؤں، آپ بہتر جانتے ہیں، تو کیا میں آخرت کی طرف نہ جاؤں اور اپنے بھائیوں سے ملاقات نہ کروں۔ آپ نے فرمایا ضرور جاؤ کہ وہ دنیا سے بہتر اور دائمی ہے۔ اس پر انہوں نے کہا

۱۔ ابصار العین ص ۱۳۰

۲۔ نفس المہموم ص ۱۴۹

ہے ﴿السلام علیک یا ابا عبداللہ صلی اللہ علیک وعلیٰ اھل بیتک وعرف بیننا وبینک فی الجنّة ﴾ یا اباعبداللہ آپ پر سلام ہو اور اللہ آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر رحمتیں نازل فرمائے اور ہمیں آپ کے ساتھ جنت میں جگہ دے۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا آمین۔ آمین۔ پھر اجازت لے کر میدان میں آئے اور حملہ کر کے کچھ لوگوں کو قتل کیا اور شہید ہوئے۔(۱)

۳۹۔ حیّان بن حارث سلمانی

استادمحترم آیۃ اللہ خوئی قدس سرہ نے اپنے رجال میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور یہ تحریر کیا ہے کہ زیارت ناحیہ اور رجبیہ میں ان کا نام ہے(۲)۔ علامہ شمس الدین نے جابر بن حارث سلمانی کے ذیل میں لکھا ہے کہ طبری میں یہ نام اسی طرح آیا ہے لیکن رجال طوسی میں اسے جنادہ بن حرث سلمانی تحریر کیا گیا ہے جو درست نہیں ہے۔ اور استاد مرحوم آیۃ اللہ خوئی نے بھی شیخ کی پیروی میں جنادہ تحریر کیا ہے جب کہ زیارت کے بعض نسخوں میں حباب بن حارث سلمانی ہے اور بعض میں حیّان بن حارث اور بعض میں حسّان بن حارث بھی ہے اور یہ اختلافِ نسخ درحقیقت ایک ہی نام کی مختلف شکلیں ہیں (۳)۔ یہ حیان بن حارث درحقیقت جنادہ بن حارث ہی کی بدلی ہوئی شکل ہے۔ واللہ اعلم

۴۰۔ خالد بن عمرو بن خالد ازدی

ابن شہر آشوب کے مطابق یہ اپنے والد عمرو بن خالد کے بعد اجازت لے کر میدان میں آئے اور رجز پڑھا۔

صبراً علیٰ الموت بنی قحطان　　کیما تکونوا فی رضی الرحمٰن
ذی المجد والعزة والبرھان　　وذی العلیٰ والطول والاحسان
یا ابتا قد صرف فی الجنان　　فی قصر درّ حسن البنیان

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ص ۳۳۸
۲۔ معجم رجال الحدیث ج ۶ص ۳۰۸
۳۔ انصار الحسین ص ۷۸

اے قحطان کے بیٹو موت پر صبر کرو تا کہ تمہیں خدائے رحمٰن کی رضا حاصل ہو۔
جو صاحبِ مجد و عزت ہے قاطع دلیلوں والا ہے جو بلندیوں کا جود و کرم اور احسان کا مالک ہے۔
بابا آپ جنت میں چلے گئے آپ موتیوں سے بنے ہوئے قصر میں ہیں جو مستحکم ہے۔
پھر آپ جنگ کرنے کے بعد شہید ہو گئے۔(۱)

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب ج۴ ص۱۰۱

۴۱۔ خلفِ مسلم بن عوسجہ

عطاء اللہ شافعی کی روضۃ الاحباب کے مطابق مسلم کا بیٹا ان کی شہادت کے بعد جنگ کے لئے باہر آیا۔ امام حسین علیہ السلام نے اس سے ارشاد فرمایا کہ اگر تم شہید ہو جاؤ گے تو تمہاری ماں تنہا رہ جائے گی۔ بیٹے نے واپس جانا چاہا تو مسلم کی زوجہ نے اسے روک لیا اور کہا کہ بیٹے اگر تو چاہتا ہے کہ میں تجھ سے راضی ہو جاؤں تو فرزند رسول پر جان کو قربان کر دے۔ لڑکا یہ سن کر میدان میں گیا اور اس کی ماں اس کے عقب میں ان کی ہمت بڑھاتی ہوئی چلی۔ اس نے فوج یزید پر حملہ کیا اور کچھ سپاہیوں کو قتل کر کے شہید ہوا۔ فوجیوں نے اس کا سر کاٹ کر اس کی ماں کی طرف پھینک دیا۔ ماں نے سر کو اٹھا کر سینے سے لگا لیا اور ایسی گریہ وزاری کی کہ دوسرے بھی رونے لگے(۱)۔ ابواب الجنان کی تیسری جلد میں یہ اشارہ ہے کہ مسلم بن عوسجہ کے اس فرزند کا نام خلف تھا۔(۲)

۴۲۔ داؤد بن طرماح

رجال و تاریخ میں ان کا تذکرہ نہیں ملتا۔ امام حسین علیہ السلام نے وقتِ آخر اپنے شہید ہونے والے ساتھیوں کو خطاب کر کے جو گفتگو فرمائی ہے اس میں ان کا تذکرہ موجود ہے۔ ﴿**یا داؤد بن الطرمّاح**﴾(۳)۔ امام حسین علیہ السلام نے جن افراد کو مخاطب کیا ہے وہ بہت جلیل القدر اور نامور افراد تھے۔

۱۔ ناسخ التواریخ ج۲ ص۲۷۷
۲۔ ریاحین الشریعہ ج۳ ص۳۰۶
۳۔ ناسخ التواریخ ج۲ ص۳۷۷

داؤد کا نام مسلم بن عوسجہ اور حر کے درمیان ہے لہٰذا انہیں بھی نامور ہونا چاہئے لیکن کتابوں میں ان کا نام نہیں ملتا۔ احتمالِ قوی یہ ہے کہ یہ نام بھی سہوِ کتابت ہے۔

۴۳۔ رافع بن عبداللہ

مسلم بن کثیر حملۂ اولیٰ کے شہدا میں ہیں، رافع ان کے غلام ہیں۔ انہوں نے نماز ظہر کے بعد روز عاشور جنگ کی اور کثیر افراد کو قتل اور زخمی کر کے شہید ہوئے۔ انہیں کثیر بن شہاب تمیمی اور مخضر بن اوس ضبی نے مل کر قتل کیا۔(۱)

۴۴۔ ربیعہ بن خوط

ذخیرۃ الدارین کے مطابق یہ ربیعہ بن خوط بن رئاب ہیں۔ یہ مشہور شاعر اور شہسوار تھے۔ ان کی کنیت ابوثور تھی۔ یہ حبیب بن مظاہر کے عم زاد تھے۔ ان کی سکونت کوفہ میں تھی۔ یہ اپنے عم زاد حبیب بن مظاہر کے ساتھ کوفہ سے نکل کر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے اور عاشور کے دن حملۂ اولیٰ میں شہید ہوئے (۲)۔ سماوی نے حبیب بن مظاہر کے ذیل میں ان کا تذکرہ کیا ہے لیکن ان کے کربلا آنے اور شہید ہونے کے سلسلہ میں کچھ نہیں کہا۔(۳)

۴۵۔ رمیث بن عمرو

زیارت رجبیہ میں ان پر سلام ہے۔ ﴿**السلام علٰی رمیث بن عمرو**﴾ ابن شہر آشوب کے علاوہ رجال طوسی اور معجم الرجال وغیرہ میں انہیں اصحاب امام حسین علیہ السلام میں شمار کیا گیا ہے۔

۴۶۔ زاہر بن عمرو

حملۂ اولیٰ کے شہداء میں ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

۱۔ ذخیرۃ الدارین ص۱۷۲

۲۔ ذخیرۃ الدارین ص۸۸

۳۔ ابصار العین ص۱۰۰

۴۷۔ زائدہ بن مہاجر

کتابوں میں ان کا نام نہیں ملتا۔ زیارت رجبیہ میں ہے ﴿السلام علی زائدة بن المهاجر﴾ علامہ شمس الدین نے ایک احتمال دیا ہے کہ سہوِ کتابت نے یزید بن زیاد بن مہاجر کو موجودہ صورت دے دی ہو۔(۱)

۴۸۔ زہیر بن سلیم

سماوی و مامقانی کے مطابق یہ ابن سعد کے لشکر سے شبِ عاشور نکل کر امام حسین علیہ السلام سے ملحق ہوئے تھے اور حملۂ اولیٰ میں شہید ہوئے۔ زیارت رجبیہ میں ان کا نام زہیر بن سلیمان ہے۔ حملۂ اولیٰ کے شہداء میں ان کا تذکرہ گزر چکا ہے۔ فاضل شمس الدین نے انہیں زہیر بن بشیر خثعمی کے ساتھ متحد قرار دیا ہے۔(۲)

۴۹۔ زہیر بن سیّار

ان کا نام فقط زیارتِ رجبیہ میں پایا جاتا ہے ﴿السلام علی زهير بن سيّار﴾ علامہ شمس الدین نے زہیر بن سائب کے عنوان کے ذیل میں لکھا ہے کہ کتاب الاقبال کے نسخہ میں ان کا نام زہیر بن سیّار ہے۔(۳)

۵۰۔ زہیر بن بشر

یہ حملۂ اولیٰ کے شہداء میں ہیں ان کا نام زیارت رجبیہ میں ہے۔ انصار الحسین ص ۱۱۷ پر علامہ شمس الدین کی رائے دیکھی جاسکتی ہے۔

۵۱۔ زہیر بن قین

ان کا شجرہ زہیر بن قین بن قیس انماری بجلی ہے۔ یہ کوفہ میں سکونت پذیر تھے اور اپنی قوم کے معززین میں شمار ہوتے تھے۔ جنگوں میں ان کا ذکر اور ان کی بہادری کے واقعات مشہور ہیں۔ منزلِ

۱۔ انصار الحسین ص ۱۱۷

۲،۳۔ حوالۂ مذکورہ

زرود پر امام حسین علیہ السلام سے ملاقات درج ہو چکی ہے۔ اور ان کا تذکرہ دوسری محرم کے ذیل میں اور شب عاشور کے خطبہ کے ذیل میں بھی ہو چکا ہے۔ تاریخ کربلا میں ان کا تذکرہ بکثرت مقامات پر پایا جاتا ہے۔

مقتل منسوب بہ ابومخنف میں ایک روایت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حبیب بن مظاہر کی شہادت کے بعد زہیر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور عرض کی کہ فرزند رسول میں آپ کے چہرے پر شکستگی کے آثار دیکھ رہا ہوں۔ کیا ہم لوگ حق پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا خدا کی قسم ہم لوگ جس راستے پر ہیں وہی حق ہے۔ زہیر نے کہا پھر ہمیں موت کی پروا نہیں ہے۔ اب آپ مجھے جنگ کی اجازت عطا فرمائیں (۱)۔

سپہر کاشانی کے مطابق نمازِ ظہر کے بعد اصحابِ حسین نے اپنی وفاداری کا اعلان کیا اور اس اعلان کے فوراً بعد زہیر نے جنگ کی اجازت لی اور میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا۔

انا زهیر وانا بن القین — وفی یمینی مرهف الحدّین

ازدوکم بالسیف عن حسین — ان حسینا احد السبطین

ابن علیّ طاهر الجدّین — من عترة البرّ التّقی الزین

ذاك رسول الله غیر المین — یالیت نفسی قسمت قسمین

وعن امام صادق الیقین — اضربکم محامیاً عن دینی

اضربکم ولا اریٰ من شین — اضربکم ضرب غلام زین

بابیض واسمر ردینی (۲)

میں زہیر ہوں اور قین کا بیٹا ہوں اور میرے ہاتھ میں ایک کاٹنے والی تلوار ہے۔

میں اس تلوار سے حسین کا دفاع کروں گا، حسین دو سبطوں میں سے ایک سبط ہیں۔

یہ علی کے بیٹے ہیں اور ان کے دونوں جد پاک ہیں، یہ اس پاک اور زینتِ تقویٰ کی عترت ہیں۔

جو اللہ کے رسول ہیں، کاش میرے نفس کے دو حصے ہوتے۔

اور انہیں میں سچے امام پر فدا کر دیتا، میں اپنے دین کی حمایت میں تم سے جنگ کر رہا ہوں۔

میں تم سے جنگ کروں گا اور میں اس میں کوئی خرابی نہیں پاتا۔

میں فرماں بردار غلام کی طرح تم سے جنگ کروں گا اور اپنے نیزہ و شمشیر سے تمہیں ہلاک کر دوں گا۔

۱،۲۔ مقتل ابومخنف ص ۱۰۴

طبری نے سعید بن عبداللہ کی شہادت کے بعد لکھا ہے کہ زہیر قین نے شدت کے ساتھ جنگ کی اور وہ یہ رجز پڑھ رہے تھے

انا زهير وانا بن قين   أذودهم بالسيف عن حسين

اور (وداع ہوتے وقت) امام حسین کے کندھے پر تھپکی دے کر کہہ رہے تھے

اقدم هديت هاديا مهديا   فاليوم نلقى جدّك النبيّا

وحسنا والمرتضى عليّا   وذا الجنا حين الفتى الكميا

واسد الله الشهيد الحيّا

اسی دوران کثیر بن عبداللہ شعبی اور مہاجر بن اوس نے مل کر حملہ کیا اور انہیں شہید کر دیا (۱)۔ شیخ صدوق کے مطابق زہیر نے دشمن کے انیس سپاہی قتل کئے۔ ابن شہر آشوب نے ایک سو بیس سپاہی لکھے ہیں (۲)۔ امام حسین علیہ السلام ان کے سرہانے تشریف لائے اور یہ ارشاد فرمایا ﴿**لا يبعدنك الله يا زهير ولعن الله قاتلك لعن الذين مسخهم قردة وخنازير**﴾ (۳)۔ اے زہیر اللہ تمہیں اپنی رحمتوں سے دور نہ رکھے اور تمہارے قاتلوں پر اسی طرح لعنت کرے جس طرح بندر اور سوٗر بن جانے والوں پر لعنت کی تھی۔

زیارت ناحیہ میں زہیر کے لئے اس طرح سلام وارد ہوا ہے ﴿**السلام عليك يا زهير بن القين البجلّي القائل للحسين وقد اذن لهٗ في الانصراف والله لا يكون ذلك ابدا۔ اترك ابن رسول الله اسيرا في ايد الاعداء وأنجو۔ لا أراني الله ذلك اليوم**﴾ اے زہیر بن قین بجلی آپ پر سلام ہو۔ جب حسین نے آپ کو واپس جانے کی اجازت دے دی تھی تو اس وقت آپ نے کہا تھا کہ بخدا یہ نہیں ہوگا کہ میں دشمنوں کے ہاتھوں میں فرزندِ رسول کو ایسے چھوڑ کر خود کو بچا لوں۔ اللہ مجھے ایسا دن نہ دکھلائے۔

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۶۶

۲۔ امالی صدوق تیسویں مجلس، مناقب شہر آشوب ج ۴ ص ۱۱۲

۳۔ مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۲۴

۵۲۔ زیاد بن عریب

ان کی کنیت ابوعمرو ہے اور ان کا تعلق قبیلۂ ہمدان کی ایک شاخ بنو صائد سے ہے۔ اسد الغابہ اور اصابہ اور دوسرے علمائے رجال کے مطابق ان کے والد رسول اکرم ﷺ کے صحابی تھے۔ اور خود انہوں نے بھی رسول اکرم ﷺ کا زمانہ پایا ہے۔ یہ عابد و زاہد اور متقی و شب زندہ دار افراد میں تھے اور بہادری میں بھی شہرت رکھتے تھے انہوں نے روز عاشور شہادت پائی (۱)۔ ابن نما نے مثیر الاحزان میں مہران مولیٰ بنی کاہل سے روایت کی ہے کہ میں کربلا میں موجود تھا۔ ایک شخص کو دیکھا جو دلیرانہ ہر طرف حملہ کر رہا تھا اور سپاہیوں کو بھگا رہا تھا اور اس کی زبان پر یہ رجز تھا۔

ابشر هديت الرشد تلقى احمدا فى جنة الفردوس تعلوا صعدا

تجھے بشارت ہو کہ تو ہدایت پر ہے اور تو جنت میں بلند ہو کر احمد مجتبیٰ سے ملاقات کرے گا۔

میں نے کسی سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ تو لوگوں نے کہا کہ یہ ابوعمرو نہشلی ہیں۔

عامر بن نہشل نے ان پر حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا۔ یہ ابوعمرو بڑے نمازی اور تہجد گزار تھے۔ (۲)

۵۳۔ سالم مولیٰ بنی المدینہ کلبی

بنی المدینہ قبیلہ کلب کی ایک شاخ ہے۔ سالم اس قبیلہ کے آزاد کردہ تھے۔ حملۂ اولیٰ کے شہداء میں ان کا ذکر گزر چکا ہے۔

۵۴۔ سالم مولیٰ عامر

حملۂ اولیٰ کے شہداء میں ذکر کیا جا چکا ہے۔

۵۵۔ سعد بن بشر بن عمر حضرمی

صاحب ناسخ التواریخ نے شہداء کی فہرست میں سعد بن بشر کا تذکرہ کیا ہے،

۱۔ ابصار العین ص ۱۳۵

۲۔ مثیر الاحزان ص ۸۸

جنہیں مؤرخین ومحدثین نے اپنی کتابوں میں درج نہیں کیا ہے(۱)۔ علی الظاہر سعد بن بشرح حضرمی حملۂ اولیٰ کے شہداء میں ہیں۔(۲)

۵۶۔ سعد بن حارث

یہ اوران کے بھائی ابوالحتوف خوارج میں تھے۔ان کا تذکرہ ابوالحتوف کے ذیل میں گزر چکا۔علامہ شوستری نے ان کے خارجی ہونے کوتسلیم نہیں کیا ہے۔ان کا پہلا اعتراض یہ ہے کہ اس دعوے پر کوئی دلیل نہیں ہے اور دوسرا اعتراض یہ ہے کہ خارجی، کفار کے ساتھ ہونے والی جنگ میں بھی جابر حکمرانوں سے تعاون نہیں کرتے تھے تو فرزند رسول سے ہونے والی جنگ میں کیسے تعاون کریں گے۔(۳)

۵۷۔ سعد بن حارث خزاعی

سماوی کے مطابق یہ امیرالمومنین علیہ السلام کے غلام تھے۔آپ کے بعد بالترتیب حسنین کے خدمت گزاروں میں رہے۔امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا آئے اور مناقب ابن شہرآشوب اور دیگر مورخین کے مطابق حملۂ اولیٰ میں شہید ہوئے (۴)۔شیخ جعفر طبسی نے اسی عنوان کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ مناقب میں یہ ذکر نہیں ملا۔مستدرکات علم الحدیث ج ۴ص ۲۷ پر ہے کہ سعد بن حارث خزاعی امیرالمومنین علیہ السلام کے غلام تھے اورانہیں صحابیت کا شرف بھی حاصل تھا۔امیرالمومنین کے شرطۃ الخمیس میں تھے اوران کی طرف سے آذربائیجان کے والی بھی رہے۔پھر امام حسن علیہ السلام اورامام حسین علیہ السلام کے ساتھ رہے۔ساتھ ہی مکہ اور پھر کربلا آئے اور عاشور کے دن شہید ہوئے (۵)۔علامہ شوستری نے قاموس الرجال میں اعتراض کیا ہے کہ جوخزاعی ہووہ غلام کیسے ہوسکتا ہے۔اورصحابہ کی فہرست میں ان کا نام کیوں نہیں ہے۔

۱۔ ناسخ التواریخ ج ۴ص ۳۱۴

۲۔ وسیلۃ الدارین ص ۱۴۸

۳۔ قاموس الرجال ج ۵ص ۲۸

۴۔ ابصارالعین ص ۹۶

۵۔ ابصارالعین ص ۹۷

۵۸۔ سعد بن حنظلہ تمیمی

خالد بن عمرو بن خالد ازدی کی شہادت کے بعد اجازت لے کر میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا۔

صبرا علٰی الاسیاف والا سنہ — صبرا علیھا لدخول الجنہ

وحور عین ناعمات ھنّہ — لمن یرید الفوز لا بالظنّہ

یا نفس للراحۃ فاطر حنّہ — وفی طلاب الخیر فاطلبنّہ

تلواروں اور نیزوں پر صبر کرے اگر چاہتا ہے کہ جنت مل جائے۔

اور جو نرم و نازک حوروں کو بے گمان حاصل کرنا چاہتا ہے۔

اے نفس دائمی راحت کو چھوڑ دے اور خیر کی طلب میں رغبت رکھ

شدید جنگ کرنے کے بعد شہید ہوئے (۱)۔ کتب رجال میں ان کا تذکرہ نہیں ہے۔ ناسخ التواریخ، نفس المھموم اور منتھی الآمال وغیرہ میں کم و بیش وہی ہے جو ہم نے نقل کیا ہے۔

۵۹۔ سعید بن عبداللہ حنفی

ان کا تعلق حنیفہ بن لجیم سے تھا جو بکر بن وائل کی شاخ ہے۔ یہ مصلّائے عبادت کے سجدہ گزار اور میدان شجاعت کے شہسوار تھے۔ کوفہ میں سکونت تھی اور اہل بیت کے چاہنے والوں میں سر بر آوردہ شمار ہوتے تھے۔ ان کے بہت سے واقعات کربلا کے صفحات پر بکھرے ہوئے ہیں جن سے ان کے اخلاص فی الدین اور ولایتِ آلِ محمد کی شدّت کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ کوفہ سے دعوت نامے لانے والوں میں آخری قاصد تھے جو ہانی بن ہانی کے ساتھ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں مکہ میں حاضر ہوئے۔ امام نے پوچھا کہ کتنے لوگوں نے اس خط پر دستخط کیے ہیں۔ انہوں نے عرض کی شبث بن ربعی، حجار بن ابجر، یزید بن حارث، یزید بن رویم، عزرہ بن قیس، عمرو بن حجاج، محمد بن عمیر اور دوسرے لوگ۔ امام نے انہیں خط کا جواب دے کر کوفہ بھیج دیا۔ یہ کوفہ میں رہے یہاں تک کہ جناب مسلم آئے اور بیعت کے بعد آپ نے انہیں خط دے کر امام

۱۔ مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۱۷

حسین علیہ السلام کی خدمت میں بھیج دیا۔ یہ امام ہی کی خدمت میں رہے یہاں تک کہ شہید ہوئے۔(۱)

یہ بیان ہو چکا ہے کہ یہ بزرگ نماز ظہر میں امام حسین علیہ السلام کے سامنے کھڑے ہوئے تھے اور تیروں کو اپنے جسم پر روک رہے تھے۔ تیرہ تیر آپ کے جسم سے پیوست تھے کہ نماز کے بعد امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ کیا میں نے اپنا عہد پورا کیا؟ امام نے فرمایا کہ ہاں اور تم مجھ سے پہلے جنت میں پہنچو گے۔ طبری، کامل ابن اثیر اور مثیر الاحزان سے پتہ چلتا ہے کہ سعید بن عبداللہ نماز کے بعد شہید ہوئے ہیں۔ طبری کا بیان ہے کہ حسین اور اصحاب حسین نے ظہر کی نماز پڑھی۔ ظہر کے بعد پھر شدید جنگ شروع ہوئی اور دشمن امام حسین سے قریب ہونے لگے تو حنفی آگے بڑھ کر امام کے سامنے کھڑے ہو گئے اور داہنے بائیں سے آنے والے تیروں کو اپنے اوپر روکنے لگے یہاں تک کہ شہید ہو گئے (۲)۔ ابن اثیر نے بھی کم وبیش یہی بیان نقل کیا ہے۔ (۳) ابن نما نے تحریر کیا ہے کہ جب جنگ امام حسین علیہ السلام تک پہنچ گئی تو بنی حنیفہ کے ایک مرد نے آگے بڑھ کر امام حسین علیہ السلام کو اپنی آڑ میں لے لیا۔ یہاں تک کہ وہ شہید ہوا (۴)۔ خوارزمی اور دوسرے مورخین نے آپ کی شہادت نماز کے دوران بیان کی ہے۔ ان دونوں اقوال میں تضاد نہیں ہے اس لئے کہ حنفی کا تیروں کو اپنے اوپر روکنا دوران نماز اور اس کے بعد تک جاری رہ سکتا ہے اور بظاہر یہی قرین صواب ہے۔

سعید بن عبداللہ حنفی کی جلالتِ قدر کا اندازہ زیارتِ ناحیہ کے سلام سے ہوتا ہے جس میں فرمایا گیا

﴿السلام علٰی سعد بن عبدالله الحنفی القائل للحسین وقد اذن له فی الانصراف والله لا نخلّیك حتّی یعلم الله انا قد حفظنا غیبة رسول الله فیك ۔ والله لو اعلم انی اقتل ثم أحیا ثم احرق ثم أذریٰ ویفعل ذلك بی سبعین مرة ما فارقتك حتّی ألقی حمامی دونك وکیف أفعل ذلك وانما هی موتته أوقتله واحدة ۔ ثم هی بعدها الکرامة التی لا انقضاء لها ابدا ۔ فقد لقیت حمامك دواسیت امالك وتعیت من الله الکرامة فی

۱۔ ابصار العین ص۲۱۶، ذخیرۃ الدارین ص۱۷۷

۲۔ تاریخ طبری ج۴ ص۳۳۶

۳۔ تاریخ کامل بن اثیر ج۴ ص۲۹

۴۔ مثیر الاحزان ص۹۹

دارالمقامه ۔ حشرنا معکم فی المستشهدین ورزقنا مرافقتکم فی اعلیٰ علیین ﴾ سلام ہو سعید بن عبداللہ حنفی پر، جب امام حسین علیہ السلام نے انہیں واپس جانے کی اجازت دے دی تو انہوں نے کہا کہ اللہ گواہ ہے ہم آپ کو چھوڑ کر نہیں جائیں گے تاکہ پروردگار دیکھ لے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیبت کی آپ کے وجود میں حفاظت کی ہے۔ خدا کی قسم اگر میں ستر مرتبہ قتل کیا جائے پھر زندہ کیا جاؤں پھر جلا کر میری راکھ بکھیر دی جائے پھر بھی میں آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ آپ کے سامنے مجھے موت آجائے اور اس وقت تو ایک موت یا قتل کا سامنا ہے۔ یہ ایسی کرامت ہے جس کی انتہا نہیں ہے۔ اے سعید آپ اپنی موت کو پہنچے اور اپنے امام کے ساتھ آپ نے مواسات کی۔ اور اللہ کی طرف سے آپ کو دارِ قرار میں عزت و کرامت نصیب ہوئی۔ اللہ ہمیں آپ کے ساتھ محشور کرے اور اعلیٰ علیین میں آپ کی رفاقت نصیب فرمائے۔

۶۰۔ سلمان بن مضارب

یہ زہیر قین کے عم زاد ہیں۔ سفرِ حج پر زہیر کے ساتھ تھے اور زہیر کے ساتھ ہی امام کی خدمت میں آئے۔ اور زہیر سے پہلے شہید ہوئے ہیں۔ (۱)

۶۱۔ سفیان بن مالک

زیارت رجبیہ میں ان پر سلام ہے۔ ﴿السلام علیٰ سفیان بن مالك﴾ اور زیارتِ ناحیہ میں ہے ﴿السلام علیٰ سیف بن مالك﴾ فاضل شمس الدین نے دونوں کو ایک ہی قرار دیا ہے۔ (۲)

۶۲۔ سلیمان بن سلیمان ازدی

زیارتِ رجبیہ میں ان کا ذکر ہے۔

۶۳۔ سلیمان بن کثیر

ان کا تذکرہ کتابوں میں نہیں ہے صرف زیارت رجبیہ میں ان کا نام ہے۔ علامہ شمس الدین

۱۔ ابصار العین ص ۱۶۹

۲۔ انصار الحسین ص ۹۳

کے مطابق یہ مسلم بن کثیر ازدی ہیں۔(۱)

۶۴۔ سلیمان بن ابی رزین

یہ عاشورا کے شہیدوں میں نہیں ہیں لیکن زیارت ناحیہ میں ان کا نام موجود ہے لہٰذا یہاں نقل کیا گیا ﴿**السلام علٰی سلیمان مولٰی الحسین بن امیرالمومنین ولعن اللّٰہ قاتل سلیمان بن عوف الحضرمی**﴾ سلیمان کی والدہ کبشہ کنیز تھیں۔امام حسین علیہ السلام نے انہیں ایک ہزار درہم میں خرید کر اپنی ایک زوجہ ام اسحٰق کی خدمت پر مامور کیا تھا۔یہیں ان کی شادی ابورزین نامی ایک شخص سے ہوئی اور سلیمان متولّد ہوئے۔انہوں نے امام حسین کے سایۂ عاطفت میں تربیت پائی (۲)۔امام حسین علیہ السلام نے بصرہ کے لوگوں کے نام جو خط لکھا تھا وہ انہیں کے ذریعہ بھجوایا تھا۔جس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔ منذر بن جارود نے ابن زیاد کو اطلاع دی اور اس نے انہیں پھانسی کی سزا دی۔دار پر چڑھانے والا سلیمان بن عوف حضرمی تھا جیسا کہ زیارت کے الفاظ ہیں۔

۶۵۔ سوید بن عمرو بن ابی المطاع خثعمی

علامہ مجلسی کے مطابق یہ اشراف میں شمار ہوتے تھے اور کثرت سے نمازیں پڑھتے تھے۔انہوں نے شیر ببر کی طرح جنگ لڑی ہے (۳) جس سے پتہ چلتا ہے کہ مشہور جنگ آزما بھی تھے۔طبری نے ضحاک بن عبداللہ مشرقی سے روایت کی ہے کہ اصحاب حسین میں سے آخر میں دو صحابی بچے تھے جو سوید بن عمرو بن ابی المطاع خثعمی اور بشیر بن عمرو حضرمی تھے۔ضحاک شرقی کا واقعہ ہم آگے چل کر نقل کریں گے۔طبری نے اگلے صفحہ پر زہیر بن عبدالرحمٰن بن زہیر خثعمی سے روایت کی ہے کہ حسین کے پاس آخری بچنے والے صحابی سوید بن عمرو بن ابی المطاع خثعمی تھے (۴)۔عاشور کے دن اجازت لے کر میدان میں آئے اور جنگ کی یہاں

۱۔ انصار الحسین ص ۱۱۸

۲۔ فرسان الہیجاء ص ۱۶۱

۳۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۲۴ بحوالہ لہوف

۴۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۳۹

تک کہ زخموں سے چور ہوکر زمین پر گر گئے۔ یزید کی فوجوں نے مردہ سمجھ کرانہیں چھوڑ دیا۔ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد یہ ہوش میں آئے جب انہیں معلوم ہوا کہ امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے۔ تو انہوں نے اپنے پاس چھپائے خنجر کو نکالا اور سپاہیوں پر حملہ کر دیا۔ چند افراد کو زخمی کیا تھا کہ چند سپاہیوں نے مل کر ان پر حملہ کیا اور عروہ بن بکار تغلبی اور زید بن ورقاء جہنی نے انہیں شہید کر دیا(۱)۔ ﴿السلام علٰی سوید بن عمرو مولیٰ شاکر﴾

۶۶۔ سوار بن منعم

حملۂ اولیٰ کے شہداء میں ان کا تذکرہ سوار بن ابی عمیر کے نام سے ہو چکا ہے۔ یہ حملۂ اولیٰ میں زخمی ہوئے انہیں گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس لے جایا گیا۔ اس نے قتل کرنے کا حکم دیا لیکن ان کے قبیلے والوں نے انہیں بچالیا اور کوفہ لے آئے جہاں چھ ماہ کے بعد ان کا انتقال ہوا۔ ایک روایت کے مطابق ان کا انتقال زندان میں ہوا۔ زیارت کے الفاظ یہ ہیں ﴿السلام علٰی الجریح الماسور سوار بن ابی عمیر﴾

۶۷۔ سیف بن حارث

یہ اپنے مادری اور چچا زاد بھائی مالک بن عبد بن سریع کے ساتھ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں روتے ہوئے حاضر ہوئے تھے اور امام کے پوچھنے پر کہا تھا کہ ہم آپ کی غربت و بے یاری پر رو رہے ہیں۔ ان کا تذکرہ سیف و مالک کے عنوان سے گزر چکا ہے۔ ﴿السلام علی سیف بن الحارث﴾

۶۸۔ سیف بن مالک عبدی

یہ بصرہ میں ماریہ کے گھر ہونے والے اجتماعات میں شریک ہوتے تھے۔ یزید بن ثبیط کی ہمراہی میں بصرہ سے مکہ آئے اور امام سے ملحق ہوئے۔ مناقب کے مطابق حملۂ اولیٰ میں شہید ہوئے۔ فاضل سماوی کے مطابق نمازِ ظہر کے بعد جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے (۲)

۱۔ ابصار العین ص۱۶۹۔۱۷۰

۲۔ ابصار العین ص۱۹۲

۶۹۔ شبیب بن جراد کلابی وحیدی

ان کا شمار کوفہ کے دلیروں اور بہادروں میں ہوتا تھا۔ امیر المومنین کے صحابی تھے۔ جنگ صفین میں خصوصیت کے ساتھ ان کا تذکرہ پایا جاتا ہے۔ جنگ جمل میں بھی شریک تھے۔ ان کے والد جراد نے جاہلیت اور اسلام دونوں ادوار میں زندگی گزاری تھی۔ شبیب نے جناب مسلم کی بیعت کی تھی اور لوگوں سے امام حسین علیہ السلام کے لئے بیعت لیتے تھے۔ اور آپ کی شہادت کے بعد یزید کی فوج کے ساتھ کربلا آئے اور شب عاشور امام حسین علیہ السلام سے ملحق ہوئے۔ حضرت ابوالفضل سے ماں کی طرف سے رشتہ ہونے کی وجہ سے جناب ابوالفضل کے خیمہ میں رات گزاری اور حملۂ اولیٰ میں شہید ہوئے۔ (۱)

۷۰۔ شبیب بن عبداللہ ہمدانی

بہادر شخص تھے۔ رسول اللہ کا زمانہ دیکھا تھا۔ کوفہ سے آکر امام سے ملحق ہوئے اور حملۂ اولیٰ میں شہید ہوئے ﴿السلام علیٰ شبیب بن عبداللّٰه﴾ ان کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

۷۱۔ شبیب بن عبداللہ نہشلی

یہ امیر المومنین علیہ السلام کے اصحاب میں تھے اور جمل وصفین ونہروان میں شریک تھے۔ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حملۂ اولیٰ میں شہید ہوئے ﴿**السلام علیٰ شبیب بن عبداللّٰه نهشلی**﴾ حملۂ اولیٰ کے شہداء میں مذکور ہیں۔

۷۲۔ شوذب بن عبداللہ ہمدانی شاکری (مولیٰ شاکر)

یہ غلام نہیں تھے۔ بنی شاکر میں رہنے کی وجہ سے مولیٰ شاکر کہلاتے تھے مامقانی کے مطابق یہ اہلِ بیت کے ماننے والوں میں معزز اور سربرآوردہ تھے۔ مشہور بہادروں اور جنگ آزماؤں میں شمار ہوتے تھے اور حدیث کے حافظ تھے، اہلِ شہران کی درس گاہ میں ان سے کسب علم کرتے تھے اور حدیثیں سیکھا کرتے تھے (۲)۔ زنجانی کے مطابق شوذب صحابی تھے اور امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ تینوں جنگوں میں

۱۔ فرسان الہیجاء ص ۱۶۶

۲۔ تنقیح المقال ج ۲ ص ۸۸

شریک ہوئے تھے(۱)۔لیکن انہوں نے اس اطلاع کا ماخذ تحریر نہیں کیا۔کوفہ میں مسلم کی بیعت کی اور ان کا خط لے کر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے ساتھ ہی رہے یہاں تک کہ شہید ہوئے۔ محدث نوری کے مطابق شوذب عابس سے فضل وتقویٰ میں بلند تھے۔(۲)

۷۳۔ ضبیعہ بن عمرو

ان کا نام کتابوں میں نہیں ملتا۔صرف زیارتِ رجبیہ میں ان کا تذکرہ ہے ﴿السلام علیٰ ضبیعة بن عمرو﴾ مزید تفصیل عمرو بن ضبیعہ تمیمی میں دیکھی جائے۔

۷۴۔ ضرغامہ بن مالک تغلبی

یہ کوفہ کے نامور بہادروں میں تھے۔جناب مسلم کی بیعت کی تھی اور آپ کی شہادت کے بعد عمر بن سعد کے لشکر میں شریک ہو کر کربلا آئے اور پھر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مناقب کے مطابق حملۂ اولیٰ کے شہداء میں ہیں۔لیکن ابو مخنف کے مطابق ظہر کی نماز کے بعد اجازت لے کر میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا

الیکم من ابن مالک ضرغام　　　ضرب فتی یحمی عن الکرام

یرجوا ثواب اللّٰه بالتمام　　　سبحانه من ملک علّام

تم ضرغام بن مالک جیسے جوان کی ضرب دیکھو جو شریف ترین لوگوں کی حمایت کر رہا ہے۔

اسے خداوند ملک علّام سے پورے ثواب کی امید ہے۔

پھر لشکر یزید پر شیرانہ حملہ کیا اور ساٹھ افراد کو قتل اور کچھ کو زخمی کیا اور شہید ہوئے (۳)۔زیارت ناحیہ ورجبیہ میں ان پر سلام وارد ہوا ہے۔(۴)

۱۔ وسیلۃ الدارین ص۱۵۴

۲۔ فرسان الہیجاء ص۱۶۸،بحوالہ نفس المہموم

۳۔ وسیلۃ الدارین ص۱۵۷،فرسان الہیجاء ص۱۶۹ بحوالہ منتہی الآمال

۴۔ قاموس الرجال ج۵ص۵۴۱

۷۵۔ طرمّاح بن عدی

علامہ مامقانی نے تحریر فرمایا ہے کہ شیخ نے اپنی کتاب رجال میں انہیں اصحابِ امیر المومنین علیہ السلام میں شمار کیا ہے کہ وہ آپ کا خط لے کر امیر شام کے پاس گئے تھے اور اصحابِ حسین میں بھی شمار کیا ہے۔ اور یہ بھی تحریر کیا ہے کہ کربلا میں وہ زخمی ہو کر مقتولین کے درمیان پڑے رہے۔ ان کے جسم میں رمق باقی تھی۔ ان کے اہل قوم انہیں اٹھا کر لے گئے ان کا علاج ہوا اور وہ شفایاب ہو گئے (۱)۔ علامہ شوستری نے عذیب الہجانات پر امام حسین علیہ السلام سے طرماح کی ملاقات کا تذکرہ طبری کے حوالے سے کیا ہے۔ اور اُن واقعات پر اعتراضات فرمائے ہیں جو امیر شام کو امیر المومنین کا خط پہنچانے کے دوران ہوئے ہیں اور اس پورے واقعہ کو وضعی قرار دیا ہے (۲)۔ قاموس الرجال کے محشی نے لکھا ہے کہ مقتولین کے درمیان پڑے رہنے اور بعد میں علاج سے شفایاب ہونے کا تذکرہ مناسبِ موضوع جگہوں پر تلاش کیا گیا لیکن نہیں ملا۔

- منزل عذیب الہجانات پر طرماح کی آمد کا واقعہ طبری کے حوالہ سے درج ہو چکا ہے، اور یہ بھی درج ہو چکا ہے کہ وہ امام حسین علیہ السلام سے پلٹ کر آنے کا وعدہ کر کے اپنی بستی کی طرف چلے گئے۔
- علامہ مجلسی محمد بن ابیطالب کے حوالہ سے تحریر کرتے ہیں کہ حُر سے تند و تیز گفتگو کے بعد امام حسین علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے دریافت کیا کہ تم میں کوئی اس معروف راستے کے علاوہ کوئی غیر معروف راستہ جانتا ہے؟ طرماح نے کہا فرزند رسول میں جانتا ہوں۔ امام نے ارشاد فرمایا کہ تم آگے چلو۔ طرماح آگے چلے اور پورا قافلہ ان کے پیچھے چلا۔ طرماح رجز پڑھتے ہوئے چلے۔

شیخ مفید کے مطابق رجز کے اشعار کی تیزی اور کاٹ سن کر حُر اپنے لشکر کو لے کر دور ہٹ کر چلنے لگا۔ یہاں تک کہ عذیب الہجانات پر پہنچے (۳)۔ اس روایت سے دو باتوں کی وضاحت ہوتی ہے۔ ایک تو یہ کہ طرماحِ عذیبِ الہجانات سے قبلِ امام کی خدمت میں موجود تھے۔ اور دوسری یہ کہ انہوں نے راستے

۱۔ تنقیح المقال ج ۲ ص ۱۰۹

۲۔ قاموس الرجال ج ۵ ص ۵۶۰۔۵۶۲۔ ہماری نگاہ میں اگر کسی واقعہ کے جزئیات غلط اور خلاف واقعہ ہوں تو اُن جزئیات کو اصلِ واقعہ کے انکار کا سبب نہیں ہونا چاہیے۔

۳۔ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۷۸

کی نشان دہی کی اور ساتھ رہے۔ اس سے میں اس نتیجہ تک پہنچتا ہوں کہ طرماح دو ہیں۔ ایک وہ ہیں جو پچھلی منزلوں سے ساتھ تھے اور دوسرے وہ ہیں جو عذیب الہجانات پر حاضرِ خدمت ہوئے اور اجازت لے کر اپنی بستی کی طرف چلے گئے۔

- علامہ مجلسی نے طرماح سے روایت نقل کی ہے کہ میں (کسی منزل پر) امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہیں صورتِ حال سے آگاہ کیا اور کوہ اجا کے دامن میں سکونت کرنے کا مشورہ دیا ﴿الٰی آخرہ﴾ اس روایت میں ان کا نام طرماح بن حکم ہے۔(۱)
- بعض اہل قلم نے مرحوم محمد حسن قزوینی کی ریاض الاحزان سے روایت نقل کی ہے کہ امام حسین علیہ السلام اپنے ساتھیوں سے خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد اپنے مخصوص خیمہ میں جا کر عبادت میں مشغول ہو گئے۔ اس دوران طرماح نامی ایک شخص آپ سے ملنے آیا۔ اُس شخص نے یہ سنا تھا کہ امام حسین علیہ السلام کربلا آکر مصائب میں مبتلا ہو گئے ہیں تو وہ تیز رفتار اونٹنی (جمّازہ) پر سوار ہو کر آیا۔ ناقہ کو باندھ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں آپ پر فدا ہو جاؤں یہ بے معرفت لوگ آپ کی شان سے واقف نہیں ہیں۔ میں آپ کے لئے ایک بہت تیز رفتار ناقہ لے کر آیا ہوں۔ آپ اس پر سوار ہو جائیں تو میں آپ کو اپنے علاقہ میں لے چلوں۔ وہ ایسی بلند و بالا اور محفوظ جگہ ہے کہ کوئی آپ تک نہیں پہنچ سکتا۔ آپ وہاں محفوظ رہیں گے۔ امام حسین علیہ السلام نے طرماح کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ جنگ سے گریز اور اہل و عیال کو دشمنوں کے حلقہ میں چھوڑ کر چلے جانا کریموں کا شیوہ نہیں ہے۔ (تلخیص)

شب عاشور یزیدی فوج کے محاصرہ کو توڑ کر کسی کا امام حسین علیہ السلام تک پہنچنا ممکن نہیں تھا۔ لہٰذا (اگر روایت کی صحت فرض کر لی جائے تو) یہ طرماح حسینی فوج ہی میں ہو گا اور اس نے امام علیہ السلام کو بچانے کی فوری تدبیر سوچ کر حاضری دی ہو گی۔ اور یہ طرماح اس طرماح کے علاوہ ہے جو عذیب الہجانات میں حاضر ہوا تھا۔ فوری طور پر کتابخانہ میں کتابِ ریاض الاحزان کو تلاش کرنا دشوار ہے لہٰذا کسی دوسری کتاب سے نقل پر اکتفا کیا گیا۔ البتہ امام حسین علیہ السلام کے جواب میں عربی عبارت میں قافیوں کا التزام اس بات کی نشان دہی کرتا ہے کہ اس میں خطابت اور افسانہ سازی کا عنصر زیادہ ہے۔

۱۔ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۶۹

۞ محدث قمی نے ابومخنف سے ایک روایت نقل کی ہے جو طرماح بن حکم کی بیان کردہ روایت سے اختلاف کے باوجود بہت مشابہہ ہے۔ ابومخنف جمیل بن مرثد سے اور جمیل طرماح بن عدی سے روایت کرتا ہے کہ طرماح نے کہا کہ میں نے امام سے یہ کہہ کر خدا حافظ کیا کہ اللہ آپ کو جن وانس کے شر سے محفوظ رکھے۔ میں نے کوفہ سے اہل وعیال کے لئے سامانِ خورد ونوش لیا ہے وہ پہنچا کر آپ کی خدمت میں واپس آتا ہوں۔ میں جب آپ کے پاس آؤں گا تو اللہ گواہ ہے کہ میں آپ کی نصرت کروں گا۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اگر تمہیں آنا ہے تو تعجیل سے کام لینا۔ میں سمجھ گیا کہ آپ فوج سے پریشان ہیں۔ میں سامان پہنچا کر جب پلٹا تو مجھے امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر ملی۔ محدث قمی اس روایت کو لکھنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ طبری کی اس روایت سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ طرماح بن عدی عاشور کے دن کربلا میں نہیں تھے جو شہید ہوتے وہ شہادت کی خبر سن کر راستے سے ہی واپس ہوگئے۔ لہٰذا ابومخنف کی طرف منسوب مقتل میں جو روایت ہے کہ طرماح کہتے ہیں کہ مقتولین کے درمیان شدید زخمی پڑا ہوا تھا الیٰ آخرہ۔ اس روایت پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ (۱)
محدث قمی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان اُس صورت میں متین ومستحکم ہے جب واقعۂ کربلا میں ایک طرماح کے وجود کو تسلیم کیا جائے۔

۞ ابومخنف کی طرف منسوب مقتل میں ہے کہ پھر طرماح میدان جنگ میں آئے اور انہوں نے یہ رجز پڑھا

انا الطرمّاح شدید الضرب ... وقد وثقت باللہ ربّی
اذا نضیت بالھیاح عضبی ... یخشی قرینی فی القتال غلبی
فدونکم فقد قسیت قلبی ... علٰی الطغاہ لو بذاک صلبی

میں طرمّاح ہوں شدید ضربت والا اور میں اللہ پر بھروسہ رکھتا ہوں جو میرا رب ہے۔
جب میں جنگ میں اپنی تلوار اٹھاتا ہوں تو حریف میرے غالب آنے سے خوف زدہ ہوجاتا ہے۔
پس میں نے سرکشوں کے لئے اپنے دل کو سخت کرلیا ہے اور ان پر رحم نہیں کھاؤں گا۔

پھر طرمّاح نے حملہ کیا اور ستر افراد قتل کئے۔ ایسے میں گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور طرمّاح زمین پر

۱۔ نفس المہموم ص ۱۰۴

آ گئے۔فوجیوں نے ہجوم کر کے ان کا سر کاٹ لیا۔(۱)

اسی مقتل میں طرماح بن عدی سے روایت ہے کہ میں مقتولین کے درمیان شدید زخمی پڑا ہوا تھا اور میں اس قسم کھانے میں سچا ہوں کہ میں سویا ہوا نہیں تھا۔ اتنے میں بیس سوار آئے جن کے لباس سفید تھے اور ان سے مشک وعنبر کی خوشبو اٹھ رہی تھی۔ وہ حسین علیہ السلام کے جسم کے قریب آئے۔ان میں سے ایک شخص نے آگے بڑھ کر حسین کو بٹھایا اور کوفہ کی طرف اشارہ کیا تو امام حسین علیہ السلام کا سر آ کر آپ کے جسم سے متصل ہو گیا اور قدرتِ خدا سے پہلے جیسا ہو گیا۔ وہ شخص کہہ رہے تھے کہ میرے بیٹے! انہوں نے تجھے قتل کر دیا اور تم پر پانی بند کیا۔ انہوں نے اللہ پر کتنی بڑی جرأت کی۔(۲) طرماح کے اس واقعہ کو ایک مکاشفہ یا بیداری کا خواب قرار دیا جاسکتا ہے لیکن اس سے قبل کی روایت اس صورت میں نا قابلِ یقین قرار پاتی ہے کہ اُس میں ان کے سر کاٹ لئے جانے کا ذکر ہے اور زیرِ نظر روایت اس بات کی دلیل ہے کہ وہ کربلا کے واقعہ کے بعد زندہ رہے۔

اس تفصیل سے یہ روشن ہو جاتا ہے کہ طرماح نامی دو اشخاص ہیں۔ایک طرماح بن عدی ہیں اور دوسرے طرماح بن حکیم (۳)۔طرماح بن عدی وہ ہیں جو رخصت ہو کر چلے گئے تھے اور طرماح بن حکم یا حکیم وہ ہیں جو بعدِ کربلا تک زندہ رہے۔ناموں کے اختلاف کو سہوِ کتابت کا نتیجہ قرار دیا جاسکتا ہے۔واللہ اعلم بالصواب۔

فاضل سماوی تحریر فرماتے ہیں کہ زیرِ بحث طرماح بن عدی، درحقیقت عدی بن حاتم طائی (مشہور سخی) کے بیٹے نہیں ہیں۔یہ عدی کوئی اور ہیں۔اس لئے کہ عدی بن حاتم کے بیٹے طرفات (طرفہ، طریف، مطرف) امیر المومنین علیہ السلام کی طرف سے لڑ کر جنگوں میں شہید ہو چکے تھے۔اور عدی ان بیٹوں کی شہادت کے بعد بھی زندہ رہے جب کہ ان کی کوئی اولاد زندہ نہیں تھی۔عدی سے جب لوگ ان کے بیٹوں کی شہادت پر طنز کرتے تھے تو وہ جواب میں فرمایا کرتے تھے کہ میری تو یہ خواہش تھی کہ میرے ہزار بیٹے بھی ہوتے تو میں انہیں علی کی محبت میں جنت کی طرف روانہ کر دیتا (۴)۔ہمیں قاموس الرجال میں عدی بن حاتم کے ایک بیٹے کا

۱۔ مقتل ابو مخنف ص ۱۱۲۔۱۱۳

۲۔ مقتل ابو مخنف ص ۱۵۷

۳۔ ریاض المصائب ص ۲۷۴

۴۔ ابصار العین ص ۱۱۶

تذکرہ ملتا ہے جو اموی مزاج تھا اور تنقیح المقال میں ایک دوسرے بیٹے علی کا سراغ ملتا ہے جو جنگِ جمل میں شہید ہوا۔ حقیقتِ حال سے تو اللہ ہی باخبر ہے لیکن اس سے پتہ چلتا ہے کہ عدی کے بیٹے صرف طرفات ہی نہیں تھے۔ ہوسکتا ہے طرمّاح بھی غیر معروف بیٹوں میں ہوں۔

۷۶۔ ظہیر بن حسان

صاحب ریاض الشہادۃ (ص۱۲۲) نے ان کا تذکرہ کیا ہے لیکن کہیں اور ان کا ذکر نہیں ملتا۔ گمانِ غالب یہ ہے کہ ظہیر کتابت کی غلطی ہے۔ یہ عامر بن حسّان یا عمار بن حسّان ہے اور یہ دو نام بھی حقیقت میں ایک ہی شخصیت کے ہیں۔

۷۷۔ عائذ بن مجمع

یہ اپنے والد کے ساتھ شہید ہوئے۔ ان کا تذکرہ ان کے والد مجمّع بن عبداللہ کیساتھ ہوگا۔

۷۸۔ عابس بن ابی شبیب شاکری

ان کا شجرہ عابس بن ابی شبیب بن شاکر بن ربیعہ بن مالک بن صعب بن معاویہ بن کثیر بن مالک بن جشم بن حاشد ہمدانی شاکری ہے۔ بنوشاکر قبیلۂ ہمدان کی ایک شاخ ہیں۔ عابس کا قبیلہ آل محمد کے مشہور و معروف طرفداروں میں شمار ہوتا ہے اور خود عابس معززین میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ بیک وقت دلیر جنگ آزما، خطیب، عبادت گزار اور تہجد گزار تھے (۱)۔ جناب مسلم کے واقعات میں ان کی تقریر پچھلے اوراق میں تحریر کی جاچکی ہے۔ جناب مسلم نے کوفہ کے حالات اور لوگوں کے اشتیاق و محبت پر مشتمل خط لکھ کر عابس اور شوذب کے ذریعہ امام حسین علیہ السلام کو ارسال کیا تھا۔ ان دونوں نے مکہ پہنچ کر وہ خط امام حسین کو دیا اور ساتھ ہی کربلا آئے۔ عاشور کے دن عابس نے شوذب سے پوچھا کہ آج تمہارا کیا ارادہ ہے؟ کہا فرزندِ رسول پر اپنی جان کو قربان کردوں گا۔ عابس نے کہا کہ میں بھی تمہارے بارے میں یہی رائے رکھتا ہوں، تو اب چلو امام کی خدمت میں کہ وہ دوسرے اصحاب کی طرح تمہیں بھی شہداء میں شامل کریں اور مجھے بھی اس کا

۱۔ ابصار العین ص ۱۲۶

اجر ملے۔ اگر تم سے زیادہ کوئی میرا قریبی ہوتا تو مجھے خوشی ہوتی کہ وہ آگے بڑھے اور میں اجر حاصل کروں۔ آج کا دن ایسا ہے کہ ہمیں اپنی پوری استطاعت سے اجر حاصل کرنا چاہئے اس لئے کہ آج کے بعد عمل نہیں ہے حساب ہے۔ شوذب نے امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور میدان میں آ کر جنگ کی اور شہید ہوئے۔ پھر عابس نے امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی ﴿یا ابا عبداللّٰہ اما واللّٰہ ما امسی علیٰ وجہ الارض قریب ولا بعید أعزّ علیّ ولا احبّ الیّ منک ولو قدرت علیٰ ان ادفع عنک الضیم أو القتل بشئ أعزّ علیّ من نفسی و دمی لفعلت السلام علیک یا ابا عبداللّٰہ اشھد انّی علیٰ دین ابیک یا ابا عبداللّٰہ﴾ خدا گواہ ہے کہ دور و نزدیک کی کوئی شے بھی میرے لئے آپ سے زیادہ عزیز اور محبوب نہیں ہے اور اگر میرے امکان میں ہوتا کہ اپنی جان اور خون سے زیادہ عزیز چیز کے ذریعہ آپ کی حفاظت کروں تو وہ بھی کرتا۔ ﴿السلام علیک یا ابا عبداللّٰہ﴾ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں آپ کے اور آپ کے والد کے دین پر ہوں۔ اب آپ مجھے جنگ کی اجازت عطا فرمائیں۔ (۱)

اجازت ملنے پر عابس میدان میں آئے اور فوجِ مخالف کو آواز دی ﴿ألا رجل الا رجل﴾ ہے کوئی میرے مقابل میدان میں آنے والا۔ ربیع بن تمیم کہتا ہے کہ میں عابس کو پہلے سے پہچانتا تھا اور صفّین میں ان کی بہادری کے کارناموں کو دیکھ چکا تھا۔ میں نے پکار کے کہا ﴿ایھا الناس ھذا أسد الأسود ھذا ابن شبیب﴾ اے لوگو! یہ شیروں کا شیر ابن شبیب ہے۔ بہت سے لوگ انہیں پہچانتے تھے لہٰذا کوئی بھی ان کے مقابلہ پر نہ نکلا۔ عابس نے جب دیکھا کہ کوئی بھی نہیں نکلا تو پھر آواز دی کہ ہے کوئی میرے مقابلہ پر آنے والا؟ ابن سعد اس صورت حال سے غضب ناک ہوا اور لشکر کی بزدلی دیکھ کر کہنے لگا کہ پتھر پھینکنے والے عابس پر پتھروں کی بارش کر دیں۔ عابس نے جب یہ دیکھا تو اسلحۂ جنگ دور پھینک دیئے۔ سر سے خود اتار کر پھینک دیا اور بدن سے زرہ اتار کر زمین پر ڈال دی اور تلوار کھینچ کر دشمن کے لشکر میں ڈوب گئے اور جو لوگ بھی سامنے آتے گئے انہیں موت سے ہمکنار کرتے رہے۔ ربیع بن تمیم کہتا ہے کہ عابس نے اسطرح حملہ کیا جیسے شیر لومڑیوں

۱۔ تاریخ طبری ج۴ ص ۳۳۸

کے غول پر حملہ کرتا ہے۔ گھمسان کا رن تھا اور سوار گھوڑوں سمیت گر رہے تھے۔ یہاں تک کہ پتھروں اور نیزوں سے اتنے زخمی ہو گئے کہ گھوڑے سے زمین پر گرے اور کچھ لوگوں نے بڑھ کر آپ کا سر کاٹ لیا۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ ان کے قتل کا افتخار اسے حاصل ہو۔ اس پر ابن سعد نے کہا کہ جھگڑا نہ کرو۔ عابس کو کسی ایک شخص نے قتل نہیں کیا ہے بلکہ سب نے مل کر قتل کیا ہے(۱)۔ ﴿ **السلام علٰی عابس بن شبیب الشاکری** ﴾

۷۹۔ عامر بن حسّان بن شریح طائی

ان کا نسب نامہ عامر بن حسان بن شریح بن سعد بن حارثہ ہے۔(۲) نجاشی نے ان کا تذکرہ احمد بن عامر کے ذیل میں کیا ہے جو عامر بن حسّان کے احفاد میں تھے۔ یہ مکہ سے امام حسین علیہ السلام کے قافلہ میں شامل ہوئے تھے۔ ابن شہر آشوب کے مطابق یہ حملۂ اولیٰ کے شہداء میں ہیں۔(۳)

۸۰۔ عامر بن خلیدہ

ان کا تذکرہ نہیں ملتا۔ زیارت میں ان پر سلام ہے ﴿ **السلام علٰی عامر بن خلیدة** ﴾ والد کا نام خلیہ اور جلیدہ بھی ملتا ہے۔

۸۱۔ عامر بن مالک

زیارتِ رجبیہ میں ان پر سلام ہے ﴿ **السلام علٰی عامر بن مالك** ﴾ اس کے علاوہ کچھ نہیں ملتا۔

۸۲۔ عامر بن مسلم عبدی

مناقب کے حوالے سے انہیں حملۂ اولیٰ کے شہدا میں درج کیا گیا ہے۔ ﴿ **السلام علٰی عامر بن مسلم** ﴾

۱۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۰۴

۲۔ فرسان الہیجاء ص ۱۸۴

۳۔ انصار الحسین ص ۹۵

۸۳۔ عباد بن مہاجر بن ابی مہاجر جہنی

یہ اطراف مدینہ کے علاقے جہینہ کے رہنے والے تھے۔ مکہ سے کربلا جاتے ہوئے جو اہل جہینہ امام حسین علیہ السلام کے قافلہ میں شامل ہوئے، عباد بھی انہیں میں تھے۔ منزل زبالہ پر جہینہ والے امام حسین علیہ السلام کا ساتھ چھوڑ گئے لیکن عباد بن مہاجر امام کے ساتھ رہے۔ کربلا عاشور کے دن جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ (۱)

۸۴۔ عباس بن جعدہ

امیر المومنین علیہ السلام کے مخلص اصحاب میں تھے اور کوفہ میں سکونت تھی۔ ابومخنف کے مطابق دارالامارہ کے گھیراؤ میں یہ جناب مسلم کی طرف سے کوفہ میں سکونت رکھنے والے اہل مدینہ کے سردار تھے۔ جناب مسلم کی شہادت کے بعد محمد بن مسلم نے انہیں گرفتار کر کے ابن زیاد کے حوالے کیا اور اس نے انہیں شہید کروادیا۔ یہ شہدائے کربلا سے قبل کوفہ میں شہید کئے گئے۔ (۲)

۸۵۔ عبدالاعلیٰ بن یزید کلبی

حمید بن احمد نے الحدائق میں تحریر کیا ہے کہ عبدالاعلیٰ آل محمد کے طرفداروں میں بہادر، شہسوار اور قاری قرآن تھے۔ کوفہ میں عبدالاعلیٰ اور حبیب بن مظاہر امام حسین علیہ السلام کے لئے بیعت لیتے تھے۔ یہ جناب مسلم کے ساتھ خروج کرنے والوں میں شامل تھے۔ جناب مسلم کے بعد کثیر بن شہاب نے انہیں گرفتار کر کے ابن زیاد کے حوالے کیا۔ اس نے کہا تم اپنی صورت حال بتلاؤ۔ عبدالاعلیٰ نے جواب دیا کہ میں شہر کے حالات دیکھنے گھر سے نکلا تھا کہ کثیر بن شہاب نے پکڑ کر آپ کے حوالے کر دیا۔ ابن زیاد نے ان سے کہا کہ مغلظ قسمیں کھاؤ کہ تم سچ کہہ رہے ہو۔ انہوں نے قسم کھانے سے انکار کیا تو ابن زیاد نے حکم دیا کہ انہیں جبانۃ السبیع میں لے جا کر قتل کر دیا جائے۔ (۳)

۱۔ تنقیح المقال ج ۲ ص ۱۲۳

۲۔ تنقیح المقال ج ۲ ص ۱۲۵ افرسان الہیجاء ص ۱۸۶

۳۔ وسیلۃ الدارین ص ۲۸۵

۸۶۔ عبدالرحمٰن بن عبدربہ انصاری

یہ رسول اکرم کے صحابی اور علی کے چاہنے والے تھے۔ان کا تذکرہ حملۂ اولیٰ کے شہداء میں گزر چکا ہے۔

۸۷۔ عبدالرحمٰن ارجبی

فاضل سماوی کے مطابق ان کا شجرہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کدن بن ارحب ہے۔ یہ تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ محترم، بہادر اور جرأت مند افراد میں تھے۔(۱) فاضل حائری نے انہیں اصابۂ عسقلانی کے حوالہ سے صحابی تحریر کیا ہے۔(۲) بعض لوگوں نے ان کے جد کا نام کدن کی جگہ کدر تحریر کیا ہے۔ ان کا تعلق ارحب سے تھا جو قبیلۂ ہمدان کی ایک شاخ ہے۔ دینوری نے اخبار الطوال میں انہیں اُن لوگوں میں شمار کیا ہے جو اہل کوفہ کے خطوط امام حسین کے پاس مکہ میں لائے تھے۔(۳) یہ کوفہ کے قاصدوں کے دوسرے گروہ میں تھے۔ دینوری کے مطابق ان کے ساتھ بشر (قیس) بن مسہر صداوی بھی تھے۔ یہ لوگ پچاس خطوط لائے اور ہر خط میں دو سے چار افراد شریک تھے۔ان سے پہلے خط لانے والے عبداللہ بن سبع اور عبداللہ بن وال تھے۔اور ان کے بعد خط لانے والے سعید بن عبداللہ حنفی اور ہانی بن ہانی سبعی تھے۔امام حسین نے انہیں کے توسط سے اہل کوفہ کو خط کا جواب بھجوایا۔ یہ خط پہنچا کر واپس امام حسین علیہ السلام کے پاس آ گئے اور بعض کے نزدیک حملۂ اولیٰ میں شہید ہوئے۔لیکن ابن شہر آشوب کے مطابق امام حسین علیہ السلام سے اجازت لے کر میدان میں آئے اور رجز پڑھ کر حملہ کیا پھر شہید ہوئے۔ وہ رجز ہم سعد بن حنظلہ کے ذیل میں لکھ آئے ہیں۔﴿السلام علیٰ عبدالرحمن بن عبداللّٰہ بن الکدن لا رحبی﴾

۸۸۔ عبدالرحمٰن بن عبداللہ یزنی

ان کے بارے میں فاضل شمس الدین نے تحریر کیا ہے کہ یہ وہی ہیں جن کا ذکر زیارت

۱۔ ابصار العین ص ۱۳۱

۲۔ ذخیرۃ الدارین ص ۲۴۸

۳۔ الاخبار الطوال ص ۲۲۹

رجبیہ میں عبدالرحمٰن بن عبداللہ ازدی ہے۔ جب کہ استاد محترم آیۃ اللہ خوئی نے انہیں عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کدن ارحبی قرار دیا ہے(۱)۔ اجازت لے کر میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا پھر جنگ کی۔

انا بن عبداللّٰه من آل یزن دینی علٰی دین حسین و حسن

اضربکم ضرب فتی من الیمن ارجوا بذاك الفوز عند المؤتمن

میں عبداللہ کا بیٹا ہوں اور آلِ یزن سے ہوں اور میں حسن وحسین کے دین پر ہوں۔

میں تمہیں ایک یمنی جوان کی ضربتیں لگاؤ نگا اور اپنے اس عمل کے ذریعہ اللہ سے فوز وفلاح کی امید رکھتا ہوں۔

جنگ میں کچھ افراد کو قتل کرنے کے بعد شہید ہو گئے (۲)۔ استاد محترم آیۃ اللہ خوئی کے مطابق اگر یہی عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کدن یا کدر ہیں تو یہ وضاحت دلچسپی سے خالی نہیں ہوگی کہ صاحب ناسخ التواریخ نے ان کے ایک بھائی کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ اس کا تذکرہ ناسخ میں اس عنوان سے ہے کہ شہادت عبدالرحمٰن الکدری و برادرش۔ (۳)

۸۹۔ عبدالرحمٰن بن عروۃ
۹۰۔ عبداللہ بن عروۃ

یہ دونوں عروۃ بن حراق غفاری کے بیٹے تھے۔ ان کے جدّ حراق امیر المومنین کے صحابی تھے اور تینوں جنگوں میں شریک تھے یہ دونوں کوفہ کے شرفاء اور دلاوروں میں شمار ہوتے تھے۔ ارباب مقاتل کے مطابق یہ دونوں کربلا میں امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ یہ دونوں بھائی روتے ہوئے امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور روتے ہوئے یہ کہہ کر جنگ کی اجازت طلب کی کہ یا اباعبداللہ آپ پر سلام ہو۔ دشمن ہم سے گزرتا ہوا آپ تک آرہا ہے ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم آپ کا دفاع کریں اور آپ کے سامنے قتل ہو جائیں۔ آپ نے ان کی ہمت افزائی کی اور کہا قریب آ جاؤ وہ دونوں آپ سے قریب ہو کر جنگ کرنے لگے۔ دوسری روایت کے مطابق آپ نے فرمایا کہ آگے آؤ روکیوں رہے ہو؟ ابھی کچھ دیر میں

۱۔ انصار الحسین ص ۹۷

۲۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۲۹۵

۳۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۱۳

جنت میں پہنچ جاؤ گے۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ کی غربت وبیکسی پر رو رہے ہیں اور ہم میں اتنی قدرت و طاقت بھی نہیں ہے کہ آپ کا دفاع کر سکیں۔ امام نے انہیں دعائے خیر دی اور فرمایا کہ اللہ تمہیں متقین کا اجر و ثواب عطا کرے (اس سے مشابہ واقعہ سیف بن مالک کے ذیل میں بیان ہو چکا ہے) یہ دونوں بھائی امام سے اجازت لے کر میدان میں آئے اور رجز پڑھا

قد علمت حقا بنو غفار — و خندف بعد بنی نزار
لنضربنّ معشر الفجار — بکل عضب صارم بتّار
یا قوم ذودا عن بنی الاطهار — بالمشرفیّ والقنا الخطّار (۱)

بنوغفار، بنوخندف اور بنونزار جانتے ہیں کہ۔

ہم فاسق و فاجر لوگوں سے شمشیرِ آبدار سے جنگ کریں گے۔

اے لوگو تم اہل بیتِ اطہار کا دفاع کرو تلواروں سے بھی اور نیزوں سے بھی۔

اس کے بعد دونوں نے جنگ کی اور لڑ کر شہید ہوئے۔ (۲) ﴿السلام علٰی عبداللّٰہ و عبدالرحمٰن ابنی عروۃ بن حراق الغفاریین﴾

۹۱۔ عبدالرحمٰن کدری
۹۲۔ عبدالرحمٰن کے بھائی

ان دونوں بھائیوں نے امام حسین علیہ السلام کے سامنے جنگ کی اور شہید ہوئے۔

عبدالرحمٰن بن عبداللہ یزنی کے ذیل میں ان کا تذکرہ ہوا ہے۔

۹۳۔ عبدالرحمٰن بن مسعود
۹۴۔ عبدالرحمٰن کے والد مسعود بن حجّاج تمیمی

یہ دونوں باپ بیٹے آل محمد کے مشہور طرفداروں اور بہادروں میں شمار ہوتے تھے۔

۱۔ ذخیرۃ الدارین ج ۲ ص ۳۱۳

۲۔ مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۲۷

ساتویں محرم کو امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شہر آشوب کے مطابق حملۂ اولیٰ میں شہید ہوئے۔(۱)
﴿السلام علٰی مسعود بن حجاج وابنه عبدالرحمٰن بن مسعود﴾

۹۵۔ عبدالرحمٰن بن یزید

رجال وتاریخ میں ان کا تذکرہ نہیں ہے۔ زیارت میں ذکر ہے ﴿السلام علٰی عبدالرحمٰن بن یزید﴾

۹۶۔ عبداللہ بن بشر خثعمی

عبداللہ بن بشر لشکرِ ابنِ سعد میں تھے۔ مہادنہ کے دنوں میں یہ مشہور بہادروں کے اور حق کے حامیوں میں تھے۔ ان باپ بیٹوں کا جنگوں اور معرکوں میں تذکرہ موجود ہے۔ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ صاحب حدائق کے مطابق حملۂ اولیٰ میں ظہر سے قبل شہید ہوئے۔(۲)

۹۷۔ عبداللہ بن عمیر

ان کی جنگ سابق میں گزر چکی۔

۹۸۔ عبداللہ بن یزید بن ثبیط عبدی

یزید بن ثبیط کا تعلق بصرہ سے تھا۔ یہ اپنے دو بیٹوں کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ مکہ سے تھے۔ قیام مکہ میں ان کا ذکر گزر چکا۔ طبری نے ان کا ذکر کیا ہے اور ابن شہر آشوب نے حملۂ اولیٰ کے شہداء میں ان کا تذکرہ کیا ہے لیکن انہیں ابن یزید کی جگہ ابن زید لکھا ہے۔(۳)

۹۹۔ عبیداللہ بن یزید بن ثبیط

یہ مذکور بالا عبداللہ کے بھائی ہیں۔ زیارت ناحیہ میں ﴿السلام علٰی عبداللّٰہ و

۱۔ وسیلۃ الدارین ص۱۶۶
۲۔ ابصار العین ص۱۷۰
۳۔ انصار الحسین ص۹۹

عبیداللہ ابنی یزید بن ثبیط القیسی﴾

۱۰۰۔ عبیداللہ بن عمرو کندی

کوفہ کے رہنے والے تھے اور بہادروں میں شمار ہوتے تھے۔ امیر المومنین علی علیہ السلام کے ساتھ تینوں جنگوں میں شرکت کی تھی۔ یہ دارالامارہ کے محاصرہ میں جناب مسلم کی طرف سے کندہ اور ربیعہ کے سردار تھے۔ شہادت مسلم کے بعد حصین بن نمیر نے گرفتار کر کے ابن زیاد کے حوالے کیا اور اس نے انہیں شہید کروادیا۔ یہ بھی کربلا سے قبل کے شہداء میں ہیں۔ (۱)

۱۰۱۔ عثمان بن عروہ غفاری

ان کا نام زیارت رجبیہ میں ہے ﴿السلام علیٰ عثمان بن عروۃ الغفاری﴾ اس کے علاوہ تفصیلات نہیں ملتیں۔

۱۰۲۔ عروہ غلام حر

حر کا یہ غلام ابن سعد کی فوج میں تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ حر شہید ہو گئے اور ان کا بیٹا اور بھائی بھی شہید ہو گئے تو لشکر یزید سے لڑتا ہوا اور فوجیوں کو قتل کرتا ہوا امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور عرض کی کہ یا ابا عبداللہ! مجھے معاف کر دیں کہ میں نے آپ کی اجازت کے بغیر جنگ کی۔ اب آپ مجھے اجازت عطا فرمائیں۔ امام سے اجازت لے کر فوجِ یزید پر حملہ آور ہوا اور چند افراد کو قتل کر کے شہید ہوا۔ (۲)

۱۰۳۔ عقبہ بن صلت جہنی

آپ جہینہ (اطراف مدینہ) سے امام کے ساتھ ہوئے تھے جب کہ آپ مکہ سے کربلا کی طرف جا رہے تھے۔ منزلِ زبالہ پر ساتھ آنے والے لوگ منتشر ہو گئے لیکن یہ حضرات آخر تک ساتھ رہے۔ عقبہ حملۂ اولیٰ میں شہید ہوئے۔ (۳)

۱۔ تنقیح المقال ج ۲ ص ۲۴۱

۲۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۲۶۶

۳۔ وسیلۃ الدارین ص ۱۷۱ بحوالۂ الحوادث والوقائع باقر ملبوبی

۱۰۴۔ علی بن مظاہر اسدی

ناسخ التواریخ کے مطابق یہ ان شہداء میں ہیں جن کا تذکرہ نہیں کیا گیا۔ یہ اجازت لیکر میدان میں آئے اور رجز پڑھا پھر حملہ کر کے ستر افراد کو قتل کیا اور شہید ہو گئے۔ ان کا رجز تھوڑے فرق کے ساتھ وہی ہے جو حبیب بن مظاہر کے تذکرہ میں گزر چکا۔(۱)

۱۰۵۔ عمّار بن حسان طائی

آل محمد کے مشہور طرفداروں میں تھے۔ عمار کے والد حسان امیر المومنین علیہ السلام کے صحابی تھے اور جمل وصفین میں شریک تھے۔ جنگِ صفین میں شہادت پائی۔ عمار بن حسان مکہ سے امام حسین علیہ السلام کے ساتھ تھے اور ابن شہر آشوب کے مطابق حملۂ اولیٰ میں شہید ہوئے۔(۲)

۱۰۶۔ عمار بن ابی سلامہ ہمدانی

ان کا شجرہ عمار بن ابی سلامہ بن عبداللہ بن عمران بن راس بن دالان ہے۔ بنو دالان ہمدان کی ایک شاخ ہیں۔ کلبی اور ابن حجر کے مطابق یہ صحابیِ رسول تھے۔ طبری کے قول کے مطابق یہ امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ تینوں جنگوں میں شریک تھے۔ انہوں نے بصرہ میں امیر المومنین سے پوچھا تھا کہ آپ اہل بصرہ کے ساتھ کیا سلوک کریں گے؟ آپ نے فرمایا میں انہیں حق کی دعوت دوں گا اور اگر انہوں نے قبول کی تو نیک سلوک کروں گا ورنہ ان سے جنگ کروں گا۔ عمار نے جواب میں کہا تھا کہ اس صورت میں فتح آپ کی ہوگی اور باطل حق پر غالب نہیں ہوگا۔ مناقب اور صاحبِ حدائق کے مطابق حملۂ اولیٰ میں شہید ہوئے۔(۳) **السلام علیٰ عمارة بن ابی سلامة الهمدانی**

۱۰۷۔ عمرو بن جنادہ

اپنے والد جنادہ بن حارث انصاری کے بعد امام سے اجازت لے کر میدان میں آئے

۱۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۱۰

۲۔ ابصار العین ص ۱۹۷

۳۔ ابصار العین ص ۱۳۳۔۱۳۴

اور یہ رجز پڑھا۔

اضق الخناق من ابن هند وارمه | من عامه بفوارس الانصار
و مهاجرين مخضبين رماحهم | تحت العجاجة من دم الكفار
خضبت علٰی عهد النبی محمد | فاليوم تخضب من دم الكفار
واليوم تخضب من دماء اراذل | رفضوا القرآن لنصرة الاشرار
طلبوا بثارهم ببدر اذا توا | بالمرهفات وبالقنا الخطّار
واللّٰه ربی لا ازال مضارباً | فی الفاسقين بمرهف تبّار
هذا علٰی الأزدیّ حق واجب | فی كل يوم تعانق وكرار

ہندہ کے بیٹے کا گلا گھونٹ دو اور اسے تیر کا نشانہ بناؤ انصار کے بہادروں کے ذریعہ۔

اور مہاجرین کے ذریعہ، جنہوں نے اپنے نیزوں کو کفّار کے خون سے رنگین کیا تھا۔

یہ زمانہ رسول میں بھی رنگین ہوئے تھے اور آج بھی کافروں کے خون سے رنگین ہوں گے۔

آج بھی نیزے ان پست و کمتر افراد کے خون سے رنگین ہوں گے جو شر پسندوں کا ساتھ دینے میں قرآن کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔

اس لئے کہ یہ لوگ بدر کا بدلہ لینے کے لئے اسی روز کے نیزے لے کر آئے ہیں۔

خدا کی قسم میں جنگ سے ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا اور شمشیرِ برّاں سے انہیں قتل کروں گا۔

یہ اوس ازدی پر ایک لازمی فرض ہے کہ وہ ہر دن جنگ و جدال کرے۔

پھر فوج پر حملہ کیا اور لڑ کر شہید ہوئے (۱) ﴿السلام علٰی جنادة بن كعب الانصاری وابنه عمرو بن جنادة﴾

ایک مطالعہ

فاضلِ سماوی نے جنادہ بن کعب بن حرث انصاری کے بعد دوسری سرخی قائم کی ہے ''عمر بن جنادہ بن کعب بن حرث انصاری خزرجی'' اور اس کے ذیل میں یہ لکھا ہے کہ عمر لڑکے تھے اور اپنے

۱۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۰۲

باپ ماں کے ساتھ آئے تھے۔ باپ کی شہادت کے بعد ان کی ماں نے انہیں جنگ کا حکم دیا۔ انہوں نے امام حسین کی خدمت میں حاضر ہو کر اجازت مانگی۔ آپ نے اجازت نہیں دی اور انہوں نے دوبارہ اجازت طلب کی۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ لڑکا ہے اور اس کا باپ جنگ میں قتل ہو چکا ہے ممکن ہے کہ اس کا جنگ میں جانا اس کی ماں کو پسند نہ ہو۔ اس پر اس لڑکے نے کہا کہ میری ماں ہی نے تو مجھے حکم دے کر بھیجا ہے۔ اجازت ملنے پر میدان میں آیا اور شہید ہو گیا۔ فوجیوں نے اس کا سر کاٹ کر امام حسین کی طرف پھینک دیا۔ اس کی ماں نے سر کو اٹھا کر دوبارہ ایک شخص کی طرف پھینکا جس سے وہ شخص مر گیا۔ پھر خیمہ گاہ کی طرف پلٹ کر آئی اور عمودِ خیمہ لے کر جنگ کرنے نکلی لیکن امام نے اسے واپس بلا لیا (۱)۔ سماوی نے اس کا نام عمرو کی جگہ عمر لکھا ہے۔ علامہ مقرم نے اس لڑکے کی عمر گیارہ سال لکھی ہے۔ (۲) بیشتر افراد نے اس واقعہ کو بغیر نام کے لکھا ہے۔ فاضل قمی نے جنادہ اور عمرو بن جنادہ کی شہادت لکھنے کے بعد عنوان کو قائم کیا ہے ﴿خرج شابّ قتل ابوه فی المعركة﴾ ایک جوان لڑنے چلا جس کا باپ جنگ میں شہید ہو چکا تھا۔ اس کے بعد فاضل قمی نے واقعہ نقل کیا ہے جس میں دو مرتبہ لفظ جوان استعمال ہوا ہے۔ اور یہ واضح ہے کہ گیارہ برس کے لڑکے کو جوان نہیں کہا جاتا۔ ہم واقعہ کو فاضل قمی کے حوالے سے آگے چل کر بیان کریں گے۔

مناقب ابن شہر آشوب میں جنادہ بن حارث کی شہادت کے بیان کے بعد صرف اتنا ہے کہ ان کے بعد ان کا بیٹا میدان میں گیا اور شہید ہو گیا۔ ﴿ثم برز فتی﴾ پھر ایک جوان میدان میں گیا۔ پھر اس کا اور اس والدہ کا رجز مختصر واقعہ کے ساتھ نقل ہوا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ عمرو بن جنادہ کے علاوہ کوئی شخصیت ہے۔ مقتل خوارزمی میں جنادہ اور عمرو کی شہادت کا واقعہ اور رجز وہی ہے جو ہم نقل کر چکے ہیں۔ پھر اس کے بعد ایک جوان اور اس کی ماں کا واقعہ ہے (۴)۔

علامہ مجلسی نے پہلے جوان کا واقعہ درج فرمایا ہے اور اس کے بعد مناقب کے حوالہ سے جنادہ اور

۱۔ ابصار العین ص ۱۵۹
۲۔ مقتل مقرم ص ۲۵۳
۳۔ ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۱۱۳
۴۔ مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۲۵

عمرو بن جنادہ کی شہادتیں درج کی ہیں (۱)۔ فاضل شمس الدین لکھتے ہیں کہ وہ جوان جس کا باپ جنگ میں مارا گیا اور جس کی ماں نے اسے لڑنے کا حکم دے کر بھیجا تھا وہ یہی عمرو بن جنادہ ہیں۔ اس لئے کہ دونوں واقعات کے جزئیات ایک جیسے ہیں لہٰذا فطری طور پر یہ دو نہیں ہیں ایک ہی شخص ہے۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ نہ ہمیں اس جوان کا نام معلوم ہے نہ اس کے باپ کا نام معلوم ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ عمر یا عمیر بن کناد ہوں جن کا نام زیارت رجبیّہ میں آیا ہے (۲)۔ علامہ شمس الدین نے ﴿السلام علیٰ عمر بن کناد﴾ کا حسین مفہوم تجویز فرمایا ہے جو عمر بن جنادہ سے قریب ترین ہے۔ ہم نے عمرو بن جنادہ کا جو رجز نقل کیا ہے اس کی مضبوطی اور متانت بتلاتی ہے کہ یہ کسی لڑکے یا نوخیز جوان کا رجز نہیں ہے۔ مزید یہ کہ عمرو بن جنادہ کے رجز میں اور جوان کے رجز میں فرق ہے دونوں ایک نہیں ہیں۔

اب ہم فاضل قمی کی روایت نقل کرتے ہیں۔

فاضل قمی کی روایت

اس کی ماں اس کے ساتھ تھی۔ اس نے انہیں حکم دیا تھا کہ بیٹے جاؤ اور رسول ﷺ کے بیٹے پر اپنی جان قربان کردو۔ امام حسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اس جوان کا باپ ابھی شہید ہوا ہے، کیا اس کی ماں اس کی شہادت پر راضی ہے؟ اس جوان نے جواب دیا کہ یا اباعبداللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میری ماں ہی نے تو مجھے جنگ کا حکم دیا ہے۔ پھر اجازت لے کر میدان میں آیا اور ایک روایت کے مطابق یہ رجز پڑھا۔

امیری حسین و نعم الامیر — سرور فؤاد البشیر النذیر

علیٌ و فاطمة والداه — فهل تعلمون له من نذیر

له طلعة مثل شمس الضحیٰ — له غرّة مثل بدر المنیر

میرے امیر حسین ہیں اور بہترین امیر ہیں، بشیر و نذیر (رسول) کے دل کا سرور ہیں۔

علی اور فاطمہ ان کے والدین ہیں، کیا کوئی ان کے جیسا تمہارے علم میں ہے۔

ان کا چہرہ چمکتا سورج ہے اور ان کے رخساروں کی چمک چاند جیسی ہے (یہی اشعار وہب کی طرف بھی منسوب ہیں)

۱۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۲۷۔ ۲۸

۲۔ انصار الحسین ص ۱۰۱ و ۱۵۷

اس نے لشکر پر حملہ کیا اور شہید ہو گیا۔ چند فوجیوں نے سر کاٹ کر امام حسین علیہ السلام کے خیموں کی طرف پھینکا۔ ماں نے سر اٹھا کر سینے سے لگالیا اور یہ کہہ کر کہ تم پر آفرین ہو کہ تو نے مجھے سرخرو کیا، پھر سر کو لشکر یزید کی طرف پھینک دیا۔ وہ سر ایک فوجی پر پڑا جس کے اثر سے وہ مر گیا۔ پھر ماں نے خیمہ کی لکڑی کھینچ کر فوج یزید پر حملہ کیا اور یہ رجز پڑھا۔

انا عجوز سیّدی ضعیفة — خالیة بالیة نحیفة

اضربکم بضربة عنیفه — دون بنی فاطمة الشریفه

میں ایک بوڑھی کمزور عورت ہوں، بے طاقت ہوں اور نحیف ولاغر ہوں۔

میں فاطمہ زہرا کے فرزندوں کی حمایت میں تم سے جنگ کر رہی ہوں (یہی رجز مادر وھب سے بھی منسوب ہے)

حملہ کر کے دشمن کے دو فوجی ہلاک کئے اور امام کے حکم سے خیموں میں واپس آئی۔ اس کے بعد محدث قمی تحریر فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں یہ جوان مسلم بن عوسجہ کے فرزند ہو سکتے ہیں جیسا کہ روضۃ الاحباب میں مسلم کی شہادت کے بعد مسلم کے فرزند کی شہادت کا واقعہ اس سے ملتا جلتا ہے اور روضۃ الشہداء میں بھی اسی طرح ہے واللہ اعلم (۱) ایک خیال کے مطابق یہ مسعود بن حجاج کے فرزند بھی ہو سکتے ہیں اس لئے کہ زیارت ناحیہ میں مسعود بن حجاج اور ان کے فرزند پر سلام وارد ہوا ہے۔

۱۰۸۔ عمرو بن جندب حضرمی

یہ امیر المومنین علیہ السلام کے صحابی تھے اور ان کے ساتھ جمل وصفین میں شریک تھے۔

طبرانی کے مطابق یہ حجر بن عدی کندی کے ساتھیوں میں تھے۔ جب زیاد نے حجر کو گرفتار کر کے معاویہ کے پاس شام بھیجا تو عمرو پوشیدہ ہو گئے اور زیاد کی موت کے بعد کوفہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ ابو مخنف کے مطابق کوفہ میں جناب مسلم کی بیعت کی اور ان کی شہادت کے بعد کوفہ سے نکلے اور اثنائے راہ میں امام حسین علیہ السلام کے قافلے سے ملحق ہوئے اور ساتھ رہے۔ اور مناقب ابن شہر آشوب کے مطابق حملۂ اولیٰ میں شہید ہوئے۔ زیارتِ ناحیہ میں ان پر سلام ہے۔ (۲)

۱۔ نفس المہموم ص ۱۵۶

۲۔ وسیلۃ الدارین ص ۱۷۵

۱۰۹۔ عمرو بن خالد صیداوی

ان کا تعلق بنی اسد کی ایک شاخ صیدا سے تھا۔ آل محمد کے خاص چاہنے والوں میں تھے۔ جناب مسلم کی بیعت کی تھی اور آپ کی شہادت کے بعد پوشیدہ ہو گئے تھے۔ جب قیس بن مسہر صیداوی کی شہادت اور امام حسین علیہ السلام کی تشریف آوری کی خبر ملی کہ آپ حاجر (بطن رمہ) پہنچ چکے ہیں تو اپنے غلام سعد، مجمع بن عبداللہ، ان کے بیٹے عائذ بن مجمع اور جنادہ بن حارث کی معیت میں اور طرماح بن عدی کی رہنمائی میں منزلِ حاجر پر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔(۱)

طبری کے مطابق عاشور کے دن عمرو بن خالد نے اپنے ساتھیوں (چھ افراد) کے ساتھ مل کر لشکرِ یزید پر حملہ کیا اور لڑ کر شہید ہو گئے۔ ابن شہر آشوب کے مطابق عمرو بن خالد نے میدان میں آ کر رجز پڑھا۔ رجز پانچ مصرعوں کا ہے۔(۲) ناسخ التواریخ میں ہے کہ عمرو بن خالد صیداوی امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور عرض کی کہ یا اباعبداللہ! میں نے طے کیا ہے کہ اب اپنے دوستوں اور ساتھیوں سے ملحق ہو جاؤں گا۔ اور مجھے ناپسند کہ میں اُن سے دور رہ کر آپ کو تنہا اور مقتول دیکھوں۔ امام حسین نے جواب میں فرمایا کہ ﴿تقدم فانّا لا حقون بك عن ساعة﴾ ہم بھی کچھ دیر میں تم سے ملحق ہو جائیں گے۔(۳) فرہاد مرزا نے یہ رجز لکھا ہے۔

اليك يا نفس الى الرحمٰن	فابشرى بالروح والريحان
اليوم تجزين علٰى الاحسان	قد كان منك غابر الزمان
ماخطّ فى اللوح لدىٰ الديّان	لاتجزعى فكل حىّ فان
والصبر اخطٰى لك بالامان	يا معشر الازد بنى قحطان (۴)

۱۔ وسیلۃ الدارین ص ۱۷۶

۲۔ مناقب شہر آشوب ج ۴ ص ۱۱۰

۳۔ ناسخ التواریخ ج ۳ ص ۲۹۸

۴۔ قمقام زخار ص ۳۵۵، مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۱۷ (مختصر تفاوت کے ساتھ)

اے میرے نفس تم رحمٰن کی طرف توجہ کرو پس تمہیں جنت کی راحتوں کی بشارت ہو۔

پچھلے زمانوں سے تم جس نیکی کے طلب گار تھے اسے انجام دو تا کہ تمہیں اس کی جزا ملے۔

وہ جزا قلمِ قدرت نے لوح پر لکھ رکھی ہے اور غم نہ کرو اس لئے کہ دنیا کا ہر زندہ مرنے والا ہے۔

صبر کو اپناؤ کہ اسی میں امان ہے اے ازد اور قحطان کے بیٹو۔

پھر لشکر سے جنگ کی اور شہید ہوئے۔ ﴿السلام علیٰ عمرو بن خالد الصیداوی﴾

۱۱۰۔ عمرو بن ضبیعہ تمیمی

ان کا شجرہ عسقلانی کے مطابق عمرو بن ضبیعہ بن قیس بن ثعلبہ ہے۔ جنگوں اور معرکوں میں ان کا ذکر ہے۔ بہادر انسان تھے اور رسول اکرم ﷺ کا زمانہ دیکھا تھا (۱)۔ اصحابِ رجال نے انہیں امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ یہ لشکر یزید میں تھے۔ جب ابن سعد نے امام حسین علیہ السلام کے شرائط مسترد کر دیئے اور آپ کو مدینہ واپس جانے سے روک دیا تو یہ امام حسین علیہ السلام کے لشکر سے ملحق ہو گئے اور مناقب کے مطابق حملۂ اولیٰ میں شہید ہوئے۔ زیارت ناحیہ میں ہے ﴿السلام علیٰ عمرو بن ضبیعة التمیمی﴾ مناقب ابن شہر آشوب میں ان کا نام سہوِ کتابت سے عمر بن مشیعہ ہے اور زیارت رجبیہ میں الٹا ہے یعنی ضبیعہ بن عمر۔ (۲) اور سماوی نے ان کا نام عمرو کی بجائے عمر لکھا ہے۔

۱۱۱۔ عمرو بن عبداللہ جندعی

مامقانی کے مطابق ان کا تعلق جندع سے تھا جو قبیلۂ ہمدان کی ایک شاخ ہے۔ مہادنہ کے دنوں میں کربلا آ کر امام حسین علیہ السلام سے ملحق ہوئے اور روزِ عاشور امام سے اجازت لے کر میدان میں آئے۔ جنگ کے دوران سر پر ضربت لگنے سے شدید زخمی ہو کر زمین پر گرے۔ لشکریوں نے مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ ان کے قبیلے والوں نے انہیں میدان سے اٹھایا اور کوفہ لے گئے۔ ایک سال تک صاحبِ فراش رہ کر دنیا سے کوچ کیا۔ ﴿السلام علیٰ الجریح المرتث عمرو بن عبداللہ الجندعی﴾ (۳)

۱۔ وسیلۃ الدارین ص ۱۷۷

۲۔ انصار الحسین ص ۱۰۳

۳۔ ابصار العین ص ۱۳۶

۱۱۲۔ عمرو بن ابی کعب انصاری

رجال میں ان کا تذکرہ نہیں ملتا۔ کتابوں میں ان کا نام مختلف طریقوں سے مذکور ہوا ہے۔ عمرو، عُمر، عمران اور ان کے والد کا نام کعب اور ابوکعب نقل ہوا ہے۔ زیارت رجبیہ میں عمرو بن ابی کعب ہے۔ ﴿**السلام علیٰ عُمر بن ابی کعب**﴾ اور زیارتِ ناحیہ میں ہے ﴿**السلام علیٰ عمران بن کعب الانصاری**﴾ ایک نسخہ میں عُمر بن کعب بھی ہے۔ فاضل شمس الدین کے مطابق یہ سب نام ایک ہی شخصیت کے ہیں اور وہ ہیں عمرو بن قرضہ انصاری۔ (۱)

۱۱۳۔ عمرو بن قرظہ انصاری

ان کا شجرہ عمرو بن قرظہ بن کعب بن عمرو بن عائذ ون زبر مناۃ بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج ہے۔ عمرو کے والد قرظہ رسول اکرم ﷺ کے اصحاب اور روات میں تھے۔ پھر کوفہ میں گھر بنا کر سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ جنگوں میں شریک تھے اور آپ کی طرف سے فارس کی حکومت پر بھی فائز ہوئے تھے۔ سن ۵۱ ہجری میں انتقال ہوا۔ ان کے بیٹوں میں ایک عمرو ہیں۔ عمرو بن قرظہ چھ محرم کو مہادنہ کے دنوں میں امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ یہ ابن سعد اور امام حسین علیہ السلام کے درمیان گفتگو کا واسطہ بھی بنے تھے (۲) جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔

عمرو عاشور کے دن امام حسین علیہ السلام کے قریب تھے اور جو تیر یا نیزہ آپ کی طرف آتا تھا اسے اپنے جسم پر روک لیتے تھے اور امام تک پہنچنے نہیں دیتے تھے۔ آپ نے امام حسین علیہ السلام سے سوال کیا تھا کہ کیا میں نے اپنے عہد کو پورا کیا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ میرے جد کو میرا اسلام پہنچا دینا اور میں بھی جلد ہی پہنچ رہا ہوں (۳)۔ عمرو اجازت لے کر میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا۔

قد علمت کتائب الانصار　　انّی سأحمی حوزۃ الذمار
فعل غلام غیر نکس شاری　　دون حسین مهجتی وداری (۴)

۱۔ انصار الحسین ص ۱۰۳۔۱۰۴، ۱۵۲، ۱۵۷
۲۔ ابصار العین ص ۱۵۵
۳۔ مثیر الاحزان ص ۹۲۔۹۳
۴۔ ابصار العین ص ۱۵۶

انصار کے لوگ جانتے ہیں کہ میں اسلام کے قلعہ کا دفاع کر رہا ہوں۔
یہ ایک جوانِ انصاری کے حملے ہیں جسے حسین کے مقابلہ میں جان اور گھر عزیز نہیں ہے۔
آپ نے فوجوں پر حملہ کیا اور کچھ لوگوں کو قتل کر کے شہید ہوئے۔

ارباب مقاتل بیان کرتے ہیں کہ عمرو بن قرظہ کا بھائی ابن سعد کے لشکر میں تھا اور وہ عمرو بن قرظہ کی شہادت کے بعد لشکر حسین کے قریب ہوا اور امام حسین علیہ السلام سے یہ گستاخانہ کلام کیا کہ آپ نے میرے بھائی کو دھوکہ دیا۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میں نے اسے دھوکہ نہیں دیا بلکہ اللہ نے اس کی ہدایت کی۔ اس نے قتل کرنے کی غرض سے امام حسین علیہ السلام پر حملہ کرنا چاہا لیکن نافع بن ہلال نے اسے اپنے نیزہ سے زخمی کر دیا۔ اسکے ساتھی اسے میدانِ جنگ سے نکال کر لے گئے (۱)۔ ﴿السلام علیٰ عمرو بن قرظة الانصاری﴾

۱۱۴۔ عمرو بن مطاع

سپہر کاشانی نے نقل کیا ہے کہ عمرو بن مطاع اجازت لیکر میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا

ابن جعف وابی مطاع	وفی یمینی صارم قطاع
وأسمر فی راسه لماع	یُریٰ له من ضوره الشعاع
الیوم قد طاب لنا القراع	دون حسین الضرب والسطاع
یرجی بذاك الفوز والدفاع	عن حرّ نار حین لا انتفاع

صلّی علیه الملك المطاع (۲)

میں جعفی ہوں اور میرے والد مطاع ہیں اور میرے ہاتھ میں کاٹنے والی تلوار ہے۔
اور ایسا نیزہ ہے کہ اس کی انی سے شعاعیں نکلتی ہیں۔
آج ہمارے لئے حسین کے دفاع اور حمایت میں جنگ خوشگوار ہے۔
اس کے ذریعہ ہمیں کامیابی نصیب ہوگی اور جہنم سے نجات حاصل ہوگی۔
اللہ ان پر درود بھیجتا ہے۔

۱۔ وسیلۃ الدارین ص ۱۷۴
۲۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۰۰

پھر حملہ کر کے شہید ہوئے۔ مناقب ابن شہر آشوب اور مقتل خوارزمی میں رجز فرق کے ساتھ نقل ہوئے ہیں۔

۱۱۵۔ عمیر بن عبداللہ مذحجی

اجازت لے کر میدان میں آئے اور رجز پڑھا

قد علمت سعد وحیّ مذحج　　انی لدی الھیجاء غیر مخرج

اعلوا بسیفی ھامة المذحج　　واترک القرن لدی التعرج

فریسة الذئب الازلّ الاعرج

بنوسعد اور مذحج جانتے ہیں کہ میں میدانِ جنگ سے بھاگنے والا نہیں ہوں۔

میں اپنی تلوار کے ذریعہ مذحج کو سر بلند کروں گا اور بلند گردنوں کو جھکا دوں گا۔

اور بھیڑیوں اور درندوں کو ذلیل کر دوں گا۔

پھر لشکر پر حملہ کیا چند سپاہیوں کو قتل کر کے عبداللہ بجلی اور مسلم ضبابی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔(۱)

۱۱۶۔ عمیر بن کناد

رجال کی کتابوں میں ان کا تذکرہ نہیں ہے۔ زیارت رجبیہ میں ہے ﴿السلام علی عمیر بن کناد﴾ مزید وضاحت کے لئے عمرو بن جنادہ کے ذیل میں دیکھا جائے۔

۱۱۷۔ غیلان بن عبدالرحمٰن

رجال میں ان کا تذکرہ نہیں ہے۔ زیارتِ رجبیہ میں ذکر ہے ﴿السلام علی غیلان بن عبدالرحمٰن﴾

۱۱۸۔ غلامِ نافع بن ہلال

بعض لوگوں نے ان کا نام کامل لکھا ہے۔ ان کے نام کا تذکرہ مجمع بن عبداللہ عائذی

۱۔ فرسان الھیجاء ج ۲ ص ۱۶

کے حالات میں ہے۔ یہ کربلا میں شہید ہوئے۔(۱) اس کے علاوہ کچھ معلوم نہیں ہے۔

۱۱۹۔ فیروزان

صرف فاضل قزوینی نے ریاض الشہادۃ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔(۲) فاضل محلاتی کے مطابق ریاض الشہادۃ ج ۲ ص ۱۶۱ پر ہے کہ فیروزان امام حسین علیہ السلام کے غلام تھے اس کے بعد ان کی عجیب وغریب جنگ نقل کی لیکن وہ اس تذکرہ میں متفرد ہیں اور میں متفردات کی طرف توجہ نہیں دیتا۔(۳)

۱۲۰۔ قارب بن عبداللہ بن اریقط دوئلی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غار ثور میں تھے تو قارب کے والد عبداللہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ آپ نے ان سے پوچھا تھا کہ کیا تم مجھے غیر معروف راستے سے مدینہ پہنچا سکتے ہو؟ انہوں نے عرض کی کہ کبوتر کے گھونسلے اور مکڑی کے جالے سے مجھے یقین ہوگیا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ میں یقیناً آپ کو مدینہ پہنچاؤں گا(۴)۔ عبداللہ نے امام حسین علیہ السلام کی ایک کنیز فکیہہ سے نکاح کیا تھا جو امام حسین علیہ السلام کی زوجہ رباب بنت امرءالقیس کی خادمہ تھیں۔ ان سے قارب متولد ہوئے۔ یہ بھی امام حسین علیہ السلام کے غلام تھے۔ مدینہ سے ساتھ کربلا آئے تھے اور حملہ اولیٰ میں قبل از ظہر شہید ہوئے۔(۵)

۱۲۱۔ قرّہ بن ابی قرّہ غفاری

خوارزمی نے لکھا ہے کہ یحییٰ بن سلیم مازنی کے بعد قرّہ بن ابی قرّہ غفاری میدان میں آئے اور انہوں نے رجز پڑھا۔ وہ رجز تھوڑے سے تفاوت اور فرق کے ساتھ وہی ہے جو ہم عبدالرحمٰن اور عبداللہ بن عروہ غفاری کے ذیل میں درج کر چکے ہیں۔ اُس میں تین اشعار تھے اور اِس میں چار اشعار ہیں(۶)۔

۱۔ وسیلۃ الدارین ۱۸۵
۲۔ وسیلۃ الدارین ص ۱۸۰
۳۔ فرسان الہیجاء ج ۲ ص ۲۴
۴۔ فرسان الہیجاء ج ۲ ص ۲۴ بحوالہ اصابہ ابن حجر عسقلانی و ذخیرۃ الدارین ص ۱۷۳
۵۔ ذخیرۃ الدارین ص ۱۷۳
۶۔ مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۲۱

آگے چل کر خوارزمی نے لکھا ہے کہ عمرو بن قرظہ انصاری کے بعد عبدالرحمٰن بن عروہ میدان میں آئے اور اس کے بعد رجز کے دو اشعار نقل کیے ہیں جو کم وبیش ہمارے مذکورہ رجز کے مماثل ہیں۔(۱) اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ قرّہ بن قرّہ درحقیقت عبداللہ بن عروہ غفاری ہیں۔

۱۲۲۔ قاسط بن عبداللہ تغلبی

ان کا شجرہ قاسط بن عبداللہ بن زہیر بن حارث تغلبی ہے۔ یہ امیرالمومنین علیہ السلام کے اصحاب میں تھے۔ آپ کے لشکر میں بنی تمیم کے سردار تھے اور ان کی ہمکاری ان کے بھائی مقسط بن عبداللہ کرتے تھے(۲)۔ فاضلِ سماوی کے مطابق یہ قاسط بن زہیر بن حرث تغلبی ہیں۔ یہ اور ان کے دو بھائی کردوس بن زہیر اور مقسط بن زہیر امیرالمومنین علیہ السلام کے صحابی اور جنگوں کے ساتھی تھے۔ امیرالمومنین علیہ السلام کی شہادت کے بعد امام حسن علیہ السلام سے متوسل رہے ان کی شہادت کے بعد امام حسین علیہ السلام کے متوسلین میں تھے۔ اپنے بھائی کردوس کے ساتھ کربلا آئے اور حملۂ اولیٰ میں شہید ہوئے (۳)۔ ﴿**السلام علٰی قاسط و کردوس ابنی زهیر التغلبیین**﴾

۱۲۳۔ قاسم بن حبیب بن ابی بشر ازدی

یہ کوفہ کے رہنے والے تھے اور یہ آلِ محمد کے طرفداروں میں مشہور بہادر شمار ہوتے تھے۔ ابن سعد کے لشکر کے ساتھ کربلا آئے اور مہادنہ کے دنوں میں امام حسین علیہ السلام سے ملحق ہوگئے۔ حملۂ اولیٰ میں شہید ہوئے (۴)۔ ﴿**السلام علٰی قاسم بن حبیب الازدی**﴾

۱۲۴۔ قاسم بن حارث

رجال میں ان کا تذکرہ نہیں ہے۔ زیارت رجبیہ میں ہے ﴿**السلام علٰی قاسم**

۱۔ مقتل خوارزمی ج۲ ص۲۶
۲۔ وسیلۃ الدارین ص۱۸۳
۳۔ ابصار العین ص۲۰۰
۴۔ ابصار العین ص۱۸۶

بن الحارث الکاھلی ﴾ فاضل شمس الدین کے مطابق ممکن ہے کہ قاسم بن حبیب ہی ہوں۔(۱)

۱۲۵۔ قعنب بن عمر نمری

صاحبِ حدائق لکھتے ہیں کہ ان کا تعلق بصرہ سے تھا اور یہ آل محمد کے طرفداروں میں تھے۔حجاج بن بدر تمیمی سعدی بصرہ سے امام حسین علیہ السلام کے نام جب مسعود بن عمرو نہشلی کا خط لے کر چلے تو قعنب ان کے ساتھ تھے۔امام کی خدمت میں حاضر ہونے کے بعد ساتھ رہے یہاں تک کہ حملۂ اولیٰ میں شہید ہوئے(۲)۔ ﴿السلام علٰی قعنب بن عمرو النمری﴾

۱۲۶۔ قیس بن عبداللہ

رجال میں ان کا تذکرہ نہیں ہے۔زیارت رجبیہ میں ذکر ہے۔ ﴿السلام علٰی قیس بن عبداللّٰه الهمدانی﴾

۱۲۷۔ قیس بن مسہّر صیداوی

ان کا تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

۱۲۸۔ کردوس بن عبداللہ

ان کا تذکرہ ان کے بھائی قاسط بن عبداللہ کے ذیل میں ہو چکا ہے۔

۱۲۹۔ کنانۃ بن عتیق

یہ عتیق بن معاویہ بن صامت بن قیس تغلبی کے فرزند تھے اور کوفہ کے رہنے والے تھے (۳)۔زاہد وعابد ہونے کے ساتھ قاری قرآن اور کوفہ کے نام آور بہادروں میں تھے۔حملۂ اولیٰ میں شہید ہوئے۔(۴) ﴿السلام علٰی کنانة بن عتیق﴾

۱۔ انصار الحسین ص۱۰۶

۲۔ ذخیرۃ الدارین ص۲۲۶

۳۔ ذخیرۃ الدارین ص۲۲۲

۴۔ ابصار العین ص۱۹۹

۱۳۰۔ مالک بن انس مالکی

اس عنوان سے سپہر کاشانی نے ان کی جنگ اور رجز کا تذکرہ کیا ہے۔ شیخ صدوق نے امالی، مجلس ۳۰ میں مالک بن انس کاہلی لکھا ہے اور رجز کے تین اشعار نقل کیئے ہیں اور لکھا ہے کہ انہوں نے اٹھارہ افراد قتل کیئے۔ ابن شہر آشوب اور خوارزمی نے بھی اسی نام کے ساتھ تذکرہ کیا ہے۔ سپہر کاشانی تحریر فرماتے ہیں کہ ابن نما کا بیان ہے کہ اس مجاہد کا نام مالک بن انس نہیں ہے بلکہ انس بن حارث کاہلی ہے۔(۱) شیخ عباس قمی نے بھی یہی تحریر فرمایا ہے کہ یہ انس بن حارث کاہلی صحابی ہیں۔(۲)

۱۳۱۔ مالک بن اوس

بعض محققین نے تحریر کیا ہے کہ سپہر کاشانی نے ابن اعثم کوفی کے حوالے سے مالک بن اوس کی شہادت نقل کی ہے۔ لیکن دونوں کتابوں میں مالک بن اوس کی جگہ مالک بن انس ہے۔ ابن اعثم کوفی نے اس نام کے ساتھ باہلی کا اضافہ کیا ہے۔ جب کہ ناسخ التواریخ میں وہ نام ہے جو عنوان میں درج ہے جو انس بن حارث کاہلی کی تصحیف ہے۔(۳)

۱۳۲۔ مالک بن دودان

اجازت لے کر میدان میں گئے اور رجز پڑھ کر حملہ کیا

الیکم من مالک الضرغام ضرب فتی یحمی عن الکرام

یرجو ثواب اللّٰہ ذی الانعام (۴)

اب تمہاری طرف شیر دل مالک کی طرف سے ضربت آ رہی ہے، یہ جوان کریموں کی حمایت کر رہا ہے اسے انعام دینے والے اللہ سے ثواب کی امید ہے۔

۱۔ ناسخ التواریخ ج۲ص ۲۹۹

۲۔ نفس المھموم ص ۱۵۴

۳۔ ناسخ التواریخ ج۲ص ۲۹۹، تاریخ الفتوح ج ۵ ص ۱۰۷

۴۔ مناقب شہر آشوب ج۴ص ۱۱۳

۱۳۳۔ مالک بن عبداللہ بن سریع ہمدانی

مالک بن عبداللہ اور سیف بن حرث (چچازاد اور مادری بھائی) شبیب غلام حرث کے ساتھ کربلا آئے تھے۔ ابومخنف کے مطابق عاشور کے دن گریہ کناں امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے (۱)۔ یہ واقعہ لکھا جاچکا ہے۔ ﴿السلام علیٰ مالك بن عبد بن سريع﴾

۱۳۴۔ مالک بن عبداللہ جابری

ان کا تذکرہ رجال میں نہیں ہے۔ زیارت رجبیہ میں ہے ﴿السلام علیٰ مالك بن عبدالله الجابری﴾ فاضل شمس الدین نے انہیں مالک بن عبد بن سریع جابری قرار دیا ہے۔ (۲) اور یہ مذکورہ بالا مالک بن عبداللہ بن سریع ہمدانی ہیں۔

۱۳۵۔ مبارک

یہ حجاج بن مسروق جعفی (موذن امام حسین) کے غلام تھے۔ اور اپنے آقا کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ حجاج بن مسروق اور مبارک نے مل کر ایک سو پچاس فوجی ہلاک کئے۔ (۳)

۱۳۶۔ مجمع بن زیاد جُہنی

یہ اطراف مدینہ کے رہنے والے تھے اور تنقیح المقال مامقانی کے مطابق جنگ بدر و احد میں شریک تھے جب کہ علامہ شوستری نے قاموس الرجال میں اس کا انکار کیا ہے۔ مامقانی کے مطابق یہ جہنیہ (اطراف مدینہ) سے امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ہو گئے تھے۔ انہوں نے روز عاشورہ دشمنوں کی کثیر تعداد کو قتل کیا۔ دشمن نے مل کر ان پر حملہ کیا۔ ان کے گھوڑے کو ناکارہ کر کے انہیں قتل کر دیا۔ (۴)

۱۔ ابصار العین ص ۱۳۲

۲۔ انصار الحسین ص ۱۰۷

۳۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۲۹۲

۴۔ تنقیح المقال ج ۳ ص ۵۳

۱۳۷۔ مجمع بن عبداللہ عائذی

ان کا شجرہ مجمع بن عبداللہ بن مجمع بن مالک بن ایاس بن عبد مناۃ بن عبید اللہ بن سعد العشیرہ ہے۔ ان کے والد عبداللہ بن مجمع صحابیِ رسول تھے اور یہ تابعی اور علی کے دوستوں میں تھے(۱)۔ جب قیس بن مسہر کے ذریعہ امام حسین علیہ السلام کی آمد کی اطلاع ملی تو مجمع اپنے بیٹے عائذ اور عمرو بن خالد اور سعد بن جنادہ بن حرث اور نافع بن ہلال کے غلام کے ساتھ امام حسین علیہ السلام کے قافلے کی طرف چل پڑے۔ عذیب الہجانات میں امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ واقعہ عذیب الہجانات کے ذیل میں بیان ہو چکا ہے۔ عاشور کے دن مجمع نے مذکورہ چار افراد کے ساتھ لشکر یزید پر شدید حملہ کیا اور لشکر کے محاصرہ میں آ گئے۔ انہیں حضرت ابوالفضل نے محاصرہ سے نجات دلائی۔ ان لوگوں نے دوبارہ حملہ کیا اور ایک ساتھ شہید ہوئے۔

﴿السلام علٰی مجمع بن عبداللّٰہ العائذی﴾

۱۳۸۔ محمد بن بشر حضرمی

ان کا تذکرہ شب عاشور کے ذیل میں کیا جا چکا ہے۔

۱۳۹۔ محمد بن مطاع جعفی

شرح شافیہ کے مطابق یہ اجازت لے کر میدان جنگ میں گئے اور تیس افراد کو قتل کر کے شہید ہوئے۔ ان کے بھائی عمرو بن مطاع کا ذکر ہو چکا ہے۔(۲)

۱۴۰۔ مسعود بن حجاج

یہ ابن سعد کے لشکر کے ساتھ ساتویں محرم کو کربلا آ کر امام حسین علیہ السلام سے ملحق ہو گئے۔ اور حملۂ اولٰی میں شہید ہوئے(۳)۔ زیارت ناحیہ میں ہے **﴿السلام علٰی مسعود بن الحجاج وابنه﴾** لیکن زیارت رجبیہ میں صرف مسعود کا نام ہے ان کے بیٹے کا نام نہیں ہے۔

۱۔ ابصار العین ص ۱۴۵

۲۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۱۲

۳۔ فرسان الہیجاء ج ۲ ص ۶۲

۱۴۱۔ مسلم بن عوسجہ

استیعاب، اصابہ، اسد الغابہ، طبقات ابن سعد اور دیگر کتب رجال کی رُو سے مسلم صحابیِ رسول تھے اور آپ کے بعد کے زمانوں میں ان کی شہرت ایک بہادر جنگ آزما کی تھی۔ ایران کی فتح اور آذربائیجان کی فتح میں ان کی شجاعت و جرأت نمایاں رہی تھی۔ یہ امیر المومنین کے علیہ السلام خاص اور قریبی افراد میں شمار ہوتے تھے اور مہیج الاحزان کے مطابق امیر المومنین علیہ السلام کے سامنے چند بار قرآن ختم کیا ہے اور آپ کے ساتھ تینوں جنگوں میں شریک تھے۔ جناب مسلم کے آنے پر آپ کی بیعت کی اور ان کی طرف سے اہم امور کی ذمہ داری انہیں تفویض ہوئی کہ مالیات کی جمع آوری، اسلحہ کی خرید کی رقومات کا حساب اور بیعت کرنے والوں پر نظر رکھنا آپ کے سپرد تھا۔ ان کی عبادت کا یہ عالم تھا کہ مسجد کوفہ کے ایک ستون کے پاس نماز میں مشغول نظر آتے تھے۔

شبِ عاشور جب امام حسین علیہ السلام نے اصحاب کو چلے جانے کی اجازت دی تو اس وقت مسلم کا جواب ان کے کمال ایمان کی ایک روشن دلیل تھا۔ آپ نے امام حسین علیہ السلام سے جنگ کی اجازت حاصل کی اور میدان میں آنے کے بعد رجز پڑھا۔

ان تسئلوا عنی فانی ذولبد　　　　من فرع قوم من ذریٰ بنی اسد

فمن بغانا حائد عن الرشد　　　　وکافر بدین جبّار الصمد

اگر میرے بارے میں پوچھو تو میں قبیلۂ بنی اسد کی ایک شاخ کا فرد ہوں۔

جو ہم پر ظلم کرے وہ رُشد و ہدایت سے دور ہے اور خدائے جبار و صمد کے دین کا کافر ہے۔

پھر برق جہندہ کی طرح فوجِ یزید پر حملہ کیا۔ سب سے پہلے انفرادی جنگ میں یزید کے ایک فوجی کو نیزہ مار کر گھوڑے سے گرا دیا پھر دوبارہ حملہ کیا اور پچاس افراد کو قتل کیا۔ یزید کے سپاہیوں نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا اور نیزہ و شمشیر سے وار کرنے لگے۔ زخموں کی کثرت سے مسلم گھوڑے سے زمین پر آئے۔ عبدالرحمٰن بن ابی خشکارہ اور مسلم بن عبداللہ ضبابی نے مل کر آپ کو شہید کر دیا۔ جب امام حسین علیہ السلام مسلم کی لاش پر پہنچے تو ابھی جان باقی تھی۔ حبیب بن مظاہر نے آگے بڑھ کر ان کا سر اپنے دامن میں لے لیا۔ مسلم نے

آنکھیں کھول کر امام حسین علیہ السلام اور حبیب کو دیکھا۔ حبیب نے کہا کہ اگر کوئی وصیت ہو تو بتلا دو۔ کہا میں تمہیں مظلوم امام کی نصرت کی وصیت کرتا ہوں۔ یہ فرما کر دنیا سے کوچ کر گئے۔ مسلم کی کنیزان کے سرہانے آ کر نالہ و فریاد کرنے لگی ﴿یا سیّداہ یا بن عوسجاہ﴾ فوجِ یزید کے سپاہی اس کی گریہ وزاری پر خوشی کا اظہار کر رہے تھے کہ فوج یزید کے ایک سردار شبث بن ربعی نے انہیں مخاطب کر کے کہا تمہاری مائیں تمہارے سوگ میں بیٹھیں۔ اپنے بڑوں کو قتل کرتے ہو اور ان کے مرنے پر خوشیاں مناتے ہو۔ خدا کی قسم اسلام میں مسلم کی بڑی اہمیت تھی۔ میں نے خود آذربائیجان کی جنگ میں دیکھا تھا کہ جنگ کی صف بندی سے پہلے ہی انہوں نے چھ کافروں کو قتل کر دیا تھا۔ تم لوگ ایسے شخص کی موت پر خوشیاں منا رہے ہو۔(۱)

﴿السلام علٰی مسلم بن عوسجة الأسدی القائل للحسین واذن له الانصراف أنحن نخلّی عنك وبِمَ نعتذر عندالله من اداء حقك لا والله حتّٰی اکسر فی صدورهم رمحی هذا واضربهم بسیفی ماثبت قائمة فی یدی ولا افارقك ولولم یکن معی سلاح أقاتلهم به لقد قذفتهم بالحجارة ولم أفارقك حتی أموت معك حتّٰی اموت وکنت اوّل من شریٰ بنفسه واوّل (شهدلله) وقضی نحبه ففزت وربّ الکعبة﴾

۱۴۲۔ مسلم بن کثیر ازدی

حملۂ اولیٰ کے شہداء میں تذکرہ ہو چکا ہے۔

۱۴۳۔ مسلم بن کناد

ان کا نام رجال میں نہیں ملتا۔ زیارت رجبیہ میں ہے ﴿السلام علٰی مسلم بن کناد﴾

۱۴۴۔ مصعب بن یزید ریاحی

سپہر کاشانی کے مطابق یہ حر کے بھائی ہیں (۲)۔ ناسخ کی رو سے یہ میدان میں حر کا رجز سن کر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے تھے (۳)۔ حر کی شہادت کے بعد اجازت لے کر میدان میں

۱۔ فرسان الہیجاء ج ۲ ص ۱۱۶۔ ۱۲۰، وسیلۃ الدارین ص ۱۸۶۔ ۱۸۸، ذخیرۃ الدارین ص ۱۴۷، ابصار العین ص ۱۰۷۔ ۱۱۰

۲۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۲۶۶

۳۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۲۶۱

آئے اور شدید جنگ کرنے کے بعد شہید ہوئے۔

۱۴۵۔ معلّٰی بن علی

ناسخ نے ابومخنف سے نقل کیا ہے کہ یہ ایک بہادر انسان تھے۔ اجازت لے کر میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا

انا المعلّٰی حافظا لا اجلی — دینی علٰی دین محمد و علی
اذبّ حتی یقضٰی اجلی — ضرب غلام لایخاف الوجل
ارجوا ثواب الخالق الازلّی — لیختم اللّٰہ بخیر عملی

میں معلّٰی ہوں دین کا محافظ ہوں اپنی زندگی کا نہیں اور میں محمد اور علی کے دین پر ہوں۔
میں دفاع کروں گا یہاں تک کہ مجھے موت آجائے، یہ ایسے جوان کی ضربتیں ہیں جو موت سے نہیں ڈرتا۔
میں خالق ازلی سے ثواب کا امیدوار ہوں کہ وہ میرے عمل کا خاتمہ خیر قرار دے۔

شدید جنگ کی اور چونسٹھ افراد کو قتل کیا۔ فوجیوں نے نرغہ کیا اور جنگ کرتے ہوئے زخمی ہونے پر گرفتار ہوئے اور ابن سعد کے پاس لائے گئے۔ اس نے کہا کہ تم نے خوب اپنے مولا کی حمایت کی پھر گردن کاٹنے کا حکم دیا اور وہ شہید کردیئے گئے۔(۱)

۱۴۶۔ مقسط بن عبداللہ

قاسط بن عبداللہ تغلبی کے ذیل میں ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

۱۴۷۔ منجح غلامِ حسین

امام حسین علیہ السلام نے نوفل بن حارث بن عبدالمطلب سے ایک کنیز خریدی تھی جس کا نام حسینیہ تھا۔ اس کا نکاح اپنے ایک غلام سہم سے کردیا تھا جن سے جناب منجح متولد ہوئے (۲)۔ انہیں ان کی والدہ کربلا لے کر آئی تھیں اور انہیں کے کہنے پر منجح نے امام حسین علیہ السلام پر جان قربان کردی یہ حملۂ اولٰی میں

۱۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۱۱
۲۔ قاموس الرجال ج ۹ ص ۱۲۰

حسان بن بکر کے ہاتھوں شہید ہوئے ان کے قاتل کا نام حسان بن بکر حنظلی ہے۔ زیارت رجبیہ میں ہے

﴿السلام علیٰ منجح بن سهم مولیٰ الحسین بن علی علیهما السلام﴾

۱۴۸۔ منذر بن مفضّل جعفی

ان کے حالات نہیں ملتے۔ زیارت رجبیہ میں ان پر سلام ہے۔ ﴿السلام علیٰ منذر بن المفضل الجعفی﴾ فاضل شمس الدین کے مطابق یہ زید بن معقل جعفی ہیں جن پر زیارتِ ناحیہ میں سلام وارد ہوا ہے(۱)۔

۱۴۹۔ منیع بن رقاد

شیخ نے منیع کے والد کا نام رقاد لکھا ہے جب کہ زیارت رجبیہ میں نام زیاد ہے۔ ﴿السلام علیٰ منیع بن زیاد﴾ مامقانی کی رائے میں یہ دو الگ شخصیتیں ہیں۔

۱۵۰۔ موقّع بن ثمامہ اسدی

طبری اور ابو مخنف کے مطابق یہ ابن زیاد کی فوج میں تھے۔ امام حسین علیہ السلام کے شرائط کے رد ہونے پر آپ سے آ کر ملحق ہو گئے۔ روز عاشور جنگ میں زخمی ہونے کے سبب گرفتار کر لئے گئے۔ ان کے اہل قبیلہ انہیں بچا کر کوفہ واپس لے گئے اور انہیں پوشیدہ کر دیا۔ ابن سعد نے کربلا واپس آ کر ابن زیاد سے بیان کیا تو ابن زیاد نے انہیں قتل کرنے کا حکم دیا لیکن اہل قبیلہ کی سفارش نے انہیں بچا لیا۔ اس نے موقّع کو جلاوطن کر کے بحرین کے ایک گاؤں زارہ بھجوا دیا۔ وہاں ایک سال زندہ رہنے کے بعد انتقال کیا۔(۲)

۱۵۱۔ نافع بن ہلال جملی

یہ نافع بن ہلال بن نافع بن جمل بن سعد العشیرہ ہیں۔ ان کا تعلق قبیلۂ جمل سے ہے جو مذحج کی ایک شاخ ہے۔ یہ امیر المومنین علیہ السلام کے اصحاب میں تھے اور مامقانی کے مطابق بہادر ہونے کے

۱۔ انصار الحسین ص ۸۸

۲۔ ابصار العین ص ۱۱۷

ساتھ ساتھ صاحب علم وفضل تھے حدیث اور کتابت میں نمایاں تھے اور امیر المومنین علیہ السلام کیساتھ تینوں جنگوں میں شریک تھے (۱)۔ یہ منزل عذیب الہجانات میں آ کر امام حسین علیہ السلام سے ملحق ہوئے تھے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ شبِ عاشور زہیر قین کی گفتگو کے بعد یہ کھڑے ہوئے تھے اور انہوں نے اخلاص اور وفاداری سے پُر ایک تقریر کی تھی جسے ہم لکھ آئے ہیں۔ ابوالفضل کی سربراہی میں پانی لانے کے واقعہ میں نافع کا تذکرہ گزر چکا ہے۔ شب عاشور نصف شب کو آپ کا امام حسین علیہ السلام کے عقب میں میدان کی طرف جانا بھی ذکر کیا جا چکا ہے۔

سپہر کاشانی نے روضۃ الاحباب کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ جب نافع نے میدان کا قصد کیا تو ان کی زوجہ نے ان کا دامن تھام لیا اور روتے ہوئے کہا کہ کہاں جا رہے ہو اور مجھے کس پر چھوڑ کر جا رہے ہو؟ امام حسین علیہ السلام نے یہ بات سن لی اور نافع سے کہا کہ آج تمہاری زوجہ تمہاری جدائی برداشت نہیں کر سکے گی۔ جنگ کا خیال چھوڑ دو اور اپنی جان سلامت لے کر نکل جاؤ۔ انہوں نے عرض کی کہ یا اباعبداللہ! اگر میں آپ کو چھوڑ کر چلا جاؤں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا جواب دوں گا۔ یہ کہہ کر اپنی زوجہ سے رخصت ہوئے اور شیرانہ میدانِ جنگ میں آئے (۲)۔ ناسخ کے مطابق میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا

أرمي بها سلّمة افواقها — والنفس لا ينفعها اشفاقها
مسمومة تجري بها اخفاقها — ليعلمن أرضها رشاقها

میں ایسے تیر چلا رہا ہوں کہ جو نشانے والے اور زہریلے ہیں اور ڈرنے سے فائدہ نہیں ہے۔
تیروں کی حرکت انہیں نشانے کی طرف لے جاتی ہے اور زمین اُن سے بھر جاتی ہے۔

ان کے ترکش میں اسّی تیر تھے۔ یکے بعد دیگرے سب دشمن کی طرف سر کیے۔ وہ اپنے ہدف پر لگے اور اسّی افراد قتل ہوئے (۳)۔

۱۔ تنقیح المقال ج ۳ ص ۲۶۶
۲۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۲۷۷۔۲۷۸
۳۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۲۷۸ (متن وحاشیہ)

طبری کے مطابق عمرو بن قرظہ امام حسینؑ کی صفوں میں تھے اور ان کا بھائی علی بن قرظہ ابن سعد کے لشکر میں تھا۔ جب عمرو بن قرظہ شہید ہوئے علی بن قرظہ نے آگے بڑھ کر شدید گستاخی کرتے ہوئے امام حسین کو مخاطب کیا کہ تم نے میرے بھائی کو گمراہ کیا اور دھوکہ دے کر اسے قتل کروادیا۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اللہ نے تمہارے بھائی کو گمراہ نہیں بلکہ اس کی تو ہدایت کی اور تمہیں گمراہی میں چھوڑ دیا۔ اُس نے غصہ میں کہا کہ اگر میں تمہیں قتل نہ کروں تو اللہ مجھے قتل کردے۔ اس پر نافع بن ہلال نے حملہ کیا اور نیزہ مار کر زمین پر گرادیا۔ دشمن کے ساتھی آ کر اُسے نافع سے بچالے گئے۔ بعد میں وہ علاج سے اچھا ہوگیا (۱)۔ آگے چل کر طبری لکھتا ہے کہ اُس دن نافع بن ہلال جنگ کرتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے ﴿انا الجملی انا علٰی دین علی﴾ اتنے میں فوج یزید سے ایک شخص مُزاحم بن جُریث ان کے سامنے آیا اور کہنے لگا کہ میں عثمان کے دین پر ہوں۔ نافع نے جواب دیا بلکہ تم شیطان کے دین پر ہو۔ یہ کہہ کر اسے تلوار کے ایک وار سے قتل کردیا اس پر عمرو بن حجاج نے چیخ کر کہا تھا کہ اے احمقو! تمہیں کچھ معلوم ہے کہ تم کن لوگوں سے جنگ کررہے ہو؟ (۲) کتب مقاتل میں نافع کے رجز میں بہت تفاوت اور فرق ہیں۔ بیشتر نے ایک یا دو شعر لکھے ہیں۔ بعض مقتل نگاروں نے لکھا ہے کہ انہوں نے یہ رجز پڑھتے ہوئے لشکر پر حملہ کردیا۔

انا الغلام الیمنی الجملی — دینی علٰی دین حسین و علی

اضربکم ضرب غلام بطلی — ویختم اللّٰہ بخیر عملی

ان اقتل الیوم وھذا املی — وذاك رائی والاقی عملی

میں قبیلۂ جمل کا یمنی جوان ہوں۔ میں حسین اور علی کے دین پر ہوں۔

میں ایک بہادر جوان کی طرح تم کو تلوار ماررہا ہوں اور خدا سے اس عمل کے بخیر ہونے کی دعا ہے۔

یہ میری تمنا ہے کہ میں قتل ہوجاؤں اور اس کی جزائے خیر اللہ سے پاؤں۔

طبری اور ابن اثیر کے مطابق بارہ افراد کو قتل اور کچھ کو زخمی کیا۔ اور ابومخنف کے مطابق ستّر افراد کو قتل کیا۔ سپاہیوں نے نرغہ کرکے ایسے حملے کیے کہ آپ کے بازو ٹوٹ گئے اور حملہ کرنے کے قابل نہ رہے تو یزید

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۳۰

۲۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۳۱

کے سپاہی انہیں گرفتار کر کے ابن سعد کے پاس لے گئے۔ ابن سعد نے انہیں خون میں ڈوبا ہوا دیکھ کر کہا تم پر وائے ہو تم نے اپنے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ نافع نے کہا اللہ جانتا ہے کہ میرا ارادہ کیا تھا۔ ایسے عالم میں خون سے ان کی ڈاڑھی تر تھی اور وہ کہہ رہے تھے کہ اگر میرا ہاتھ رک نہ گیا ہوتا تو یہ مجھے گرفتار نہیں کر سکتے تھے۔ شمر نے ابن سعد سے کہا کہ اسے قتل کر دو۔ ابن سعد نے جواب دیا کہ تم نے اپنے لوگوں کے ساتھ اسے گرفتار کیا ہے تم چاہو تو قتل کر دو۔ نافع نے شمر سے کہا کہ خدا کی قسم اگر تو مسلمان ہوتا تو میں تیرے قتل کو ناپسند کرتا۔ میں اس کے لئے تیار نہیں تھا کہ میں اس حال میں اللہ سے ملاقات کروں کہ تیرا خون میری گردن پر ہو۔ افسوس کہ تو مسلمان نہیں ہے اور میں مسلمان ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ فاسق و فاجر بندوں کے ذریعہ مجھے شہادت عطا فرما رہا ہے۔ شمر نے تلوار نکال کر نافع بن ہلال کو شہید کر دیا(۱)۔ ﴿السلام علٰی نافع بن هلال بن نافع الجملی المرادی﴾

۱۵۲۔ نصر بن ابی نیزر

حملۂ اولیٰ کے شہداء میں تذکرہ ہو چکا ہے۔

۱۵۳۔ نعیم بن عجلان انصاری

یہ امیر المومنین علیہ السلام کے اصحاب میں ہیں۔ انہوں نے صفین میں اپنے دو بھائیوں نضر اور نعمان کے ساتھ بڑی شجاعت و جرأت کے مظاہرے کئے۔ حملۂ اولیٰ کے شہداء میں مذکور ہیں۔ ﴿السلام علی نعیم بن العجلان الانصاری﴾

۱۵۴۔ نعمان بن عمرو راسبی

ان کے بھائی حلاس بن عمرو کے ذیل میں ان کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

۱۵۵۔ واضح تُرکی (مولیٰ حرث خزرجی)

یہ حرث سلمانی کے ترکی غلام تھے، قرآن کے قاری اور بہادر انسان تھے۔ جنادہ بن

۱۔ تاریخ طبری ج۴ ص ۳۳۶

حرث کے ساتھ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے جیسا کہ صاحبِ حدائق وردیہ کا بیان ہے۔ فاضلِ سماوی کا بیان ہے کہ میری نگاہ میں یہ وہی واضح ہیں جن کے لئے اہل مقاتل نے لکھا ہے کہ یہ پیادہ تلوار لے کر دشمنوں سے جنگ کر رہے تھے اور یہ رجز پڑھتے جاتے تھے۔

البحر من ضربی وطعنی یصطلی والجو من عشیر نقعی یمتلی

اذا حسامی فی یمینی ینجلی ینشق قلب الحاسد المبجّل

میری تلوار اور میرے نیزے سے سمندر میں آگ لگ جاتی ہے اور فضا میری شہسواری کے غبار سے بھر جاتی ہے۔

جب میرے داہنے ہاتھ میں تلوار چمکتی ہے تو اس کی دہشت سے حاسد کا دل پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ مرتے وقت انہوں نے امام حسین علیہ السلام کو پکارا۔ آپ تشریف لے گئے اور ان کے سینے سے اپنے سینے کو متصل کر دیا۔ اس پر واضح نے قضا کرتے ہوئے کہا کہ میری مثل کون ہے۔ فرزندِ رسول نے میرے رخسار پر اپنا رخسار رکھا ہے۔ پھر آپ کی روح عالم بالا کو پرواز کر گئی (۱)۔ واضح ترکی اور اسلم ترکی کے واقعات میں مماثلت ہے۔

۱۵۶۔ وھب بن عبداللہ بن حباب کلبی

محدث قمی تحریر کرتے ہیں کہ وہب بن عبداللہ بن حباب اپنی والدہ کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کے قافلے میں موجود تھے۔ عاشور کے دن ان کی والدہ نے انہیں امام حسین علیہ السلام پر جان نثار کرنے کا حکم دیا۔ وہ اجازت لے کر میدانِ جنگ میں آئے اور یہ رجز پڑھا۔

ان تنکرونی فانا بن کلب سوف ترونی وترونَ ضربی

وحملتی و صولتی فی الحرب ادرک ثاری بعد ثار صحبی

وادفع الکرب امام الکرب لیس جهادی فی الوغیٰ باللعب

اگر مجھے نہیں پہچانتے ہو تو میں بنی کلب کا بیٹا ہوں، تم عنقریب مجھے اور میری ضربت کو دیکھو گے۔

اور جنگ میں میرے حملوں کو بھی دیکھو گے، میں خون کا انتقام لوں گا۔

اور کرب کو دفع کروں گا اور میرا جہاد کوئی کھیل نہیں ہے۔

۱۔ ابصار العین ص ۱۴۴۔۱۴۵

پھر فوج پر حملہ کر کے کچھ لوگوں کو قتل کیا اور اپنی مادرِ گرامی کی خدمت میں آئے اور کہا ﴿یا اماہ أرضیت؟﴾ اماں! کیا آپ مجھ سے راضی ہو گئیں۔ ماں نے جواب دیا کہ بیٹا میں تو اس وقت راضی ہوں گی جب تو مولا پر جان قربان کر دے گا۔ اس وقت وہب کی زوجہ نے دامن تھام کر کہا کہ وہب مجھے بیوہ نہ کرو اور اپنے کو موت کے منہ میں نہ ڈالو۔ ماں نے کہا کہ خبردار! اس عورت کی بات نہ سننا، واپس جاؤ اور فرزند رسول کی حمایت میں جنگ کرو۔ کل قیامت میں رسول اللہ ﷺ تمہاری شفاعت کریں گے ورنہ رسول کی شفاعت حاصل نہیں ہوگی۔ وہب دوبارہ میدان میں آئے اور پھر ایک رجز پڑھا

انــــی زعیـــم لك ام وهـــب   بالطعن فیهم تارة والضرب

ضـرب غـلام مـومن بـالـرب   حتّی یـذیـق الـقـوم مرّ الـحـرب

انـی امـرؤا ذومـرة وعـصـب   ولسـت بـالـخـوّار عـنـد الـنـکـب

حسبی الهی من علیم حسب

اے امّ وہب میں نے آپ کی بات پر عمل کیا کہ انہیں نیزہ وشمشیر کی دھار پر رکھ لیا۔

یہ ایسے جوان کی ضربتیں ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے تا کہ یہ لوگ جنگ کی تلخی کا مزہ چکھ لیں۔

میں ایک حمیت وصبر رکھنے والا انسان ہوں اور مصائب کے وقت بھاگنے والا نہیں ہوں۔

اور یہی میرے لئے کافی ہے کہ میری نسبت عُلیم (والوں) سے ہے۔

پھر حملہ کیا اور انیس سواروں اور بارہ پیادوں کو قتل کیا۔ فوج نے مل کر وہب پر حملہ کیا اور ان کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے۔ اور وھب چاروں طرف سے نیزوں اور تلواروں کا نشانہ بن گئے۔ وھب کی ماں چوبِ خیمہ لے کر ان کی مدد کے لئے نکلی اور یہ کہتی ہوئی چلی کہ میرے باپ ماں تم پر فدا ہو جائیں۔ یہ پاکیزہ لوگ حرمِ رسول اللہ ہیں۔ ان کی حمایت میں جنگ کرو۔ وہب نے آگے بڑھ کر اسے اہلحرم کی طرف پلٹانا چاہا تو اس نے وہب کے لباس کو تھام لیا۔ میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی تمہارے ساتھ جان دوں گی۔ امام حسین علیہ السلام میدان میں تشریف لائے اور فرمایا ﴿جُزیتم من اهل بیتی خیراً اِرجعی الٰی النساء رحمك الله﴾ اللہ تمہیں اہل بیت کی طرف سے بہترین جزا عطا کرے۔ اللہ تم پر رحم کرے اب عورتوں میں واپس

جاؤ۔ مادر وھب واپس چلی گئی۔ اُدھر فوجیوں نے وھب کو شہید کر دیا۔ زوجۂ وھب شوہر کی لاش پر پہنچی۔ سر کو اٹھا کر اپنی گود میں رکھا اور خاک وخون سے چہرہ صاف کیا۔ شمر نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ اس عورت کو قتل کر دو۔ اس نے ڈنڈا مار کر اس خاتون کو شہید کر دیا۔ یہ لشکرِ حسین کی پہلی شہید خاتون ہے۔(۱)

۱۵۷۔ وھب بن وھب

محدث قمی نے روضۃ الواعظین اور امالی صدوق کے حوالے سے لکھا ہے کہ وھب بن وھب عیسائی تھے۔ اپنی والدہ کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کے ہاتھوں مسلمان ہوئے تھے۔ انہوں نے عمودِ خیمہ کو ہاتھ میں لے کر جنگ کی اور سات آٹھ افراد کو قتل کیا پھر گرفتار کر کے ابن سعد کے پاس لے جائے گئے۔ اس نے قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ اس کے بعد محدث قمی نے علامہ مجلسی کا بیان نقل کیا ہے جسے ہم براہ راست بحار الانوار سے نقل کر رہے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابھی حال میں کسی کتاب میں دیکھا ہے کہ یہ وھب عیسائی تھا۔ اس نے اور اس کی والدہ نے امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا۔ وھب نے جنگ میں چوبیس پیادہ اور بارہ سوار قتل کیے تھے۔ پھر اسے گرفتار کر کے ابن سعد کے پاس لے جایا گیا تو اس نے اس کی بہادری پر تعجب کیا۔ پھر ابن سعد کے حکم سے اسے قتل کر کے اس کا سر حسین کے خیموں کی طرف پھینک دیا گیا۔ وھب کی ماں نے سر کو اٹھا کر چوما اور ابن سعد کے فوجیوں کی طرف پھینک دیا جس کی ضربت سے ایک فوجی ہلاک ہو گیا۔ پھر اس نے خیمہ کا عمود نکال کر دو فوجیوں کو قتل کر دیا۔ اس وقت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے امّ وھب واپس جاؤ۔ تم اپنے بیٹے کے ساتھ رسول اللہ کی خدمت میں پہنچو گی۔ جہاد عورتوں سے ساقط ہے۔ وہ یہ کہتی ہوئی واپس چلی کہ بارالٰہا میری امیدوں کو قطع نہ کرنا۔ اس پر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ ﴿**لا یقطع اللّٰہ رجاك یا ام وھب**﴾ اے ام وھب اللہ تمہاری امیدوں کو قطع نہیں کرے گا۔(۲)

ناسخ التواریخ میں وہب بن عبداللہ کے رجز اور جنگ کے بعد یہ لکھا ہے کہ وہب نے اپنی ماں (قمری) سے پوچھا کہ آپ مجھ سے راضی ہوئیں؟ اس نے کہا میں اُس وقت تک راضی نہ ہوں گی جب تک

۱۔ نفس المہموم ص ۱۵۲

۲۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۱۷

امام حسین علیہ السلام کے لئے جان نہیں دو گے۔ اس وقت وہب کی زوجہ نے کہا کہ اپنی ماں کی بات نہ سنو اور مجھے بیوہ نہ کرو۔ اس کے جواب میں ماں نے کہا کہ حسین کی نصرت سے ہاتھ مت اٹھاؤ۔ ان کی اور میری رضا کے بغیر تمہیں شفاعت نصیب نہیں ہوگی۔(۱)

سپہر کاشانی آگے لکھتے ہیں کہ یہ نئے شادی شدہ تھے اور ان کے زفاف کو صرف سترہ دن گزرے تھے۔ عاشور کے دن جب جنگ کے لئے جانے لگے تو ان کی زوجہ نے ان سے کہا کہ یہ بات واضح ہے کہ تم آج شہید ہو جاؤ گے اور حور و قصور ملنے پر مجھے بھول جاؤ گے۔ تم امام حسین علیہ السلام کے پاس چل کر مجھ سے عہد کرو کہ تم قیامت میں مجھے لئے بغیر جنت میں نہیں جاؤ گے۔ یہ دونوں امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے زوجہ نے عرض کی کہ یا اباعبداللہ دو خواہشیں لے کر آپ کی خدمت میں آئی ہوں پہلی تو یہ کہ آپ مجھے اپنے اہلحرم کے ساتھ کر دیں اور دوسری یہ کہ وہب مجھ سے وعدہ کریں کہ مجھے ساتھ لے کر جنت میں جائیں گے۔ امام حسین علیہ السلام نے گریہ فرمایا اور اسے دونوں باتوں کا اطمینان دلایا۔

پھر وہب میدان میں آئے اور رجز پڑھا۔ یہاں سے واقعات وہی ہیں جو وہب بن عبداللہ کے ذیل میں بیان کئے گئے۔ اس مقام سے واقعہ میں اضافہ ہے کہ جب وہب کے ہاتھ کٹ گئے تو ان کی زوجہ چوب خیمہ لے کر میدان میں آگئی اور وہب سے کہا کہ جتنی بھی جنگ کر سکتے ہو کرو اور دشمن کو رسول اللہ کے حرم سے دور کرو۔ وہب نے کہا کہ ابھی کچھ دیر پہلے تم مجھے جنگ سے روک رہی تھیں اب کیا ہو گیا کہ جنگ کا شوق بڑھانے کے لئے آگئی ہو؟ اس خاتون نے جواب دیا کہ میں نے ایسا کچھ دیکھا اور سنا ہے کہ زندگی سے سیر ہو گئی ہوں۔ وہب نے پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ میں در خیمہ پر بیٹھی ہوئی تھی تو میں نے امام حسین علیہ السلام کی آواز سنی ﴿واغربتاہ واقلّۃ ناصراہ واوحدتاہ اما من ذابّ یذبّ عن حرم رسول اللہ اما من مجیر یجیرنا﴾ ہائے غریبی، ہائے مددگاروں کی کمی، ہائے تنہائی۔ ہے کوئی حفاظت کرنے والا جو حرمِ رسول کی حفاظت کرے۔ ہے کوئی پناہ دینے والا جو ہمیں اپنی پناہ میں لے لے۔ جب میں نے یہ سنا تو زندگی سے بیزار ہو گئی اور یہ سوچا کہ اولادِ رسول کے بعد زندہ رہنا کس کام کا۔ اب میں میدان میں اس لئے آئی ہوں کہ ان دشمنوں سے جنگ کر کے اپنی زندگی ختم کر لوں۔ وہب نے اسے سمجھایا کہ عورتوں پر جہاد نہیں ہے۔

۱۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۲۷۰

اس نے کہا میں واپس نہیں جاؤں گی تمہارے ساتھ ہی جان دوں گی۔ وھب کے ہاتھ کٹ چکے تھے اس لئے دانتوں سے زوجہ کا لباس پکڑ کر اسے آگے جانے سے روک لیا۔ خاتون نے چھڑانا چاہا تو وھب نے فریاد کی کہ یا ابا عبداللہ میری فریاد کو پہنچئے۔ میری زوجہ دشمنوں کے درمیان ہے اسے واپس جانے کا حکم دیجئے۔ امام حسین علیہ السلام تشریف لائے اور خاتون سے کہا کہ عورت پر جہاد نہیں ہے تم واپس جاؤ۔ اس نے التجا کی آپ مجھے ان دشمنوں سے جنگ کی اجازت دیجئے۔ ان لوگوں کے ہاتھوں گرفتار ہونے سے بہتر ہے کہ میں مر جاؤں۔ آپ نے فرمایا واپس جاؤ تم میرے اہل بیت کی مصیبتوں میں شریک ہوگی۔ یہ سن کر وہ خاتون واپس چلی گئی۔

ادھر وہب کو گرفتار کر کے ابن سعد کے سامنے لایا گیا۔ ابن سعد نے کہا تم نے خوب وفاداری نبھائی۔ پھر حکم دیا کہ سر کاٹ کر امام حسین علیہ السلام کے لشکر کی طرف پھینک دیا جائے۔ وھب کی ماں نے سر اٹھا کر بوسہ دیا اور کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے امام حسین علیہ السلام کے سامنے مجھے بیٹے کی شہادت سے سرخرو کیا۔ پھر لشکر یزید کی طرف رخ کر کے کہا کہ یہودی اور عیسائی تم سے بہتر ہیں۔ پھر سر کو فوج کی طرف پھینک دیا۔ وہ سر قاتل پر اس شدت سے آیا کہ وہ اس کی ضرب سے ہلاک ہو گیا۔ پھر ماں نے عمود خیمہ لے کر فوج پر حملہ کیا اور دو افراد کو ہلاک کیا۔ امام حسین علیہ السلام اسے خیموں کی طرف واپس لائے اور فرمایا کہ صبر کرو۔ تمہارا اور تمہارے بیٹے کا جنت میں میرے جد کے پاس قیام ہوگا۔ (۱)

وھب کا مطالعہ

وھب نامی دو اشخاص کے مطالعہ سے اس نتیجہ تک پہنچنا آسان ہے کہ ان کے واقعات میں اتنی مماثلت ہے کہ یہ ایک ہی معلوم دیتے ہیں۔ اگر اس کے ساتھ عبداللہ بن عمیر کلبی کے واقعہ کو بھی پڑھ لیا جائے تو یہ تین شخصیات ایک ہی محسوس ہوتی ہیں۔ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے یہ جان لینا ضروری ہے کہ عبداللہ بن عمیر کلبی کی کنیت ابو وھب تھی۔ اور اسی نسبت سے ان کی زوجہ ام وھب کہلائیں۔ کتابت کی غلطیوں نے ابو وھب کلبی کو صرف وھب کلبی بنا دیا۔ ہمیں وھب بن عبداللہ کلبی کا شہداء کی فہرست میں کوئی حتمی اور یقینی سراغ نہیں ملا لہٰذا ہمارا گمان غالب ہے کہ کسی تحریر میں ابو وھب عبداللہ کلبی تھا اور اسے وھب بن عبداللہ کلبی

۱۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۲۷۰۔۲۷۳

پڑھ لیا گیا اور امّ وھب کو زوجہ کی جگہ ماں قرار دے دیا گیا۔

دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ وھب نصرانی اپنی ماں اور زوجہ کے ساتھ کربلا میں موجود ہے اور اس کی ماں بجا طور پر اُمّ وھب ہے۔ ان دو ایک چھوٹی باتوں کو سامنے رکھ کر تینوں ناموں کا مطالعہ کیا جائے تو یہ دو شخصیتیں بنیں گی۔ ابو وھب عبداللہ بن عمیر کلبی اور وھب نصرانی۔ انہیں نگاہ میں رکھنے کے بعد واقعات کا خلط و امتزاج واضح ہو جائے گا۔

۱۵۸۔ ھفہاف بن مہنّد راسبی

یہ کوفہ کے رہنے والے تھے۔ ان بہادروں میں تھے جن کے حالات جنگوں اور معرکوں میں مذکور ہیں۔ جنگ صفین میں بصرہ کے ازدیوں کے سردار تھے۔ اور دوسری جنگوں میں بھی علی کے ساتھ شریک تھے۔ امیر المومنین علیہ السلام اور امام حسن علیہ السلام کے بعد بصرہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ امام حسین علیہ السلام کے کربلا پہنچنے کی خبر ملی تو امام حسین کی مدد کیلئے بصرہ سے نکل کھڑے ہوئے اور عصرِ عاشور میں کربلا پہنچے (۱)۔ فوجیوں سے امام حسین علیہ السلام کے متعلق پوچھا تو انہوں نے سوال کیا کہ تم کون ہو جو انہیں پوچھ رہے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں ھفہاف راسبی ہوں اور بصرہ سے فرزندِ رسول کی مدد کیلئے آیا ہوں۔ فوجیوں نے کہا کہ ہم نے انہیں قتل کر دیا اور اب صرف ایک جوان بچا ہے جو عورتوں کے ساتھ ہے۔ اور ہمارے فوجی خیموں کو لوٹ رہے ہیں۔ یہ سن کر ھفہاف کی نگاہوں میں دنیا تاریک ہو گئی تلوار نکالی اور یہ رجز پڑھتے ہوئے حملہ آور ہوئے۔

یا ایھا الجند المجند   انّی انا الھفھاف بن مھند

احمی عیالات محمد

اے لشکروں کے جُھنڈ! میں ھفہاف بن مہند ہوں۔

اور رسول اللہ کے خاندان کی حمایت کرتا ہوں۔

انتہائی زبردست حملہ کر کے صفوں کو منتشر کر دیا۔ کچھ کو قتل اور کچھ کو زخمی کیا۔ فوجیوں نے ان سے بچ کر بھاگنا شروع کیا۔ ابن سعد نے حکم دیا کہ محاصرہ میں لے کر چاروں طرف سے حملہ کرو۔ جب چاروں

۱۔ تنقیح المقال ج ۳ ص ۳۰۳

طرف سے حملہ ہوا تو فوجیوں نے ان کے گھوڑے کو ناکارہ کر دیا۔ ہفہاف پیادہ ہو گئے تو ان پر تلواروں اور نیزوں سے اتنا حملہ کیا گیا کہ آپ زخموں کی شدت سے زمین پر گر گئے اور روح پرواز کر گئی۔

۱۵۹۔ یحییٰ بن سلیم مازنی

انہوں نے رجز پڑھ کر لشکر پر حملہ کیا

لاضربن القوم ضربا معضلا ضربا شدیدا فی العدیٰ معجلا

لا عاجزا فیھا ولا مولولا ولا اخاف الیوم موتا مقبلا

لکننی کاللیث احمیٰ شبلا (۱)

میں ان لوگوں پر بڑی سخت ضربت لگاؤں گا جس میں شدت بھی ہو گی اور سرعت بھی۔

نہ میں جنگ سے عاجز ہوں اور نہ آنے والی موت سے ڈرتا ہوں۔

میں تو ایسے شیر کی طرح لڑوں گا جو اپنے بچوں کی حفاظت میں لڑتا ہے۔

کچھ لوگوں کو قتل کر کے شہید ہوئے۔

۱۶۰۔ یحییٰ بن کثیر انصاری

آپ میدان میں گئے اور وہ رجز پڑھا جو عمرو بن جنادہ کے ذیل میں (مختصر تفاوت کے ساتھ) لکھا جا چکا ہے۔ پھر لشکر پر حملہ کر کے شرح شافیہ کے مطابق چالیس افراد کو قتل کیا اور ابو مخنف کے مطابق پچاس افراد کو قتل کیا اور شہید ہوئے۔ (۲)

۱۶۱۔ یحییٰ بن ہانی بن عروہ

یہ ہانی بن عروہ کے فرزند ہیں۔ ذخیرۃ الدارین کے مطابق ان کی والدہ عمرو بن حجاج زبیدی کی بیٹی تھیں۔ جناب ہانی کے قتل کے بعد عروہ اپنی قوم میں پوشیدہ ہو گئے تھے۔ امام حسین علیہ السلام

۱۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۲۴، ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۲۹۳، نفس المہموم ص ۱۵۴، مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۲۱۔ کچھ فرق اور تفاوت کیساتھ

۲۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۲۹۲

کے کربلا پہنچنے کی خبر پر رخت سفر باندھا اور امام کی خدمت میں حاضر ہو گئے (۱)۔ عاشور کے دن اجازت لے کر میدان میں آئے اور رجز پڑھا

اغشاکم ضربا بحدّ السیف لاجل من حلّ بارض الخیف

بقدرة الرحمن ربّ الکیف اضربکم ضربا بغیر حیف

میں امام حسین کی نصرت کے لئے تمہیں تلوار کی باڑھ میں ڈھانپ لوں گا۔

اللہ کی قدرت سے جو کیفیات کا رب ہے، میں کسی افسوس کے بغیر تمہیں ضربتیں لگاؤں گا۔

اس کے بعد حملہ کیا اور چند سپاہیوں کو قتل کر کے شہید ہوئے (۲)۔ ہم نے نافع بن ہلال کے ذیل میں تاریخ طبری سے ایک روایت نقل کی ہے کہ جس میں مُزاحم بن حُریث کا واقعہ مذکور ہے اور اس روایت کے راوی یحییٰ بن ہانی بن عروہ ہیں۔ اگر یہ عاشور کے دن شہید ہوئے ہیں تو پھر یہ روایت کس کی ہے؟ مسئلہ غور طلب ہے۔

۱۶۲۔ یزید بن ثبیط عبدی

یہ معززین شہر بصرہ میں اور ابوالاسود دؤلی کے ساتھیوں میں تھے۔ طبری کے مطابق ماریہ بنت سعد کے گھر میں اموی حکومت کے خلاف جو اجتماعات ہوتے تھے یزید بن ثبیط ان میں شرکت کیا کرتے تھے۔ ان کے حالات ذکر ہو چکے ہیں۔ روزِ عاشورا ان کے فرزند حملۂ اولیٰ میں شہید ہوئے اور یہ خود مبارزت سے شہید ہوئے (۳)۔ **﴿السلام علیٰ یزید بن ثبیط العبدی البصری وابنیه عبداللّٰه وعبیداللّٰه﴾**

۱۶۳۔ یزید بن حصین مشرقی

محدث قمی نے محمد بن طلحہ کی مطالب السؤول اور علی بن عیسیٰ اربلی کی کشف الغمہ کے

۱۔ تنقیح المقال ج۳ ص۳۲۲

۲۔ فرسان الہیجاء ج۲ ص۱۴۷

۳۔ ابصار العین ص۱۸۹

حوالے سے لکھا ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب پر پیاس غالب ہوئی تو یزید بن حصین ہمدانی نے امام حسین علیہ السلام سے عرض کی کہ یا بن رسول اللہ آپ اجازت دیں تو میں پانی کے سلسلہ میں ابن سعد سے باتیں کروں۔ اجازت ملنے پر یہ ابن سعد کے پاس گئے اور سلام کئے بغیر گفتگو شروع کر دی۔ ابن سعد نے کہا اے ہمدانی بھائی! کیا یہ اسلام کا حکم نہیں ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو سلام کرے۔ آپ نے جواب میں کہا کہ تم اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہو۔ کیا یہی اسلام ہے کہ فرات کا پانی موجیں مار رہا ہے وہ ساری مخلوقات کے لئے اور یہود و نصاریٰ کے لئے عام ہے۔ اور رسول کا بیٹا اور اس کے بچے پیاس سے جاں بلب ہیں۔ کیا یہی تمہارا اسلام ہے۔ ابن سعد نے سر جھکا لیا کچھ سوچ کر ان سے بولا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ جو بھی رسول کے بیٹے سے جنگ کرے گا اور انہیں قتل کرے گا وہ جہنم میں پھینکا جائے گا۔ لیکن میں کیا کروں کہ میرے فرائض میں ہے۔ اگر میں نہیں کروں گا تو دوسرا کرے گا اور رے کی حکومت بھی لے جائے گا۔ پھر اشعار پڑھے ﴿دعاني عبيدالله الخ﴾ جو لکھے جا چکے ہیں۔ جناب یزید بن حصین واپس آ گئے اور یہ کہہ کر واقعہ بیان کیا کہ فرزند رسول! ابن سعد رے کی ولایت کے عوض آپ کو قتل کرنے پر راضی ہے (۱)۔ ﴿السلام علٰی يزيد بن الحصين الهمداني المشرقي القاري﴾ اصحاب حسین میں بنی ہمدان کے کسی یزید بن حصین کا سراغ نہیں ملتا۔ ان کی صفت قاری ذہنوں کو بریر بن خضیر کی طرف متوجہ کرتی ہے جو مشہور قاری تھے۔ علامہ شوستری بھی انہیں بریر بن خضیر ہی تسلیم کرتے ہیں اور یزید بن حصین وغیرہ کو کتابت کا تسامح قرار دیتے ہیں۔ (۲)

۱۶۴۔ یزید بن مغفل بن جعف بن سعد العشیرہ مذحجی جعفی

مامقانی کے مطابق انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ درک کیا تھا اور خلافت ثانیہ میں قادسیہ کی جنگ میں شریک تھے (۳)۔ اصابہ ابن حجر کے حوالہ سے زنجانی نے بھی یہ دونوں باتیں لکھی

۱۔ نفس المہموم ص ۱۱۶

۲۔ قاموس الرجال ج ۲ ص ۲۹۶

۳۔ تنقیح المقال ج ۳ ص ۳۲۸

ہیں (۱) لیکن محقق سماوی نے مرزبانی کے حوالہ سے انہیں تابعین میں شمار کیا ہے اور ان کے والد کو صحابی لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ صفین کی جنگ میں شریک تھے۔ جب اہواز میں خوارج نے خریت کی سرکردگی میں شورش برپا کی تو امیر المومنین علیہ السلام نے یزید بن مغفل کو ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا تھا۔ یہ حجاج بن مسروق کے ساتھ کربلا آئے تھے۔ اثنائے راہ میں امام حسین علیہ السلام نے حجاج بن مسروق کے ساتھ انہیں بھی عبید اللہ بن حر جعفی کے پاس بھیجا تھا۔

عاشور کے دن اجازت لے کر میدان میں آئے اور رجز پڑھا

انا یزید وانا بن مغفل　　　وفی یمینی نصل سیف مصقل
اعلوا به الهامات وسط القسطل　　　عن الحسین الماجد المفضل

میں یزید ہوں اور مغفل کا بیٹا ہوں اور میرے ہاتھ میں صیقل شدہ تلوار ہے۔
میں اس کے ذریعہ کھوپڑیوں کو توڑ دوں گا حسین کا دفاع کرتے ہوئے جو بزرگ مرتبہ اور صاحبِ فضیلت ہیں۔

پھر لشکر پر حملہ کیا اور جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے (۲) ﴿ السلام علیٰ یزید بن مغفل الجعفی المذحجی ﴾ خوارزمی اور ابن شہر آشوب نے انیس بن معقل اصحی کے نام سے جو رجز تحریر کئے ہیں وہ مختصر فرق کے ساتھ یہی ہیں جو ہم نے یہاں تحریر کیا ہے۔ یہ ذہن میں رہے کہ بعض لوگوں نے انہیں یزید بن معقل بھی لکھا ہے۔

۱۶۵۔ یزید بن مظاہر

یہ امام حسین سے اجازت لے کر میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا

انا یزید و ابی مظاهر　　　اشجع من لیث الثریٰ مبادر
والطعن عندی للطغاة حاضر　　　یا رب انی للحسین ناصر
ولابن هند تارك وهاجر　　　وفی یمینی صارم هوباتر

۱۔ وسیلۃ الدارین ص ۲۱۴
۲۔ ابصار العین ص ۱۵۳

میں یزید ہوں اور میرے باپ مظاہر ہیں اور میں شیر سے زیادہ بہادر اور حملہ کرنے والا ہوں۔

سرکشوں کے لئے میری ضرب نیزہ وشمشیر تیار ہے، مرے رب میں حسین کا مددگار ہوں۔

اور ہندہ کے بیٹے (یزید) سے دور اور بیزار ہوں اور میرے ہاتھ میں کاٹنے والی تلوار ہے۔

پھر فوج یزید پر سخت حملہ کیا اور پچاس افراد کو قتل کیا۔ پھر انہیں شہید کر دیا گیا (۱)۔ یزید بن مہاجر کا نام مختلف کتابوں میں آیا ہے۔ مثلاً شیخ مفید نے انہیں یزید بن مہاجر تحریر کیا ہے (۲)۔ ابن نما حلّی نے یزید بن مہاجر کے عنوان سے ان کا رجز تحریر کیا ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ ان کی کنیت ابو الشعثاء تھی اور یہ کندہ کی ایک شاخ بنی بہدلہ سے تھے (۳)۔

۱۶۶۔ یزید بن زیاد بن مہاجر

ہم ان کا تذکرہ ابالشعثاء کندی کے ذیل میں کر چکے ہیں للہذا یزید بن مظاہر یا یزید بن مہاجر وغیرہ سہوِ کتابت ہیں۔

شہداء کی یہ فہرست حتمی نہیں ہے۔ ممکن ہے کچھ لوگ کم ہوں اور یقیناً بہت سے افراد ناموں میں سہو کتابت کے سبب ایک سے زیادہ مرتبہ شماروں کی ترتیب میں لکھے گئے ہیں جنہیں حذف کرنے سے شماروں میں کمی آسکتی ہے۔ فقط مطالعہ اور تحقیق میں سہولت کی غرض سے انہیں حذف نہیں کیا گیا ہے۔

۱۔ مقتل منسوب بہ ابو مخنف ص ۱۰۷

۲۔ ارشاد مفید ج ۲ ص ۸۳

۳۔ مثیر الاحزان ص ۹۳

ضحاک اور آخری دو جاں نثار

قصر بنی مقاتل کے واقعات میں نفس المھموم بحوالہ شیخ صدوق سے ایک روایت نقل کی جا چکی ہے کہ عمرو بن قیس مشرقی اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ امام کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اس سے ملتی جلتی ایک روایت تاریخ طبری میں ہے جو ضحاک بن عبداللہ مشرقی سے ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں اور مالک بن نضر ارحبی امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم سلام کر کے آپ کی خدمت میں بیٹھ گئے۔ آپ نے جوابِ سلام دیا اور خوش آمدید کہی اور ہمارے آنے کی غرض پوچھی۔ ہم نے عرض کی کہ اس غرض سے آئے ہیں کہ آپ سے ملاقات کر کے آپ کے حق میں دعائے خیر کریں۔ اور آپ کے سلسلہ میں اپنے عہد کی تجدید کریں اور آپ کو حالات سے باخبر کریں۔ اب ہم آپ کو یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ لوگ آپ سے جنگ کرنے پر مجتمع ہو چکے ہیں۔ اب آپ فیصلہ فرمالیں کہ آپ کو کیا کرنا چاہئے۔ امام حسین علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ ﴿حسبی الله ونعم الوکیل﴾ پھر ہم نے آپ کے حق میں دعائے خیر کی اور اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ میری نصرت کیوں نہیں کرتے؟ مالک بن نضر نے جواب دیا کہ مجھ پر بھی قرض ہے اور بال بچے بھی ہیں۔ میں نے عرض کی کہ مجھ پر بھی قرض ہے اور اہل و عیال والا بھی ہوں لیکن میں اس صورت میں رک سکتا ہوں کہ جب تک میرا قتال اور دفاع آپ کے حق میں مفید ہوگا میں قتال بھی کروں گا اور آپ کا دفاع بھی کروں گا۔ اور جب آپ کی طرف سے کوئی حمایت کرنے والا نہیں رہے گا اور میری موجودگی بے مصرف ہو جائے گی تو میں واپس چلا جاؤں گا۔ ایسی صورت میں اگر آپ میرا واپس جانا حلال کرتے ہیں تو میں حاضر ہوں۔ آپ نے جواب دیا کہ میں حلال کرتا ہوں۔ اس پر میں آپ کے پاس مقیم ہو گیا (۱)۔ طبری نے اس روایت سے قبل شبِ عاشور اصحاب کو جمع کرنے کا تذکرہ اور امام حسین علیہ السلام کے خطبہ اور خطبہ کے بعد مسلم بن عوسجہ اور سعید بن عبداللہ حنفی کے جوابات بھی ضحاک بن عبداللہ کے حوالے سے نقل کئے ہیں۔ اس شخص سے اس کے علاوہ بھی روایات ہیں۔

یہی ضحاک بن عبداللہ مشرقی روایت کرتا ہے کہ جب اصحابِ حسین شہید ہو گئے اور آپ کے ساتھ فقط

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۱۷

آپ کے خاندان والے رہ گئے۔ اس وقت اصحاب میں یہ صرف دو باقی تھے۔ سوید بن عمرو بن ابی المطاع خثعمی اور بُشیر بن عمرو حضرمی۔ میں نے امام حسین علیہ السلام سے عرض کی کہ فرزندِ رسول جو آپ سے معاہدہ ہوا تھا وہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ جب آپ کی کوئی حمایت کرنے والا نہ رہے گا تو مجھے واپس جانے کی اجازت ہوگی۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں تم سچ کہتے ہو۔ اب کیسے واپس جاؤ گے۔ اگر جاسکو تو میری طرف سے اجازت ہے۔

ضحاک کہتا ہے کہ جب میں نے اصحابِ حسین کے گھوڑوں کا ناکارہ بنایا جانا دیکھا تو اپنے گھوڑے کو ایک خیمہ میں جا کر باندھ دیا اور باہر آ کر پیادہ حسین کے دشمنوں سے جنگ کرنے لگا۔ میں نے دو سپاہیوں کو قتل کیا اور ایک کا ہاتھ کاٹ دیا۔ اس وقت امام مجھے دعائیں دے رہے تھے۔ اجازت ملنے کے بعد میں نے گھوڑا نکالا، اس کی پشت پر بیٹھا اور اس پر ضرب لگائی تو وہ الف ہو کر کھڑا ہو گیا۔ اس وقت میں نے اسے لشکر کے درمیان ڈال دیا۔ لوگ ہٹتے گئے اور میں نکل گیا۔ البتہ پندرہ افراد نے میرا پیچھا کیا۔ جب میں فرات کے کنارے کی ایک بستی شفیہ میں پہنچا تو انہوں نے مجھے آ کر گھیر لیا۔ ان میں سے کثیر بن عبداللہ شعبی، ایوب بن مشرح خیوانی اور قیس بن عبداللہ صائدی نے مجھے پہچان لیا اور دوسروں سے کہا کہ یہ ضحاک بن عبداللہ مشرقی ہے، ہمارا رشتہ دار ہے ہم تمہیں اللہ کا واسطہ دیتے ہیں کہ اسے چھوڑ دو۔ ان میں سے بنی تمیم کے تین افراد بولے کہ ہم اپنے ساتھیوں کی بات قبول کریں گے۔ اس پر دوسرے بھی مان گئے اور میں بچ گیا(۱)۔

رجز

ہم نے شہدائے کربلا کی جنگوں میں اُن کے رجزوں کا مطالعہ کیا اور اگلے اوراق میں خاندانِ رسالت کے شہداء کے رجز بھی پڑھیں گے۔ یہ رجز کیا ہے؟ جوش و جذبہ پر مشتمل ایسے اشعار جو میدانِ جنگ میں پڑھے جاتے تھے وہ رجز کہلاتے تھے۔ رجز ایک عربی بحر کا نام ہے۔ اس بحر کے مزاج میں ہیجان اور جوش و جذبہ پایا جاتا ہے۔ جاہلیت میں عرب اپنے نسلی اور دیگر تفاخر کے لئے اس بحر میں شعر پڑھا کرتے تھے اور جنگوں میں بھی اسی بحر میں شعر پڑھتے تھے اس لئے ایسے اشعار کا نام رجز ہو گیا۔

یہ چند مصرعوں پر مشتمل ہوتا تھا اور اکثر فی البدیہہ پڑھا جاتا تھا اسی لئے اس میں صرف ونحو اور

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۳۹

زبان و بیان کے اَسقام بھی ہوتے تھے۔اس کے علاوہ دیگر شعرائے عرب کا مفاخرتی کلام جو حسبِ حال ہو وہ بھی پڑھا جاتا تھا۔

اگر سپاہی خود شاعر ہے تو اپنے خاندان، ان کے کارناموں اور باپ دادا کا تذکرہ فی البدیہہ کرتا تھا۔اس سے اپنی قوتِ شجاعت کو مہمیز کرنا اور مقابل پر اپنا رعب قائم کرنا مقصود ہوتا تھا۔سپاہی رجز پڑھتا جاتا تھا اور جنگ کرتا جاتا تھا۔مختصر یہ کہ سپاہی کے لئے رجز بھی ایک اسلحہ کا کام دیتا تھا۔

رجز پڑھنے کا ایک مخصوص لحن یا طریقہ تھا جو عربوں میں قدیم ماضی سے رائج تھا۔اسلام کے آنے کے بعد بھی وہ جاری رہا۔اسلام کی ایک جنگ میں جب مشرکین نے اعل ہبل اعل ہبل کا رجز پڑھا تو اس کے جواب میں مسلمانوں نے کہا ﴿اللّٰہ اعلیٰ واجل﴾ اسی طرح ایک جنگ میں ﴿نحن لنا العزّیٰ و لا عزّیٰ لکم﴾ کے جواب میں مسلمانوں نے ﴿اللّٰہ مولانا و لا مولیٰ لکم﴾ کا رجز پڑھا۔

جمل و صفین اور کربلا میں جو رجز پڑھے گئے ان کا تذکرہ تاریخوں میں موجود ہے۔

اصحابِ حسین کا جائزہ

مکہ میں ملحق ہونے والے

(۱)	یزید بن ثبیط	بصرہ
(۲)	عبداللہ بن یزید	(یزید بن ثبیط کے دو بیٹے) بصرہ
(۳)	عبیداللہ بن یزید	بصرہ
(۴)	ادہم بن امیہ	بصرہ
(۵)	عامر بن مسلم بصراوی	بصرہ
(۶)	عامر کے غلام سالم	بصرہ
(۷)	سیف بن مالک عبدی	بصرہ
(۸)	حجاج بن بدر تمیمی	بصرہ
(۹)	قعنب بن عمر نمری	بصرہ
(۱۰)	حجاج بن مسروق	کوفہ
(۱۱)	یزید بن مغفل مذحجی	کوفہ

(۱۲)	سعید بن عبداللہ حنفی	کوفہ
(۱۳)	عبدالرحمٰن بن عبدربہ	کوفہ
(۱۴)	شوذب بن عبداللہ ہمدانی	کوفہ
(۱۵)	عابس بن شبیب شاکری	کوفہ
(۱۶)	عمار بن حسان بن شریح طائی	کوفہ
(۱۷)	زاہر بن عمرو کندی	کوفہ
(۱۸)	بریر بن خضیر ہمدانی	کوفہ
(۱۹)	قیس بن مسہر صیداوی	کوفہ
(۲۰)	عبدالرحمٰن بن عبداللہ ارجبی	کوفہ
(۲۱)	جنادہ بن حرث انصاری	کوفہ
(۲۲)	عمرو بن جنادہ انصاری	کوفہ

اثنائے راہ میں ملحق ہونے والے

(۱)	محمد بن عبداللہ بن جعفر طیار	خاندانِ رسالت کا شہزادہ
(۲)	عون بن عبداللہ بن جعفر طیار	خاندانِ رسالت کا شہزادہ
(۳)	مجمع بن زیاد بن عمرو جہنی	اطراف مدینہ
(۴)	عباد بن مہاجر بن ابی مہاجر جہنی	اطراف مدینہ
(۵)	عقبہ بن صلت جہنی	اطراف مدینہ
(۶)	زہیر بن قین بجلی	کوفہ
(۷)	سلیمان بن مضارب بن قیس انماری (زہیر قین کے چچازاد بھائی)	کوفہ
(۸)	یزید بن زیاد بن مہاجر (ابوالشعثاء)	کوفہ
(۹)	حباب بن عامر بن کعب تیمی	کوفہ

(۱۰) جندب بن حجر کندی کوفہ

(۱۱) نافع بن ہلال بجلی کوفہ

(۱۲) ابوثمامہ صائدی (عمرو بن کعب ہمدانی) کوفہ

کربلا میں ملحق ہونے والے

(۱) مسلم بن کثیر اعرج ازدی (زیارت میں اسلم ہے) کوفہ

(۲) رافع بن عبداللہ، مسلم ازدی کے غلام جو مسلم کے ساتھ حاضر ہوئے کوفہ

(۳) عمرو بن خالد صیداوی کوفہ

(۴) سعد بن عبداللہ مولیٰ عمرو کوفہ

(۵) مجمّع بن عبداللہ کوفہ

(۶) عائذ بن مجمع بن عبداللہ کوفہ

(۷) جنادہ بن حرث سلمانی کوفہ

(۸) واضح ترکی غلام حارث سلمانی

(۹) حبیب بن مظاہر اسدی کوفہ

(۱۰) مسلم بن عوسجہ کوفہ

(۱۱) انس بن حرث بن نبیہ کاہلی اسدی کوفہ

(۱۲) جبلہ بن علی بن سوید بن عمرو شیبانی کوفہ

(۱۳) ابوعمرو ہمدانی صائدی (زیاد بن عریب) کوفہ

(۱۴) حنظلہ بن سعد بن جشم ہمدانی شامی

(۱۵) حبشی بن قیس ہمدانی

(۱۶) عمارہ بن ابی سلامہ دالانی ہمدانی

(۱۷) سیف بن حرث جابری (مادری بھائی)

(۱۸)	مالک بن عبداللہ (مادری بھائی)	
(۱۹)	شبیب مولیٰ حرث بن سریع	
(۲۰)	سوار بن منعم	
(۲۱)	عمرو بن عبداللہ جندعی ہمدانی	کوفہ
(۲۲)	عمرو بن قرظہ انصاری	
(۲۳)	نعیم بن عجلان خزرجی	کوفہ
(۲۴)	نعمان بن عجلان	کوفہ
(۲۵)	نضر بن عجلان	کوفہ
(۲۶)	بشر بن عمرو حضرمی خزرجی	کوفہ
(۲۷)	عبداللہ بن عروہ غفاری	کوفہ
(۲۸)	عبدالرحمٰن بن عروہ غفاری	کوفہ
(۲۹)	عبداللہ بن عمر بن عباس کلبی	کوفہ
(۳۰)	سالم بن عروہ بن عبداللہ کلبی	کوفہ
(۳۱)	قاسط بن عبداللہ تغلبی	کوفہ
(۳۲)	کردوس بن عبداللہ	کوفہ
(۳۳)	مقسط بن عبداللہ	کوفہ
(۳۴)	کنانہ بن عتیق تغلبی	کوفہ
(۳۵)	امیہ بن سعد بن زید طائی	کوفہ
(۳۶)	جابر بن حجاج	
(۳۷)	قعنب بن عمرو نمیری	کوفہ

اصحابِ رسول

(۱)	انس بن حارث اسدی	(ذخیرۃ الدارین)
(۲)	جنادہ بن حرث سلمانی	(وسیلۃ الدارین)
(۳)	جندب بن حجیر خولانی	(وسیلۃ الدارین)
(۴)	حبیب بن مظاہر اسدی	(ابصار العین)
(۵)	حرث بن نبہان	(تنقیح المقال وابصار العین)
(۶)	زاہر بن عمرو اسلمی کندی	(وسیلۃ الدارین بحوالۂ اصابہ)
(۷)	زیاد بن عریب	(زمانۂ رسول میں تھے۔ ابصار العین)
(۸)	سعد بن حرث مولیٰ امیر المومنین	(مستدرکات نمازی)
(۹)	شبیب بن عبداللہ مولیٰ حرث بن سریع	(وسیلۃ الدارین)
(۱۰)	عبدالرحمٰن بن عبدرب انصاری خزرجی	(ابصار العین)
(۱۱)	عبداللہ بن یقطر	(ابصار العین)
(۱۲)	عمار بن ابی سلامہ دالانی	(اصابہ ابن حجر)
(۱۳)	عمرو بن ضبعہ تمیمی	(زمانۂ رسول میں تھے۔ وسیلۃ الدارین)
(۱۴)	کنانۃ بن عتیق تغلبی	(ابصار العین)
(۱۵)	مسلم بن عوسجہ	(ابصار العین)
(۱۶)	مسلم بن کثیر	(مستدرکات نمازی)

ان میں سے بعض شخصیات کی صحابیت مسلّم نہیں ہے مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔

تابعین

(۱) ابوثمامۂ صائدی

(۲) امیہ بن سعد طائی

(۳) جبلہ بن علی شیبانی

(۴) جنادہ بن حارث سلیمانی

(۵) جندب بن حجیر کندی

(۶) جون غلام ابوذر

(۷) حارث بن نبہان

(۸) حجاج بن مسروق جعفی

(۹) حلاس بن عمرو ازدی

(۱۰) سعد بن حارث

(۱۱) شبیب بن عبداللہ نہشلی

(۱۲) شوذب بن عبداللہ

(۱۳) عبداللہ بن عمیر کلبی

(۱۴) عمر بن جندب حضرمی

(۱۵) قاسط بن زہیر تغلبی

(۱۶) کردوس بن زہیر تغلبی

(۱۷) مجمع بن عبداللہ مذحجی

(۱۸) مقسط بن زہیر تغلبی

(۱۹) نعیم بن عجلان انصاری

(۲۰) یزید بن مغفل جعفی

حافظانِ قرآن

(۱) بریر بن خضیر ہمدانی

(۲) حنظلہ بن اسعد شبامی

(۳) غلام ترکی

(۴) عبدالرحمٰن بن عبدرب انصاری

(۵) کنانہ بن عتیق تغلبی

(٦) نافع بن ہلال جملی

علماء ورُوات حدیث

(۱) انس بن حارث اسدی

(۲) حبشہ بن قیس نہمی

(۳) حبیب بن مظاہر اسدی

(۴) زاہر بن عمر اسلمی

(۵) سوار بن ابی عمیر نہمی

(٦) شوذب بن عبداللہ

(۷) عبدالرحمٰن بن عبدرب

(۸) مسلم بن عوسجہ

(۹) نافع بن ہلال جملی

مشہور بہادر

(۱) حارث بن امرء القیس کندی

(۲) حر بن یزید ریاحی

(۳) زہیر بن قین بجلی

(۴) زیاد بن عریب ہمدانی

(۵) سعید بن عبداللہ حنفی

(۶) سوید بن عمرو بن ابی المطاع خثعمی

(۷) عابس بن شبیب شاکری

(۸) عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کدن ارحبی

(۹) مسعود بن حجاج تیمی

(۱۰) مسلم بن عوسجہ

زاہد و متقی

(۱) زیاد بن عریب

(۲) سعید بن عبداللہ حنفی

(۳) عابس بن ابی شبیب

مندرجہ بالا فہرستیں مختلف ارباب تحقیق کی کتابوں سے اقتباس کی گئی ہیں۔ مذکورہ شخصیات کے تذکروں کے مطالعہ سے بھی انہیں استنباط کیا جا سکتا ہے۔

شہدائے خاندانِ رسالت

اس باب میں سب سے پہلے ہم حضرت جعفر طیار اور حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کے فرزندوں کی شہادت کا تذکرہ کریں گے۔ پھر عقیل بن ابیطالب اور مسلم بن عقیل کے فرزندوں کی شہادت پھر امیرالمومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام پھر اولاد امام حسن مجتبیٰ پھر اولاد حسین علیہ السلام کا تذکرہ کریں گے۔ پھر سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا بیان درج کیا جائے گا۔

اولادِ جعفر

ا۔ عبیداللہ بن عبداللہ بن جعفر

ان کی مادر گرامی خوصاء بنت حفصہ تھیں۔ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا آئے اور عاشور کے دن شہید ہوئے (۱)۔ طبری و مامقانی نے صرف اتنا ہی لکھا ہے اور ابن شہر آشوب نے لکھا ہے کہ عاشور کے دن عبیداللہ کی شہادت ہوئی ان کا قاتل بشر بن خویطر قانصی تھا (۲)۔ مناقب، بحار الانوار، ناسخ التواریخ اور دیگر کتابوں میں ان کا نام عبداللہ ہے۔ بظاہر یہ سہوِ کتابت ہے اور نام عبیداللہ ہی ہے۔

۱۔ مقاتل الطالبین ص ۹۶

۲۔ مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۱۱۵

۲۔ عون بن جعفر

ان کی والدہ کا نام اسماء بنتِ عمیس ہے۔ عمدۃ الطالب کے مطابق عون متولد حبشہ اور محمد اصغر اسماء بنت عمیس کے بطن سے تھے۔ جنگ خیبر کے موقع پر جب حضرتِ جعفر طیار حبشہ سے پلٹے ہیں تو یہ بچّے تھے اور جعفر کے ساتھ تھے۔ نصر بن مزاحم کے مطابق یہ امیر المومنین کی ساری جنگوں میں ان کے ساتھ تھے (۱)۔ پھر یہ لکھا ہے کہ عون کی کنیت ابوالقاسم تھی اور یہ ابھی خورد سال تھے کہ ان کے والد حضرت جعفر طیار غزوۂ موتہ میں شہید ہو گئے۔

عبداللہ بن جعفر کی روایت ہے کہ جب غزوۂ موتہ میں ہمارے والد کی شہادت کی خبر آئی تو رسول اکرم ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے اور میری والدہ سے پوچھا کہ جعفر کے بیٹے کہاں ہیں؟ جب ہم آپ کی خدمت میں آئے تو آپ نے ہمیں اپنے پاس بٹھلایا اور فرمایا کہ محمد اپنے دادا ابوطالب سے اور عون اپنے باپ سے مشابہہ ہے۔ پھر حجام کو بلا کر ہمارے سر منڈوا دیئے (۲)۔ رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد اپنے چچا علی کے ساتھ رہے اور جنگوں میں شریک ہوئے۔ عون کی شادی امیر المومنین علیہ السلام نے اپنی بیٹی امِ کلثوم سے کی تھی۔ یہ امّ کلثوم جناب فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی دوسری صاحب زادی تھیں۔

عون بن جعفر امام حسین علیہ السلام کے ساتھ مکہ اور پھر مکہ سے کربلا آئے تھے۔ عاشور کے دن عبداللہ بن مسلم کی شہادت کے بعد میدان میں گئے اور وہ رجز پڑھا جو عون بن عبداللہ سے منسوب ہے۔ تیس سواروں اور اٹھارہ پیادوں کو قتل کیا۔ زید بن ورقاء جہنی اور عروہ بن عبداللہ خثعمی نے انہیں شہید کیا۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۵۶۔۵۷ برس تھی۔ (۳)

۳۔ عون بن عبداللہ بن جعفر

آپ کی والدۂ گرامی عقیلۂ قریش وشریکۃ الحسین جناب زینب بنت علی ہیں۔ جب

۱۔ فرسان الہیجان ج ۲ ص ۱۷

۲۔ ذخیرۃ الدارین ص ۱۶۷ بحوالۂ اصابہ ابن حجر عسقلانی

۳۔ ذخیرۃ الدارین ص ۱۶۹

جناب عبداللہ بن جعفر نے امام حسین علیہ السلام کو سفرِ عراق سے روکا تھا اور اصرار کیا تھا کہ آپ عراق نہ جائیں تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا تھا کہ ﴿انی رأیت رسول الله صلی الله علیه وآله فی المنام و أمرنی بما أنا ماضٍ له﴾ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے اور انہوں نے مجھے ایک حکم دیا ہے جس پر میں عمل کر کے رہوں گا۔ جب سوال کیا کہ وہ خواب کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ﴿ما حدّثت أحدابها والا انا محدّث أبداً حتّی ألقی ربی عزوجل﴾ میں نے نہ تو وہ خواب کسی سے بیان کیا اور نہ بیان کروں گا یہاں تک کہ اپنے رب کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔ جب عبداللہ بن جعفر امام کے واپس پلٹنے سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے اپنے دونوں بیٹوں عون و محمد کو وصیت کی کہ امام کے ساتھ رہیں اور ان کے ساتھ جہاد کریں (۱)۔ روز عاشورا اجازت لینے کے بعد میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا

ان تنکرو فی فانا بن جعفر　　شهید صدق فی الجنان الازهر

یطیر فیها بجناح اخضر　　کفٰی بهذا شرفا فی المحشر

اگر تم مجھے نہیں جانتے ہو تو جان لو کہ میں جعفر طیار کا فرزند ہوں جو سچ پر شہید ہوئے اور جنت میں ہیں۔

وہ جنت میں سبز پروں سے پرواز کر رہے ہیں۔ روز محشر ان کا یہ شرف ان کے لئے کافی ہے۔

پھر حملہ کیا اور تین سواروں اور آٹھ/ اٹھارہ پیادوں کو قتل کیا۔ عبداللہ بن قطنہ طائی کے ہاتھوں شہید ہوئے (۲)۔ ﴿السلام علٰی عون بن عبدالله بن جعفر الطیّار فی الجنان حلیف الایمان و منازل الاقران الناصر للرحمٰن التالی للمثانی والقرآن لعن الله قاتله عبدالله بن قطنة الطائی النبهانی﴾ سلام ہو عون فرزند عبداللہ بن جعفر طیار پر جنت میں۔ جو ایمان کے حلیف، ہم عمروں میں قابلِ توجہ خدائے رحمان کے مددگار اور قرآن کے قاری تھے۔ اللہ ان کے قاتل عبداللہ بن قطنہ طائی نبہانی پر لعنت کرے۔

شیخ مفید لکھتے ہیں کہ جب کربلا کی خبر مدینہ پہنچی تو کچھ لوگ عبداللہ بن جعفر کی خدمت میں تعزیت کے لئے آئے۔ دورانِ تعزیت عبداللہ کے غلام ابوالسلاسل (ابوالسلاس) نے کہا کہ یہ مصیبت ہم پر حسین کی

۱۔ ارشاد مفید ج ۲ ص ۶۹

۲۔ مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۱۱۵

وجہ سے نازل ہوئی ہے۔ عبداللہ بن جعفر نے اپنی جوتی سے اسے مارا اور کہا کنیز زادے! تو حسین کے لئے کہہ رہا ہے؟ اگر میں کربلا میں ہوتا تو میں انہیں کبھی نہ چھوڑتا یہاں تک کہ قتل ہو جاتا۔ میرے بچوں کا حسین کی راہ میں قربان ہو جانا مجھے بہت گوارا ہے کہ میں نہیں تھا تو میرے بچوں نے میرے بھائی اور ابن عم پر اپنی جان قربان کردی۔ پھر عبداللہ نے بیٹھے ہوئے افراد کو مخاطب کیا اور کہا ﴿الحمدلله عزّ عليّ مصرع الحسين اِن لا أكن آسيت حسينا بيدى فقط آساه ولدى﴾ (۱) شکر ہے اس خدا کا جس نے شہادتِ حسین کے مشکل ترین مرحلہ میں مدد فرمائی کہ اگر میں فداکاری کے لئے موجود نہیں تھا تو میرے بچوں نے میری جگہ اس فرض کو انجام دیا۔

۴۔ قاسم بن محمد بن جعفر

انہوں نے ہمیشہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ زندگی گزاری۔ ان کی شادی امام حسین کی خواہش کے مطابق ام کلثوم صغریٰ بنتِ جناب زینب سے ہوئی تھی اور ان کا مہر بھی امام حسین علیہ السلام نے ادا فرمایا تھا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ اس شہزادی کے لئے معاویہ نے یزید کا پیغام بھیجا تھا۔ امام حسین نے اسے مسترد فرمایا اور قاسم سے شادی کردی۔ قاسم اپنی زوجہ کے ساتھ کربلا میں تھے۔ اپنے بھائی عون کی شہادت کے بعد میدان میں گئے۔ اسّی سواروں اور بارہ پیادوں کو قتل کر کے شہید ہوئے۔ (۲)

۵۔ محمد بن عبداللہ بن جعفر طیار

ان کی مادر گرامی خوصاء بنت حفص بن ثقیف ہیں (مقاتل الطالبیین)۔ ابن شہر آشوب کے مطابق اپنے بھائی عون سے قبل امام حسین سے اجازت لے کر میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا

امشكوا الى الله من العدوان ‏ قتال قوم فى الردى عميان
قد بّركوا معالم القرآن ‏ ومحكم التنزيل والتبيان
واظهر الكفر مع الطغيان

۱۔ ارشاد مفید ج ۲ ص ۱۲۴

۲۔ تنقیح المقال ج ۲ ص ۲۴

میں ان لوگوں کی اللہ سے شکایت کرتا ہوں جو دشمنی میں اندھے ہو گئے ہیں۔

انہوں نے قرآن کی ہدایت، محکماتِ تنزیل اور بیانِ واضح کو چھوڑ دیا ہے۔

اور کفر و سرکشی کا اظہار کر رہے ہیں۔

پھر حملہ کیا اور دس افراد کو قتل کیا اور عامر بن نہشل تمیمی کے ہاتھوں شہید ہوئے (۱)۔ **السلام علٰی محمد بن عبداللّٰه بن جعفر الشاهد مكان ابيه والتالى لأخيه وواقيه ببدنه لعن اللّٰه قاتله عامر بن نهشل التميمى** ۔سلام ہو محمد بن عبداللہ پر کہ جنہوں نے اپنے والد جعفر کا جنت میں مقام اپنی آنکھوں سے دیکھا، اپنے بھائی کی طرح شہید ہوئے اور ان کی حفاظت میں کوشاں رہے۔ اللہ ان کے قاتل عامر بن نہشل تمیمی پر لعنت کرے۔

اولادِ عقیل

۶۔ احمد بن محمد بن عقیل

یہ میدان میں آئے اور رجز پڑھا۔

اليوم اتلوا حسبى و دينى　　　　بصارم تحمله يمينى

احمى به عن سيّدى و دينى　　　　ابن علىّ طاهر امين

آج میں اپنے حسب اور دین کا تعارف اس تلوار کے ذریعہ کرا رہا ہوں جو میرے داہنے ہاتھ میں ہے۔

میں اس کے ذریعہ اپنے سردار (حسین) اور دین کی حمایت کر رہا ہوں۔ یہ طاہر اور امین علی کے بیٹے ہیں۔

پھر حملہ کیا اور اسّی افراد کو قتل کر کے شہید ہوئے (۲)۔ ابن شہر آشوب نے بنی ہاشم کے پہلے شہید عبداللہ بن مسلم سے قبل احمد بن محمد ہاشمی کا رجز نقل کیا ہے جو تین مصرعوں پر مشتمل ہے۔ جس میں سے پہلے دو مصرعے وہی ہیں جو احمد بن محمد بن عقیل کے رجز میں درج کئے گئے ہیں (۳)۔ گمان غالب یہ ہے کہ یہ دونوں

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۱۱۵

۲۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۲۱

۳۔ مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۱۱۴

ایک ہی شخصیت ہیں۔

۷۔ جعفر بن عقیل

ان کی مادر گرامی کا نام امّ الثغر بنت عامر بن ہصاب عامری کلابی ہے (ابوالفرج)۔

طبری اور ابن اثیر میں ان کا نام ام البنین ہے۔ امّ الثغر اور امّ البنین ان کی کنیت ہے اور نام خوصا ہے۔ یہ اجازت کے بعد میدان میں آئے اور رجز پڑھا۔

انا الغلام الابطحی الطالب — من معشر فی هاشم من غالب

ونحن حقّا سادة الذوائب — هذا حسین اطیب الاطائب

من عترة البرّ التقی الثاقب (۱)

میں ابطحی جوان ہوں ابوطالب کے خاندان اور ہاشم کے قبیلے سے ہوں۔

ہم لوگ یقیناً حرم کے سادات ہیں۔ یہ حسین ہیں جو پاکیزہ ترین افراد میں پاکیزہ ہیں۔

یہ اس کی عترت ہیں جو نیک ہے تقویٰ کا مالک ہے اور نورانی ہے۔

پھر حملہ کیا اور پندرہ افراد کو قتل کیا۔ عبداللہ بن عروہ خثعمی نے ان کی طرف تیر چلایا جس سے آپ شہید ہو گئے (۲)۔ ﴿السلام علی جعفر بن عقیل لعن الله قاتله ورامیه بشر بن خوط الهمدانی﴾ زیارت کے الفاظ سے نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ عبداللہ بن عروہ کے تیر سے زخمی ہو کر آپ زمین پر تشریف لائے اور بشر بن خوط نے آپ کو شہید کر دیا۔ ان کی مادر گرامی خیمہ کے دروازے پر کھڑی قتل کے منظر کو دیکھ رہی تھیں۔ (۳)

۸۔ عبدالرحمن بن عقیل

روز عاشورا میدان جنگ میں آئے اور یہ رجز پڑھا

۱۔ عوالم العلوم (مقتل) ج ۱۷ ص ۲۸۶، بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۲

۲۔ تاریخ کامل بن اثیر ج ۴، مقاتل الطالبین ص ۹۶ پر ہے کہ عروہ بن عبداللہ خثعمی نے انہیں قتل کیا۔

۳۔ وسیلۃ الدارین ص ۲۳۰ بحوالۂ ابوبشر دولابی

ابی عـقـیـل فـاعـرفـوا مکانی	مـن هـاشـم و هـاشـم اخوانی
کهـول صـدق ســادة الاقـران	هـذا حسیـن شــافـح البنیـان
وسیّـدالشیـب مـع الشبـان	وسیـد الشبـاب فـی الـجـنان

تم میری منزلت پہچانو کہ میرے والد عقیل ہیں جو قبیلۂ ہاشم سے ہیں اور ہاشم کے خاندان والے۔
سچائی کے ترجمان اور ہم عصروں کے سردار ہیں۔اور یہ حسین ہیں جن کا درجہ بلند ہے۔
یہ دنیا میں جوانوں اور بوڑھوں کے سردار ہیں اور جنت میں جوانوں کے سردار ہیں۔

اس کے بعد لشکر یزید پر سخت حملہ کیا اور سترہ افراد کو قتل کیا۔عثمان بن خالد جہنی اور بشر بن خوط نے شہید کر دیا(۱)۔ ﴿السلام علیٰ عبدالرحمٰن بن عقیل بن ابیطالب لعن الله قاتله ورامیه عثمان بن خالد بن اثنیم الجهنی﴾

مورخین نے تحریر کیا ہے کہ مختار نے عبداللہ بن کامل کو عثمان بن خالد اور بشر بن خوط کی تلاش میں بھیجا۔عبداللہ عصر کے وقت بنی دہمان کی مسجد میں پہنچا اور لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ساری دنیا کا گناہ میری گردن پر ہوگا اگر تم لوگوں نے ان دو افراد کو میرے حوالے نہ کیا۔ میں تم سب کو تہہ تیغ کر دوں گا۔ اہل علاقہ مہلت مانگ کر ان کی تلاش میں نکلے اور انہیں جبانہ میں گرفتار کر لیا جب کہ وہ لوگ جزیرہ کی طرف بھاگنے کا ارادہ کر چکے تھے۔عبداللہ بن کامل نے جُعد کے کنویں کے پاس انہیں قتل کر دیا اور اس کی اطلاع مختار کو دی۔مختار نے کہا کہ واپس جاؤ اور ان دونوں کے جسموں کو جلا دو۔

۹۔ عبداللہ بن عقیل

مامقانی کے مطابق عقیل کے دو فرزندوں کے نام عبداللہ تھے اور دونوں ہی کربلا میں شہید ہوئے۔علامہ مجلسی تحریر کرتے ہیں کہ ابوالفرج اصفہانی کے مطابق عبداللہ بن عقیل بن ابی طالب کے قاتل عثمان بن خالد بن اشیم جہنی اور بشر بن خوط قابضی ہیں۔اور عبداللہ اکبر بن عقیل کے قاتل عثمان بن خالد جہنی اور ایک ہمدانی ہے۔(۲)

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب ج۴ص۱۱۴، ابصار العین ۹۲

۲۔ بحار الانوار ج۴۵ص۳۳

۱۰۔ عبداللہ بن مسلم

خوارزمی اور محدث قمی کے مطابق اصحاب کی شہادت کے بعد جب صرف بنی ہاشم رہ گئے تو انہوں نے باہم جمع ہوکر ایک دوسرے کو وداع کیا اور جنگ کے لئے آمادہ ہوگئے (۱) ابن شہر آشوب، شیخ صدوق، ابن اعثم کوفی اور خوارزمی کے مطابق عبداللہ بن مسلم بنی ہاشم کے پہلے شہید ہیں (۲)۔ ان کی مادر گرامی رقیہ بنت امیر المومنین ہیں۔

جب عبداللہ بن مسلم نے حاضر ہوکر اجازت طلب کی۔ تو امام حسینؑ نے فرمایا کہ تمہارے دل سے تمہارے والد مسلم کا داغ بھی ہلکا نہیں ہوا۔ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ تم اپنی بوڑھی والدہ کو لے کر اس ہولناک صورت حال سے دور چلے جاؤ۔ عبداللہ نے جواب میں عرض کی کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ آپ جان لیں کہ میں وہ نہیں ہوں کہ دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی جاوید پر ترجیح دوں۔ میری تمنا ہے کہ آپ مجھے اس بات کی اجازت دیں کہ آپ پر جان کو قربان کردوں۔ اجازت کے بعد میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا

الیوم القٰی مسلما وھو ابی	وفتیة بادوا علٰی دین النبی
لیسوا بقوم عرفوا للکذب	لکن خیار و کرام النسب

من ھاشم السادات اھل الحسب (۳)

آج میں اپنے والد مسلم سے اوران جوانوں سے جو دینِ نبی اکرم پر تھے ملاقات کروں گا۔
یہ لوگ غلط گوئی سے مشہور نہیں ہیں بلکہ یہ بہترین لوگ ہیں اور بلند ترین نسب والے ہیں۔
یہ صاحبِ حسب لوگ خاندانِ ہاشم کے سادات ہیں۔

عبداللہ بن مسلم نے تین بار حملہ کیا اور اٹھانوے فوجیوں کو ہلاک کیا۔ عمرو بن صبیح صائدی نے آپ کی پیشانی پر تیر مارا۔ آپ نے ہاتھ سے اسے روکنا چاہا۔ تیر ہاتھ کو ساتھ لے کر پیشانی میں پیوست ہوگیا۔

۱۔ مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۳۰، نفس المھموم ص ۱۶۲

۲۔ مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۱۱۴، ترتیب الامالی ج ۵ ص ۲۰۵، کتاب الفتوح ج ۵ ص ۱۱۰، مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۳۰

۳۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۱۷

حضرت عبداللہ نے کوشش کی کہ تیر کو پیشانی سے نکال اور ہاتھ کو آزاد کر لیں لیکن یہ ممکن نہ ہوا اسی دوران کسی شقی نے آپ کے قلب پر دوسرا تیر پھینکا۔ آپ اس کے اثر سے شہید ہو گئے۔ (۱)

ابومخنف کا بیان ہے کہ ابوعبداللہ علی زبیدی نے مجھ سے کہا کہ مجھ سے زید بن ورقاء جہنی نے بیان کیا کہ میں کربلا میں موجود تھا۔ ایک جوان میدان میں آیا۔ میں نے اس طرف تیر پھینکا۔ اس جوان نے پیشانی کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ وہ ہاتھ ماتھے کے ساتھ پیوست ہو گیا۔ وہ جوان اپنے ہاتھ کو آزاد نہ کر سکا تو آسمان کی طرف رخ کر کے فریاد کرنے لگا کہ ﴿اللھم انھم استقلّونا واستذلّونا اللھم فاقتلھم کما قتلونا واذلھم کما استذلّونا﴾ بارالٰہا ان لوگوں نے ہمیں کم پا کر حقیر کر دیا ہے۔ جس طرح یہ ہمیں مار رہے ہیں تو اسی طرح انہیں ہلاک کر دے۔ اس کے بعد کسی نے ایک اور تیر پھینک کر اس جوان کو قتل کر دیا۔ میں اس کے قریب گیا تو دیکھا کہ وہ اس دنیا کو چھوڑ چکا ہے۔ میں نے تیر اس کی پیشانی سے نکالا لیکن تیر کے سرے پر جو لوہا تھا وہ پیشانی ہی میں رہ گیا (۲)۔

مختار کو خبر ملی تھی کہ زید اس واقعہ کو بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ جوان عبداللہ بن مسلم بن عقیل تھا تو انہوں نے اُسے سزا دینے کے لئے کچھ لوگ بھیجے۔ زید تک پہنچنے کے بعد ان لوگوں نے تلواریں نکال لیں۔ اس پر ابن کامل نے کہا کہ اسے نیزہ اور تلوار سے نہ مارو بلکہ اس پر تیروں اور پتھروں کی بارش کرو۔ جب تیروں اور پتھروں سے وہ زمین پر گر گیا تو اسے زندہ جلا دیا گیا (۳)۔ ممکن ہے کہ عمرو بن صبیح اور زید بن ورقاء دونوں ہی قاتل ہوں۔ ﴿السلام علیٰ القتیل بن القتیل عبداللّٰہ بن مسلم بن عقیل بن ابیطالب ولعن اللّٰہ قاتلہ﴾

بنی ہاشم کا حملہ

عبداللہ بن مسلم کی شہادت کے بعد آلِ ابوطالب نے مل کر فوج یزید پر حملہ کر دیا۔ امام حسین نے انہیں بلند آواز سے خطاب فرمایا ﴿صبراً علیٰ الموت یا بنی عمومتی واللّٰہ لا رأیتم

۱۔ ابصار العین ص ۹۰۔ ابومخنف، مدائنی اور ابوالفرج کے مطابق آپ کی شہادت جناب علی اکبر کی شہادت کے بعد ہے۔

۲۔ فرسان الہیجاء ج ۱ ص ۲۵۵

۳۔ تاریخ کامل بن اثیر ج ۴ ص ۹۵، نفس المہموم ص ۳۳۳

هوانا بعد هذا اليوم ﴾اے عم زادو! موت پر صبر کرو۔ خدا کی قسم آج کے دن کے بعد تم کوئی اذیّت و پریشانی نہیں دیکھو گے۔ اس حملہ میں عون بن عبداللہ بن جعفر طیار، ان کے بھائی محمد، عبدالرحمان بن عقیل بن ابی طالب، ان کے بھائی جعفر بن عقیل اور محمد بن مسلم بن عقیل شہید ہوئے۔ اور حسنِ مثنیٰ سخت زخمی ہوئے لیکن شہید نہیں ہوئے۔ (۱)

۱۱۔ علی بن عقیل

صاحبِ حدائق کے مطابق میدان میں گئے اور تین سواروں اور اٹھارہ پیادوں کو قتل کیا اور شہید ہوئے۔ آپ کے قاتل عبداللہ بن قطبہ طائی اور عامر بن نہشل تیمی ہیں (۲)۔ مجلسی اور ابوالفرج اصفہانی نے ان کا تذکرہ کیا ہے۔ (۳)

۱۲۔ عون بن عقیل

سبط بن جوزی کے مطابق آپ بھی شہداء میں ہیں۔ (۴)

۱۳۔ محمد بن ابی سعید بن عقیل

محمد کے والد ابوسعید بن عقیل بنی ہاشم کے نامور سخن سنج اور حاضر جواب تھے۔ ان کے بعض مُناظرے رجال کی کتابوں میں نقل کیے گئے ہیں۔ ابومخنف نے حمید بن مسلم کی روایت نقل کی ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو ایک بچہ خیمہ سے باہر آیا۔ وہ گھبرایا ہوا اور داہنے بائیں دیکھ رہا تھا کہ اتنے میں ایک ظالم نے تلوار نکال کر اسے قتل کر دیا۔ میں نے پوچھا کہ اس بچہ کا نام کیا ہے؟ لوگوں نے کہا محمد بن ابی سعید۔ پھر قاتل کے لئے پوچھا کہ اس بدبخت اور شقی کا نام کیا تھا؟ اس نے کہا اس کا نام لقیط بن ایاس جہنی تھا۔ ہشام کلبی کا بیان ہے کہ ہانی بن ثبیت حضرمی نے کہا کہ میں کربلا کے معرکہ میں دس سواروں میں سے ایک تھا اور ہم گھوڑے دوڑا رہے تھے کہ اتنے میں حسین کے خیموں سے ایک بچہ برآمد ہوا۔ اس کے جسم پر صرف ایک پیراہن

۱۔ مقتل مقرم ص ۲۶۲

۲۔ ذخیرۃ الدارین ص ۶۳

۳۔ بحارالانوار ج ۴۵ ص ۳۳، مقاتل الطالبین ص ۹۸

۴۔ تذکرۃ الخواص ص ۲۶۶

تھا اور ہاتھ میں چوبِ خیمہ تھی اور داہنے بائیں دیکھ رہا تھا۔ اتنے میں ایک سوار اس کے قریب گیا اور اسے تلوار سے کاٹ دیا۔ ہشام کلبی کا بیان ہے کہ یہ سوار خود ہانی بن ثبیت تھا۔ اس نے خوف یا شرم سے اپنا نام نہیں لیا۔(۱)

مورخین نے اس بچہ کے قاتل کا نام ہانی بن ثبیت لکھا ہے جب کہ زیارت میں یہ نام نہیں ہے۔

﴿السلام علیٰ محمد بن ابی سعید بن عقیل لعن اللّٰہ قاتلہ لقیط بن ناشر الجھنی﴾

بعض مقتل نگاروں نے ناشر کی جگہ ایاس تحریر کیا ہے۔

۱۴۔ محمد بن مسلم بن عقیل

مامقانی کے مطابق شہادت کے وقت آپ کی عمر ۱۲/۱۳ سال کی تھی (۲)۔ عبداللہ بن مسلم کی شہادت کے بعد بنی ہاشم کے جوانوں نے مل کر فوجِ یزید پر ایک حملہ کیا تھا۔ محمد اسی حملہ میں شہید ہوئے۔ ان کے قاتل ابومرہم ازدی اور مقیط بن ایاس جہنی تھے (۳)۔ ممکن ہے کہ دونوں ہی قتل میں شریک ہوں۔ ﴿السلام علیٰ محمد بن مسلم﴾

۱۵۔ موسیٰ بن عقیل

موسیٰ بن عقیل نے جنگ کی اجازت لی اور میدان میں آکر رجز پڑھا:

يا معشر الكهول والشبان — اضربكم بالسيف والسنان

احمى عن الفتية والنسوان — وعن امام الانس ثم الجان

ارضى بذاك خالق الرحمٰن — ثم رسول الملك الديّان

اے فوج کے بوڑھو اور جوانو! میں تمہیں شمشیر و نیزہ سے ضربیں لگاؤں گا۔

میں بنی ہاشم کے جوانوں اور عورتوں اور امامِ انس و جاں کی حمایت میں یہ کروں گا۔

اس کے ذریعہ میں اللہ اور رسول اللہ کی رضا حاصل کروں گا۔

۱۔ ابصار العین ص ۹۱

۲۔ تنقیح المقال ج ۳ ص ۱۸۷

۳۔ ابصار العین ص ۹۰۔۹۱

پھر فوجِ یزید پر سخت حملہ کیا اور ستر فوجیوں کو قتل کیا اور شہید ہوئے (۱)۔ عمرو بن صبیح صیداوی نے کمین گاہ سے نکل کر نیزہ مارا جس کے اثر سے آپ گھوڑے سے زمین پر آ گئے۔ فوج کے چند افراد نے مل کر آپ کو گھیر لیا اور سر کاٹ دیا۔ (۲)

اولادِ امیر المومنین

۱۶۔ ابوبکر بن علی بن ابیطالب

ان کا نام عبداللہ اور کنیت ابوبکر تھی۔ ان کی مادر گرامی لیلیٰ بنت مسعود بن خالد تمیمی ہیں۔ (۳) ابوالفرج اصفہانی نے مقاتل الطالبین میں کہا ہے کہ ان کا نام معلوم نہیں صرف کنیت مشہور ہے۔

جنگ میں ان کا رجز یہ تھا

شیخی علی ذوالفخار الاطول　　من هاشم الصدق الکریم المفضل
هذا الحسین بن النبیّ المرسل　　نزود عنه بالحسام الفصیل
تغدیه نفسی من أخ مبجّل　　یارب فا منحنی ثواب المجزل (۴)

میرے (والداور) سردار علی ہیں جن کے مفاخر بہت ہیں، ہاشم کی نسل ہیں جو سچے، سخی اور صاحبِ فضیلت تھے۔
یہ حسین ہیں جو رسول اکرم کے بیٹے ہیں، ہم فیصلہ کن تلوار سے ان کا دفاع کریں گے۔
میرا نفس اپنے محترم بھائی پر فدا ہو رہا ہے۔ پروردگار! مجھے ثوابِ جزیل عطا کر

ناسخ کے مطابق یہ عبداللہ اصغر ہیں اور ان کی کنیت ابوبکر ہے۔ روضۃ الاحباب کے مطابق اکیس افراد کو قتل کر کے شہید ہوئے۔ ان کے قاتل میں اختلاف ہے۔ بعض نے ہانی بن ثبیت حضرمی بعض نے ان کا قاتل زجر بن بدر یا عبداللہ بن عقبہ غنوی لکھا ہے (۵)۔

۱۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۱۹۔۳۲۰
۲۔ ذخیرۃ الدارین ص ۱۶۲
۳۔ مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۳۲
۴۔ مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۱۱۶، ابصار العین ص ۷۱
۵۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۳۳

۱۷۔ ابراہیم بن علی

علی بن حمزہ راوی ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام ابراہیم تھا۔ وہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ عراق گئے اور شہید ہوئے۔ لیکن اس روایت میں وہ اکیلا ہے(۱)۔ ابن شہر آشوب نے شہداء بنی ہاشم میں ان کا ذکر کیا ہے(۲)۔ ابوالفرج اصفہانی نے محمد بن علی بن حمزہ کی روایت مذکورہ کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ میں نے ابراہیم کا کوئی ذکر کتبِ انساب میں نہیں دیکھا اور نہ اس روایت کے علاوہ کوئی روایت سنی ہے۔(۳)

ابوالفضل کا ایک جملہ

جب حضرت ابوالفضل العباس نے اپنے خاندان کے شہیدوں کی کثرت دیکھی تو اپنے مادری بھائیوں سے ارشاد فرمایا (جو کہ عبداللہ، جعفر اور عثمان تھے) کہ ﴿**يا بني أمّي تقدموا حتّى أراكم قد نصحتم لله ولرسوله فانه لا ولد لكم**﴾(۴) اے میری ماں کے بیٹو! اب تم آگے بڑھو تا کہ میں تمہیں دیکھوں کہ تم نے اللہ اور اس کے رسول کے لئے نصیحت کی۔ اس لئے کہ تمہاری اولاد نہیں ہے۔ شاید اس جملہ میں یہ مطلب پوشیدہ تھا کہ چونکہ تمہاری اولاد نہیں ہے جو تمہارے بعد تمہاری عزاداری کرے اس لئے تم مجھ سے پہلے چلے جاؤ کہ اس غم کے جھیلنے سے میرے اجر وثواب میں اضافہ ہو اور میں تمہاری عزا کا فریضہ انجام دوں۔ محقق سماوی نے ابصار العین میں اس سے مشابہہ بات تحریر فرمائی ہے۔ ابوالفضل نے اپنے بھائی عبداللہ سے فرمایا ﴿**تقدّم يا أخي حتّى اراك قتيلا و أحتسبك فانه لاولك**﴾ اس جملہ کا مطلب بھی کم وبیش وہی ہے جو اس سے قبل کا جملہ کا ہے۔ ابوحنیفہ دینوری کے مطابق ابوالفضل نے فرمایا ﴿**تقدّموا**

۱۔ ناسخ التواریخ ج ۱ص ۳۳۶
۲۔ مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ص ۱۲۲
۳۔ مقاتل الطالبیین ص ۹۲
۴۔ ارشاد مفید ج ۲ص ۱۰۹
۵۔ ابصار العین ص ۶۶۔۶۷

بنفسی أنتم فحاموا عن سیدکم حتّی تموتوا دونه ﴾(۱) میں فدا ہو جاؤں تم آگے بڑھو اور اپنے آقا کی حمایت کرو اور ان کے لئے جان دے دو۔ مؤرخ طبری نے لکھا ہے کہ فرمایا ﴿یا بنی امّی تقدموا حتّی أرثکم فانه لاولد لکم ﴾(۲) اے میری ماں کے بیٹو! آگے بڑھو تا کہ میں تمہاری میراث حاصل کرسکوں اس لئے کہ تمہاری اولاد نہیں ہے۔ طبری کے اس جملہ نے محققین میں بحث کا دروازہ کھول دیا اور میراث پر اور جناب ام البنین کے اس وقت زندہ ہونے پر بحثیں شروع ہوگئیں۔ سارا مسئلہ ﴿حتّی أرثکم ﴾ کا تھا۔ اگر غور کیا جائے تو جو مذکورہ جملہ ہم نے شیخ مفید سے نقل کیا ہے وہ طبری میں نامکمل نقل ہوا ہے۔ فقط ﴿تقدموا حتی اراکم ﴾ ہے۔ قدیم زمانوں میں اُسے اِس طرح لکھا جاتا تھا ﴿حتّی ار کم ﴾ یہ ﴿أر کم ﴾ سہوِ کتابت سے ﴿ أرثکم ﴾ بن گیا۔

۱۸۔ جعفر بن علی

آپ کی مادر گرامی جناب ام البنین ہیں۔ آپ اپنے بھائی عثمان کی ولادت کے دو سال بعد متولّد ہوئے۔ امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ دو سال، امام حسن علیہ السلام کے ساتھ بارہ سال اور امام حسین علیہ السلام کے ساتھ اکیس سال زندگی بسر کی اور یہی آپ کی پوری مدتِ عمر ہے (۳)۔ اور ابوالفرج اصفہانی نے انیس سال لکھی ہے (۴)۔ اپنے بڑے بھائی ابوالفضل العباس کے حکم پر اپنے بھائی عثمان کے بعد میدان میں گئے اور یہ رجز پڑھا

انی انا الجعفر ذوالمعالی — ابن علیّ الخیر ذی النوال
ذاك الوصیّ ذوالسنا و الوالی — حسبی بعمی شرفا و خالی
احمی حسینا ذی الندی المفضال (۵)

۱۔ الاخبار الطوال ص ۲۵۷
۲۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۴۲
۳۔ ابصار العین ص ۶۹
۴۔ مقاتل الطالبیین ص ۸۸
۵۔ مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۱۱۶

میں جعفر ہوں اور بلند رتبوں والا ہوں، علی کا بیٹا ہوں جو صاحب خیر و کرم تھے۔
وصیؑ رسول تھے، بلند مرتبہ تھے اور حاکم تھے، میرے شرف کے لئے میرے چچا اور ماموں کافی ہیں۔
میں حسین کی حمایت کرتا ہوں جو صاحبِ جود و فضل ہیں۔

پھر لشکر پر حملہ کیا اور چند سپاہیوں کو قتل کیا۔ خولی بن یزید اصحی نے آپ کی جانب تیر پھینکا جس کے اثر سے آپ زمین پر آئے۔ ہانی بن ثبیت نے آ کر آپ کا سر قلم کیا اور ابن سعد کے پاس لے گیا۔ ﴿**السلام علٰی جعفر بن امیرالمومنین الصابر بنفسه محتسبا والنائی عن الاوطان مقتربا المستسلم للنزال، المستقدم للقتال، المکسور بالرجال لعن الله قاتله هانی بن ثبیت الحضرمی**﴾ سلام ہو جعفر بن امیر المومنین علیہ السلام پر جو اپنے نفس پر قابو رکھنے والے تھے اور اللہ کی قربت کے لئے وطن سے دور تھے، جو جنگ و جدال میں مستحکم اور آگے بڑھ جانے والے تھے، جنہیں دشمنوں نے چور کر دیا اللہ ان کے قاتل ہانی بن ثبیت حضرمی پر لعنت کرے۔

۱۹۔ عبداللہ بن علی

ام البنین کے بیٹے اور ابوالفضل کے بھائی ہیں۔ اپنے بھائی عباس کی ولادت کے آٹھ سال بعد متولد ہوئے۔ امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ چھ سال، امام حسن علیہ السلام کے ساتھ سولہ سال اور امام حسین علیہ السلام کے ساتھ پچیس سال زندگی بسر کی اور یہی آپ کی پوری مدتِ عمر ہے (۱)۔ آپ کی کنیت ابو محمد تھی۔
ابوالفضل کے حکم سے میدان میں گئے اور یہ رجز پڑھا

انا بن ذی النجدة والا فضال — ذاك علیّ الخیر فی الفعال
سیف رسول اللّٰه ذوالنکال — یوم ظاهر الأموال (۲)

میں صاحب فضل و کرم کا بیٹا ہوں، وہ علی ہیں جو اپنے ہر عمل میں نیکوکار ہیں۔
وہ اللہ کی تلوار ہیں جو دشمنوں کے لئے عذاب ہے ہر اس دن میں جب جنگوں کی ہولناکیاں ظاہر ہوں۔

پھر آپ نے شدید حملہ کیا اور بھائی کے قاتل ہانی بن ثبیت کے ہاتھوں شہید ہوئے (۳)

۱۔ ابصار العین ص ۶۷
۲۔ مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۱۱۶
۳۔ ارشاد مفید ج ۲ ص ۱۰۹

میں جعفر ہوں اور بلند رتبوں والا ہوں، علی کا بیٹا ہوں جو صاحب خیر و کرم تھے۔
وصی رسول تھے، بلند مرتبہ تھے اور حاکم تھے، میرے شرف کے لئے میرے چچا اور ماموں کافی ہیں۔
میں حسین کی حمایت کرتا ہوں جو صاحب جود و فضل ہیں۔

پھر لشکر پر حملہ کیا اور چند سپاہیوں کو قتل کیا۔ خولی بن یزید اصبحی نے آپ کی جانب تیر پھینکا جس کے اثر سے آپ زمین پر آئے۔ ہانی بن ثبیت نے آ کر آپ کا سر قلم کیا اور ابن سعد کے پاس لے گیا۔ ﴿السلام علی جعفر بن امیرالمومنین الصابر بنفسه محتسبا والنائی عن الاوطان مقتربا المستسلم للنزال، المستقدم للقتال، المکسور بالرجال لعن الله قاتله هانی بن ثبیت الحضرمی﴾ سلام ہو جعفر بن امیرالمومنین علیہ السلام پر جو اپنے نفس پر قابو رکھنے والے تھے اور اللہ کی قربت کے لئے وطن سے دور تھے، جو جنگ و جدال میں مستحکم اور آگے بڑھ جانے والے تھے، جنہیں دشمنوں نے چور کر دیا اللہ ان کے قاتل ہانی بن ثبیت حضرمی پر لعنت کرے۔

۱۹۔ عبداللہ بن علی

ام البنین کے بیٹے اور ابوالفضل کے بھائی ہیں۔ اپنے بھائی عباس کی ولادت کے آٹھ سال بعد متولد ہوئے۔ امیرالمومنین علیہ السلام کے ساتھ چھ سال، امام حسن علیہ السلام کے ساتھ سولہ سال اور امام حسین علیہ السلام کے ساتھ پچیس سال زندگی بسر کی اور یہی آپ کی پوری مدتِ عمر ہے (۱)۔ آپ کی کنیت ابومحمد تھی۔ ابوالفضل کے حکم سے میدان میں گئے اور یہ رجز پڑھا

انا بن ذی النجدة والا فضال ذاک علیّ الخیر فی الفعال
سیف رسول اللّٰه ذوالنکال یوم ظاهر الأموال (۲)

میں صاحب فضل و کرم کا بیٹا ہوں، وہ علی ہیں جو اپنے ہر عمل میں نیکوکار ہیں۔
وہ اللہ کی تلوار ہیں جو دشمنوں کے لئے عذاب ہے ہر اس دن میں جب جنگوں کی ہولناکیاں ظاہر ہوں۔

پھر آپ نے شدید حملہ کیا اور بھائی کے قاتل ہانی بن ثبیت کے ہاتھوں شہید ہوئے (۳)

۱۔ ابصار العین ص ۶۷
۲۔ مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۱۱۶
۳۔ ارشاد مفید ج ۲ ص ۱۰۹

۲۰۔ عثمان بن علی

آپ جناب ام البنین کے بیٹے اور ابوالفضل کے بھائی ہیں۔ امیر المومنین علیہ السلام نے ان کا نام عثمان بن مظعون (صحابیٔ رسول) کے نام پر رکھا تھا۔ اپنے بھائی عبداللہ کی ولادت کے دو سال بعد متولد ہوئے۔ امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ چار سال، امام حسن علیہ السلام کے ساتھ چودہ سال اور امام حسین علیہ السلام کے ساتھ تیئیس سال زندگی بسر کی اور یہی آپ کی مدتِ عمر ہے (۱)۔ فاضل سماوی کے مطابق جب عبداللہ بن علی شہید ہوئے تو حضرت عباس نے انہیں آواز دی اور فرمایا کہ اب تم جنگ کے لئے جاؤ۔ آپ نے میدان میں آکر رجز پڑھا

انی انا العثمان ذوالمفاخر — شیخی علیّ ذوالفعال الطاهر

وابن عم للنبیّ الطاهر — أخي حسين خيرة الأخاير

وسیّد الکبار والاصاغر — بعد الرسول والوصیّ الناصر

میں عثمان ہوں اور فضیلتوں والا ہوں، علی میرے والد ہیں جو پاکیزہ کاموں کے انجام دینے والے تھے۔

وہ پاکیزہ نبی کے عم زاد تھے، میرے بھائی حسین صاحبانِ خیر میں منتخبِ روزگار ہیں۔

وہ کبیر وصغیر کے سردار ہیں، رسول اللہ اور ان کے وصی کے بعد۔

پھر حملہ کیا اور چند نفر کو ہلاک کیا۔ اس درمیان خولی بن یزید اصبحی نے آپ کی طرف تیر پھینکا جو پیشانی پر لگا اور آپ زمین پر تشریف لائے۔ بنی ابان بن دارم کا ایک شخص دوڑ کر آیا اور اس نے آپ کا سر کاٹ لیا۔ ﴿السلام علی عثمان بن علی علیه السلام سمّی عثمان بن مظعون، لعن الله رامیه بالسهم خولی بن یزید الاصبحی الایادی﴾

۲۱۔ ابوالفضل العباس بن علی

یہی وہ ذاتِ گرامی ہے جس سے اظہارِ وفاداری اس کتاب کی تحریر کا سبب قرار پایا۔ آپ کی حیاتِ طیبہ پر مختصر گفتگو سے قبل آپ کے اس زیارت نامہ کا ذکر مناسب ہے جسے زیارت کرنے والا

۱۔ ابصار العین ص ۶۸

آپ کے حرم مطہر میں پڑھ کر تجدید عہد کرتا ہے اور راقم کو بھی نجف کی طالب علمی کے دوران برسہا برس اسے پڑھنے کا شرف حاصل رہا ہے۔ شیخ جعفر بن قولویہ قمی نے اپنے اسناد سے ابوحمزہ ثمالی سے روایت کی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ روضۂ عباس کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہو

سلام اللّٰه وسلام ملائكته المقربين وانبيائه المرسلين وعباده الصالحين و جميع الشهداء والصدّيقين والزاكيات الطيبات فيما تغتدى و تروح عليك يا بن اميرالمومنين	اللہ کا سلام اور اس کے مقرب فرشتوں کا اور اس کے بھیجے ہوئے نبیوں کا اور اس کے صالح بندوں کا اور شہیدوں کا اور کامل ترین سچوں کا سلام ہو اور پاکیزہ ترین درود ہو صبح و شام میں، آپ پر اے امیر المومنین کے فرزند
اشهد لك بالتسليم والتصديق والوفاء والنصيحة لخلف النبى صلى الله عليه وآله المرسل والسبط المنتجب والدليل العالم والوصىّ المبلغ والمظلوم المهتضم	میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے تسلیم، تصدیق، وفا اور خیر خواہی کا کمال دکھلایا نبیِ مرسل کے فرزند کیلئے جو رسول کے برگزیدہ سبط اور ذی علم رہنما اور پیغامِ خدا پہنچانے والے وصیِ رسول اور مصیبت برداشت کرنے والے مظلوم ہیں۔
فجزاك اللّٰه عن رسوله وعن اميرالمومنين وعن الحسن والحسين صلوات الله عليهم افضل الجزاء بما صبرت واحتسبت و اعنت فنعم عقبىٰ الدار	پس اللہ آپ کو اپنے رسول کی طرف سے اور امیر المومنین کی طرف سے اور حسن و حسین صلوات اللہ علیہم کی طرف سے اعلیٰ ترین جزا عطا فرمائے کہ آپ نے صبر کیا اور مصائب برداشت کئے اور (آل رسول) کی مدد کی۔ کیا بہترین دار آخرت ہے آپ کا۔
لعن من قتلك ولعن الله من جهل حقك واستخف بحرمتك ولعن الله من حال بينك وبين ماء الفرات	خدا اپنی رحمت سے دور کرے اُسے جس نے آپ کو قتل کیا اور خدا اپنی رحمت سے دور کرے اسے جس نے آپ کے حق سے جہالت برتی اور آپ کی ہتک

حرمت کی اور خدا اپنی رحمت سے دور رکھے اُسے جو آپکے اور فرات کے پانی کے درمیان حائل ہو گیا۔

اشهد انك قتلت مظلوما وان الله منجز لكم ماوعدكم جئتك يا بن امير المومنين وافدا اليكم وقلبي مسلّم لكم وتابع وانا لكم تابع و نصرتي لكم معدة حتى يحكم الله وهو خير الحاكمين

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ مظلوم قتل کیے گئے اور اللہ آپ لوگوں کو وہ یقیناً عطا کرے گا جس کا اس نے آپ لوگوں سے وعدہ کیا ہے۔اے فرزندِ امیر المومنین میں آپ کی زیارت کیلئے آیا ہوں اور میرا دل آپ کا فرماں بردار اور تابع ہے اور میرا وجود آپ کا تابع ہے اور میں آپ کی نصرت کیلئے تیار ہوں یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کرے اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

فمعكم معكم لا مع عدوّكم انى بكم و باياكم من للمومنين وبمن خالفكم وقتلكم من الكافرين

میں آپ کے ساتھ ہوں اور پورا آپ کے ساتھ ہوں۔آپ کے دشمن کے ساتھ نہیں ہوں میں آپ لوگوں پر اور آپ کے واپس آنے پر ایمان رکھتا ہوں اور جس نے آپ لوگوں کی مخالفت کی اور آپ کو قتل کیا اس کا انکار کرتا ہوں۔

قتل الله امة قتلتكم بالايدى والالسن

اللہ ان دشمنوں کو قتل کرے جنہوں نے اپنے ہاتھوں اور زبانوں سے آپ لوگوں کو قتل کیا۔

پھر روضہ کے اندر داخل ہو کر ضریح سے چپک کر یہ کہو۔

السلام عليك ايها العبد الصالح المطيع لله ولرسوله ولأمير المومنين والحسن والحسين صلى الله عليه وآله وسلم

سلام ہو آپ پر اے عبدِ صالح، خدا و رسول اور امیر المومنین اور حسن و حسین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرماں بردار۔سلام ہو آپ پر اور اللہ کی رحمت

السلام عليك ورحمة الله وبركاته ومغفرته ورضوانه علىٰ روحك وبدنك

اور اس کی برکتوں اور اس کی مغفرت و رضا کا نزول ہو آپ کی روح اور جسم دونوں پر

اشهد واشهد الله انك مضيت علىٰ مامضى به البدريون والمجاهدون فى سبيل الله المناصحون له فى جهاد اعداء ه المبالغون فى نصرة اولياء ه الذابون عن احبّاء ه

میں گواہ ہوں اور اللہ کو گواہ کرتا ہوں کہ آپ اسی طرح اس دنیا سے تشریف لے گئے جیسے شہداء بدر اور راہ الٰہی میں جہاد کرنے والے گئے تھے اور دین کے وہ خیر خواہ جنہوں نے دشمنانِ خدا سے جہاد کیا، اولیاء خدا کی نصرت میں کمال تک گئے اور اللہ کے دوستوں سے دشمنوں کو دفع کیا۔

فجزاك الله افضل الجزاء واكثر الجزاء واوفىٰ جزاء احد ممن وفىٰ ببعيته واستجاب له دعوته و اطاع ولاة امره

پس اللہ آپ کو جزا عطا فرمائے بلند ترین جزا، کثیر ترین جزا اور مکمل جزا، ایسی بھرپور جزا جو اس نے ایسوں کو دی جنہوں نے بیعت سے وفا کی اور اس کی دعوت پر لبیک کہی اور والیانِ امر کی اطاعت کی۔

اشهد انك قد بالغت فى النصيحة واعطيت غاية المجهود فبعثك الله فى الشهداء وجعل روحك مع ارواح السعداء واعطاك من جنانه افسحها منزلا وافضلها غرفا ورفع ذكرك فى علّيين وحشرك مع النبيين والصديقين والشهداء و الصالحين و حسن اولائك رفيقا

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے آخری حد تک خیر خواہی کی اور جدوجہد کی انتہا کر دی پس اللہ آپ کو شہیدوں کے ساتھ اٹھائے اور آپ کی روح کو سعید روحوں کے ساتھ قرار دے اور اپنی جنت سے اعلیٰ ترین مقام اور بہترین غُرفے عطا فرمائے اور علیین میں آپ کے ذکر کو بلند فرمائے اور آپ کو انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ محشور کرے اور ان کی رفاقت بہترین رفاقت ہے۔

اشھد انك لم تھن ولم تنکل وانك مضیت علٰی بصیرة من امرك مقتد یا بالصالحین و متبعا للنبیین فجمع اللّٰه بیننا وبینك وبین رسوله و اولیاء ه فی منازل المخبتین فانه ارحم الراحمین

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے کسی قسم کی سُستی اور کوتاہی نہیں کی اور آپ اِس راہِ (نصرت) سے اپنے کام کی پوری بصیرت رکھتے ہوئے گزرے ہیں، صالحین کی اقتدا کرتے ہوئے اور انبیاء کا اتباع کرتے ہوئے۔ پس اللہ ہمیں اور آپ کو اور رسول اللہ اور اولیاء اللہ کو جنت کے مقاماتِ عالیہ میں ساتھ رہنے کی توفیق دے کہ وہی مہربانوں میں سب سے بڑا مہربان ہے۔

چند روایاتِ فضائل

شیخ صدوق نے اپنے اسناد سے ثابت بن ابی صفیّہ (ابوحمزہ ثمالی) سے روایت کی ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے ایک دن عبید اللہ بن عباس کو دیکھا اور گریہ فرمانے لگے۔ پھر ارشاد فرمایا ﴿**ما من یوم اشدّ علٰی رسول اللّٰه من یوم احد قتل فیه عمه حمزة بن عبدالمطلب اسد اللّٰه واسد رسوله و بعد یوم مؤتة قتل فیه ابن عمه جعفر بن ابیطالب**﴾ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر احد کے دن علاوہ اتنا سخت ترین دن نہیں تھا کہ جس دن انکے چچا حمزہ بن عبدالمطلب شیرِ خدا اور شیرِ رسول کو قتل کیا گیا۔ پھر موتہ کا دن آپ پر سخت تھا جب آپ کے چچازاد بھائی جعفر بن ابیطالب کو شہید کیا گیا ﴿**ولا یوم کیوم الحسین علیه السلام ازدلف علیه ثلاثون الف رجل یزعمون أنهم من هٰذه الأمة، کل یتقرب الی اللّٰه عزوجل بدمه**﴾ اور کوئی دن عاشورا جیسا نہیں تھا کہ تیس ہزار افراد قتل حسین کیلئے جمع ہوئے تھے اور وہ سب اپنے کو مسلمان سمجھتے تھے اور وہ اللہ کی قربت کے لئے ان کا خون بہا رہے تھے ﴿**وهو باللّٰه یذکرّهم فلا یتّعظون حتّی قتلوه بغیاً وظلماً وعدواناً**﴾ ہر چند کہ امام حسین علیہ السلام انہیں خدا کا خوف دلا رہے تھے لیکن وہ نصیحت قبول کرنے پر تیار نہیں تھے یہاں تک کہ انہوں نے آپ کو سرکشی اور دشمنی وظلم سے شہید کر ڈالا۔

پھر آپ نے ارشاد فرمایا﴿رحم اللہ العباس فقد آثرو أبلی وفدیٰ اخاہ بنفسه حتّی قطعت یداہ فا بدله اللہ عزوجل بهما جناحین یطیر بهما مع الملائکة فی الجنة کما جعل لجعفر بن ابیطالب﴾ خدا ابوالفضل العباس پر رحمتیں نازل فرمائے کہ انہوں نے ایثار کیا اور وہ آزمائے گئے اور انہوں نے اپنے بھائی پر اپنی جان کو فدا کردیا یہاں تک کہ ان کے دونوں ہاتھ جدا ہوگئے۔ اللہ نے ان ہاتھوں کی جگہ انہیں دو پر عطا فرمائے ہیں جن سے وہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کررہے ہیں جس طرح جعفر بن ابیطالب کو دو پر عطا فرمائے تھے۔﴿وان للعباس عنداللّٰہ تبارك وتعالیٰ لمنزلة یغبطه بها جمیع الشهداء یوم القیٰمة﴾ اور اللہ کے پاس چچا عباس کی ایک خاص منزلت ہے جس پر قیامت کے دن سارے شہداء رشک کریں گے۔ (۱)

- امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے﴿کان عمنا العباس نافذ البصیرة صلب الایمان﴾ ہمارے چچا عباس کمالِ بصیرت اور پختگیٔ ایمان کے کمال پر تھے۔﴿وجاهد مع اخیه الحسین علیه السلام وأبلی بلاء احسنا ومضیٰ شهیدا﴾(۲)۔ انہوں نے اپنے بھائی حسین کے ساتھ راہِ خدا میں جہاد کیا اور امتحان میں بہترین کامیابی حاصل کی اور شہید ہوئے۔
- اکیسویں رمضان کی شب میں جب امیر المومنین علیہ السلام اِس دنیا سے جارہے تھے تو ابوالفضل العباس کو سینے سے لگایا اور ارشاد فرمایا﴿ولدی ستقرّ عینی بك یوم القیٰمة ولدی، اذا کان یوم عاشوراء ودخلت المشرعة ایّاك ان تشرب الماء واخوك الحسین عطشان﴾ (۳) میرے بیٹے! تمہاری وجہ سے قیامت میں میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ میرے بیٹے! عاشور کے دن جب گھاٹ پر جانا تو خبردار پانی نہ پینا جب کہ تمہارا بھائی حسین پیاسا ہو۔
- ﴿اذا کان یوم القیامة واشتدّ الامر علیٰ الناس بعث رسول اللہ امیرالمومنین الیٰ فاطمة لتحضر مقام الشفاعة فیقول امیرالمومنین یا فاطمة ما عندك من اسباب

۱۔ ترتیب الامالی ج۵ ص ۱۸۷

۲۔ تنقیح المقال ج۲ ص ۱۲۸

۳۔ معالی السبطین ج۱ ص ۴۵۴

الشفاعة وما ادخرت لاجل هذا اليوم الذی فیه الفزع الاکبر فتقول فاطمة یا امیرالمومنین کفانا لاجل هذا المقام الیدان المقطوعتان من ابنی العباس ﴾ (۱)

جب قیامت برپا ہوگی اور لوگ نجات کے لئے پریشان ہوں گے تو رسول اکرم ﷺ امیرالمومنین علیہ السلام کو خاتونِ جنت کے پاس بھیجیں گے تاکہ وہ مقامِ شفاعت پر تشریف لائیں۔ امیرالمومنین علیہ السلام خاتونِ جنت سے پوچھیں گے کہ آج تمہارے پاس شفاعت کے لئے کیا بندوبست ہے؟ تم نے آج کے عظیم وشدید دن کے لئے کیا رکھا ہوا ہے؟ آپ جواب میں ارشاد فرمائیں گی کہ اس کے لئے میرے بیٹے عباس کے دو کٹے ہوئے ہاتھ کافی ہیں۔

اب ہم آپ کی حیاتِ طیبہ کے چند گوشوں پر مختصر نگاہ ڈالیں گے۔

جناب ام البنین

تاریخی شواہد وقرآئن کی روشنی میں جناب فاطمہ کلابیہ امیرالمومنین علی علیہ السلام کی چوتھی زوجہ ہیں۔ پہلی جناب سیدہ، دوسری امامہ اور تیسری خولہ مادر محمد حنفیہ ہیں۔ اور چوتھی فاطمہ بنت حزام بن خالد ہیں۔ صاحب کبریتِ احمر تحریر کرتے ہیں کہ در بعض کتب معتبرہ آوردہ اند کہ ام البنین اول زنی بود کہ بعد از وفات حضرت صدیقہ امیر المومنین صلوات اللہ علیہ بعقد خود در آورد و آنرا در تذکرۃ الخواتین نیز حکایت کرد۔ و آن بعید است با وصیت فاطمہ بتزویج امامہ بنت زینب (۲)۔ بعض معتبر کتابوں میں یہ تحریر ہے کہ وفاتِ جنابِ سیّدہ کے بعد ام البنین وہ پہلی خاتون ہیں جن سے امیرالمومنین علیہ السلام نے عقد فرمایا اور تذکرۃ الخواتین میں بھی یہی مذکور ہے لیکن یہ قول اس لئے حقیقت سے دور ہے کہ جناب فاطمہ زہرا نے امیرالمومنین علیہ السلام سے وصیت کی تھی کہ میرے بعد امامہ بنت زینب سے عقد کریں۔ اگرچہ مورخین کی ایک معتد بہ تعداد نے جس میں ابن اثیر اور ابوالفداء جیسے مورخین بھی ہیں، یہی لکھا ہے کہ وفات سیدہ کے بعد ام البنین سے عقد فرمایا لیکن

۱۔ معالی السبطین ج ۱ ص ۴۵۲

۲۔ کبریت احمر ج ۳ ص ۱۳

محمد باقر بیرجندی کی گرفت بہت مضبوط ہے۔

جناب فاطمہ کلابیہ کے والد حزام قبائلِ عرب میں ایک امتیازی حیثیت کے حامل تھے اور شجاعت و سخاوت اور سیر چشمی و اولوالعزمی میں شہرت رکھتے تھے۔ باپ کی طرف سے آپ کا شجرۂ نسب یہ ہے فاطمہ بنت حزام بن خالد بن ربیعہ بن ولید بن کعب بن عامر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ بعض لوگوں نے آپ کا شجرۂ نسب یوں بیان کیا ہے فاطمہ بنت حزام بن خالد بن ربیعہ بن وحید بن کعب بن عامر بن بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن۔ اصابہ معارفِ ابن قتیبہ میں والد کا نام حرام ہے۔ جب کہ تاریخ طبری تاریخ ابن اثیر تاریخ ابوالفداء میں حزام ہے۔ ماں کی طرف سے شجرۂ نسب یہ ہے فاطمہ بنت ثمامہ بنت سھیل بن عامر بن مالک بن جعفر بن کلاب۔ عامر بن مالک فاطمہ کے پرنانا ہیں۔ ان کی کنیت ابوبرا ہے۔ ابوالفرج اصفہانی نے مقاتل الطالبیین میں جناب فاطمہ کی جدّات کی فہرست بھی لکھی ہے۔

آپ کے خاندان کے چند معروف اشخاص یہ ہیں:

۱۔ طفیل عمرہ کے والد تھے۔ یہ عمرہ فاطمہ کلابیہ کی نانی کی والدہ تھیں۔ طفیل کا شمار عرب کے بہترین اور مشہور ترین بہادروں میں ہوتا ہے۔ ان کے بھائی ربیع عبیدہ اور معاویہ عرب کے بہترین شہسواروں میں شمار ہوتے تھے۔ ان کی والدہ ام البنین کے نام سے مشہور تھیں۔ یہ بھائی نعمان ابن منذر کے پاس گئے تھے اور اس سلسلہ میں ایک واقعہ بھی تاریخوں میں ملتا ہے۔

۲۔ عامر بن طفیل عمرہ کے بھائی تھے۔ عرب کے مشہور شہسواروں میں شمار ہوتے ہیں ان کی بہادری کے چرچے جزیرہ نمائے عرب سے نکل کر بہت دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ قیصر روم کے دربار میں جب عربوں کا کوئی وفد پہنچتا تھا تو اگر ان میں کوئی عامر کا رشتہ دار ہوتا تو قیصر روم اس کی عزت کرتا تھا ورنہ توجہ نہیں کرتا تھا۔

۳۔ عامر بن مالک فاطمہ کلابیہ کے جدّ دوّم تھے۔ یہ عرب کے شہسواروں اور دلیروں میں بہت شہرت رکھتے تھے۔ ان کا لقب ملاعب الاسنّہ (نیزوں سے کھیلنے والا) ہے۔ ان کے بارے میں ایک عرب شاعر کا شعر ہے

یلاعب اطراف الاسنة عامر فراح له حظّ الکتائب اجمع

عامر نیزوں کی انیوں سے کھیلتے ہیں اور انہوں نے لشکروں کی پھیلی ہوئی توانائیوں کو اپنے اندر جمع کر لیا ہے۔

ازدواج

علامہ مامقانی کی روایت کے مطابق امیر المومنین علی علیہ السلام کے بھائی عقیل جو عرب کے انساب کے ماہر اور بہترین شجرہ داں تھے، اُن سے امیر المومنین علیہ السلام نے ایک دن ارشاد فرمایا ﴿**انظر الی امرئة قد ولدتها الفحولة من العرب لاتزوجها فتلد لی غلاما فارسا یکون عونا لولدی الحسین فی کربلا** ﴾(۱)۔ آپ میرے لئے ایک ایسی خاتون کا انتخاب کریں جو عرب کے بہادروں کی بیٹی ہو جس سے میں عقد کروں اور وہ میرے لئے ایک بہادر بیٹا پیدا کرے جو کربلا میں میرے بیٹے حسین کا مددگار ہو۔ عقیل نے جواب میں کہا کہ آپ ام البنین کلابیہ سے شادی کریں اس لئے کہ یہ وہ خاتون ہیں کہ ان کے آباء و اجداد سے بہتر عرب میں بہادر اور شہسوار نہیں گزرے۔ پھر عقیل نے اس خاندان کی تعریف کرتے ہوئے یہ جملہ بھی کہا کہ اسی قبیلے میں ملاعب الاسنہ ابو برّ ابھی گزرے ہیں یہ وہ ہیں کہ عربوں میں شجاعت کے اعتبار سے ان کا کوئی مثل و نظیر نہیں ہے۔ رجال مامقانی کے یہ کلمات لفظِ عباس کے ذیل میں ہیں اور لفظِ ام البنین کے ذیل میں ایک جملے کا یہ اضافہ ہے کہ ﴿**الذی لم یعرف فی العرب غیر امیرالمومنین مثله** ﴾(۲)۔ یعنی امیر المومنین کو چھوڑ کر پورے عرب میں ملاعب الاسنہ برّا کا کوئی مثل و نظیر نہیں ہے لیکن اس مقام پر کربلا اور حسین کا تذکرہ نہیں ہے۔

صاحب ریاض لکھتے ہیں کہ علی نے عقیل کی نشاندہی کے بعد انھیں اپنا وکیل بنا کر اور مہر کی کثیر رقم دے کر قبیلۂ کلاب کی طرف روانہ کیا۔ عقیل حزام کے گھر پہنچے اور صدر مجلس میں تشریف فرما ہوئے۔ ابتدائی گفتگو کے بعد حزام سے فاطمہ کلابیہ کے رشتہ کا ذکر کیا۔ حزام نے پوچھا کہ آپ کس کی طرف سے رشتہ لے کر آئے ہیں؟ عقیل نے کہا علی کی طرف سے۔ حزام یہ سن کر بے انتہاء خوش ہوئے۔ اٹھ کر اندر گئے اور بیٹی کو بلا کر پسِ پردہ بیٹھنے کا حکم دیا پھر بیٹی سے کہا کہ عقیل تمھارے لئے علی کا رشتہ لائے ہیں کیا تم راضی ہو؟ فاطمہ کلابیہ نے کہا اے عرب کے سردار! میں نے ہمیشہ اپنے خدا سے یہ دعا کی کے مجھے ایک بے مثال اور بے نظیر شوہر عطا

۱۔ تنقیح المقال ج ۲ ص ۱۲۸

۲۔ تنقیح المقال ج ۳ ص ۷۰

فرما، الحمدللہ کہ اس پروردگار نے میری دعا قبول فرمائی لیکن چونکہ بیٹی کا اختیار باپ کے ہاتھوں میں ہے لہٰذا میرے والد ہی فیصلہ کریں گے۔ عقیل نے حزام سے پوچھا کہ آپ کا فیصلہ کیا ہے؟ حزام نے اپنی خوشنودی اور رضامندی کا اظہار کیا اور عقیل نے نکاح پڑھ کر ازدواجِ مقدّس کی تکمیل کر دی۔

خانۂ علی میں آمد

عقیل نے واپس آ کر امیر المومنین علیہ السلام کو تفصیلات سے آگاہ کیا۔ علی نے معزز اور محترم خواتین کو بھیجا کہ وہ دلہن کو آراستہ کر کے لائیں۔ فاطمہ کلابیہ جب سواری سے اتریں تو خانۂ علی کے دروازے کی چوکھٹ کو بوسہ دے کر حجرہ میں داخل ہوئیں۔ سب سے پہلے حسنین کے گرد تین بار پھریں پھر بچوں کے سر و صورت کو بوسہ دیا اور گریہ کرتے ہوئے کہا کہ شہزادو میری کنیزی کو قبول کرو۔ میں اس گھر میں تمھاری خدمت کے لئے آئی ہوں۔ صاحبِ ریاض کا قول ہے کہ شہزادوں کی ایسی خدمت کی جیسی خدمت کوئی حقیقی ماں بھی اپنے بچوں کی نہیں کرتی (۱)۔ ایک دن فاطمہ کلابیہ نے علی سے درخواست کی کہ آپ مجھے فاطمہ کہہ کر نہ پکارا کریں اس لئے کہ شہزادی فاطمۂ زہرا کے بچوں کو اپنی ماں اور ان کے مصائب یاد آ جاتے ہیں اور وہ غمگین ہو جاتے ہیں۔ علی نے یہ درخواست قبول فرمائی۔

ولادتِ عباس

صاحبِ ریاض القدس کے مطابق ام البنین کے خانۂ علی میں آنے کے ایک سال کے بعد پہلے فرزند کی ولادت ہوئی (۲)۔ بعض محققین کے مطابق ام البنین نے بچہ کو سفید پارچے میں لپیٹ کر علی کی آغوش میں دیا۔ آپ نے اپنی زبانِ مبارک سے بچہ کی آنکھوں، کانوں اور دہن کو مس فرمایا ﴿**ثم اذّن فی أذنہ الیمنٰی واقام فی الیسریٰ**﴾ پھر داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ امیر المومنین علیہ السلام نے ام البنین سے پوچھا کہ آپ نے اس بچہ کا نام کیا رکھا ہے؟ جواب دیا کہ میں نے آج تک کسی کام میں آپ پر سبقت نہیں کی ہے، آپ اپنی مرضی سے اس بچہ کا نام رکھیں۔ علی نے فرمایا میں نے اس

۱۔ ریاض القدس ج ۲ ص ۸۱

۲۔ ریاض القدس ج ۲ ص ۸۱

کا نام اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب کے نام پر عباس رکھا۔عباس کے معنی شیر اور شیر دل جوان کے ہیں (۱)۔ صاحبِ کبریت احمر نے یہ لطیف رُخ تحریر کیا ہے کہ علی نے ام البنین سے شادی کے سلسلہ میں جس جذبہ کا اظہار کیا تھا کہ حسین کی نصرت کے لئے ایک جوان مرد لڑکا پیدا ہو غالباً اسی جذبہ نے پیدا ہونے والے بچہ کا نام عباس رکھوایا (۲)۔ پھر عباس کے ہاتھوں کا بوسہ دیا اور ان کے قلم ہونے کا ذکر بھی فرمایا۔قریبی عہد کے سیرت نگاروں میں سے بیشتر کے نزدیک عباس کی تاریخِ ولادت ۴ شعبان سن ۲۶ ہجری ہے۔علی نے پیدائش کے آٹھویں دن بچے کا عقیقہ کروایا اور حسنین کے عقیقوں کی طرح عباس کے عقیقے پر بھی گوسفند ذبح کروایا۔

نظر بد سے تحفظ

علامہ باقر شریف قرشی نے تحریر کیا ہے کہ جناب ام البنین کو ابوالفضل سے اتنی شدید محبت تھی کہ وہ ان کے لئے مندرجہ ذیل اشعار پڑھا کرتی تھیں۔

اعیذه بـالـواحـد   مـن عین کل حـاسـد
قـائمهم والـقـاعـد   مسـلمهم والـجـاحـد
صـادرهـم والـوارد   مـولـدهـم والـوالـد (۳)

میں اپنے عباس کو اللہ کی پناہ میں دیتی ہوں ہر حسد کرنے والی آنکھ سے، وہ حسد کرنے والے کھڑے ہوں یا بیٹھے ہوں، مسلمان ہوں یا منکر ہوں، جانے والے ہوں یا آنے والے ہوں، بیٹے ہوں یا باپ ہوں۔

اس واقعہ سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ اشعار ابوالفضل کی عمر کے کس دور سے تعلق رکھتے ہیں۔البتہ یہ اپنی ساخت میں لوری سے زیادہ مشابہہ ہیں۔

کنیت

(۱) فاضلِ قرشی کے مطابق عباس اپنے بیٹے فضل کی نسبت سے ابوالفضل کہلائے۔

۱۔ بحوالہٗ خصائص العباسیۃ ابراہیم کلباسی ص ۱۱۸

۲۔ کبریت احمر ج ۳ ص ۲۴

۳۔ زندگانی حضرت ابوالفضل العباس ص ۳۸ بحوالہ المنمق فی اخبار قریش ص ۴۳۸

(۲) فاضلِ قرشی اور بعض دیگر مصنفین نے آپ کی ایک دوسری کنیت ابوالقاسم بھی لکھی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عباس کا وہ بیٹا جس کا نام قاسم تھا عاشور کے دن شہید ہوا لیکن اربابِ تحقیق نے اس سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ اس نام کا آپ کا کوئی بیٹا نہ تھا۔ اس کنیت کا ماخذ روزِ اربعین کی وہ زیارت ہے جو حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے مروی ہے اسے جابر نے روزِ اربعین قبرِ عباس کی طرف رخ کر کے پڑھا تھا ﴿**السلام عليك يا ابا القاسم السلام عليك يا عباس بن علي**﴾۔ (۳) آپ کی ایک کنیت ابوالقربہ بھی ہے (سرائر ابن ادریس)۔

القاب

مامقانی نے تنقیح میں سقاء، حامل لواء اور رئیس فوجِ حسینی وغیرہ کے تذکرہ کے بعد تحریر فرمایا ہے کہ آپ کے ۱۶ القاب ہیں۔ آپ کے مشہور و معروف القاب یہ ہیں:

قمر بنی ہاشم آپ کے حسن و جمال کی وجہ سے لوگ آپ کو قمر بنی ہاشم کہا کرتے تھے۔ ﴿**كان العباس رجلا وسيما جميلا يركب الفرس المطهّم ورجلاه تخطّان فى الأرض وكان يقال له قمر بني هاشم**﴾(۱) عباس خوش قامت اور حسین و جمیل شخص تھے۔ دور کا بہ گھوڑے پر سوار ہوتے تھے اور آپ کے پاؤں زمین پر خط دیتے جاتے تھے۔ آپ کو قمرِ بنی ہاشم کہا جاتا تھا۔ امام حسین علیہ السلام نے ابوالفضل کی شہادت کے بعد جو نوحہ پڑھا ہے اس میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے ﴿**أيا قمرا منيرا**﴾ اے روشن کرنے والے چاند (۲)

بطل علقمی (علقمہ کا جوانمرد) نہر علقمہ پر یزید کے سپاہیوں کے پرے توڑ کر پانی لانے کی بنیاد پر آپ اس لقب سے مشہور ہوئے۔

۱۔ مقاتل الطالبین ص ۹۰

۲۔ وسیلۃ الدارین ص ۲۷۳

سقاء — حضرت ابوالفضل کا یہ لقب بہت مشہور ہے۔ مورخین کا بیان ہے کہ فوج یزید سے لڑ کر پانی لانے پر آپ کا لقب سقاء قرار پایا۔

حامل اللواء (علمدار) — امام حسین علیہ السلام نے آپ سے فرمایا تھا کہ تم میرے علمدار رہو۔

کبش الکتیبہ — عرب شاعر نے امام حسین علیہ السلام کی زبانِ حال نظم کی ہے کہ ﴿**عباس کبش کتیبتی و کنانتی**﴾ عباس تم میرے لشکر کے سردار اور تیروں کا ترکش تھے۔ (معالی السبطین)۔

قائدالجیش (سپہ سالار) — یہ فوج کا اعلیٰ ترین عہدہ ہے۔ کربلا میں آپ ہی کے سپرد تھا۔

حامی الظعینہ — خواتینِ اہلِ حرم کی حفاظت کرنے والا۔ عرب شاعر نے کہا

عبناس یا حامی الظعینة و الحرم

بحماك قد نامت سكينة بالحرم

اے عباس تم خواتین اہل حرم کے محافظ اور نگہبان تھے اور تمھاری حفاظت کی چھاؤں میں سکینہ خیمے میں سوتی تھی۔ (معالی السبطین)

باب الحسین — حسینی جماعت میں جس کو بھی کوئی کام ہوتا وہ حضرت ابوالفضل سے مدد چاہتا۔ اور امام حسین علیہ السلام تک بات پہنچانے کا وسیلہ بھی آپ ہی تھے۔

مستجار (پناہ دہندہ) — مشہور مرثیہ گو شاعر شیخ محمد رضا ازری نے اپنے ایک مرثیئے میں یہ مصرع لکھا ﴿**یومٌ أبو الفضل استجار به الهدی**﴾ عاشور کے دن مرکز ہدایت (امام حسین) نے ابوالفضل کے پاس پناہ لی۔ اس پر انھیں یہ خیال آیا کہ شاید یہ بات امام حسین علیہ السلام کو قبول نہ ہو لہٰذا اس پر دوسرا مصرع نہیں لگایا۔ شب میں امام حسین علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں کہ تم نے صحیح لکھا ہے کہ میں نے اپنے بھائی ابوالفضل العباس کی پناہ لی تھی۔ پھر آپ نے فرمایا دوسرا مصرع یہ رکھو ﴿**و الشمس من كدر العجاج**

لثامها﴾ جب سورج میدانِ جنگ کے گرد وغبار سے چھپا ہوا تھا۔(۱)

عبد صالح — آپ کی زیارت کے آغاز میں ہے ﴿السلام علیك ایها العبد الصالح﴾

باب الحوائج — آج بھی آپ کا فیض جاری ہے۔ اطراف واکناف عالم کے لوگ قبر مطہر پر اپنی حاجتیں لے کر آتے ہیں۔ بہت سے لوگ اپنے اپنے مقامات سے توسّل کرتے ہیں اور ان سب کی حاجات آج بھی پوری ہوتی ہیں۔

نافذ البصیرۃ صلب الایمان — یہ دونوں القاب امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمائے ہیں۔ بقول علامہ کنتوری بصیرت نام ہے امورِ دین اور مسائل اعتقادیہ میں تبصرہ اور غور وفکر کا۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے زیارت میں آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے ﴿اشهد انك مضیت علیٰ بصیرة من امرك﴾ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے امر میں بصیرت سے عمل کیا۔ علامہ مہدی حائری کے مطابق امام حسین علیہ السلام کی اطاعت اور کربلا کی جنگ اس لئے نہیں کی کہ بڑے بھائی کی مدد کرنا چاہتے تھے بلکہ یہ ابوالفضل کی بصیرت کی پکار تھی کہ اللہ کا دین حسین کے ذریعہ قائم ہے۔ یہ ان کی صلابتِ ایمان کی روشن نشانی ہے۔

حضرت عباس کے بچپنے کے چند مشہور واقعات یہ ہیں:

(۱) ایک دن حسین نے مسجد میں پیاس محسوس کی اور پانی منگوایا عباس نے یہ سنا اور کسی سے کچھ کہے بغیر تیزی سے باہر چلے گئے تھوڑی دیر گزری تھی کہ لوگوں نے دیکھا کہ عباس پانی سے بھرا ہوا ظرف بہت مشکل سے سنبھالے ہوئے لا رہے ہیں اور لا کر حسین کی خدمت میں پیش کر دیا۔

(۲) ایک دن کسی نے عباس کو انگور کا ایک خوشہ دیا اسے لے کر دوڑتے ہوئے گھر سے باہر نکلے۔ لوگوں نے

۱۔ معالی السبطین ج ۱ ص ۴۴۱

پوچھا کہاں جارہے ہو تو جواب دیا کہ یہ انگور میں اپنے بھائی حسین کو دینا چاہتا ہوں۔

(۳) ایک دن امیر المومنین علیہ السلام نے عباس کو اپنی گود میں بٹھایا اور گریہ کرتے ہوئے ان کے دونوں شانوں کا بوسہ لیا۔ ام البنین نے سوال کیا کہ آپ کے گریہ کا سبب کیا ہے؟ علی نے جواب دیا کہ جب میں نے بچے کے بازوؤں پر نگاہ کی تو مجھے اس پر نازل ہونے والی مصیبتیں یاد آ گئیں۔ ام البنین نے پوچھا کہ کیا ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں گے۔ ام البنین نے گریہ و ماتم کے بعد صبر اختیار کیا اور اللہ کی بارگاہ میں شکر ادا کیا کہ ان کا بیٹا رسول کے نواسے پر اپنی جان قربان کر دے گا۔ (۱)

(۴) جب اولاد علی میں سے عباس اور زینب چھوٹے تھے تو اس زمانے میں ایک دن امیر المومنین علیہ السلام نے عباس سے کہا کہ کہو ایک (والد) عباس نے جواب میں کہا ایک (واحد) آپ نے عباس سے کہا کہو دو (اثنان)۔ عباس نے جواب دیا کہ بابا جس زبان سے میں نے ایک کہا ہے اس سے دو کہتے ہوئے شرم آ رہی ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام زینب کی طرف متوجہ ہوئے جو کہ بائیں جانب تھیں جب کہ عباس دائیں جانب تھے۔ زینب نے پوچھا کہ بابا کیا آپ ہم سے محبت کرتے ہیں؟ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں بچو میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ ہماری اولاد تو ہمارے جگر کے ٹکڑے ہیں۔ شہزادی نے عرض کی کہ بابا ایک دل میں دو محبتیں کیسے جمع ہو سکتی ہیں اللہ کی بھی محبت اور اولاد کی بھی محبت۔ تو ہم سے جو محبت ہے وہ آپ کی شفقت ہے اور اللہ سے جو محبت ہے وہ خالص محبت ہے۔ یہ سن کر ان بچوں سے امیر المومنین علیہ السلام کی محبت میں اور اضافہ ہو گیا (۲)۔ روایت میں حضرت ابوالفضل اور شہزادی زینب کے بچپنے کے حوالے سے واقعہ نقل کیا گیا ہے۔ اس موقع پر صاحب کبریت احمر کے بیان کا ماحصل یہ ہے کہ شہزادی زینب حضرت ابوالفضل سے تقریباً بیس سال بڑی تھیں۔ لہٰذا ایک بات تو یہ ہو سکتی ہے کہ دونوں بچوں کے ساتھ دو مختلف زمانوں میں یہ واقعات پیش آئے ہوں اور راوی نے انہیں ایک ساتھ جمع کر دیا ہو یا اس روایت میں شہزادی زینب سے مراد زینبِ صغریٰ ہوں۔ یہ بھی ایک امکان ہے کہ دونوں بچے داہنے

۱۔ زندگانی ابوالفضل العباس ص ۳۹

۲۔ مستدرک الوسائل ج ۲ ص ۶۳۵۔ کتاب النکاح از مجموعۂ شہید

بائیں بیٹھے ہوں۔ ابوالفضل کا بچپنا ہو اور شہزادی کا دورِ رشد و کمال ہو(۱)۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ شہزادی کی گفتگو میں شعور کی پختگی نمایاں ہے۔

علم وفقاہت

جناب ام البنین کا عالمہ اور شاعرہ ہونا کتابوں میں مذکور ہے۔ صاحب کنز المصائب کے بیان کے مطابق ﴿إن العبّاس أخذ علما جمّا فی أوائل عمره عن ابیه و أمّه و أخواته﴾(۲)۔ حضرت عباس نے صغرسنی ہی میں اپنے والد، اپنی والدہ اور اپنے (بھائی) بہنوں سے کثیر علم حاصل کر لیا تھا۔

علامہ محمد باقر بیرجندی نے تحریر فرمایا ہے کہ ابوالفضل سلام اللہ علیہ اہل بیت کے علماء و فقہاء میں اکابر میں تھے بلکہ عالمِ غیر متعلّم تھے۔ اور ان کا عالم و فاضل ہونا اس بات کے منافی نہیں ہے کہ انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے(۳) فاضلِ مقرم نے معصومین سے ایک روایت نقل کی ہے کہ ﴿إنّ العباس بن علی زُقّ العلم زقّا﴾(۴)۔ عباس کو علم اس طرح بھرایا گیا تھا جس طرح طائر اپنے بچہ کو دانہ بھراتا ہے۔ اس تشبیہ میں دو باتوں کی طرف اشارہ ہے۔ ایک تو یہ طائر اپنے بچہ کو اتنا دانہ بھراتا ہے کہ وہ سیر ہو جائے مزید طلب نہ رہے لہٰذا عباس کو اتنا علم دیا گیا کہ اب انہیں کہیں اور سے علم لینے کی ضرورت نہ رہی۔ دوسری بات یہ ہے کہ طائر اپنے بچہ کو اس کی ابتدائی عمر میں رزق فراہم کرتا ہے۔ اسی طرح عباس کو بچپنے ہی میں رزقِ علم اپنے بزرگوں سے مل چکا تھا۔

خطیبِ کعبہ

بیان کیا جاتا ہے کہ روزِ ترویہ (۸ ذی الحجہ سن ۶۰ ہجری) کو جب سید الشہداء کا قافلہ کوفہ و کربلا کی طرف کوچ کرنے والا تھا، اُس وقت حضرتِ ابوالفضل نے بامِ کعبہ پر بلند ہو کر ہزاروں افراد

۱۔ کبریت احمر ج۳ ص ۱۶

۲۔ معالی السبطین ج ۱ ص ۴۳۱

۳۔ کبریت احمر ج۳ ص ۴۵

۴۔ فرسان الہیجاء ج ۱ ص ۱۹۲

کے سامنے یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ الذی شرّف ھذا (۱) بقدوم ابیه (۲) من کان بالامس بیتا اصبح قبلة ۔ ایھا الکفرة الفجرة أ تصدّون طریق البیت لِامام البررة ۔ من ھو احق به من سائر البریة ومن ھو ادنٰی به ۔ ولولا حکم اللّٰہ الجلیّة واسراره العلیّة واختباره البریّة لطار البیت الیه قبل ان یمشی لدیه ۔ قد استسلم النّاس الحجر والحجر یستلم یدیه ۔ ولولم تکن مشیّة مولای مجبولة من مشیة الرحمٰن لوقعت علیکم کالسقر الغضبان علٰی عصافیر الطیران ۔ أتخوّفون قوما یلعب بالموت فی الطفولیّة فکیف کان فی الرجولیّة لفدیت بالحامّات لسیّد البریّات دون الحیوانات

حمد ہے اس اللہ کی جس نے اِس (گھر) کو اِن (حسین) کے والد کی ولادت سے شرف بخشا۔ کل جو (اللہ کا) گھر تھا آج قبلہ قرار پایا۔ اے منکرو اور گناہ گارو! کیا تم نیکوکاروں کے امام کے لئے (مراسمِ حج) کعبہ کے راستے کو روک رہے ہو؟ ساری دنیا میں کون ہے جو ان سے زیادہ کعبہ کا مستحق اور ان سے زیادہ اس سے قریب ہو۔ اگر اللہ کی واضح حکمتیں، بلند اسرار اور امتحانِ خلق درمیان میں نہ ہوتے تو اِن (حسینؑ) کے قریب جانے سے پہلے کعبہ انکے پاس اڑ کے آ جاتا۔ لوگ حجر اسود کو چومتے ہیں اور حجر اسود ان کے ہاتھوں کو چومتا ہے۔ اور اگر میرے آقا کے ارادے اللہ کی مشیت کے پابند نہ ہوتے تو میں تم پر اس طرح جھپٹ پڑتا جیسے غضب ناک باز اڑتی ہوئی چڑیوں پر جھپٹتا ہے۔ کیا تم ان لوگوں کو ڈرانا چاہتے ہو جو بچپنے میں موت سے کھیلا کرتے ہیں تو بڑے ہو کر وہ کیسے ہونگے؟ دوسرے جانداروں کے علاوہ میں خود اپنے آپ کو اپنے عزیز ترین رفقاء کیساتھ مخلوقات کے سید و سردار پر فدا کرنے کا تہیہ کر چکا ہوں۔

۱۔ خانۂ کعبہ کی طرف اشارہ فرمایا۔
۲۔ امام حسینؑ کی طرف اشارہ فرمایا۔

هيهات! فانظروا اثم انظروا ممّن شارب الخمر و ممن صاحب الحوض والكوثر و ممّن فی بيته الغوانیّ السكران و ممّن فی بيته الوحی والقرآن و ممّن فی بيته اللهوات و الدنسات و ممّن فی بيته التطهير والايات وانتم وقعتم فی الغلطة الّتی قد وقعت فيها القريش لانهم ارادوا قتل رسول الله صلی الله عليه وآله وانتم تريدون قتل ابن بنت نبيكم ولا يمكن لهم ما دام اميرالمومنين حيّا وكيف يمكن لكم قتل ابی عبدالله الحسين عليه السلام ما دمت حيّا سليلا ۔ تعالوا اخبركم بسبيله بادروا قتلی واضربوا عنقی ليحصل مرادكم ۔ لا بلغ الله مداركم وبدّد اعماركم واولادكم ولعن الله عليكم وعلٰی اجدادكم

تم پر وائے ہو! دیکھو اور پھر دیکھو کہ شرابخوار کون ہے اور حوض و کوثر کا مالک کون ہے؟ وہ کون ہے جس کے گھر میں بدمست مغنّی ہیں اور وہ کون ہے جس کے گھر میں وحی و قرآن کا ڈیرہ ہے؟ وہ کون ہے جس کے گھر میں لہو و نجاست کا پڑاؤ ہے اور وہ کون ہے جس کے گھر میں تطہیر اور آیات کا قیام ہے تم اُسی دھوکہ میں مبتلا ہو جس میں قریش مبتلا تھے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنا چاہتے تھے اور تم بھی اپنے نبی کی بیٹی کے بیٹے کو قتل کرنا چاہتے ہو۔ اور جب تک امیرالمومنین زندہ تھے ان کے لئے رسول کا قتل ممکن نہ ہوا اور جب تک میں زندہ ہوں ابو عبداللہ حسین علیہ السلام کا قتل کیسے ممکن ہے۔ اللہ تمہیں تمہارے مقصود تک نہ پہنچائے اور تمہیں اور تمہاری اولاد کو پراگندہ اور منتشر کردے اور تمہیں اور تمہارے اجداد کو اپنی رحمتوں سے دور رکھے۔

حضرتِ ابوالفضل سے منسوب اس خطبہ سے برصغیر کے خواص کسی حد تک آشنا تھے۔ لیکن دیگر حلقوں میں اس کا سراغ نہیں ملتا تھا۔ حال ہی میں کتب خانہ ناصریّہ (لکھنؤ) کے حوالے سے شہر قُم سے شائع ہوا ہے۔ جس کے دیباچہ میں حبیبِ محترم دانشمندِ معظم علی اکبر مہدی پور دام فضلہٗ نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ اس خطبہ کا ماخذ مناقب السادۃ الکرام تالیف سید عین العارفین ہندی ہے جس تک رسائی نہ ہونے کے سبب خطبہ کے اسناد پر گفتگو ممکن نہیں ہے لیکن بلندیٔ مضامین اور جزالتِ اسلوب سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ خطبہ

جناب ابوالفضل ہی کا ہے (۱)۔ ابوالفضل کی ذاتِ گرامی سے منسوب ہونے کے سبب یہاں نقل کیا جارہا ہے۔ میرے خیال میں استنساخ یا کتابت میں سہو کا کسی قدر امکان ہوسکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شجاعت

حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام کی شجاعت وشہامت اور جرأت وبسالت اتنی مشہورِ عوام اور زبان زدِ خاص وعام ہے کہ اس پر گفتگو کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ یقیناً حفظِ مراتب کے ساتھ کربلا کا ہر شہید شجاعت کا سرتاج تھا لیکن ابوالفضل ان شہیدوں میں منارۂ شجاعت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ فاضلِ حائری نے معالی السبطین میں بجا تحریر کیا ہے کہ ان کی شجاعت کا مقایسہ سوائے ان کے والد اور ان کے بھائی کے، کسی سے کیا ہی نہیں جاسکتا۔ یہ وہ ہیں کہ ان کے والد نے اپنے بیٹے حسین کی مدد کے لئے اللہ سے مانگا تھا اور اسی مناسبت سے نام بھی عباس رکھا تھا۔ علامہ بیرجندی نے تحریر کیا ہے کہ طریحی نے منتخب میں اور واعظ کاشفی نے روضۃ الشہداء میں لکھا ہے کہ جناب ابوالفضل نے جنگوں اور معرکوں میں بڑھ بڑھ کر دادِ شجاعت دی تھی۔ فاضلِ سماوی فرماتے ہیں کہ ابوالفضل بعض جنگوں میں شریک تو ہوئے تھے لیکن امیرالمومنین علیہ السلام نے انہیں جنگ کی اجازت نہیں دی تھی (۲)۔ فاضل بیرجندی نے بھی اسی کے مثل یہ تحریر کیا ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام کی کسی جنگ میں آپ کا لڑنا میری نگاہ سے نہیں گزرا اور مرزا حسین نوری بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ کچھ سطروں کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ البتہ بعض ایسی کتابیں جن سے وسعتِ مطالعہ اور تحقیق ظاہر ہوتی ہے اس بات کو بیان کرتی ہیں کہ صفّین میں جس دن معاویہ کی فوجوں سے امام حسین علیہ السلام نے جنگ کرکے دریا کے گھاٹ چھین لئے تھے، اُس دن ابوالفضل العباس جنگ میں اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام کے معاون ومددگار تھے (۳)۔ راقم الحروف کا خیال بھی یہی ہے کہ روزِ عاشور یزید وابن زیاد کی فوجوں پر ابوالفضل کی دہشت اس بات کا اعلان ہے کہ اُن کے علم میں ابوالفضل کی جرأت وشجاعت کے واقعات تھے۔

۱۔ خطیب کعبہ ص ۱۳۱

۲۔ ابصار العین ص ۵۷

۳۔ کبریت احمر ج ۳ ص ۲۵

ابن شعثاء

ایک دن صفّین کے میدان میں پندرہ یا سترہ سال کا ایک نقاب پوش جوان علی کی فوج سے باہر آیا اور اُس نے مبارز طلب کیا۔ چونکہ اس جوان کے انداز سے ہیبت اور بہادری نمایاں تھی اس لئے امیرِ شام کی فوج سے کوئی نہ نکلا۔ امیرِ شام نے ایک نامی پہلوان ابنِ شعثاء سے کہا کہ تم اُس جوان کے مقابلہ میں جاؤ۔ اس نے جواب میں کہا کہ مجھے اہل شام دس ہزار سواروں کے برابر سمجھتے ہیں۔ میرے سات بیٹے ہیں۔ ایک کو بھیجتا ہوں کہ اسے قتل کر دے۔ ابنِ شعثاء نے یکے بعد دیگرے اپنے ساتوں بیٹے میدان میں بھیجے اور اس نقاب پوش نوجوان نے سب کو قتل کر دیا۔ ابن شعثاء خود مقابلہ کے لئے نکلا۔ نقاب پوش جوان نے اس پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد کسی نے میدان میں آنے کی ہمت نہیں کی۔ امیر المومنین علیہ السلام نے اس جوان کو آواز دے کر اپنے پاس بلا لیا۔ جب جوان کی نقاب اُتری تو پتہ چلا کہ ابوالفضل العباس ہیں۔ (۱)

مارد بن صدیف تغلبی

تحقیقاً یہ طے کرنا مشکل ہے کہ یہ واقعہ (ترتیبِ واقعات میں) کس وقت پیش آیا لیکن شاید یہ قریب بہ حقیقت ہو کہ امام حسین علیہ السلام نے بچوں کے لئے تھوڑے سے پانی کے بندوبست کا حکم دیا تھا اور ابوالفضل فوج یزید کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ بعض مقاتل کے حوالہ سے فاضل بیر جندی نے تحریر کیا ہے کہ ابوالفضل دس ہزار کے لشکر پر اکیلے تلوار سے حملہ کرتے جاتے تھے اور یہ رجز پڑھتے جاتے تھے۔

انا الذی أعرف عند الزمجرة	بابن علیّ المسمّٰی حیدرة
فاثبتوا الیوم لنا یا کفرة	لعترة الحمد و آل البقرة

میں وہ ہوں کہ ہنگامۂ جدال میں فرزند علی کے نام سے پہچانا جاتا ہوں جن کا ایک نام حیدر ہے۔
اے منکرو! ہمیں اچھی طرح پہچان لو اور جان لو کہ سورۂ حمد کی عترت اور سورۂ بقرہ کی آل کون ہیں۔ (اے منکرو! اب ہمارے مقابلہ پر رُکو۔ عترت حمد اور آل بقرہ کے مقابلہ پر)

راوی کا بیان ہے کہ مارد بن صدیف تغلبی نے جب یہ منظر دیکھا تو اس نے اپنے کپڑے پھاڑ لئے

۱۔ کبریت احمر ج ۳ ص ۲۵

اور منہ پر طمانچہ مار کر اپنے سپاہیوں سے مخاطب ہوا کہ اے منحوس لوگو! تم اگر مل کر ایک ایک مشتِ خاک بھی اس جوان پر ڈالتے تو تم اسے ہلاک کر دیتے لیکن تم سب ذلت میں مبتلا ہو۔ پھر اس نے بلند آواز سے سب کو مخاطب کر کے کہا کہ جس نے بھی یزید کی بیعت کی ہے اور اس کے حلقۂ اطاعت میں ہے وہ میدان سے ہٹ جائے اور جنگ سے باز رہے۔ اب میں اس جوان سے لڑنے جاؤں گا جس نے ہمارے بہادروں کو خاک میں ملا دیا۔ پہلے میں اُسے قتل کروں گا، پھر اس کے بھائی حسینؑ کو اور ان کے باقی ماندہ اصحاب کو قتل کروں گا۔

اس موقع پر شمر اور مارد میں کچھ نوک جھونک ہوئی۔ پھر شمر نے فوجی دستوں کو اشارہ کیا کہ جنگ روک دو۔ مارد نے زرہ پہنی، خود اپنے سر پہ رکھا اور گھوڑے پر سوار ہو کر ایک لمبا نیزہ تولتا ہوا ابوالفضل کے مقابلہ کے لئے لشکر سے باہر آیا۔ قریب پہنچ کر اُس نے ابوالفضل کو مخاطب کیا کہ اے نوجوان اپنے اوپر رحم کرو اور تلوار کو نیام میں رکھ لو اور لوگوں سے سلامتی کا رویہ اختیار کرو اس لئے کہ تمہارے لئے سلامتی پشیمانی و ندامت سے بہتر ہے۔

اس وقت اللہ نے تمہارے لئے میرے دل میں رحم ڈال دیا ہے۔ اگر تم نصیحت کو سمجھو تو میں نے نصیحت کر دی۔

پھر اس نے اشعار پڑھے

انّی نصحتك اِن قبلت نصیحتی	حذراً علیك من الحسام القاطع
ولقد رحمتك اِذ رأیتك یافعا	ولعلّ مثلی لا یقاس بیافع
اِعط القیاد تعش بخیر معیشة	أولا فدونك من عذاب واقع

میں نے نصیحت کر دی اگر تم اُسے قبول کرو کہ تمہیں میری شمشیر براں سے ڈرنا چاہئے۔

میں نے تم کو جوان دیکھ کر تم پر رحم کھایا اور یہ بات بھی ہے کہ مجھ جیسا بہادر کسی جوان سے مقابلہ نہیں کرتا۔

تم اطاعت کرو گے تو عیش کی زندگی گزارو گے ورنہ تم یقینی بلا میں گرفتار ہو جاؤ گے۔

جناب ابوالفضل نے اس کی باتیں سن کر ارشاد فرمایا: ﴿ما اریك اتیت الّا بجمیل ولا نطقت الّا بتفضیل غیر انّی اریٰ حیلك فی مناخ تذروه الریاح أوفی الصخرة الأطمس لا تقبله الأنفس وکلامك کالسراب یلوح فاذا قصد صار أرضاً بوراً۔ والّذی أصّلته اِن أستسلم الیك فذاك بعید الوصول وصعب الحصول۔ و أنا یا عدوّ الله وعدوّ رسوله

فمعوّد للقاء الابطال والصبر علٰی البلاء فی النزال و مکافحة الفرسان و باللّٰه المستعان ۔ فمن کملت هذه الاوصاف فیه فلا یخاف ممّن برز الیه ۔ ویلك ألیس لی اتّصال برسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وآله وأنا غُصن متّصل بشجرته وتحفة من نور جوهره ومن کان من هذه الشجرة فلا یدخل تحت الذمام ولا یخاف ضرب الحسام۔ فأنا بن علیّ لاَ اعجز عن مبارزة الاقران وما اشرکت باللّٰه لمحة بصر ولا خالفت رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وآله فیما أمر وأنا منه والورقة من الشجرة و علٰی الاصول تثبت الفروع ۔ فاصرف عنك ما أمّلته ۔ فما أنا ممّن یاسی علی الحیاة ویجزع من الوفات ۔ فخذ فی الجدّ واصرف عنك الهزل فکم من صبّی صغیر خیر من شیخ کبیر عند اللّٰه ﴿ بظاہر تو تیری باتوں میں وزن اور حسن ہے لیکن میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ یہ تیری پُر حیلہ باتیں تیز ہواؤں کی زد پر ہیں اور تو اپنے مکر کا بیج اس جگہ ڈال رہا ہے جو سخت چٹان کی طرح ہے۔ تیرا کلام اُس سراب کی طرح ہے کہ اگر کوئی اس کی طرف جائے تو اُسے ایک ویران زمین نظر آئے ۔ یہ جو تم کہہ رہے ہو کہ میں تمہاری بات مان لوں تو یہ بہت دور کی بات ہے اور بہت ہی مشکل ہے۔ اے دشمن خدا و رسول! میں بہادروں سے لڑنے کے لئے ، جنگ میں استقامت کے اظہار کیلئے اور شہسواروں سے ٹکرانے کے لئے تیار ہوں اور اللہ ہی مددگار ہے۔ تو جس شخص میں یہ صفات پائی جاتی ہوں وہ اپنے حریف سے خوف زدہ نہیں ہوتا۔ تم پر وائے ہو کیا میری رشتہ داری رسول اللہ ﷺ سے نہیں ہے؟ حالانکہ میں اُن کے شجرہ سے پیوستہ ایک شاخ ہوں اور ان ہی کی نورانی ماہیت کا ایک پرتو ہوں۔ اور جو اس شجرہ سے ہوگا وہ نہ باطل کی اطاعت قبول کرے گا اور نہ تلواروں سے ڈرے گا۔ میں علی کا فرزند ہوں، میں حریفوں کے مقابلہ سے عاجز نہیں ہوں ۔ میں نے چشم زدن کے لئے بھی شرک نہیں کیا اور نہ احکام رسول اللہ کی مخالفت کی ۔ میں رسول سے ہوں اس لئے کہ پتّہ درخت ہی سے ہوتا ہے اور شاخیں جڑوں پر ہی قائم رہتی ہیں ۔ اب تم اپنی امید کو قطع کرلو۔ میں ان میں نہیں جو زندگی سے مطمئن اور موت سے خائف رہتے ہیں ۔ اب سنجیدہ ہو جاؤ اور بے فائدہ باتیں مت کرو۔ اللہ کی نگاہ میں کتنے چھوٹے اور کم سن لوگ بڑے بوڑھوں سے بہتر ہیں ۔ اس کلام کے بعد آپ نے مارد کے قوافی میں اشعار پڑھے

صبراً علٰی جورالزمان القاطع و منیّة ما ان لها من دافع
لا تجزعنّ فکل شئ هالك حاشا لِمثلی أن یکون بجازع
فلئن رمانی الدهر منه بأسهم وتفرّق من بعد شمل جامع
فکم لنا من وقعة شابت لها قمم الأصاغر من خراب قاطع

زمانہ کے ظلم وجور پراوراس موت پرصبر کرو جسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔
خبردار۔مت گھبراؤاس لئے کہ فنا تو ہر شے کے لئے ہے۔یہ ممکن نہیں ہے کہ مجھ جیسا شخص ڈرے یا گھبرائے۔
اگرچہ زمانے نے مجھ پراپنے بہت تیر چلائے اوراجتماع کومتفرق کردیا لیکن
ہمارے ساتھ ایسے بہت واقعات ہوئے ہیں کہ کم سنوں نے بڑوں کوتہہ تیغ رکھ لیا ہے۔

جناب ابوالفضل کا کلام سن کروہ شدّتِ غیظ سے آپ پرحملہ آور ہوا۔ابوالفضل نے اُسے آنے دیا جب اس نے قریب آکرآپ کونیزہ مارنا چاہا تو آپ نے نیزہ کوپکڑکراپنی طرف کھینچا۔اس جھٹکے سے وہ زمین پر گرتے گرتے سنبھل گیا۔اس نے شرمندہ ہوکر نیزہ چھوڑ دیا اورتلوار نکال لی۔ابوالفضل نے کہا کہ اے دشمنِ خدا! مجھے خدا سے یہ امید ہے کہ تجھے تیرے ہی نیزے سے قتل کروں گا۔وہ گھوڑا بڑھا کرابوالفضل پرحملہ آور ہوا۔ابوالفضل نے اس کے گھوڑے کی پشت میں نیزہ پیوست کردیا۔گھوڑا بھڑکا تو مارد زمین پرآ گیا۔شمر نے آواز دیکراس سے کہا کہ مت گھبراؤاوراپنے ساتھیوں سے کہا کہ مدد کے لئے جاؤ۔

طاویہ

ایک شخص طاویہ نامی گھوڑا لے کر مارد کی طرف چلا تو مارد نے کہا کہ طاویہ کوجلدی لاؤ۔
وہ شخص تیزی سے گھوڑا لے کر مارد کی طرف چلا۔ابوالفضل نہایت سرعت سے اس کے پاس پہنچے اوراسے نیزہ مارکر ہلاک کردیا اورخود طاویہ پرسوار ہوگئے۔مارد نے اپنے لوگوں کوآوازدی کہ میرا گھوڑا چھینا گیا اورمیں اپنے ہی نیزے سے ہلاک ہورہا ہوں۔یہ کتنا بڑا ننگ وعار ہے۔کچھ لوگ اس کی مدد کو چلے۔اس دوران مارد نے ابوالفضل سے کہا کہ میرے ساتھ نیک سلوک کرومیں تمہارا شکرگزاررہوں گا۔ابوالفضل نے کہا تم اب بھی مجھے فریب دینا چاہتے ہو۔پھراسی کے نیزہ سے اسے قتل کردیا۔جب ابوالفضل واپس چلے تو شمر نے کہا کہ یہ

طاویہ تمہارے بھائی حسن کا گھوڑا جو اُن سے ساباطِ مدائن میں چھینا گیا تھا۔(۱)

اس واقعہ کے علاوہ بھی عبداللہ بن عقبہ غنوی اور صفوان بن ابطح سے جنگ کے واقعات آپ کی مفصل سوانح عمریوں میں مذکور ہیں۔

یزید کا تعجب

بعض مصنفین نے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ جب کربلا میں لوٹے جانے والے اسباب یزید کے سامنے پیش ہوئے تو اُس میں ایک علم بھی تھا جو پورا تیروں اور تلواروں سے چھلنی تھا فقط وہ جگہ محفوظ تھی جہاں سے علم کو تھاما جاتا ہے۔ یزید کے دربار کے لوگ اسے دیکھ کر حیرت میں تھے۔ یزید نے پوچھا کہ یہ علم کس کے ہاتھ میں تھا؟ اس کو بتلایا گیا کہ یہ ابوالفضل کے ہاتھ میں تھا۔ یزید حیرت کے عالم میں کہنے لگا کہ اس میں قبضہ کی جگہ کے علاوہ کوئی چیز بھی محفوظ نہیں ہے۔ پھر کہنے لگا کہ اے عباس! تم نے اپنی فداکاری سے ہر الزام اور طعنہ کو دور کر دیا ہے۔ ایک بھائی کی اپنے بھائی سے وفا اسی کا نام ہے۔(۲)

شہادت

علامہ مجلسی نے بعض کتب کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ ابوالفضل امام حسین علیہ السلام کی تنہائی اور غربت کو دیکھ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ﴿**هل من رخصة**﴾ کیا مجھے اجازت ہے؟ امام حسین علیہ السلام نے یہ سن کر شدت سے گریہ کیا پھر ارشاد فرمایا ﴿**يا اخی انت صاحب لوائی واذا مضيت تفرق عسكری**﴾(۳) تم میرے علم بردار ہو اگر تم چلے جاؤ گے تو میرا لشکر پراگندہ ہو جائے گا۔ ابوالفضل نے عرض کی کہ ﴿**قد ضاق صدری و سئمت من الحيوٰة واريد أنأ طلب ثأری من هٰولآ المنافقين**﴾ میرا سینہ تنگ ہو گیا ہے اور زندگی سے سیر ہو چکا ہوں اور چاہتا ہوں کہ ان منافقین سے انتقام لوں۔ امام حسین نے ارشاد فرمایا کہ ﴿**فاطلب لهٰولآء الاطفال قليلا من**

۱۔ اسرار الشہادۃ ص ۱۶۹، ریاض القدس ج ۲ ص ۸۵۔۸۷، کبریت احمر ج ۳ ص ۲۷، فرق وتفاوت کے ساتھ

۲۔ بحوالہ دین وتمدن محمد علی حومانی ج ۱ ص ۲۸۸

۳۔ سید الشہداء کی نگاہ میں اکیلے ابوالفضل پورا لشکر ہیں۔

الماء ﴾(۱) پس تم ان بچوں کے لئے تھوڑے سے پانی کا مطالبہ تو کرو۔

ابوالفضل پورے جاہ وجلال سے میدان میں آئے اور ابن سعد کو مخاطب کر کے کہا ﴿یا عمر بن سعد هذا الحسين بن بنت رسول الله يقول انكم قتلتم اصحابه واخوته وبنی اعمامه وبقي فريدا مع اولاده وعياله وهم عطاش قد أحرق الظماء قلوبهم۔ اے ابن سعد! یہ حسین رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے فرزند فرما رہے ہیں کہ تم نے ان کے ساتھیوں، بھائیوں اور عم زادوں کو قتل کر دیا اب وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ اکیلے رہ گئے ہیں اور وہ لوگ اتنے پیاسے ہین کہ ان کے دل وجگر پیاس سے جل گئے ہیں۔ اس کے باوجود وہ (امام حسین) یہ فرماتے ہیں کہ ﴿دعونی اخرج الٰی طرف الروم أوالهند واخلّی لكم الحجاز والعراق واشرط لكم انّ غدا فی القيامة لا أخاصمكم عندالله حتى يفعل بكم مايريد ﴾ مجھے روم یا ہندوستان کی طرف نکل جانے دو اور میں حجاز اور عراق کو تمہارے لئے چھوڑتا ہوں۔ اور تم سے شرط کرتا ہوں کہ قیامت کے دن تم سے مخاصمہ نہیں کروں گا یہاں تک کہ اللہ جو چاہے تمہارے ساتھ کرے۔ ابوالفضل کا یہ خطاب سن کر پورا لشکر خاموش تھا۔ کچھ ندامت و پشیمانی کا اظہار کر رہے تھے اور کچھ رو رہے تھے لیکن جواب کسی نے نہ دیا۔ اتنے میں شمر اور شبث بن ربعی لشکر سے نکل کر ابوالفضل کی طرف آئے اور یہ کہا کہ اے فرزند ابوتراب! ﴿ لوكان كل وجه الارض ماءً وهو فی ايدينا ما اسقيناكم منه قطرة واحدة الّا ان تدخلوا فی بيعة يزيد ﴾ اگر پوری دنیا پانی سے بھر جائے اور وہ ہمارے قبضہ میں ہو جب بھی ہم اس کا ایک قطرہ بھی تمہیں نہیں دیں گے مگر یہ کہ یزید کی بیعت میں داخل ہو جاؤ۔ جناب ابوالفضل یہ سن کر واپس آ گئے اور صورت حال امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں بیان کر دی اس پر آپ نے شدید گریہ فرمایا۔ اسی دوران بچوں کی العطش العطش کی صدائیں ابوالفضل کے کانوں میں آئیں۔ آپ ان آوازوں کو سن کر بے تاب ہو گئے اور آسمان کی طرف رخ کر کے عرض کی ﴿الٰهی وسيّدی أريد أن اعتدّ بعدّتی و أملاء لهذه الاطفال قربة من الماء ﴾ اے میرے اللہ، میرے آقا! میں اپنی کوشش کرنا چاہتا ہوں کہ کچھ پانی ان بچوں کے لئے مہیا کر دوں۔ (۲)

۱۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۴۱

۲۔ ریاض المصائب ص ۳۱۴، مہیج الاحزان ص ۱۸۴، وقائع الایام ص ۵۵۰

بعض مقتل نگاروں کے مطابق ابوالفضل العطش کی آوازوں سے تو متاثر تھے ہی اس کے ساتھ ہی انہوں نے ایک ایسا منظر دیکھا جوان کے لئے بہت دلدوز تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ خیمہ جس میں مشکیزے رکھے جاتے تھے اس کی ٹھنڈی اور نم زمین پر بچے اپنے شکم رکھے ہوئے ہیں (۱)۔ ان حالات کو دیکھ کر آپ نے ایک مشکیزہ لیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر میدان کی طرف چلے۔ اس وقت آپ یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

لا ارهب الموت اذا الموت رقیٰ حتّی اواری فی المصالیت لقیٰ
نفسی لنفس المصطفیٰ الطهر وقا انی انا العباس اغدوا بالسقا
ولا اخاف الشرّ یوم الملتقیٰ (۲)

اگر موت نعرہ زن ہو تو میں موت سے نہیں ڈرتا یہاں تک کہ میں بہادروں کو زمین میں سلادوں۔
میرا نفس محمدِ مصطفیٰ کے نفس کا محافظ ہے، میں عباس ہوں جس کے پاس سقائی کا عہدہ ہے۔
حریف سے ملاقات کے وقت مجھے موت کا خوف نہیں ہے۔

رجز پڑھتے ہوئے آپ نے فرات کا رخ کیا۔ گھاٹ کا پہرہ دینے والے چار ہزار سپاہیوں نے آپ کو آتے دیکھ کر پیش قدمی کی۔ ابوالفضل نے تلوار کھینچی اور اس شدت کیساتھ حملہ کیا کہ کبھی میمنہ کو میسرہ پر پلٹ دیا اور کبھی میسرہ کو میمنہ پر ڈھکیل دیا۔ اس حملہ میں آپ نے اسّی افراد کو قتل کیا۔ اسوقت آپ یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

اقاتل القوم بقلب مهتدی اذبّ عن سبط النبیّ احمد
اضربکم بالصارم المهنّد حتّی تحید واعن قتال سیدی
انی انا العباس ذوا التودد نجل علی المرتضیٰ المؤیّد (۳)

میں پورے اطمینانِ قلب سے ان لوگوں سے جنگ کر رہا ہوں اور احمد مجتبیٰ کے نواسے کا دفاع کر رہا ہوں۔
میں تم پر شمشیرِ براں چلا رہا ہوں کہ تمہیں اپنے آقا سے جنگ کرنے سے روک دوں۔
میں حسین کا چاہنے والا عباس ہوں اور میں علی مرتضیٰ کا بیٹا ہوں جو خدا کے تائید یافتہ تھے۔

آپ کا یہ حملہ اتنا دہشت ناک تھا کہ یزید کے سپاہی پسپا ہو کر فرار ہو گئے۔ آپ نے گھاٹ پر پہنچ کر

۱۔ الوقائع والحوادث ج ۳ ص ۱۴
۲۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۴۰
۳۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۴۴

گھوڑے کو فرات کے پانی میں اتار دیا پھر جھک کر چلّو میں پانی لیا اور اسے دوبارہ نہر میں پھینک دیا۔ اس صورتِ حال کے بارے میں اربابِ مقاتل کا خیال ہے کہ ابوالفضلؑ پانی پینا چاہتے تھے لیکن حسین اور اطفالِ حسین کی پیاس کا خیال آتے ہی اسے پھینک دیا۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام نے آپ کو وصیت کی تھی کہ حسین کے پیاسے ہوتے ہوئے تم پانی نہ پی لینا۔ اس وصیت کے ہوتے ہوئے پانی پینے کا ارادہ بھی آپ کی شان کے منافی ہے۔ آپ نے چلو میں پانی لے کر پانی پر اپنا اقتدار دکھلایا اور اسے پھینک دیا۔ پھر آپ نے مشکیزہ میں پانی بھرا اور نہر سے واپس چلے۔ اس وقت آپ کی زبان پر یہ رجز تھا۔

یا نفس من بعد الحسین هونی — وبعده لا کنت أن تکونی
هذا حسین شارب المنون — وتشربین بارد المعین
هیهات ما هٰذا فعال دینی — ولا فعال صادق الیقین (۱)

اے نفس حسین کے بعد باقی رہنا بے کار ہے۔ ان کے بعد زندہ نہ رہنا۔
حسین موت کا جام پئیں اور تم ٹھنڈا پانی پیو۔
دیکھو یہ دینی کام نہیں ہے اور نہ سچا یقین رکھنے والوں کا کام ہے۔

اس دوران بھاگے ہوئے سپاہیوں نے واپس آ کر آپ کا راستہ روک لیا اور ابن سعد کے پورے لشکر نے دائرہ بنا کر آپ کو گھیرے میں لے لیا۔ ابوالفضل مسلسل تلوار چلا رہے تھے اور سپاہی کٹ کٹ کر گر رہے تھے کہ ایک کھجور کے درخت کے پیچھے سے زید بن ورقا نے نکل کر حکیم بن طفیل طائی کی مدد سے آپ پر تلوار چلائی جس سے آپ کا داہنا ہاتھ کٹ کر گر گیا۔ آپ نے فوراً مشکیزہ کو بائیں کندھے پر رکھا اور بائیں ہاتھ میں تلوار لے کر دشمنوں پر حملہ کیا۔ آپ لوگوں کو قتل کرتے جاتے تھے اور یہ رجز پڑھتے جاتے تھے۔

واللّٰه ان قطعتم یمینی — انی احامی ابدا عن دینی
وعن امام صادق الیقین — نجل النبیّ الطاهر الامین
نبیّ صدق جاءنا بالدّین — مصدقا بالواحد الامین (۲)

۱۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۴۴

۲۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۴۵

خدا کی قسم اگر چہ تم نے میرا داہنا ہاتھ کاٹ دیا ہے لیکن میں ہمیشہ اپنے دین کی حمایت ہی کروں گا۔

اور اس امام کی حمایت کروں گا جو اپنے یقین میں سچا ہے اور طاہر وامین نبی کا بیٹا ہے۔

وہ سچا نبی جو ہم تک دین لایا اور خدا کی وحدانیت کی تصدیق کرتا رہا۔

حکیم بن طفیل نے ایک کھجور کے پیچھے سے نکل کر آپ کے بائیں ہاتھ پر وار کیا اور اسے قطع کر دیا۔

آپ نے اسی عالم میں یہ رجز پڑھا

یا نفس لا تخشی من الکفار وابشری برحمة الجبّار

مع النبیّ السیّد المختار قد قطعوا ببغیھم یساری

فأصلھم یا ربّ حرّ النّار (۱)

اے نفس کافروں سے نہ ڈر۔ تجھے رحمتِ خدا کی بشارت ہو۔

اُس کے برگزیدہ نبی کے ساتھ۔ انہوں نے اپنی سرکشی سے میرے بائیں ہاتھ کو قطع کر دیا۔

اے اللہ انہیں جہنم کی تپش میں ڈال دے۔

جب دونوں ہاتھ قطع ہو گئے تو آپ نے تلوار کو دانتوں سے روکا اور علم کو کٹے ہوئے بازوؤں سے سہارا دے کر سینے سے لگا لیا۔ ایسے عالم میں یہ کہہ کر حملہ کیا کہ ﴿**ھکذا احامی عن حرم رسول اللہ**﴾ دیکھو میں اس طرح حرمِ رسول اللہ کی حفاظت کر رہا ہوں (۲)۔ اتنے میں اس پر ایک تیر آ کر لگا اور پانی بہہ گیا۔ دوسرا تیر آپ کے سینے یا آنکھ پر لگا۔ پھر آپ کے سرِ اطہر پر آہنی گرز لگا جس کے صدمہ سے آپ زمین پر تشریف لائے اور امام حسین علیہ السلام کو آواز دی۔ ﴿**ادرکنی یا اخی**﴾ (۳) اے بھیا بھائی کی مدد کو پہنچیے۔ امام حسین علیہ السلام آپ کے سرہانے پہنچے اور آپ کی حالت دیکھ کر فرمایا ﴿**الآن انکسر ظھری وقلّت حیلتی**﴾ (۴)۔ آج میری کمر ٹوٹ گئی اور راہِ چارہ وتدبیر بند ہو گئی۔ آنکھ کے تیر اور زخمی جسم مطہر کو دیکھ کر

۱۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۴۰۔۴۱

۲۔ معالی السبطین ج ۱ ص ۴۴۰

۳۔ ابصار العین ص ۶۲

۴۔ الدمعة الساکبہ ج ۲ ص ۳۰۲

ابوالفضل کے پہلو میں بیٹھ گئے اور بہت دیر تک گریہ کرتے رہے یہاں تک کہ ابوالفضل کی روح ملکوتِ اعلیٰ کی طرف پرواز کر گئی۔

بعض روایات میں ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے ابوالفضل کے سر کو اپنی گود میں لے کر آنکھوں کا خون صاف کیا۔ ابوالفضل نے امام حسین علیہ السلام کی صورت دیکھ کر گریہ کیا۔ امام نے رونے کا سبب پوچھا تو کہنے لگے کہ کیسے نہ روؤں۔ اس وقت تو آپ نے میرا سر مٹی سے اٹھالیا۔ لیکن کچھ دیر کے بعد آپ کا سر مٹی سے کون اٹھائے گا اور کون اس کی گرد کو صاف کریگا۔ ابھی حسین بیٹھے ہی تھے کہ روح جسمِ مطہّر سے علّیین کی طرف پرواز کر گئی اور امام حسین علیہ السلام نے بلند آواز سے فریاد کی ﴿وا أخاه وا عبّاساه﴾ (۱)۔ پھر امام حسین علیہ السلام نے تلوار کھینچی اور لشکرِ یزید پر حملہ کیا۔ وہ حملہ اتنا شدید تھا کہ لوگ آپ سے اس طرح فرار کر رہے تھے جیسے شکاری درندے کو دیکھ کر بھیڑ بکریاں بھاگتی ہیں۔ جب لشکر بھاگا تو آپ نے یہ کہہ کر کئی حملے کئے کہ کہاں بھاگ رہے ہو؟ تم نے میرے بھائی کو قتل کر دیا اب کہاں بھاگ رہے ہو؟ اس کے بعد پھر اپنی جگہ واپس آگئے۔ (۲)

جب امام حسین علیہ السلام واپس آئے تو جناب سکینہ نے ابوالفضل کے متعلق سوال کیا تو آپ نے شہادت کی خبر سنائی۔ جناب زینب نے سن کر فریاد کی ﴿وا اخاه واعبّاساه واضيعتنا بعدك﴾ پھر بی بیوں کے رونے کا غل بلند ہوا (۳)۔ امام حسین علیہ السلام نے بھی گریہ فرمایا اور کہا ﴿واضيعتنا بعدك وا انقطاع ظهراه﴾ پھر آپ نے ابوالفضل کے لئے یہ اشعار ارشاد فرمائے۔

اخي يا نور عيني يا شقيقي   فلي قد كنت كالركن الوثيق

ايا بن ابي نصحت اخاك حتّى   سقاك اللّه كاساً من رحيق

ايا قمرا منيرا كنت عوني   علٰى كلّ النوائب في المضيق

فبعدك لا تطيب لنا حياة   سنجمع في الغداة علٰى الحقيق

الا للّه شكواي و صبري   وما القاه من ظمأ وضيق (۴)

۱۔ معالی السبطین ج۱ ص۴۵۰

۲۔ ابصار العین ص۶۳

۳۔ معالی السبطین ج۱ ص۴۴۱

۴۔ وسیلۃ الدارین ص۲۷۳

اے میرے بھائی! اے میرے نورِ چشم! اے میرے پارۂ جسد! تم میرے لئے ایک مضبوط پناہ گاہ کی طرح تھے۔
اے میرے باپ کے بیٹے! تم نے اپنے بھائی کی مدد کی یہاں تک کہ اللہ نے تمہیں بہشتی مشروب کا جام پلایا۔
اے قمرِ منیر! تم ہر مصیبت اور ہر پریشانی میں میرے مددگار تھے۔
اب تمہارے بعد زندگی کا لطف نہیں ہے یقیناً ہم آنے والے کل میں پھر ساتھ ہوں گے۔
میرا شکوہ اللہ سے ہے اور صبر بھی اسی کے لئے ہے اور اس پیاس اور پریشانی میں اسی کا سہارا ہے۔

ایک روایت

بعض لوگوں نے ابوالفضل کی شہادت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ جوانانِ بنی ہاشم کی شہادت کے بعد امام حسین علیہ السلام نے جناب ابوالفضل کے ساتھ مل کر فوجِ یزید پر حملہ کیا۔ یہ حملہ اتنی شدت کا تھا کہ بہت سے لوگ مارے گئے اور بہت سے زخمی ہو کر ہٹ گئے۔ جب دستوں نے راہِ فرار اختیار کی تو ابن سعد نے دستوں کو للکار کر کہا کہ یہ دونوں علی کے بیٹے ہیں، تم لوگ ان کے مقابل کامیاب نہیں ہو سکتے لہٰذا دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کر دو۔ فوجِ یزید کے دستوں نے دونوں میں جدائی ڈال دی۔ جب دونوں بھائی ایک دوسرے سے اوجھل ہو گئے تو امام حسین علیہ السلام نے یہ نعرہ لگا کر حملہ کیا کہ ﴿**انا بن محمد المصطفیٰ**﴾ (میں محمد مصطفیٰ کا فرزند ہوں) تاکہ عباس کو خبر ہو جائے کہ حسین زندہ ہیں۔ اسی طرح ابوالفضل نے بھی حملہ کرتے ہوئے یہ نعرہ لگایا کہ ﴿**انا بن علی المرتضیٰ**﴾ (میں علی مرتضیٰ کا فرزند ہوں) تاکہ امام حسین علیہ السلام کو ان کے زندہ ہونے کی خبر رہے۔ اسی طرح یہ دونوں بھائی نعرہ لگا کر جنگ کرتے رہے۔ امام حسین علیہ السلام فرماتے ﴿**انا بن خدیجة الکبریٰ، انا بن فاطمة الزهراء**﴾ اور ابوالفضل نعرہ لگاتے ﴿**انا بن وصیّ المصطفیٰ**﴾ اسی طرح کے نعرے لگاتے ہوئے دونوں بھائی جنگ کرتے رہے اور ایک دوسرے کو اپنی سلامتی کی اطلاع دیتے رہے۔

ایک وقت وہ آیا جب امام حسین علیہ السلام کے کانوں تک بھائی کی آواز نہیں پہنچی اور آپ نے دیکھا کہ گھاٹ کی طرف فوجوں کی ایک بڑی تعداد جمع ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے ایک بھرپور حملہ کر کے اس تعداد کو منتشر کر کے محاصرہ کو توڑا۔ جب آپ قریب پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ بھائی دونوں ہاتھ کٹائے ہوئے خاک و خون میں غلطاں زمین پر پڑا ہوا ہے۔ بنظرِ غائر اس روایت کے مطالعہ پتہ چلتا ہے کہ یہ واقعہ ابوالفضل کے

رخصت طلب کر کے جانے سے قبل کا ہے جسے راوی نے شہادت کے واقعہ سے متصل کر کے بیان کر دیا ہے۔

۲۲۔ عباس اصغر بن علی

سپہر کاشانی تحریر فرماتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام کے بیٹوں میں دو کا نام عباس تھا۔ ایک عباس اکبر اور دوسرے عباس اصغر۔ اس کا قوی احتمال ہے کہ عباس اصغر شب عاشور اور عباس اکبر روزِ عاشور شہید ہوئے۔ شب عاشور عباسِ اصغر بھی پانی کی طلب میں جانے والوں کیساتھ گئے تھے اور شہید ہوئے تھے۔(۱)

علامہ مقرم نے لکھا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کے سولہ بیٹے تھے۔ حسن، حسین اور محسن جناب فاطمہ زہرا کے بطن سے۔ محمد حنفیہ جناب خولہ کے بطن سے، عباس، عبداللہ جعفر اور عثمان جناب ام البنین کے بطن سے، عمرِ اطراف اور عباسِ اصغر جناب صہبا کے بطن سے، محمد اصغر جناب اسامہ بنت ابی العاص کے بطن سے، یحییٰ اور عون جناب اسماء بنت عمیس کے بطن سے، عبیداللہ اور ابوبکر جناب لیلیٰ بنت مسعود کے بطن سے، محمد اوسط، ان کی والدہ کا نام معلوم نہیں۔(۲)

قاسم بن اصبغ مجاشعی بیان کرتا ہے کہ جب شہداء کے سر کوفہ لائے گئے تو ایک شخص جو شکل وصورت کا اچھا تھا، اس نے اپنے گھوڑے کی گردن میں ایک کم عُمر نوجوان کا سر آویزاں کیا ہوا تھا جو چودھویں کے چاند کی طرح تھا اور پیشانی پر سجدہ کا نشان نمایاں تھا۔ گھوڑا جب سر جھکاتا تھا تو سر زمین سے متصل ہو جاتا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر پوچھا کہ یہ کس کا سر ہے؟ سوار نے جواب دیا کہ عباس بن علی کا۔ میں نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ کہا کہ حرملہ بن کاہل اسدی۔ راوی کہتا ہے کہ کچھ دنوں کے بعد حرملہ سے پھر میری ملاقات ہوئی تو میں نے اسے بدشکل اور بہت سیاہ پایا۔ میں نے پوچھا کہ اُس دن تو تم اچھی شکل کے تھے اور آج تو تم سے زیادہ کالا اور بدشکل تو کوئی بھی نہیں ہوگا۔ یہ کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ جس دن سے میں نے وہ سر اٹھایا تھا آج تک کوئی رات ایسی نہیں گزری جس میں نہ ہوتا ہو کہ جب میں سوتا ہوں تو دو اشخاص آ کر مجھے بازو سے تھام کر آگ میں پھینک دیتے ہیں اور صبح تک میں جلتا رہتا ہوں۔ وہ بدترین حالت میں مرا۔(۳)

۱۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۴۱

۲۔ فرسان الہیجاء ج ۱ ص ۲۲۹

۳۔ تذکرۃ الخواص ص ۲۹۱

قاسم بن اصبغ بن نباتہ کا بیان ہے کہ میں نے قبیلۂ بنی ابان دارم کے ایک شخص کو انتہائی سیاہ دیکھا جب کہ میں پہلے اسے سرخ وسفید دیکھ چکا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ یہ کیا ہوا؟ اس نے جواب دیا کہ ایک نوجوان جو حسین کے ساتھ تھا اور اس کے ماتھے پر سجدہ کا نشان تھا، میں نے اسے قتل کیا تھا۔ اس دن سے کوئی رات نہیں گزری مگر یہ کہ جب میں سوتا ہوں تو وہ جوان آ کر مجھے گریبان سے پکڑ کر جہنم میں پھینک دیتا ہے اور میں صبح تک چیختا رہتا ہوں۔ اور میری بستی کے لوگ میری چیخ پکار سنتے رہتے ہیں۔(۱)

دونوں روایتوں میں شاب امرد اور غلام امرد کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو نوجوان یا کم عمر جوان کے معنی میں ہیں جو یقیناً حضرت ابوالفضل کے لئے نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا اس سے مراد عباس اصغر بن علی ہیں۔

۲۳۔ عمر بن علی

ان کی کنیت ابوالقاسم تھی اور مادر گرامی کا نام ام حبیبہ بنت عباد بن ربیعہ تھا۔ ان سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی (جڑواں) متولد ہوئے۔ یہ امیر المومنین کی اولادِ ذکور میں آخری تھے۔ عمر اور رقیہ امام حسین کے ساتھ مدینہ سے چلے تھے۔ رُقیہ کے ساتھ ان کے دو بیٹے عبداللہ بن مسلم اور محمد بن مسلم اور ایک بیٹی عاتکہ اور عمر کی والدہ بھی شریک سفرِ کربلا تھیں۔ ان کے بھائی ابوبکر کو زجر بن بدر تمیمی نے شہید کیا تھا۔ آپ اپنے بھائی کی شہادت کے بعد اجازت لے کر میدان میں آئے اور زجر کو مقابلہ پر للکارتے ہوئے یہ رجز پڑھا۔

اضـربـكـم ولا اریٰ فيكـم زجـر	ذاك الشـقـی بـالـنبـی قـد كـفـر
يـا زجـر يـا زجـر تدانی من عمر	لـعـلك اليـوم تبـوء مـن سـقـر
شـر مـكـانـا فی حـريـق وسـعـر	لانك الـجـاحـد يـا شـر البشـر

میں تم سے جنگ کر رہا ہوں لیکن تم میں زجر کو نہیں دیکھ رہا ہوں، وہ شقی جو رسول کا منکر ہے۔
اے زجر عمر کے قریب آ، تا کہ تجھے جہنم میں بھیجا جائے جو
آگ کے شعلوں میں بدترین مکان ہے اس لئے کہ تو کافر و منکر ہے اے بدترین خلائق۔

رجز پڑھ کر جنگ کی اور کچھ افراد کو قتل کیا۔ پھر میسرہ پر حملہ کیا آپ رجز پڑھتے جاتے تھے اور تلوار

۱۔ مقاتل الطالبین ص ۱۱۸

چلاتے جاتے تھے۔

خلوا عداة الله خلوا عن عمر　　خلوا عن الليث العبوس المكفهر

يضربكم بسيفه ولا يفر　　وليس فيها كالجبان المنجحر

ہٹو اے دشمنانِ خدا ہٹو عمر کے پاس سے، اس شیر کے پاس سے ہٹو جو غضب ناک ہے۔
وہ تمہیں تلوار مار رہا ہے ہرگز فرار نہیں کرے گا اور بزدلی کو قبول نہیں کرے گا۔

چند افراد کو ہلاک کر کے شہید ہوئے (۱)۔ ان کے سلسلہ میں اختلاف ہے کہ یہ شہداء میں ہیں یا نہیں۔ مناقب ابن شہر آشوب، مقتل ابو مخنف، نفس المہموم قمی، بحار علامہ مجلسی، رجال مامقانی اور ناسخ التواریخ میں انہیں شہداء کی فہرست میں شمار کیا گیا ہے۔ (۲)

۲۴۔ عون بن علی

آپ کی مادر گرامی جناب اسماء بنت عمیس ہیں۔ یہ بہادر اور خوش اندام جوان تھے۔ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر جنگ کی اجازت طلب کی تو آپ نے انہیں دیکھا اور فرمایا ﴿أاستلمت للموت﴾ کیا تم بھی مرنے کے لئے تیار ہو گئے؟ دشمنوں کی اتنی بڑی تعداد کے ساتھ کیا کرو گے؟ عرض کی کہ بھیا میں مرنے کے لئے کیوں نہ تیار ہوں۔ آپ کی غربت اور بے کسی مجھ سے دیکھی نہیں جاتی۔ آپ نے فرمایا اللہ تمہیں جزائے خیر عطا کرے۔ جنگ کی اجازت لے کر میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا

اقاتل القوم بقلب مهتدی　　اذبّ عن سبط النبیّ احمد

اضربكم بالصارم المهنّد　　حتّى تحيدوا عن قتال سيّدی

میں اس قوم سے ہدایت یافتہ دل کے ساتھ جنگ کروں گا اور انہیں احمدِ مجتبیٰ کے نواسے سے باز رکھوں گا۔
اب میں تمہیں شمشیرِ براں سے ہلاک کروں گا تا کہ تم لوگ میرے آقا سے جنگ کرنے سے باز آجاؤ۔

آپ نے حملہ کیا اور شہید ہوئے۔ (۳)

۱۔ ذخیرۃ الدارین ص ۱۶۴

۲۔ فرسان الہیجاء ج ۲ ص ۱۳

۳۔ تلخیص از تنقیح المقال ج ۲ ص ۳۵۵، ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۳۹، فرسان الہیجاء ج ۲ ص ۲۱

صاحب ناسخ نے مقاتل کی ایک طویل فہرست بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ان میں اور دیگر کتبِ مقاتل میں جنابِ عون بن علی کی شہادت کا تذکرہ نہیں ملتا لیکن اس واقعہ کو صاحب روضۃ الاحباب نے لکھا ہے جو اہل سنت کے اکابر علماء میں ہیں اور روایات میں قابلِ وثوق بھی ہیں۔ اس کے علاوہ بحر اللئالی میں بھی ان کا تذکرہ ملتا ہے لیکن میں روضۃ الاحباب سے نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ آپ حسین وجمیل اور شجاعت میں حیدر کرار کے وارث تھے۔ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر جنگ کی اجازت طلب کی۔ امام حسین علیہ السلام آبدیدہ ہوئے اور فرمایا کہ تم اکیلے اتنے بڑے لشکر سے جنگ نہ کر سکو گے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ تم میدان میں مبارز طلبی سے جنگ کرو۔ آپ نے بھائی کی خدمت میں عرض کی کہ جسے جان دینے کی خواہش ہو وہ لشکر کی کثرت وقلت کو کب دیکھتا ہے۔ پھر آپ میدان میں آئے اور آتے ہی قلب لشکر پر حملہ کیا اور میمنہ ومیسرہ کے بھی بہت سے سپاہی قتل کیے۔ میمنہ اور میسرہ کے دو ہزار سپاہیوں نے آپ کو گھیرے میں لے لیا لیکن خدا کی توفیق سے آپ گھیرے کو توڑ کر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ امام حسین علیہ السلام نے آپ کے سر کا بوسہ لیا اور دست وبازو کی طاقت کی تعریف کر کے فرمایا کہ خوب لڑے اور زخمی بھی ہوئے تھوڑا سا آرام کر لو۔ عون نے عرض کی کہ میں تو دوبارہ آپ کی زیارت کرنا چاہتا تھا اس لئے حاضر ہو گیا ورنہ میں تو جنگ سے پشت دکھانا پسند نہیں کرتا لہٰذا آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ پر جان کو قربان کر دوں۔ امام حسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ عون کا گھوڑا جنگ سے تھک گیا ہے انہیں دوسرا گھوڑا دیا جائے۔ عون گھوڑے پر بیٹھ کر میدان میں آئے اور بڑی شدت سے دوسرا حملہ کیا۔

امیر المومنین علیہ السلام کی خلافتِ ظاہری کے زمانہ میں صالح بن سیار نامی ایک شخص نے شراب نوشی کا ارتکاب کیا تھا اور آپ نے جنابِ عون کو اس پر حد جاری کرنے کا حکم دیا تھا۔ وہ عاشورا کے دن فوج یزید میں موجود تھا۔ اس نے جب عون کو پیاسا اور زخموں سے چور دیکھا تو گھوڑا دوڑا کر آپ کے قریب آیا اور سخت و سست کہنے لگا۔ جنابِ عون نے اسے نیزہ مار کر زمین پر گرا دیا۔ اس کے بھائی بدر بن سیار نے جب یہ دیکھا تو بھائی کا بدلہ لینے کے لئے جناب عون کے قریب آیا۔ آپ نے اسے بھی ہلاک کیا۔ اس دوران خالد بن طلحہ کو موقع مل گیا۔ اس نے کمین گاہ سے نکل کر تلوار ماری اور آپ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور فرمایا

﴿بسم الله و بالله و علیٰ ملة رسول الله﴾اور روح دار آخرت کو پرواز کر گئی۔(۱)

۲۵۔ محمد بن علی (اصغر)

امیر المومنین علیہ السلام کے تین فرزند محمد کے نام سے موسوم تھے۔محمد اکبر (محمد حنفیہ)۔محمد اوسط ان کی والدہ امامہ بنت ابوالعاص ربیع تھیں اور تیسرے محمد اصغر جن کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود دارمی تھیں اور یہ وہی ہیں جن کا تذکرہ ابوبکر بن علی کے ذیل میں ہو چکا ہے(۲)۔فاضل سماوی نے ابوبکر بن علی کے ذیل میں اُن کا نام محمد یا عبداللہ بتایا ہے(۳)۔محمد اصغر اجازت لے کر میدان میں آئے اور چند افراد کو قتل کر کے شہید ہوئے۔انہیں قبیلۂ دارم کے ایک شخص نے شہید کیا۔طبری کے مطابق بنی ابان بن دارم کے ایک شخص نے محمد بن علی بن ابیطالب کو تیر مار کر شہید کیا اور سر کاٹ کر لے گیا(۴)۔ابوالفرج اصفہانی کے مطابق محمد اصغر بن علی بن ابیطالب کو بنی ابان بن دارم کی ایک شاخ تمیم کے ایک شخص نے شہید کیا(۵)۔ ﴿السلام علیٰ محمد بن امیرالمومنین الخ﴾

اولادِ امام حسن

۲۶۔ ابوبکر بن حسن

سلیمان بن ابی راشد کا بیان ہے کہ عبداللہ بن عتبہ غنوی نے شہید کیا۔امام باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ابوبکر، عقبہ غنوی کے ہاتھوں شہید ہوئے(۶)۔ابن شہر آشوب کے مطابق قاسم بن حسن کی شہادت کے بعد ان کے بھائی ابوبکر نے جنگ کی اجازت لی اور لڑ کر شہید ہوئے۔بعض لوگوں نے قاتل کا نام زجر بن

۱۔ ناسخ التواریخ ج۲ص ۳۳۹۔۳۴۰
۲۔ فرسان الہیجاء ج۲ص ۵۶
۳۔ ابصار العین ص ۷۰
۴۔ تاریخ طبری ج۴ص ۳۴۳
۵۔ مقاتل الطالبین ص ۹۱
۶۔ مقاتل الطالبین ص ۹۲

بدر جعفی اور بعض نے عقبہ غنوی بتلایا ہے(۱)۔ ﴿السلام علیٰ ابی بکر بن الحسن الزکی الولی﴾

۲۷۔ احمد بن حسن

آپ کی مادر گرامی امّ بشر بنت ابو مسعود انصاری ہیں۔ کربلا میں آپ کی عمر سولہ سال تھی (۲)۔ ابو مخنف کے مطابق جب امام حسین علیہ السلام نے یہ فریاد کی کہ ﴿واغر بتاه وا عطشاه واقلّة ناصراه أما من معين يعيننا اما من ناصر ينصرنا اما من مجير يجيرنا اما من محامي يحامي عن حرم رسول الله﴾ ہائے بے کسی، ہائے پیاس ہائے ناصروں کی کمی۔ ہے کوئی ہماری مدد کرنے والا، ہے کوئی ہمارا ساتھ دینے والا ہے کوئی ہمیں پناہ دینے والا، ہے کوئی حرمِ رسول کی حمایت کرنے والا۔ تو خیمہ سے دو نوجوان ماہِ تاباں کی طرح برآمد ہوئے۔ ایک احمد اور دوسرے قاسم۔ ناسخ التواریخ کے مطابق احمد نے چچا سے اجازت لی اور میدان میں آ کر رجز پڑھا

انی انا نجل الامام بن علی اضربكم بالسيف حتّٰی يفلل

نحن و بيت اللّٰه اولٰی بالنبی اطعنكم بالرمح وسط القسطل

میں امام حسن کا بیٹا ہوں جو علی کے بیٹے تھے، میں تمہیں اتنی تلوار ماروں گا کہ وہ ناکارہ ہو جائے گی۔

اللہ کے گھر کی قسم ہم ہی رسول کے قریبی ہیں۔ میں جنگ کے اس ہنگامہ میں تمہیں نیزے کی ضرب لگاؤں گا۔

پھر آپ نے حملہ کیا اور اسّی افراد کو ہلاک کیا۔ پھر واپس آئے اور چچا سے پیاس کی شدت کا اظہار کیا ﴿يا عماه هل عندك شربة من الماء أبرّد بها كبدی واتقویٰ بها علیٰ اعداء الله ورسوله﴾ چچا کیا آپ کے پاس تھوڑا سا پانی ہے کہ میں اپنے جگر کو ٹھنڈا کروں اور تازہ دم ہو کر اللہ اور رسول کے دشمنوں سے جنگ کروں۔ آپ نے فرمایا ﴿يابن اخی اصبر قليلا حتّی تلقی جدّك رسول اللّٰه فيسقيك شربة من الماء لا تظمأ بعدها ابدا﴾ اے میرے بھائی کے بیٹے تھوڑا سا صبر کرو پھر تمہاری ملاقات تمہارے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہو جائے گی اور وہ تمہیں پانی پلائیں گے جس کے بعد پھر کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ احمد دوبارہ میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا۔

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۱۱۶

۲۔ فرسان الہیجاء ج ۱ ص ۳۱

اصبر قلیلا فالمنی بعد العطش　　　فان روحی فی الجهاد تنکمش

لا ارهب الموت اذا الموت وحش　　　ولم اکن عندالّلقاء ذات عش

اے نفس تھوڑا اصبر کراس لئے کہ امید پیاس کے بعد برآئے گی۔اور میری روح دشمنوں سے جہاد کے لئے بہت آمادہ ہے۔(اے نفس صبر کر کہ پیاس کے بعد ہی موت ہے)

میں موت سے نہیں ڈرتا اگر چہ موت وحشت کی چیز ہے اور نہ جنگ میں مجھ پر کپکپی طاری ہوتی ہے۔

پھر آپ نے حملہ کیا اور پچاس افراد کو قتل کیا۔آپ جنگ کے دوران یہ رجز پڑھتے رہے۔

الیکم من بنی المختار ضربا　　　یشیب لھولہ راس الرضیع

یبید معاشر الکفار جمعا　　　بکل مھنّد عضب قطیع

رسولِ مختار کے بیٹوں کی ضرب دیکھو جو بچوں کے سروں کے بالوں کو سفید کر دیتی ہے۔

کافروں کے گروہوں کو نابود کر دیتی ہے،ایسی کاٹنے والی تیز تلوار ہمارے پاس ہے۔

اس حملہ میں آپ نے ساٹھ افراد کو قتل کیا(۱)۔آپ نے تین حملے کئے اور مجموعی طور پر ایک سو نوے افراد ہلاک کئے۔ایک گروہ نے گھیر کر شہید کیا۔

۲۷۔ عبداللہ بن حسن اکبر

علامہ مجلسی کے مطابق جنابِ قاسم کی شہادت کے بعد آپ کے بھائی عبداللہ اکبر نے امام سے جنگ کی اجازت لی۔یہ رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آئے۔

ان تنکرونی فانا بن حیدرہ　　　ضرغام آجام و لیث قسورہ

علٰی الاعادی مثل ریح صرصرہ

اگر نہیں جانتے ہو تو جان لو کہ میں حیدر کا بیٹا ہوں۔جو ترائیوں کے شیر اور شیرِ ببر تھے۔

میں دشمنوں کے لئے تیز و تند آندھی کی طرح ہوں۔

پھر حملہ کیا اور چودہ افراد کو قتل کیا۔ہانی بن ثبیت حضرمی نے آپ کو شہید کیا(۲)۔زیارت میں ہے

۱۔ ناسخ التواریخ ج۲ص۳۳۱۔۳۳۲

۲۔ بحارالانوار ج۴۵ص۳۶

﴿السلام علیٰ عبدالله بن الحسن الزکیّ لعن الله قاتله ورامیه حرمله بن کاهل الاسدی﴾
اس جملہ میں حرملہ کو آپ کا قاتل بتلایا گیا ہے۔ایک روایت میں امام باقر علیہ السلام سے بھی یہی قول نقل ہوا ہے۔ احتمال یہ ہے کہ ابوبکر اور عبداللہ ایک ہی شخصیت ہوں۔(۱)

۲۸۔ عبداللہ بن حسن اصغر

آپ کی مادر گرامی رملہ بنت سلیل بن عبداللہ بجلی ہیں۔شہادت کے وقت آپ کی عمر نو سال سے کم نہیں تھی۔ جب امام حسین علیہ السلام نشیبِ قتل گاہ میں گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے تو اس وقت یہ بچہ اہلحرم کے خیموں سے نکل کر قتل گاہ کی طرف دوڑا۔ جناب زینب نے اسے پکڑنا چاہا لیکن عبداللہ تیزی کے ساتھ امام حسین علیہ السلام کی طرف چلا۔ آپ نے آواز بھی دی کہ بہن! عبداللہ کو روک لو اسے میدان میں نہ آنے دو۔لیکن بچہ نے اصرار کیا کہ میں اپنے چچا کو نہیں چھوڑوں گا۔اور امام حسین علیہ السلام کے پاس پہنچ گیا۔ یہ وہ وقت تھا جب ابجر بن کعب یا حرملہ بن کاہل امام حسین کے سرِ مبارک پر تلوار اٹھا چکا تھا۔ بچہ نے یہ دیکھ کر کہا کہ تم میرے چچا کو قتل کرنا چاہتے ہو اور تلوار کی ضرب روکنے کے لئے اپنا ہاتھ آگے کر دیا۔ بچہ کا ہاتھ کٹ کر جلد کے ساتھ لٹکنے لگا۔ بچہ چیخا کہ اماں، اماں، انہوں نے میرا ہاتھ کاٹ دیا۔امام حسین علیہ السلام نے اس بچہ کو اپنی آغوش میں سمیٹ لیا اور فرمایا کہ بیٹا اس مصیبت پر صبر کرو تم جلد ہی اپنے بزرگوں کی خدمت میں پہنچ جاؤ گے۔ابھی امام بچہ کو تسلی دے رہے تھے کہ حرملہ نے تیر مارا اور بچہ امام کی آغوش میں شہید ہو گیا۔(۲)

بچہ کی شہادت پر امام حسین علیہ السلام نے آسمان کی طرف رخ کر کے فرمایا ﴿اللھم فان متعتھم الیٰ حین ففرقھم فرقا واجعلھم طرائق قددا ولا ترض الولاۃ عنھم ابداً فانھم دعونا لینصرونا ثم عدوا علینا فقتلونا﴾ بارالہا! اگر تو نے انہیں کچھ دنوں کی زندگی دی ہے تو اب انہیں منتشر فرما دے اور انہیں ایسے حکمران عطا فرما کہ یہ ناخوش رہیں۔اس لئے کہ ان لوگوں نے ہمیں دعوت دے کر بلایا تھا تا کہ ہماری مدد کریں اور اب یہ اپنی سرکشی سے ہمیں قتل کر رہے ہیں۔(۳)

۱۔ فرسان الهیجاء ج۲ص۲۸۳

۲۔ بحار الانوار ج۴۵ص۵۳ بحوالۂ شیخ مفید و سیّد ابن طاؤس

۳۔ ارشاد مفید ج۲ص۱۱۰

۲۹۔ قاسم بن حسن

جناب قاسم کی مادر گرامی کا نام رملہ یا نجمہ تھا۔ آپ کی ولادت باسعادت سن سینتالیس (۴۷) ہجری میں مدینہ میں ہوئی۔ دو سال تک امام حسن علیہ السلام کی سرپرستی ونگرانی سے مشرف ہوئے۔ امام حسن علیہ السلام کے انتقال کے بعد امام حسین علیہ السلام کی سرپرستی اور تربیت حاصل ہوئی جو شہادت تک رہی۔ اس حساب سے کربلا میں آپ کی عمر تیرہ سال تھی (۱)۔ ابومخنف کے مقتل میں مذکور ہے کہ ﴿**فبرز القاسم وله من العمر اربعة عشرة سنة**﴾ (۲)۔ جناب قاسم جنگ کے لئے نکلے۔ اس وقت آپ کی عمر چودہ سال تھی۔ علامہ مجلسی نے تحریر کیا ہے کہ ﴿**وهو غلام صغير لم يبلغ الحلم**﴾ (۳)۔ شہزادہ نابالغ اور چھوٹا بچہ تھا۔ یہی جملہ خوارزمی اور دوسروں نے بھی لکھا ہے۔ شب عاشور میں امام حسین علیہ السلام سے آپ کی گفتگو نقل ہو چکی ہے۔ فاضلِ قرشی نے اس شہزادے کا ایک جملہ نقل کیا ہے کہ ﴿**كان يقول لا يقتل عمّی وانا احمل السيف**﴾ وہ بار بار کہتا تھا کہ جب تک میرے ہاتھوں میں تلوار ہے میرے چچا قتل نہیں ہو سکتے۔ (۴)

جب جناب قاسم نے اپنے چچا کے اکیلے پن کو محسوس کیا تو حاضر ہو کر جنگ کی اجازت طلب کی۔ امام حسین علیہ السلام نے کمسنی کے سبب شہزادے کو اجازت نہیں دی۔ بہت اصرار کے بعد اجازت دی (۵)۔ خوارزمی کا بیان ہے کہ جب قاسم اجازت کے لئے امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے تو امام نے انہیں سینے سے لگالیا اور دونوں نے اتنا گریہ کیا کہ دونوں پر غشی طاری ہوگئی۔ افاقہ کے بعد قاسم نے اجازت مانگی تو امام نے انکار کر دیا۔ اس پر قاسم نے چچا کے ہاتھوں اور پیروں کو چومنا شروع کیا اور دوبارہ اجازت مانگنے لگے یہاں تک کہ آپ نے اجازت دیدی (۶)۔ فاضل حائری نے ہاشم بحرانی کی مدینۃ المعجزات اور طریحی کی

۱۔ وسیلۃ الدارین ص ۲۵۲
۲۔ مقتل منسوب بہ ابومخنف ص ۱۲۵
۳۔ بحارالانوار ج ۴۵ ص ۳۴
۴۔ حیاۃ الامام الحسین ج ۳ ص ۲۵۵
۵۔ بحارالانوار ج ۴۵ ص ۳۴
۶۔ مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۳۱

منتخب سے جو واقعہ نقل کیا اس کا آغاز یہ ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام نے جناب قاسم کو اذن جنگ دینے سے انکار کر دیا تو قاسم مغموم و محزون ہو کر اپنے گھٹنوں پر سر رکھ کر بیٹھ گئے۔ اتنے میں انہیں یاد آیا کہ ان کے والد نے ان کے ہاتھ پر ایک تعویذ باندھا تھا اور کہا تھا کہ جب پریشانی شدید ہو تو تعویذ کو کھول کر پڑھ لینا اور اس پر عمل کرنا۔ قاسم نے اس تعویذ کو کھولا تو اس میں تحریر تھا کہ بیٹے قاسم! جب تم اپنے چچا کو کربلا میں دشمنوں کے نرغے میں دیکھنا تو اس وقت جنگ و جہاد سے منہ نہ موڑنا اور اپنی جان کو فدا کر دینا۔ اور اگر اجازت دینے سے انکار کریں تو یہ خط دکھلا دینا۔ جناب قاسم نے امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں وہ خط پیش کیا۔ آپ نے خط پڑھ کر گریہ کیا (بقدر ضرورت) (۱)۔ قاسم کو رخصت کرتے وقت امام حسین علیہ السلام نے قاسم کے عمامہ کا آدھا حصہ سر پر رکھا اور آدھا کفن کی طرح جسم پر ڈال دیا اور کمر سے تلوار باندھ کر میدان کی طرف روانہ کیا (طریحی)۔

قاسم اس صورت میں میدان میں آئے کہ تلوار کی نوک زمین پر خط دیتی جاتی تھی۔ حمید بن مسلم کا بیان ہے کہ ہم سے جنگ کرنے کے لئے ایک کمسن نوجوان نکلا جس کا چہرہ چاند کا ٹکڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں تلوار تھی، جسم پر پیراہن اور ازار اور پاؤں میں نعلین تھے۔ میں نہیں بھولتا کہ اس کی بائیں نعلین کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا۔ عمرو بن سعد بن نفیل ازدی نے اسے دیکھ کر کہا کہ خدا کی قسم میں اس پر حملہ کروں گا۔ اس کے بعد وہ اس کمسن نوجوان پر حملہ آور ہوا اور اس کے سر پر تلوار ماری اور وہ نوجوان زمین پر آ گیا اور اس نے آواز دی ﴿یا عمّاہ﴾ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ حسین نے ایسے نگاہ کی جیسے شہباز نگاہ کرتا ہے۔ پھر غضب ناک شیر کی طرح حملہ کیا اور عمرو بن سعد پر تلوار ماری۔ عمرو نے ہاتھ سے وار روکنا چاہا لیکن حسین نے کہنی سے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ اس نے سپاہیوں کو مدد کے لئے پکارا اور حسین ایک طرف ہٹ گئے۔ کوفہ کے سوار عمرو کو حسین کے ہاتھ سے بچانے کے لئے دوڑے۔ سواروں کے گھوڑوں کے سینوں سے ٹکرا کر وہ گر پڑا اور گھوڑوں نے اسے روند دیا اور وہ مر گیا (۲)۔ باقی ماندہ روایت بعد میں درج ہوگی۔ سپہر کاشانی کے مطابق میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا

۱۔ معالی السبطین ج ۱ ص ۴۵۸

۲۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۴۱

ان تنکرونی فانا بن الحسن　　　سبط النبیّ المصطفٰی المؤتمن
هذا حسین کالا سیر المرتهن　　　بین اناس لا سقوا صوب المزن (۱)

اگر مجھے نہیں جانتے ہو تو میں حسن کا بیٹا ہوں جو رسولِ امین کے نواسے ہیں۔

یہ حسین ہیں جو لوگوں کے درمیان اسیروں کی طرح گرفتار ہیں، یہ (ظالم) لوگ خوشگوار پانی سے (یا باران رحمت سے) سیراب نہ ہوں۔

پھر قاسم نے حملہ کیا اور جم کر جنگ کی اور پینتیس افراد کو ہلاک کیا۔ مناقب کے مطابق یہ رجز پڑھا

انی انا القاسم من نسل علی　　　نحن و بیت اللّٰہ اولٰی بالنبی
من شمر ذی الجوشن او ابن الدعی (۲)

میں قاسم ہوں اور نسلِ علی سے ہوں ہم لوگ کعبہ کی قسم نبی سے قریب ترین ہیں اور بدنسب شمر اور بدنسب ابن زیاد کی نسبت۔

امالی صدوق کے مطابق آپ کی زبانِ مبارک پر یہ رجز تھا۔

لا تجزعی نفسی فکل فان　　　الیوم تلقین ذری الجنان (۳)

اے میرے نفس پریشان نہ ہو اس لئے کہ سب کو ہی فنا ہونا ہے اور آج تجھے جنت کی نعمتیں حاصل ہوں گی۔

پھر آپ نے حملہ کیا۔ اور اس شدت کا حملہ کیا کہ قلبِ لشکر پہنچ گئے اور ابن سعد کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے بدباطن! تو خدا سے نہیں ڈرتا بلکہ اس کے بارے میں سوچتا بھی نہیں ہے تو رسولِ اسلام کی رعایت بھی نہیں کرتا۔ اس نے جواب دیا کہ تم لوگ نافرمانی چھوڑتے کیوں نہیں اور یزید کی اطاعت کیوں نہیں کرتے؟ جناب قاسم نے جواب دیا اللہ تمہیں کبھی اچھی جزا عطا نہ کرے۔ تو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اولاد رسول پیاس سے جاں بلب ہے اور دنیا ان کی نگاہ میں تاریک ہوگئی ہے (۴)۔ پھر آپ نے کچھ رک کر اپنے

۱۔ ناسخ التواریخ ج۲ص۳۳۶

۲۔ مناقب ابن شہر آشوب ج۴ص۱۱۵

۳۔ ترتیب الامالی ج۵ص۲۰۵

۴۔ (تلخیص) روضۃ الشہداءص۳۲۳، ریاض القدس ج۲ص۶۱، مہیج الاحزان ص۱۶۳

گھوڑے کو بڑھایا اور مبارز طلب کیا۔ یہاں بعض مقتل نگاروں نے ازرق شامی اور اس کے چار بیٹوں سے آپ کی جنگ بیان کی ہے۔(۱)

آپ جنگ کر کے امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی العطش العطش چچا میں بہت پیاسا ہوں۔ ایک گھونٹ پانی عطا فرمایئے۔ آپ نے صبر کی تلقین کی اور ایک انگوٹھی قاسم کے منہ میں دیدی۔ جناب قاسم فرماتے ہیں کہ جب میں نے وہ انگوٹھی منہ میں رکھی تو ایسا محسوس ہوا کہ منہ میں پانی کا چشمہ جاری ہوگیا۔ (تظلم الزہراء)۔ آپ دوبارہ میدان میں آئے اور پرچم بردار پر حملہ کا ارادہ کیا۔ اتنے میں فوجیوں نے تیراندازی اور سنگ بارانی شروع کی۔ یہاں تک کہ پینتیس تیر آپ کے جسم مبارک میں پیوست ہوگئے۔ حمید بن مسلم کا بیان ہے کہ اس وقت عمرو بن سعد ازدی نے کہا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ میں اس جوان کو قتل کر دوں۔ میں نے کہا کہ سبحان اللہ تم کیا کرنا چاہ رہے ہو؟ خدا کی قسم یہ نوجوان اگر مجھ پر ضربت لگائے تب بھی میں اس پر حملہ نہیں کروں گا۔ کیا یہ قتل کرنے والے اس کے لئے کافی نہیں ہیں جو تو جانا چاہتا ہے؟ اس نے کہا خدا کی قسم میں اس پر حملہ کروں گا۔ یہ کہہ کر اس نے حملہ کیا اور قاسم کے سر پر شدید ضربت لگائی کہ آپ زمین پر تشریف لائے اور آواز دی ﴿یا عمّاه ادرکنی﴾ چچا میری مدد کو آیئے۔

جیسے ہی قاسم کی آواز امام حسینؑ کے کانوں تک پہنچی۔ آپ نے شکاری باز کی طرح فوجوں پر حملہ کیا اور صفوں کو چیرتے ہوئے بھتیجے کے سرہانے پہنچے۔ قاتل قاسم کا سر کاٹنا چاہتا تھا کہ آپ نے اس پر تلوار سے حملہ کیا۔ اس نے حملہ کو روکنے کے لئے ہاتھ آگے کیا۔ اس کا ہاتھ کٹ گیا۔ اس نے اپنی مدد کے لئے لشکر والوں کو آواز دی جب لشکر نے حملہ کیا تو گھمسان کا رن پڑا اور قاتل گھوڑوں کی ٹاپوں سے کچلا گیا اور جنابِ قاسم کا جسم اقدس بھی پامال ہوگیا۔(۲)

فاضل خیابانی اس موقع پر تحریر فرماتے ہیں کہ در مرجع ضمیر فاستقبلته بصدورها وحرحته بحوافرها از ارباب مقتل اختلاف کثیر واقع شده در قمقام و نفس المهموم راجع بعمر بن سعد ازدی کرده اند ولی مرحوم علامه مجلسی تصریح کرده که قاسم علیه السلام

۱۔ ریاض القدس ج ۲ ص ۶۲ بحوالہ منتخب و روضۃ الشہداء

۲۔ مہیج الاحزان ص ۱۶۳۔۱۶۴، کبریت احمر ص ۲۹۱، اسرار الشہادۃ ص ۱۵۲۔۱۵۳، جزوی تفاوت کے ساتھ

است۔ در بحار گوید وطئته حتّی مات الغلام ودر جلاء العیون گوید آنطفل معصوم در زیر سمّ اسپان مخالف کوفته شد وہمیں طور است در مہیج الاحزان وناسخ التواریخ و مخزن البکاء وریاض الشہادۃ وغیر آنہا (۱)۔ فاستقبلتہ بصدورھا وجرحتہ بحوافرھا ۔ پس گھوڑے اپنے سینوں سے اس سے ٹکرائے اور اسے اپنی ٹاپوں سے زخمی کر دیا۔ میں ضمیر ''اُس'' کا مرجع کیا ہے اس پر اربابِ مقاتل میں بہت اختلاف واقع ہوا ہے۔ تمقام اور نفس المہموم میں اس کا مرجع قاتل کو کہا گیا ہے لیکن علامہ مجلسی نے تصریح کی ہے کہ اس کا مرجع قاسم علیہ السلام ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے بحار میں لکھا ہے ﴿وطئتہ حتی مات الغلام ﴾ اور جلاء العیون میں لکھا ہے کہ وہ معصوم بچہ دشمنوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے کچلا گیا۔ اور یہی قول مہیج الاحزان (۲)، ناسخ التواریخ (۳)، مخزن البکاء اور ریاض الشہادۃ (۴) وغیرہ میں ہے۔ فاضل خیابانی کے ان حوالوں کے علاوہ بھی جناب قاسم کی پامالی کا تذکرہ ملتا ہے۔ صاحب کبریت احمر نے تحریر کیا ہے کہ جناب قاسم گھوڑے سے زمین پر آئے اور چچا کو پکارا واعماہ۔ امام حسین علیہ السلام شکاری باز اور غضب ناک شیر کی طرح قاسم کے قاتل کے پاس پہنچے اور اس کا ہاتھ قلم کر دیا۔ اس نے چیخ ماری تو لشکر اس کی مدد کو آیا آن ملعون در زیر سم اسپاں پامال شدہ وجماعتے گفتہ اند کہ حضرت قاسم پائمال شد والعلم عنداللّٰہ ﴾ (۵) صاحب کبریت احمر اس سے قبل کے صفحہ پر شب عاشور کی روایت نقل فرماتے ہیں جس میں حضرت قاسم نے سوال کیا تھا کہ چچا کیا میں بھی شہید ہوں گا تو امام حسین علیہ السلام نے پوچھا تھا کہ بھتیجے تم کو قتل ہونا کیسا لگتا ہے؟ تو جناب قاسم نے جواب میں فرمایا کہ شہد سے زیادہ میٹھا لگتا ہے اس پر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے نورِ چشم تم بھی شہید کئے جاؤ گے ایک شدید ابتلاء کے بعد یعنی تمہارا بدن گھوڑوں سے پامال ہوگا (پھر شہید کئے جاؤ گے) اور وہ شیر خوار بھی شہید ہوگا۔

طبری کی مذکورہ روایت کا تتمہ یہ ہے کہ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میدان میں بہت گرد وغبار تھا جب وہ

۱۔ وقایع الایام ص ۵۳۱

۲۔ مہیج الاحزان ص ۱۶۴

۳۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص

۴۔ ریاض الشہادۃ ج ۲ ص ۱۸۳

۵۔ کبریت احمر ج ۱ ص ۲۹۱

چھٹا تو میں نے امام حسین علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ قاسم کے سرہانے کھڑے ہوئے ہیں اور قاسم ایڑیاں رگڑ رہے ہیں۔ اس وقت امام حسین نے فرمایا ﴿بُعداً لِقوم قتلوك ومن خصمهم يوم القيامة فيك جدك ثم قال عزّ والله علىٰ عمك ان تدعوا فلا يجيبك أو يجيبك ثم لا ينفعك صوت ، والله كثر واتره وقل ناصره﴾ وہ لوگ رحمتِ خدا سے دور ہیں جنہوں نے تمہیں قتل کیا اور تمہارے جد قیامت کے دن ان کے دشمن ہوں گے۔ پھر فرمایا خدا کی قسم تمہارے چچا کے لئے بہت شاق ہے کہ تم انہیں پکارو اور وہ تمہاری مدد نہ کرسکیں آج دشمن بہت ہیں اور مددگار کم ہیں۔ پھر آپ نے قاسم کو اٹھایا اور سینے کو سینے سے لگا کر لے چلے۔ (حمید بن مسلم کہتا ہے کہ) گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ اس بچہ کے پاؤں زمین پر خط دیتے جارہے ہیں۔ میں سوچ رہا تھا کہ حسین اب کیا کرنا چاہتے ہیں۔ وہ لاشے کو لے کر اس جگہ آئے جہاں علی اکبر اور دوسرے بنی ہاشم کے لاشے تھے اور اسے وہیں رکھ دیا۔ میں نے کسی سے پوچھا کہ یہ کمسن نوجوان کون تھا؟ لوگوں نے کہا کہ قاسم بن حسن بن علی بن ابیطالب (۱)۔ پاؤں کا زمین پر خط دینا اس بات کو تقویت دیتا ہے کہ جناب قاسم کی لاش پامال ہوئی تھی اس لئے کہ چھوٹے بچہ کے جسم کا طویل ہوجانا ٹاپوں کے اثر ہی سے ممکن ہے واللہ اعلم۔ فاضل محلاتی نے فرسان الہیجا میں سنجیدہ بات کہی ہے کہ قاتل کے لاشے کی پامالی کے تذکرہ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جناب قاسم کے لاشے کو کوئی گزند و آسیب نہ پہنچا ہو۔ خیال بھی یہی ہے کہ قاتل اور جناب قاسم میں زیادہ فاصلہ نہیں تھا لہٰذا امکان ہے کہ لاش پامال ہوئی ہو جیسا کہ دیگر علماء نے لکھا ہے اور علامہ مجلسی کی جلاء العیون کا ظاہر بھی یہی ہے۔

اولادِ امام حسین

۳۰۔ علی اکبر

ابوالفرج اصفہانی کے مطابق آپ کی ولادت خلافت عثمان کے دور میں ہوئی اور فاضل سماوی کے مطابق خلافتِ عثمان کے ابتدائی دور میں ہوئی (۲)۔ فاضل مقرم کے مطابق آپ کی ولادت

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۴۱

۲۔ مقاتل الطالبین ص ۸۷، ابصار العین ص ۴۹

گیارہ (۱۱) شعبان سن ۳۴۳ ہجری میں ہوئی (۱)۔ فاضل سماوی نے سرائر ابن ادریس کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آپ نے اپنے جدّ علی بن ابیطالب سے حدیث کی روایت کی ہے۔ ابوالفرج اصفہانی نے بھی اس بات کا تذکرہ کیا ہے۔ آپ کی مادر گرامی ام لیلیٰ بنت ابومرّہ بن عروہ بن مسعود ثقفی تھیں۔

۳۱۔ عروہ بن مسعود

عروہ بن مسعود اسلام کے اکابر میں شمار ہوتے ہیں۔ اسلام لانے سے قبل ان کی اہمیت یہ تھی کہ قرآن مجید نے مشرکوں کا قول نقل کیا ہے ﴿**لولا نزل هذا القرآن على رجل من القريتين عظيم**﴾ (۲) جس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ قرآن دونوں بستیوں کے کسی عظیم انسان (عروہ بن مسعود اور ولید بن مغیرہ) پر کیوں نازل نہیں ہوا؟ اس سے عروہ بن مسعود کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ صلح حدیبیہ میں قریش کے نمائندہ بن کر رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ سن نو ہجری میں مسلمان ہوئے اور رسول اکرم ﷺ سے اجازت لے کر تبلیغ اسلام کے لئے اپنی قوم کی طرف واپس گئے اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ وہ نماز کیلئے اذان دیتے ہوئے کسی دشمن کے تیر سے شہید ہو گئے۔ جب رسول اکرم ﷺ کو ان کی شہادت کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا کہ عروہ کی مثال صاحبِ یاسین کی مثال ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو خدا کی طرف دعوت دی تھی اور قوم نے انہیں قتل کر دیا تھا۔ شرحِ شمائل محمدیہ میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے شبِ معراج عیسیٰ بن مریم کو دیکھا وہ عروہ بن مسعود ثقفی سے بہت مشابہ تھے (۳)۔ ان کے صاحب زادے ابومرّہ ہیں اور انہیں کی صاحب زادی جناب ام لیلیٰ امام حسین کی زوجہ اور جناب علی اکبر کی والدہ ہیں۔

ایک دن امیر شام معاویہ بن ابوسفیان نے اپنے درباریوں سے پوچھا کہ بتلاؤ آج اس خلافت کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ آپ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ اس امرِ خلافت کے سب

۱۔ مقتل مقرم ص ۲۵۵

۲۔ سورۂ زخرف ۳۰

۳۔ نفس المہموم ص ۱۶۳۔۱۶۴

سے زیادہ حقدار علی بن الحسین ہیں۔ ان کے جد رسول اللہ ہیں۔ ان میں بنی ہاشم کی شجاعت ہے، بنی امیہ کی سخاوت ہے اور بنی ثقیف کا حسن و جمال ہے(۱)۔ امیر شام اس بیان سے بنی امیہ کے لئے ایک اچھی صفت (سخاوت) تراشنا چاہتے تھے جس کا تاریخوں میں کہیں نام ونشان نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہی اپنا یہ عقیدہ بھی بتلانا چاہتے تھے کہ خلافت نصّی نہیں ہے بلکہ اوصاف حمیدہ پر عوام کی طرف سے تفویض ہوتی ہے۔ اس سے جناب علی اکبر کی نیک نامی اور اوصافِ حمیدہ کی شہرتِ عام کا اندازہ ہوتا ہے۔

حُلیہ

قرآن مجید میں ارشاد ہے ﴿یصورکم فی الارحام کیف یشاء﴾ (۲) اللہ ماؤں کے ارحام میں جیسی چاہتا ہے تم لوگوں کی تصویر کشی کرتا ہے۔ انسانوں کی شکل وصورت اس کی مشیّت کے تحت ہے۔ اسی مشیت کے تحت امام حسن علیہ السلام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نصفِ جسم سے مشابہ تھے اور نصفِ جسم سے امام حسین مشابہ تھے اور اسی مشیت کے تحت جناب علی اکبر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سر سے پاؤں تک مشابہ تھے۔ جنگ کربلا کی تفصیلات لکھنے والوں نے یہ لکھا ہے کہ فوج یزید کے سپاہی آپ کا سامنا کرنے سے کتراتے تھے۔ اگر یہ آپ کی بے مثل شجاعت پر دلیل ہے تو اس بات کی بھی دلیل ہے کہ شبیہِ رسول ہونے کی دہشت بھی ان کے دلوں پر طاری تھی۔

ہنگامِ شہادت

بعض علماء و مؤرخین کا خیال ہے کہ آپ کی شہادت عبداللہ بن مسلم بن عقیل کے بعد ہے۔ ان میں شیخ صدوق (۳) ہیں۔ ابن شہر آشوب مازندرانی ہیں جنہوں نے لکھا ہے کہ بنی ہاشم کے پہلے شہید عبداللہ بن مسلم ہیں (۴)۔ شیخ جعفر ابن نما ہیں، جنہوں نے تحریر کیا ہے کہ جب خاندانِ بنی ہاشم کے قلیل

۱۔ مقاتل الطالبیین ص ۸۶

۲۔ سورۂ آل عمران

۳۔ ترتیب الامالی ج ۵ ص ۲۰۵

۴۔ مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۱۱۴

افراد باقی بچے تو اُس وقت جناب علی اکبر میدان میں تشریف لے گئے (۱)۔ صاحب ناسخ التواریخ (۲) نے تحریر کیا ہے کہ جب علی اکبر نے اہلِ خاندان کو مقتول اور باپ کو یکّہ وتنہا دیکھا تو صبر نہ کرسکے اور اجازت کے طالب ہوئے۔ مرحوم عبدالخالق یزدی نے جنابِ قاسم اور جناب ابوالفضل کی شہادت کے بعد آپ کی شہادت معیّن کی ہے (۳)۔ ان کے علاوہ بھی مؤرخین اور اربابِ مقاتل کی ایک بڑی تعداد جناب علی اکبر کو اوّلِ شہید قرار نہیں دیتی۔

دوسری طرف مؤرخین کی ایک بڑی تعداد آپ کو اوّل شہید قرار دیتی ہے۔ مورخ طبری، تاریخ کامل بن اثیر، ابوالفرج اصفہانی، شیخ مفید اور بکثرت علماء اس کے قائل ہیں (۴)۔ ہمارے علماء اس کی تائید میں زیارت ناحیہ کا یہ سلام پیش کرتے ہیں۔ ﴿السلام علیك یا اوّل قتیل من نسل خیر سلیل من سُلالة ابراهیم الخلیل﴾ اے ابراہیم خلیل اللہ کے خاندان کے بہترین فرزند کی نسل کے پہلے شہید! آپ پر سلام ہو۔ اس جملہ کے تذکرہ پر والدِ ماجد مولانا محمد مصطفیٰ جوہر رضوان اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اس جملۂ مبارکہ کا یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ کربلا کے میدان میں ''خیرِ سلیل'' امام حسین علیہ السلام تھے اور جناب علی اکبر ان کی نسل کے پہلے شہید ہیں۔ اس جملہ سے بنی ہاشم کا پہلا شہید ہونا بطورِ قطع ثابت نہیں ہوتا۔ بہرحال اکثریت کی رائے کے مطابق آپ بنی ہاشم کے پہلے شہید ہیں۔

روایات کے مطالعہ سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ جب شہزادے نے امام حسین علیہ السلام کی تنہائی اور بے کسی دیکھی تو جنگ کا ارادہ کرکے باپ کی خدمت میں اجازت طلب کرنے کیلئے حاضر ہوئے۔ بعض مقاتل میں یہ بھی ہے کہ جب اہلحرم کو اطلاع ہوئی کہ اکبر جنگ کی اجازت مانگ رہے ہیں تو رشتہ دار خواتین نے اکبر کو حلقۂ ماتم میں لے لیا اور کہنا شروع کیا کہ ہماری غربت پر رحم کرو اور جانے میں جلدی نہ کرو۔ تمہاری جدائی ہم پر بہت شاق ہے (۵)۔ سپہر کاشانی تحریر فرماتے ہیں کہ اصرارِ شدید پر جب اجازت حاصل کرلی تو فرداً فرداً

۱۔ مثیر الاحزان ص ۱۰۲

۲۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۴۹

۳۔ مصائب المعصومین ص ۲۰۵ مخطوطہ سن ۱۲۴۱ ہجری

۴۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۴۰، تاریخ کامل بن اثیر ج ۴ ص ۳۰، مقاتل الطالبیین ص ۸۶، ارشاد مفید ج ۲ ص ۱۰۶

۵۔ مہیج الاحزان ص ۲۰۸

خواتینِ عصمت وطہارت سے رخصت ہوئے۔اس وقت ﴿وامحمّداہ﴾ کی صدائیں بلند تھیں۔ پھر روضۃ الاحباب کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں سے جناب علی اکبر کو سلاح جنگ سے آراستہ کیا۔ زرہ اور خود پہنایا اور امیر المومنین علیہ السلام کے تبرکات میں سے چمڑے کا ایک کمر بند آپ کی کمر پر باندھا اور عقاب نامی گھوڑا عطا فرمایا(۱)۔ جب رخصت ہوئے تو امام حسین علیہ السلام نے مایوسی کی نگاہ سے ان کی طرف دیکھا اور گریہ فرمایا پھر اپنی ریشِ مبارک (یا انگشت شہادت) کو آسمان کی طرف بلند کر کے فرمایا اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کی ﴿اللھم اشھد علیٰ ھؤلآ القوم لقد برز الیھم غلام اشبہ الناس خلقا و خلقا و منطقا برسولک، کنا اذا اشتقنا الیٰ نبیک نظرنا الیٰ وجھہ، اللھم امنعھم برکات الارض وفرّقھم تفریقا، ومزّقھم تمزیقا، واجعلھم طرائق قددا، ولا ترض الولاۃ عنھم ابدا فانھم دعونا لینصرونا ثم عدوا علینا یقاتلوننا ﴾(۲) بارالہا! تو اس قوم پر گواہ رہ کہ وہ نوجوان ان سے جنگ کیلئے جا رہا ہے جو سارے انسانوں میں تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خلقت میں، اخلاق اور گفتار میں سب سے زیادہ مشابہہ ہے۔ ہم جب بھی تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے خواہاں ہوتے تھے اس (نوجوان) کے چہرے کو دیکھ لیا کرتے تھے۔ بارالہا! زمین کی برکتوں کو ان لوگوں سے روک لے، انہیں منتشر اور پراگندہ کردے اور ان کے راستوں کو متفرق کردے اور حکمرانوں کو کبھی ان سے راضی نہ رکھ اس لئے کہ انہوں نے ہمیں اس لئے دعوت دی تھی کہ ہماری مدد کریں پھر یہ ہم پر حملہ آور ہو کر ہم سے جنگ کرنے لگے۔

توضیح

امام حسین علیہ السلام کے ان مختصر سے جملوں سے ہم پر چند امور کا انکشاف ہوتا ہے۔

۱۔ ہمیں عاشور کے دن دو گواہیاں ملتی ہیں۔ ابن سعد نے لشکر والوں کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ گواہ رہنا کہ پہلا تیر حسین کی طرف پھینک رہا ہوں اور امام حسین علیہ السلام نے جناب علی اکبر کے سلسلہ میں خدا کو گواہ بنایا ہے۔

۲۔ امام حسین علیہ السلام نے جناب علی اکبر کے لئے غلام کا لفظ استعمال کیا ہے جو نوجوان کے لئے استعمال ہوتا

۱۔ ناسخ التواریخ ج۲ ص۳۵۰

۲۔ بحار الانوار ج۴۵ ص۴۲۔۴۳ لہوف مترجم ص۱۳۰

ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کربلا میں اٹھارہ یا انیس سال کے نوجوان تھے جیسا کہ شیخ مفید اور ابن شہرآشوب کا خیال ہے۔ خود جناب علی اکبر نے اپنے رجز میں اپنے آپ کو غلامِ ہاشمی فرمایا ہے یا یہ کہ لفظِ غلام مجازاً استعمال ہوا ہو۔ آپ کی عمرِ مبارک پر مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔

۳۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خُلق خلق عظیم ہے (۱) اور آپ نطق وحیِ الٰہی ہے (۲) اور جناب علی اکبر ان دونوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ ترین ہیں۔ کیا قول وعمل کی اس مشابہت کا نام عصمت نہیں ہے؟

۴۔ اگر اصل کی زیارت نہ ہو سکے تو شبیہ کی زیارت کرنا سیرتِ سید الشہداء میں شامل ہے۔

۵۔ بددعا کے دن سے آج تک کے کوفہ کے حالات گواہ ہیں کہ زبان معصوم سے نکلے ہوئے الفاظ کی تاثیر کیا ہوتی ہے۔

پھر آپ نے ابن سعد کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا ﴿یا بن سعد مالك قطع اللّٰہ رحمك ولا بارك اللّٰہ لك فی امرك وسلط اللّٰہ علیك من یذبحك بعدی علٰی فراشك كما قطعت رحمی ولم تحفظ قرابتی من رسول اللّٰہ﴾ (۳) اے ابن سعد تجھے کیا ہو گیا ہے۔ اللہ تیرے رحم کو قطع کرے اور اللہ تجھے تیرے کام میں برکت نہ دے۔ اور اللہ تجھ پر کسی کو مسلط کرے جو تجھے تیرے بستر پر قتل کر دے اس لئے کہ تو نے میرے ساتھ قطع رحم کیا اور تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میری قرابت کا خیال نہیں رکھا۔

پھر آپ نے آیہ مبارکہ کی تلاوت فرمائی ﴿ان اللّٰہ اصطفٰی آدم ونوحا و آل ابراھیم و آل عمران علی العالمین ذریۃ بعضھا من بعض واللّٰہ سمیع علیم﴾ (۴) اللہ نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو جہانوں پر منتخب کیا اور ذریت میں بعض کو بعض پر برتری دی اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

۱۔ سورۂ ن والقلم
۲۔ سورۂ نجم
۳۔ بحارالانوار ج۴۵ ص۴۳
۴۔ سورۂ آل عمران ۳۴۔۳۵

جناب علی اکبر میدان میں آئے اور رجز پڑھا

انا علی بن الحسین بن علی نحن و بیت اللّٰہ اولٰی بالنبی
اما ترون کیف احمی عن ابی واللّٰہ لا یحکم فینا ابن الدعی
اطعنکم بالرمح حتّٰی ینثنی اضربکم بالسیف احمی عن ابی
ضرب غلام ہاشمیّ علوی (۱)

میں علی ہوں حسین بن علی کا بیٹا ، اللہ کے گھر کی قسم ہم لوگ نبی کے قریب ترین ہیں۔
کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ میں کیسے اپنے باپ کی حمایت کررہا ہوں ، خدا کی قسم بدنسب ہمارے درمیان حکومت نہیں کرسکتا۔
میں تم پر نیزہ سے حملہ کروں گا کہ وہ کارگر ہوگا اور اپنے باپ کی حمایت ونصرت میں تلوار کی ضرب لگاؤں گا۔
یہ ضرب ایک ہاشمی اور علوی نوجوان کی ہوگی۔

رجز پڑھنے کے بعد آپ نے مبارزطلبی فرمائی۔ علامہ دربندی کے مطابق آپ بار بار رجز پڑھ رہے تھے لیکن فوج میں سے کوئی نکلنے پر آمادہ نہ تھا۔ ابن سعد نے ایک سردار طارق بن زیاد کو بلا کر کہا کہ تم نے اب تک ابن زیاد سے بہت کچھ کمایا ہے اب وہ وقت ہے کہ تم حقِ نمک ادا کرو اور علی اکبر کو قتل کرکے اپنے امیر کی خدمت انجام دو۔ طارق نے جواب میں کہا کہ تم نے حسین سے جنگ کرنے کے بدلہ رے کی حکومت کا پروانہ لیا ہے تو اب تم خود علی اکبر کے مقابلہ پر جاؤ ورنہ مجھے قول دو کہ جنگ کے بعد تم ابن زیاد سے مجھے موصل کی حکومت دلواؤ گے۔ ابن سعد نے وعدہ کیا اس کے بعد طارق میدان میں آیا۔ جناب علی اکبر نے اس کے آتے ہی اس پر تلوار کی ایسی شدید ضرب لگائی کہ وہ ہلاک ہوگیا۔ اس کے بھائی جوش انتقام میں بھرے ہوئے میدان میں آئے اور یکے بعد از دیگرے ہلاک ہوئے۔ پھر اس کا بیٹا میدان میں آیا اور وہ بھی ہلاک ہوا۔ اس حملہ میں کئی نامی پہلوان قتل ہوئے۔ (۲)

جب فوج کے دستوں نے حملہ کیا تو جناب علی اکبر نے پوری طاقت سے ان سے جنگ لڑنی شروع

۱۔ بحارالانوار ج۴۵ ص۴۳

۲۔ اسرار الشہادۃ ۳۶۹

کی اور ایک کثیر تعداد کو ہلاک کر دیا۔ مقاتل کے مطابق پیاس کی شدت کے باوجود آپ نے ایک سو بیس (۱۲۰) افراد کو قتل کیا۔ پھر زخموں سے چورا پنے خیموں کی طرف واپس آئے اور امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئے ﴿یا ابه العطش قد قتلنی وثقل الحدید اجهدنی فهل الٰی شربة من الماء سبیل اتقوی بها علٰی الاعداء ﴾ بابا پیاس مجھے مارے ڈالتی ہے اور ہتھیاروں کی گرانی نے مجھے سختی میں ڈال دیا ہے تو کیا تھوڑے سے پانی کی کوئی سبیل ہے جس سے میں دشمنوں کے خلاف قوت حاصل کروں؟ اس پر امام حسین علیہ السلام نے گریہ فرمایا پھر ارشاد کیا ﴿یا بنی یعزّ علٰی محمدٍ وعلٰی علیّ بن ابیطالب وعلیّ ان تدعوهم فلا یجیبوك وتستغیث بهم فلا یغیثوك یا بنیّ هات لسانك ﴾(۱) بیٹے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی ابن ابیطالب پر اور مجھ پر یہ بات بہت گراں ہے کہ تم مدد کے لئے انہیں پکارو اور وہ تمہاری مدد نہ کر سکیں۔ اپنی زبان لاؤ۔ جناب علی اکبر نے اپنی زبان امام حسین علیہ السلام کی زبان سے متصل کی۔ پھر امام حسین علیہ السلام نے اپنی انگوٹھی علی اکبر کو دی اور فرمایا ﴿أمسکه فی فیك وارجع الٰی قتال عدوّك فانی أرجو أنك لا تمسی حتّٰی یسقیك جدّك بکاسه ألا وفی شربة لا تظمأ بعدها ابداً ﴾(۲) اس انگوٹھی کو منہ میں رکھو اور اپنے دشمن سے جنگ کے لئے واپس جاؤ۔ امید ہے کہ دن کے ختم ہونے سے پہلے تمہارے جد (رسول اللہ) تمہیں ایسا جام پلائیں گے کہ پھر تمہیں کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ دوسری روایت کے مطابق فرمایا ﴿واغوثاه یا بنی قاتل قلیلا فما اسرع ما تلقی جدك فیسقیك بکاسه الاوفٰی شربة لا تظماء بعدها ابداً﴾(۳)۔ ہائے غریبی، بیٹے! تھوڑی جنگ اور کرو جلدی تمہاری ملاقات تمہارے جد سے ہو جائے گی اور وہ تمہیں ایسا پانی پلائیں گے کہ پھر کبھی پیاس نہیں لگے گی۔

دوبارہ حملہ

علی اکبر دوبارہ میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا

۱۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۴۳

۲۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۴۳، مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۳۵

۳۔ نفس المہموم ص ۱۶۴

انا علیؑ لا اقول کذبا   اتبع جدیؐ المصطفٰی المھذبا

اضربکم بالسیف ضربا معجبا   ضرب غلام لا یرید الھربا

میں علی ہوں اور غلط نہیں کہتا ہوں ، میں اپنے جد برگزیدہ و پاکیزہ کی پیروی کرتا ہوں۔

میں حیران کن ضربیں لگاؤں گا ، اس نوجوان کی طرح جو میدان چھوڑنے کا ہرگز ارادہ نہیں رکھتا۔

پھر آپ نے حملہ فرمایا اور اکاسی افراد کو ہلاک کیا۔(۱)

مقتل عوالم اور بحار الانوار کے مطابق آپ جب میدان میں آئے تو یہ رجز پڑھا

الحرب قد بانت لها الحقائق   وظهرت من بعدها مصادق

واللّٰه رب العرش لا نفارق   جموعكم أو تغمد البوارق (۲)

آج کی جنگ کے حقائق تو واضح ہوگئے اور آج کے بعد کئے جانے والے دعوے بھی واضح ہوں گے۔

خدائے رب العرش کی قسم کہ ہم تم لوگوں کو نہیں چھوڑیں گے اور تلوار کی دھار پر رکھ لیں گے۔

آپ نے اپنی جنگ میں دوسو افراد کو قتل کیا۔ فرسان الہیجاء میں روضۃ الصفا کے حوالہ سے مذکور ہے کہ آپ نے فوج یزید پر بارہ حملے کیے۔

ابوالفرج اصفہانی کے مطابق آپ حملوں پر حملے کر رہے تھے (۳) اور شیخ مفید کے مطابق آپ مسلسل حملے کرر ہے تھے اور فوج کے پرے آپ کو قتل کرنے سے بچ رہے تھے کہ منقذ بن مرّہ عبدی نے کہا کہ اگر یہ جوان میری طرف سے گزرے اور میں اس جوان کا زخم اس کے باپ کے دل پر نہ لگاؤں تو سارے عرب کا گناہ میری گردن پر ہے۔ حملہ کرتے ہوئے آپ جیسے ہی قریب آئے اس نے آپ پر نیزہ کا وار کیا۔ اور اس کے اثر سے آپ زمین پر تشریف لائے اور فوجیوں نے آپ کو اپنی تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا (۴)۔ مقتل عوالم کی روایت میں ہے کہ مرّہ بن منقذ نے آپ کے سرِ مبارک پر تلوار کی ضرب لگائی جس سے آپ

۱۔ اسرار الشہادۃ ص ۳۶۹

۲۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۴۳

۳۔ نفس المھموم ص ۱۶۵

۴۔ ارشاد مفید ج ۲ ص ۱۰۶

بے حال ہو گئے اور لوگوں نے آپ پر تلواریں مارنی شروع کیں۔ اس وقت آپ نے اپنے گھوڑے کی گردن میں بانہیں ڈال دیں اور گھوڑا سپاہیوں کے انبوہ میں داخل ہو گیا۔ سپاہیوں نے اپنی تلواروں سے آپ کے جسدِ مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا(۱)۔ آپ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور امام حسین علیہ السلام کو آواز دی ﴿**یا اباه عليك منى السلام هذا جدى محمد المصطفٰى وهذا جدّى على المرتضى وهذه جدتى خديجة الكبرىٰ وهذه جدتى فاطمة الزهراء وهم اليك مشتاقون ۔ يا ابتاه هذا جدى رسول اللّٰه صلى الله عليه وآله قد سقانى بكاسه الاوفٰى شربة لا أظمأ بعدها وهو يقول العجل العجل فان لك كاسا مذخورة حتّى تشربها الساعة**﴾ بابا آپ پر میرا سلام ہو۔ یہ میرے جد رسول اللہ اور علی مرتضیٰ ہیں اور یہ میری جدہ خدیجہ کبریٰ اور فاطمہ زہرا ہیں۔ یہ سب آپ کی ملاقات کے منتظر ہیں۔ بابا! میرے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایسا سیراب فرمایا ہے کہ اب مجھے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ وہ فرما رہے ہیں کہ جلدی کرو جلدی کرو تمہارے لئے بھی ایک ظرفِ آب ہے جسے تم ابھی پیو گے۔

امام حسین علیہ السلام علی اکبر کو ڈھونڈتے چلے اور پکارتے چلے یا علی یا علی۔ اتنے میں آپ کی نگاہ عقاب پر پڑی۔ آپ اس کے ذریعہ علی اکبر کی لاش پر پہنچے (۲) گھوڑے سے اترے۔ علی اکبر کے سر کو خاک سے اٹھا کر اپنے زانو پر رکھا (۳)۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے پوچھا بیٹے مقتل کی زمین تجھے کیسی لگی؟ علی اکبر نے جواب دیا کہ بابا یہ بہترین جگہ ہے۔ یہاں میری اپنے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوئی ہے۔(۴)

حمید بن مسلم کے مطابق امام حسین علیہ السلام نے جناب علی اکبر کو مخاطب کیا کہ ﴿**يا بنى قتل الله قوما قتلوك ، يا بنىّ ما أجرهم على الرحمٰن و علٰى انتهاك حرمة الرسول علٰى الدنيا**

۱۔ مقتل عوالم ج ۱۷ ص ۲۸۲

۲۔ روضۃ الشہداء ص ۳۴۱

۳۔ ریاض القدس ج ۲ ص ۳۹

۴۔ اسرار الشہادۃ ص ۳۷۰

بعدك العفاء ﴾(۱) بیٹے! اللہ اس گروہ کو قتل کرے جس نے تجھے قتل کیا۔ بیٹے! یہ لوگ خدائے رحمان کی نافرمانی اور رسول کی ہتک حرمت میں کتنے جری ہیں۔ علی اکبر! تیرے بعد خاک ہے اس دنیا پر۔ بعض روایتوں میں یہ اضافہ بھی ہے کہ فرمایا ﴿یا بنی امّا انت فقد استرحت من الدنیا وضیمها وصرت الٰی روح و ریحان وبقی ابوك فما اسرع لحوقه بك ﴾(۲) علی اکبر تمہارے بعد خاک ہے زندگانی دنیا پر۔ لیکن میرے بیٹے تم اس دنیا کے ہم و غم سے نجات پا گئے اور حیاتِ جاودانی کی نعمتوں کی طرف چلے گئے اور تمہارا باپ رہ گیا لیکن وہ بھی جلد ہی تم سے ملحق ہوگا۔

حمید بن مسلم کی بیان شدہ روایت کا تسلسل یہ ہے کہ وہ بیان کرتا ہے کہ ایک بی بی چمکتے ہوئے سورج کی طرح باہر نکلی۔ وہ آواز دے رہی تھی ﴿یا اُخیّاہ ویا ابن اخاہ﴾ میں نے کسی سے پوچھا کہ یہ بی بی کون ہے؟ جواب ملا کہ یہ زینب بنت فاطمہ بنت رسول اللہ ہیں۔ وہ بی بی آ کر اکبر پر جھک گئی۔ حسین نے آ کر اس بی بی کا ہاتھ تھاما اور خیمہ کی طرف واپس لے گئے۔ پھر حسین بیٹے کی لاش پر آئے اور بنی ہاشم کے کچھ جوان بھی آ گئے۔ حسین نے ان سے کہا اپنے بھائی کا لاشہ اٹھاؤ۔ جوانوں نے لاشے کو اٹھا کر اس خیمہ میں رکھ دیا جس کے سامنے جنگ ہو رہی تھی (۳)۔

ابومخنف کا بیان ہے کہ جناب علی اکبر کی شہادت پر خواتینِ عصمت وطہارت کی صدائے گریہ وزاری بلند ہوئی تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ خاموش ہو جاؤ۔ ابھی اس کے مواقع بہت آئیں گے (۴)۔ فاضل مقرم کے مطابق امام حسین علیہ السلام جناب علی اکبر کے لاشے پر آ کر جھک گئے اور اپنا رخسارہ ان کے رخسارے پر رکھ کر ان سے فرمانے لگے۔ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام کے وہی جملے ہیں جو حمید بن مسلم کی روایت میں گزر چکے۔ پھر ان کے خون مطہر کو اپنے چلّو میں لیا اور آسمان کی طرف پھینکا۔ اس میں سے ایک قطرہ بھی واپس زمین کی طرف نہیں آیا۔ بحوالۂ زیارت جناب علی اکبر کامل الزیارات۔ (۵)

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۴۰۔۳۴۱

۲۔ اسرار الشہادۃ ص ۱۸۵

۳۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۴۱

۴۔ مقتل ابومخنف ص ۱۲۸

۵۔ مقتل مقرم ص ۲۶۰

جناب سکینہ باپ کے سامنے آئیں اور پوچھا کہ آپ کا حال اتنا متغیر کیوں ہے؟ میرے بھائی کیا ہوئے؟ ﴿این اخی علی قال قتلوا الامام فنادت وا اخاہ وامھجة قلباہ قال الحسین یا سکینة اتقی اللّٰہ واستعملی الصبر قالت یا ابتاہ کیف تصبر من قتل اخوھا و شرد ابوھا فقال انا للّٰہ وانا الیہ راجعون﴾ میرے بھیا کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا بدجنسوں نے انہیں قتل کر دیا۔ سکینہ نے یہ سنتے ہی فریاد کی کہ ہائے میرا بھائی۔ اس پر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ سکینہ خدا کا تقویٰ برقرار رکھو اور صبر کرتی رہو۔ سکینہ نے کہا بابا وہ کیسے صبر کرے جس کا بھائی قتل ہو جائے اور باپ غریب اور بے یاور ہو۔ آپ نے جواب میں ﴿انا للّٰہ وانا الیہ راجعون﴾ فرمایا۔(۱)

استغاثہ

علامہ مجلسی کے مطابق جب امام حسین علیہ السلام کے رشتہ دار اور بیٹے شہید ہو گئے اور عورتوں اور بچوں کے علاوہ کوئی نہ بچا تو آپ نے استغاثہ کی آواز بلند کی ﴿ھل من ذابّ یذبّ عن حرم رسول اللّٰہ؟ ھل من مؤحد یخاف اللّٰہ فینا؟ ھل من مغیث یرجو اللّٰہ فی اغاثتنا؟﴾ ہے کوئی ایسا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم سے دشمنوں کو دفع کرے؟ ہے کوئی توحید پرست جو ہمارے بارے میں اللہ کا خوف کرے؟ ہے کوئی ایسا ہماری بات سننے والا جو ہماری مدد کر کے اللہ کا تقرب چاہتا ہو؟ ان جملوں کو سن کر اہلحرم میں گریہ وزاری کی صدائیں بلند ہو گئیں۔(۲)

خوارزمی کے مطابق جب حسین کے پاس عورتوں، بچوں اور ایک بیمار بیٹے کے علاوہ کوئی نہ بچا تو آپ نے استغاثہ کیا۔ ﴿ھل من ذابّ یذب عن حرم رسول اللّٰہ؟ ھل من موحّد یخاف اللّٰہ فینا؟ ھل من مغیث یرجواللّٰہ فی اغاثتنا؟ ھل من معین یرجو ما عنداللّٰہ فی اعانتنا؟﴾ ہے کوئی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلحرم سے دشمنوں کو دفع کرے؟ ہے کوئی اللہ کا ماننے والا جو ہمارے بارے میں اللہ کا خوف کرے؟ ہے کوئی ہمارے استغاثہ پر لبیک کہنے والا جو اللہ کی رضا کا طالب ہو؟ ہے کوئی ایسا

۱۔ الدمعة الساکبة ۳۰۳

۲۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۴۷

مددگار جو اس ثواب کا خواہشمند ہو جو ہماری مدد کرنے پر ملے گا؟ اس پر اہلحرم کے گریہ و نوحہ کی آوازیں بلند ہوئیں۔(۱)

صاحب دمعۃ الساکبہ لکھتے ہیں کہ جب حسین کے رشتہ دار بھائی اور بیٹے شہید ہو گئے تو آپ نے داہنے اور بائیں نگاہ کی۔ جب کسی کو نہ پایا تو آسمان کی طرف سر کو بلند کر کے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ ﴿اللهم انك ترىٰ ما يُصنع بولد نبيّك﴾ بارالہا! جو تیرے نبی کے بیٹے کے ساتھ ہو رہا ہے وہ تو دیکھ رہا ہے۔ پھر آپ نے صدائے استغاثہ بلند کی ﴿هل من راحم يرحم آل الرسول المختار؟ هل من ناصر ينصر الذرّية الأطهار؟ هل من مجير لأبناء البتول؟ هل من ذاب يذب عن حرم الرسول؟ هل من موحد يخاف الله فينا؟ هل من مغيث يرجو الله في إغاثتنا؟﴾ اس پر عورتوں کی صدائے گریہ و زاری بلند ہوئی۔(۲)

استغاثہ پر لبیک

صاحبانِ معرفت کا خیال ہے کہ امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ استغاثہ اگرچہ کربلا کے میدان میں بلند ہوا لیکن وارث رسول ہونے کے سبب ان کی آواز ہر اُس مقام تک گئی جو ان کے دائرۂ اطاعت میں تھا۔ اس کے علاوہ استغاثہ کے جملوں میں طلبِ نصرت کا دائرہ بھی بہت عام اور بہت وسیع ہے لہٰذا استغاثہ کے بعد کائنات کے سارے عوالم سے لبیک کی صدا بلند ہوئی اور اس کے شواہد کتب احادیث و مقاتل میں مل جاتے ہیں۔ لیکن آپ نے نصرت قبول کرنے پر شہادت کو ترجیح دی۔ اس سے یہ کشف ہوتا ہے کہ آپ کا استغاثہ بدجنس اور بدعقیدہ دشمنوں کے لئے اتمام حجت تھا۔

فرشتوں کا نزول

ابان بن تغلب نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ چار ہزار فرشتے خدمت میں آئے اور جنگ کی اجازت مانگی لیکن آپ نے اجازت نہیں دی۔ وہ پلٹ گئے پھر دوبارہ اس وقت

۱۔ مقتل خوارزمی ج۲ ص۳۶

۲۔ الدمعۃ الساکبہ ص۳۰۴

نازل ہوئے جب آپ شہید ہو چکے تھے۔ پھر خدا سے اذن مانگ کر قیامت تک کے لئے آپ کے جوار میں ساکن ہو گئے۔(۱)

جنوں کی آمد

جنوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ ہم آپ کے دوست ہیں۔ اگر کوئی حکم ہو تو ارشاد فرمائیں اور اگر اجازت ہو تو ہم دشمنوں کو ہلاک کر دیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے جد کے حکم کا پابند ہوں۔ انہوں نے مجھے فرمایا ہے کہ میں شہید ہو جاؤں اور فرمایا کہ اللہ چاہتا ہے کہ تمہیں خاک و خون میں غلطاں دیکھے اور اہلحرم کو اسیر دیکھے۔ لہٰذا میں صبر کر رہا ہوں تا کہ اللہ کی خواہش پوری ہو جائے۔(۲)

شہداء سے خطاب

بعض مقاتل کے مطابق جب دشمنوں نے استغاثہ سے کوئی اثر نہ لیا تو آپ نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کیا۔ سپہر کاشانی تحریر فرماتے ہیں کہ سید الشہداء نے داہنے بائیں دیکھا۔ اصحاب کے لاشے دیکھے اور اقرباء کے لاشوں پر نگاہ ڈالی اور انہیں آواز دی ﴿یا مسلم بن عقیل و یا هانی بن عروة ویا حبیب بن مظاهر ویا زهیر بن القین ویا یزید بن مظاهر و یا یحییٰ بن کثیر ویا هلال بن نافع ویا ابراهیم بن الحصین ویا عمیر ابن المطاع ویا اسد الکلبی ویا عبدالله بن عقیل ویا مسلم بن عوسجة ویا دائود بن الطرماح ویا حرّ الریاحی ویا علی بن الحسین ویا ابطال الصفا و یا فرسان الهیجاء مالی أنادیکم فلا تجیبونی وادعوکم فلا تسمعونی ۔ أنتم نیام أرجوکم تنتبهون أم حالت مودتکم عن امامکم فلا تنصرونه ۔ فهذه نساء الرسول لفقدکم قد علاهّن النحول فقوموا من نومتکم ایّها الکرام وادفعوا عن حرم الرسول الطغاة اللئام ولکن صرعکم والله ریب المنون وغدر بکم الدهر الخئون و اِلّا لما کنتم عن دعوتی تقصرون ولا عن نصرتی تحتجبون ۔

۱۔ معالی السبطین ج۲ص ۱۷ بحوالۂ امالی صدوق

۲۔ معالی السبطین ج۲ص ۱۷ بحوالۂ امالی صدوق

فها نحن عليكم مفتجعون وبكم لا حقون ۔ فانا لله وانا اليه راجعون﴾(۱)

شہداء کا نام پکارنے کے بعد فرمایا کہ اے شجاعانِ روزگار اور اے شہسواران کارزار! کیا بات ہے کہ میں تمہیں پکار رہا ہوں اور تم جواب نہیں دیتے۔ میں تمہیں بلا رہا ہوں اور تم لبیک نہیں کہتے؟ کیا تم سو رہے ہو؟ مجھے امید ہے کہ تم بیدار ہو اور بیدار رہو گے۔ کیا اپنے امام سے تمہاری مودّت ہٹ گئی ہے جو مدد نہیں کر رہے ہو؟ یہ خاندانِ رسول کی بی بیاں تمہارے نہ ہونے سے رنج والم میں مبتلا ہیں۔ اے گرامی لوگو! نیند سے اٹھو اور سرکش اور پست فطرت لوگوں سے حرمِ رسول کا دفاع کرو۔ لیکن تمہیں موت کے ہاتھوں نے پچھاڑ دیا اور خائن زمانے نے تمہارے ساتھ دھوکہ کیا ورنہ تم ہمارے بلانے پر کوتاہی نہ کرتے اور ہماری مدد سے باز نہ رہتے۔ اب ہم تمہارے لئے رنجیدہ اور غمگین ہیں اور تم سے (عنقریب) ملحق ہونے والے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس کے بعد سید الشہداء نے تین اشعار پڑھے جو ناسخ التواریخ میں مذکور ہیں۔ ناسخ کے اس متن میں خصوصیت کے ساتھ ناموں میں تصحیف اور سہوِ کتابت نمایاں ہے جن پر بحث کا یہ موقع نہیں ہے۔ اس کے باوجود اس خطاب کا تاثر اور اس میں پوری انسانیت کو دیا جانے والا (نصرتِ مظلوم) کا پیغام نمایاں طریقے سے آشکار ہے۔

سیّد سجاد

علامہ مجلسی نے صدائے استغاثہ سے قبل سید سجاد کے واقعہ کو نقل کیا ہے لیکن دیگر مورخین نے لکھا ہے کہ صدائے استغاثہ کے بعد جب کہ سید سجاد اس وقت اتنے کمزور اور ناتوان تھے کہ تلوار اٹھانے کی صلاحیت نہ تھی۔ اس کے باوجود ایک تلوار لے کر افتاں وخیزاں لڑکھڑاتے ہوئے مقتل کی طرف روانہ ہوئے۔ جناب امّ کلثوم نے انہیں آواز دی کہ بیٹے واپس آؤ۔ سید سجاد نے جواب دیا کہ پھوپھی امّاں! مجھے چھوڑ دیں۔ مجھے رسول کے بیٹے کیلئے جہاد کرنا ہے۔ اس وقت امام حسین علیہ السلام نے پکار کے کہا کہ ﴿یا أم کلثوم خذیه لئلّا تبقی الأرض خالیة من نسل آل محمد﴾ ام کلثوم! سید سجاد کو روک لو تا کہ زمین آل محمد

۱۔ ناسخ التواریخ ج۲ص ۳۷۷

کی نسل سے خالی نہ ہو جائے (۱)۔ ایک روایت کے مطابق جب حسین نے سید سجاد کو آتے ہوئے دیکھا تو تیزی سے سجاد کے پاس آئے اور انہیں خیمہ میں واپس لے گئے اور پوچھا کہ بیٹے تم کیا کرنا چاہتے ہو؟ تو جواب دیا کہ بابا آپ کے استغاثہ نے میرا دل ٹکڑے کر دیا ہے۔ میں آپ پر قربان ہونا چاہتا ہوں۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ تم بیمار ہو اور تم سے جہاد ساقط ہے۔ تم حجت ہو اور ہمارے چاہنے والوں کے امام ہو۔ ابوالائمہ ہو۔ تمہیں اہلحرم کو واپس مدینہ لے جانا ہے۔ سید سجاد نے عرض کی کہ بابا یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ قتل ہوں اور میں دیکھتا رہوں۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ تم میرے بعد خلیفہ ہو اور اب وجد کے علوم کے محافظ ہو (بقدر ضرورت)۔ (۲)

مجلسی، خوارزمی اور دیگر مورخین کے بیانات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ استغاثہ کے بعد جناب سید سجاد کا جہاد کے لئے نکلنا اور جناب علی اصغر کی شہادت (تقدیم و تاخیر کے ساتھ) ایک ہی ظرفِ زمان کے واقعات ہیں۔

۳۱۔ جنابِ علی اصغر

ابن طاؤس تحریر فرماتے ہیں کہ جب امام مظلوم نے اپنے عزیز و احباب اور انصار و اصحاب کو خاک پر پڑا دیکھا تو گروہ غدار سے لڑنا چاہا اور بآوازِ بلند صدا دی ﴿**هل من ذاب يذبّ عن حرم رسول الله هل من موحد يخاف الله فينا هل من مغيث يرجوا الله باغاثتنا**﴾ ہے کوئی ایسا جو شرِ اعدا کو حرمِ رسولِ خدا سے دفع کرے۔ آیا کوئی ایسا مؤحد اور خدا ترس ہے کہ ہمارے بارے میں خوفِ خدا کرے۔ آیا ہے کوئی ایسا فریاد رس کہ ہماری فریاد کو پہنچ کر امیدوار ثواب پروردگار کا ہو۔ پس اہلحرم نے بآوازِ بلند رونا پیٹنا شروع کیا تو حضرت در خیمہ پر تشریف لائے اور فرمایا ﴿**يا زينب نا ولينى ولدى الصغير حتّى أودّعه**﴾ اے بہن میرے فرزندِ صغیر کو مجھے دو تا کہ اس کو وداع کرلوں۔ جناب زینب نے حضرت کی گود میں علی اصغر کو دے دیا۔ حضرت نے گود میں لے کر چاہا کہ پیار سے بوسہ لیں پس حرملہ بن کاہل اسدی نے

۱۔ بحارالانوار ج ۴۵ ص ۴۶، الدمعۃ الساکبہ ص ۳۰۵، وقائع الایام ص ۵۶۹، مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۳۶

۲۔ اسرار الشہادۃ ص ۲۰۱

ایک تیر پھینکا تو وہ تیر گلوئے اصغر پر لگا اور اس بچہ کو ذبح کر دیا۔ ﴿فقال لزینب خذیه﴾ پس حضرت نے جناب زینب سے فرمایا کہ اے بہن اس بچہ کو تھام لو۔ پھر حضرت نے دونوں چلّو زیرِ زخمِ گلوئے علی اصغر لگا دیئے۔ جب دونوں چلو بھر گئے تو وہ خون جانبِ آسمان پھینکا پھر فرمایا کہ ﴿هون علیّ مانزل بی انه بعین الله﴾ جو مصائب راہِ خدا میں مجھ پر پڑے ہیں سب سہل اور آسان ہیں۔ بہ تحقیق کہ خدائے تعالیٰ ان سب مصائب کو دیکھتا ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے ﴿فلم یسقط من ذٰلك الدم قطرة الی الارض﴾ کہ کوئی قطرہ اس خون کا زمین پر نہیں گرا۔(۱)

دمعۃ الساکبہ میں اس واقعہ کی تفصیل اس طرح مذکور ہے کہ جناب زینب ایک بچہ لائیں اور فرمایا کہ بھیا آپ کے اس بچہ نے تین دن سے پانی نہیں پیا ہے۔ آپ ان لوگوں سے اس بچہ کے لئے تھوڑا سا پانی مانگ لیں۔ امام حسین علیہ السلام نے اس بچہ کو ہاتھوں پر لیا اور فوجیوں سے مخاطب ہوئے ﴿یا قوم قد قتلتم شیعتی واهل بیتی وقد بقی هذا الطفل ویلکم اسقوا هذا الرضیع اما ترونه یتلظّیٰ عطشا من غیر ذنب اتاه الیکم﴾ اے لوگو تم نے میرے ماننے والوں کو اور میرے اہل بیت کو قتل کر دیا۔ اور اب یہ بچہ باقی بچا ہے۔ تم پر وائے ہو اس شیر خوار کو تو پانی پلا دو۔ کیا تم یہ نہیں دیکھ رہے ہو کہ کسی تقصیر کے بغیر یہ پیاس سے جاں بلب ہے اور تمہارے سامنے ہے۔ امام حسین فوجیوں سے یہ کہہ ہی رہے تھے کہ حرملہ بن کاہل اسدی نے اس بچہ کو تیر مار کر حسین کی گود میں ذبح کر دیا(۲)۔ مجلسی نے لکھا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا ﴿لا یکون اهون علیك من فصیل﴾ بارالٰہا یہ بچہ تیری نگاہ میں ناقۂ صالح کے بچہ سے کم نہیں ہے(۳)۔ پھر امام حسین علیہ السلام اپنے گھوڑے سے اترے اور تلوار سے قبر کھودی اور اصغر کی خون آلود لاش کو دفن کر دیا پھر کھڑے ہوئے اور یہ اشعار پڑھے ﴿کفر القوم وقد رغبوا﴾ ان اشعار کا تذکرہ اگلے مرحلے میں ہوگا(۴)۔ سبط ابن جوزی کے مطابق جب بچہ تیر سے ذبح ہو گیا تو امام حسین علیہ السلام

۱۔ دمع ذروف ص ۵۱ لہوف مترجم ص ۱۴۴

۲۔ الدمعۃ الساکبہ ص ۳۰۴

۳۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۴۷

۴۔ کتاب الفتوح ج ۵ ص ۱۱۵

نے گریہ کیا اور بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ ﴿اللھم احکم بیننا وبین قوم دعونا لینصرونا فقتلونا﴾ بارالہا! ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان فیصلہ فرما جنہوں نے ہمیں بلایا تھا کہ ہماری مدد کریں گے اور ہمیں بلا کر قتل کر دیا۔ اس وقت فضا سے اک آواز ابھری کہ اے حسین اب اسے چھوڑ دو۔ بچہ کے لئے جنت میں ایک مرضعہ (دایہ) مقرر ہے۔(۱)

حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں ابن زیاد کے لشکر میں تھا اور اس بچہ کو دیکھ رہا تھا جو حسین کے ہاتھوں پر شہید ہوا تھا۔ اتنے میں خیمہ سے اک بی بی باہر آئی جس کا روئے مطہر آفتاب سے زیادہ روشن تھا وہ کبھی گر جاتی پھر اٹھ جاتی اور کہتی جاتی تھیں کہ ﴿واولداہ واقتیلاہ وا مھجۃ قلباہ﴾ اور بچہ کے پاس پہنچ کر اس کے چہرہ پر جھک گئیں۔ پھر چند لڑکیاں خیمے سے برآمد ہوئیں اور دوڑتی ہوئی آئیں اور بچہ کی لاش پر گر پڑیں۔ امام حسین علیہ السلام اس وقت فوجیوں سے مخاطب تھے۔ جب آپ نے یہ حالت دیکھی تو اس بی بی کے پاس آئے انہیں تسلی دی اور نصیحت کی اور خیمہ کی طرف واپس پلٹا دیا۔ میں نے اپنے پاس کے لوگوں سے پوچھا کہ یہ بی بی کون تھی؟ انہوں نے جواب دیا یہ ام کلثوم تھیں اور وہ لڑکیاں دختران فاطمہ اور سکینہ اور رقیہ تھیں۔(۲)

تنہا میدان میں

علی اصغر کو دفن کرنے کے بعد سید الشہداء نے ہزارہا خونخوار سپاہیوں اور خون آشام تلواروں کے مقابل یکہ وتنہا کھڑے ہو کر یہ رجز پڑھا۔ صاحبان مطالعہ اس کی گہرائی اور گیرائی کو محسوس کریں گے اور اس میں پوشیدہ عقیدہ وعمل کے سارے زاویوں سے استفادہ کریں گے۔

کفر القوم و قدماً رغبوا — عن ثواب اللہ ربّ الثقلین
قتل القوم علیّاً وابنہ — حسن الخیر کریم الطرفین
حنقاً منھم وقالوا أجمعوا — أحشر والناس الٰی حرب الحسین

۱۔ تذکرۃ الخواص ص۲۶۳

۲۔ مہیج الاحزان ص۲۳۶

اس بے دین گروہ کے لوگ پہلے ہی سے خداوندِ جن وانس کے ثواب سے رؤگرداں ہیں۔

ان لوگوں نے علی کواوران کے نیک اور کریم الطرفین بیٹے حسن کوقتل کیا ہے۔

انہوں نے طے کیا اور کہا کہ لوگوں کو جمع کرواور حسین سے جنگ کے لئے چلو۔

یا القوم من اناسٍ رذّلٍ　　جمعوا الجمع لأهل الحرمين

یہ کیسے پست اور ذلیل لوگ ہیں کہ انہوں نے مکہ ومدینہ کے رہنے والوں کے خلاف مجمع لگایا ہے۔

ثم ساروا وتواصوا صواكلّهم　　باجتياحى لراضاء الملحدين

پھر یہ لوگ ایک دوسرے کو میرے قتل پر تیار کرتے ہوئے چلے، دو ملحدوں (یزید اور ابن زیاد) کی خوشنودی کیلئے۔

لم يخافوا الله فى سفك دمى　　لعبيد الله نسل الكافرين

یہ لوگ میرا خون بہانے میں اللہ سے نہیں ڈرے اس عبیداللہ بن زیاد کی خاطر جو دو کافروں کی اولاد ہے۔

وابنُ سعد قد رمانى عنوةً　　بجنود كوُكوُف الهاطلين

اور ابن سعد نے جور و بیداد کرتے ہوئے اپنے لشکر سمیت مجھ پر شدید تیر بارانی کی۔

لا لشئ كان منّى قبل ذا　　غير فخرى بضياء الفرقدين

بعلىّ الخير من بعد النّبى　　والنّبىّ القرشىّ الوالدين

ان کی دشمنی میری کسی پہلے سرزد ہونے والی چیز پر نہیں ہے بلکہ اس پر ہے کہ مجھے دو چمکتے ہوئے کواکب کی روشنی سے نسبت ہے۔

وہ پیغمبر ہیں جن کے والدین قریش سے ہیں اور پیغمبر کے بعد علی ہیں جو خیر البریّہ ہیں۔

خيرة الله من الخلق أبى　　ثم أمّى فأنا ابن الخيرتين

خلق میں اللہ کے سب سے پسندیدہ میرے باپ ہیں۔ پھر میری ماں ہیں لہٰذا میں خدا کے دو پسندیدہ افراد کا بیٹا ہوں۔

فضّة قد خلصت من ذهب　　فأنا الفضّة وابن الذهبين

میں سونے سے بنی ہوئی چاندی ہوں، لہٰذا میں چاندی ہوں اور دو سونوں کا بیٹا ہوں۔

مـن لـه جدّ كـجّدی فی الـوریٰ　　　أو كشيخی فأنا ابن العلمين

دنیا میں کس کے جدّ و پدر میرے جداور پدر جیسے ہیں لہٰذا میں دوسرداروں کا بیٹا ہوں۔

فـاطـم الـزهـراء أمّی وا أبـی　　　قـاصـم الـكـفـر ببدر و حنين

میری ماں فاطمہ زہرا ہیں اور باپ بدر و حنین میں کفر کو شکست دینے والے ہیں۔

عَبدَ الله غـلامـاً يـافـعـا　　　وقـريـش يـعـبـدون الـوثـنين

میرے والد آغازِ عمر سے ہی اللہ کی عبادت کرتے تھے اور قریش (اس وقت) دو بتوں کی پوجا کرتے تھے۔

يـعـبـدون الـلات والـعّزیٰ معاً　　　و عـلـیّ كـان صلّی القبلتين

قریش لات و عزیٰ کے پجاری ہیں اور علی دو قبلوں کی طرف نماز پڑھنے والے ہیں۔

فـأبـی شـمـس و أمّـی قـمـر　　　وانـا الـكـوكـب و ابن الـقـمـرين

میرے باپ سورج اور میری ماں چاند ہیں اور میں وہ ستارہ ہوں جو شمس و قمر کا بیٹا ہے۔

ولـه فـی يـوم أُحُدٍ وقـعة　　　شـفـت الغلّ بغض العسكرين

میرے باپ نے جنگ احد میں وہ کام کیا جس سے مسلمانوں کی پریشانیوں کو شفا ہوگئی۔

ثـمّ فـی الأحـزاب والـفتح معاً　　　كـان فيهـا حتف اهل الفيلقين

پھر جنگ احزاب اور فتح مکہ دونوں ہی میں دو بڑے لشکروں کی ہلاکت تھی (لیکن میرے باپ نے مسلمانوں کو بچالیا)۔

فـی سبيـل الله ، مـا ذا صَنعـت　　　أمّة السوء معـاً بـالـعترتين

علی نے خدا کی راہ میں یہ کام کئے تھے لیکن بدفطرت قوم نے دونوں عترتوں کے ساتھ کیا برا سلوک کیا۔

عترة البرّ النبیّ المصطفیٰ　　　وَ علیّ الورد يوم الجحفلين (۱)

وہ دونوں عترتیں نیکوں کے سردار محمد مصطفیٰ اور جنگوں کے شیر علی مرتضیٰ کی ہیں۔

۱۔ نفس المہموم ص ۱۸۶

مناقب ابن شہر آشوب میں ان اشعار کی طرف اشارہ ہے (۱)۔ ابن اعثم کوفی نے اس کے سترہ شعر نقل کئے ہیں (۲)۔ خوارزمی نے اس کے تین شعر نقل کئے ہیں (۳)۔ ناسخ التواریخ نے مذکورہ اشعار کے علاوہ بھی ابن شہر آشوب، طریحی اور ابو مخنف کے حوالہ سے اشعار نقل کئے ہیں۔

محدث قمی نے تحریر کیا ہے کہ ان رجزیہ اشعار کو پڑھنے کے بعد کھنچی ہوئی تلوار ہاتھ میں لئے ہزاروں کے لشکر کے سامنے کھڑے رہے۔ اس وقت آپ زندگی سے مایوس تھے اور موت کو گلے لگانے کے لئے تیار تھے۔ اس کے بعد آپ نے پھر چند رجزیہ اشعار پڑھے (جن کا تذکرہ مفصل کتابوں میں ہے) پھر فوجِ یزید کو مبارزت اور جنگ کی دعوت دی۔ اس وقت جلال کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے شجاعانِ روزگار سامنے آئے اور آپ نے ان سب کو قتل کیا اور لشکر یزید میں کشتوں کے پشتے لگا دیئے (۴)۔

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۱۱۹

۲۔ کتاب الفتوح ج ۵ ص ۱۱۵۔۱۱۶

۳۔ مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۳۷

۴۔ نفس المہموم ص ۱۸۷، بحار الانوار ج ۴۵ ص ۴۷

شہادتِ عظمیٰ

روز عاشورا کا سورج زوال پذیر ہو چکا تھا۔ حسین کے بہادر ساتھی اور شیر دل جوانانِ بنی ہاشم اپنے امام پر نثار ہو کر ابدیّت کی جنتوں کی طرف سدھار چکے تھے۔ اور اب حسین سے وہ لمحہ قریب ہو رہا تھا جس لمحہ میں انہیں اپنے وعدۂ طفلی کو پورا کرنا تھا اور شہادتِ عظمیٰ کے محضر پر خاتمیّت کی مہر لگانی تھی۔ بکھرے ہوئے لاشوں کے درمیان کھڑا ہوا امام اس آخری سجدہ کی تیاری کر رہا تھا جو سجدہ توحید کی شان اور رسالت کی آبرو بننے والا سجدہ تھا۔

رخصت

بعض مورخین نے سید الشہداء کے رجزیہ اشعار کو رخصت کے بعد اور بعض نے رخصت سے قبل نقل کیا ہے۔ علامہ قزوینی نے رخصت کا واقعہ نقل کرنے کے بعد اُس رجز کو تحریر کیا ہے (۱)۔ علامہ مجلسی نے تحریر کیا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے بہتر (۷۲) جان نثاروں کے لاشوں پر نگاہ کی اور اہلحرم کے خیمہ کی طرف متوجہ ہوئے اور آواز دی ﴿**یا سکینة یا فاطمة یا زینب یا ام کلثوم علیکنّ منی السلام**﴾ اے سکینہ اے فاطمہ اے زینب اے ام کلثوم تم سب پر میرا سلام ہو۔ جواب میں سکینہ نے کہا ﴿**یا ابه استسلمت الیٰ الموت؟**﴾ بابا کیا آپ مرنے کیلئے تیار ہو گئے؟ آپ نے جواب میں فرمایا ﴿**کیف لا**

۱۔ ریاض المصائب ص ۳۲۷

یستسلم من لا ناصر له ولا معین ﴾ وہ شخص کیسے مرنے کے لئے تیار نہ ہو جس کا کوئی ناصر و مددگار ہی نہ رہے۔ ﴿فقالت یا ابه ردّنا الٰی حرم جدنا ﴾ اس پر سکینہ نے کہا کہ بابا آپ ہمیں ہمارے جد (رسول اللہ) کے حرم تک واپس پہنچا دیں۔ ﴿فقال هیهات لوترك القطالنام ﴾ افسوس ہے۔ اگر قطا (پرندہ) کو لوگ چھوڑتے تو وہ بھی سوتا۔ اس پر خواتینِ اہلحرم میں شورِ گریہ و بکا بلند ہوا۔ امام حسین علیہ السلام نے ان سب کو خاموش کرایا (اور تلقینِ صبر کی)۔(۱)

طریحی کے مطابق سید الشہداء نے ام کلثوم کے قریب آ کر فرمایا بہن میں تمہیں خیر کی وصیت کرتا ہوں اور اب میں دشمنوں سے جنگ کرنے جا رہا ہوں۔ اتنے میں سکینہ روتی پیٹتی ہوئی حسین کے پاس آئیں۔ حسین اس بچی کو بہت چاہتے تھے۔ اسے اپنے سینے سے لگا لیا اور اپنی آستین سے اس کے آنسو پونچھے اور فرمایا

سیطول بعدی یا سکینة فاعلمی — منك البکاء اذا الحمام دهانی
لا تحرقی قلبی بدمعك حسرةً — مادام منی الروح فی جثمانی
فاذا قتلت فانت اولٰی بالّذی — تاتینه یا خیرة النسوان (۲)

اے سکینہ جان لو کہ میرے مرجانے کے بعد تمہارا گریہ بہت طویل ہوگا۔
ابھی جب تک کہ میں زندہ ہوں تم اپنے آنسوؤں سے میرا دل نہ جلاؤ۔
اے اچھی بچی جب میں قتل ہو جاؤں تو سب سے زیادہ تم ہی مجھ پر رونے کی حقدار ہو۔

لباس کہنہ

طبری کے مطابق آپ نے پرانا لباس اس وقت طلب کیا تھا جب دو تین افراد زندہ تھے (۱)۔ طریحی کے مطابق جب سارے کے سارے انصار و اعوان شہید ہو گئے اور ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہا۔ کسی نے استغاثہ پر لبیک بھی نہ کہی تو آپ کو موت کا یقین ہو گیا اور آپ خیمہ کی طرف آئے اور اپنی بہن سے ارشاد فرمایا ﴿راتینی بثوب عتیق لایرغب فیها احد من القوم ، أجعله تحت ثیابی لئلّا

۱۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۴۷
۲۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۲۵

أجرّد منه بعد قتلی ﴿ بہن ایک پرانا لباس لاؤ تا کہ ان لوگوں میں سے کسی کو اس کی طرف رغبت نہ ہو۔ اُسے میں اپنے کپڑوں کے نیچے پہنوں گا تا کہ مجھے قتل کے بعد بے لباس نہ کیا جائے۔ یہ سن کر خواتین عصمت کی گریہ وزاری کی صدائیں بلند ہوئیں۔ آپ کو ایک لباس دیا گیا۔ اسے آپ نے مختلف جگہوں سے پارہ کیا اور دوسرے لباسوں کے نیچے پہن لیا۔ آپ نے نئے زیر جامے اور شلوار کو بھی پارہ پارہ کیا۔ (۱)

وصیت

امام باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا وقت آ گیا تو آپ نے اپنی صاحب زادی فاطمہ کبریٰ کو بلا کر انہیں علانیہ ایک لپٹا ہوا وصیّت نامہ تفویض کیا۔ اس وقت امام زین العابدین علیہ السلام شدید بیمار تھے اور بچنے کی امید نہ تھی۔ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد جب مدینہ واپسی ہوئی تو فاطمہ کبریٰ نے وہ وصیت نامہ امام زین العابدین علیہ السلام کو دیدیا۔ اے زیاد اب وہ وصیت نامہ ہمارے پاس ہے (۲)۔ امام صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام عراق جانے لگے تو آپ نے کتابوں اور وصیت نامہ کو جناب ام سلمہ کے سپرد فرمایا اور جب امام زین العابدین علیہ السلام مدینہ واپس آئے تو وہ امانتیں جناب ام سلمہ نے انہیں دیدیں۔

کربلا کا وصیت نامہ اس وصیت نامہ کے علاوہ ہے جو مدینہ میں تھا۔ اصول کافی میں ہے کہ جب پوچھا گیا کہ کربلا والے وصیت نامہ میں کیا ہے؟ تو امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اس میں آغاز دنیا سے انجام دنیا تک جو بھی بنی آدم کی احتیاجات ہیں وہ مذکور ہیں۔

تعلیم دعا

سید سجاد فرماتے ہیں کہ میرے والد نے اپنے شہید ہونے کے دن مجھے اپنے سینے سے لگایا جب کہ ان کے جسم سے خون اُبل رہا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے ایک دعا یاد کر لو۔ مجھے مادرِ گرامی جناب فاطمہ زہرا نے تعلیم دی تھی اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم کی تھی اور انہیں جبریل نے بتلائی تھی کہ

۱۔ منتخب طریحی ص ۳۱۶، لہوف مترجم ص ۱۴۰ کچھ فرق کے ساتھ

۲۔ اصول کافی مترجم ج ۲ ص ۶۷ (کتاب الحجۃ دو روایات)

کوئی حاجت درپیش ہو، کوئی بڑا غم ہو اور کوئی بہت بڑی مشکل ہو تو یہ دعا پڑھو

بِحَقِّ یٰسٓ وَالْقُرآنِ الْحَکِیْمِ وَبِحَقِّ طٰهٰ وَالْقُرآنِ الْعَظِیْمِ ، یَا مَنْ یَقْدِرُ عَلٰی حَوَائِجِ السَّائِلِینَ ، یَا مَنْ یَعْلَمُ مَا فِی الضَّمِیرِ ، یَا مُنَفِّساً عَنِ الْمَکْرُوبِینَ ، یَا مُفَرِّجاً عَنِ الْمَغْمُومِینَ ، یَا رَاحِمَ الشَّیخِ الْکَبِیرِ ، یَا رَزِقَ الطِّفْلِ الصَّغِیرِ ، یَا مَنْ لَایَحتَاجُ اِلٰی التَّفْسِیرِ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَافْعَلْ بِی کَذَا وَکَذَا۔(۱)

ابن سعد سے گفتگو

میدان میں آئے اور عمر بن سعد کو مخاطب فرمایا۔ جب وہ سامنے آیا تو آپ نے کہا کہ میرے تین مطالبے ہیں۔ ﴿تترکنی حتّٰی أرجع الی المدینة الٰی حرم جدّی رسول اللّٰه﴾ مجھے چھوڑ دو کہ میں اپنے اہل وعیال کے سامنے مدینہ واپس جاؤں اور اپنے جد کی قبر مطہر کے پاس زندگی گزار دوں دوسرا یہ کہ ﴿اسقونی شربة من الماء لقد تفتّت کبدی من شِدّة الظماء﴾ مجھے پانی پلا دو اس لئے کہ میرے جگر میں آگ لگی ہوئی ہے۔ اور اگر یہ دونوں باتیں قبول نہیں ہیں تو دستور عرب کے مطابق فرداً فرداً مجھ سے جنگ کرو۔ ابن سعد نے جواب میں کہا کہ تیسری بات قابل قبول ہے(۲)۔ آپ کے سامنے لشکر یزید سے سپاہی آتے رہے اور قتل ہوتے رہے۔ اس وقت آپ یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

انا بن علی الطهر من آل هاشم — کفانی بهذا مفخر حین افخر
وجدی رسول اللّٰه اکرم من مضیٰ — ونحن سراج الله فی الارض نزهر
وفاطمه امّی من سلالة احمد — وعمّی یدعیٰ ذالجناحین جعفر
وفینا کتاب اللّٰه انزل صادقا — وفینا الهدی والوحی بالخیر یذکر
ونحن امان اللّٰه للناس کلهم — نسر بهٰذا فی الانام ونجهر
ونحن ولاة الحوض نسقی ولاتنا — بکأس رسول اللّٰه مالیس ینکر

۱۔ نفس المهموم ص ۱۸۴

۲۔ منتخب طریحی ص ۳۱۷

وشیعتنا فی الناس اکرم شیعة ومبغضنا یوم القیٰمة یخسر
فطوبیٰ لعبد زارنا بعد موتنا بجنّة عدن صفوها لایکدّر (۱)

میں علی کا بیٹا ہوں اور اولاد ہاشم سے ہوں اور مقام فخر میں یہی بات میرے فخر کے لئے کافی ہے۔

میرے جد رسول اللہ ہیں جو سارے رسولانِ گزشتہ سے افضل ہیں اور ہم اس زمین پر اللہ کا نور بخشنے والا چراغ ہیں۔

اور رسول کی بیٹی فاطمہ میری مادر گرامی ہیں اور میرے چچا جعفر ہیں جن کے پاس دو پر پرواز ہیں۔

ہمارے خاندان میں اللہ کی سچی کتاب نازل ہوئی اور ہدایت و وحی ہمارے ہی خاندان سے مخصوص ہیں۔

ہم پوری انسانیت کے لئے اللہ کی امان ہیں، پنہاں بھی اور آشکار ابھی۔

اور ہم صاحبان حوض ہیں اور اس سے اپنے دوستوں کو سیراب کریں گے، یہ رسول اللہ کا اذن ہمارے لئے ہے اور کوئی اس کا منکر نہیں ہے۔

اور ہمارے پیرو ساری دنیا کے پیرووں سے بہتر ہیں اور ہمارا دشمن قیامت کے دن خسارے میں ہوگا۔

خوشخبری ہو اس شخص کو جو ہماری موت کے بعد جنتِ باصفا میں ہم سے ملاقات کرے گا۔

شجاعت کے تیور

انفرادی جنگ میں کثیر تعداد کو قتل کرنے کے بعد آپ نے یہ رجز پڑھ کر دشمن کے میمنہ پر حملہ کیا

الموت اولیٰ من رکوب النار والعار اولیٰ من دخول النار

ننگ و عار کی سواری پر سوار ہونے سے موت بہتر ہے اور ننگ و عار جہنم میں جانے سے بہتر ہے۔

پھر آپ نے رجز پڑھ کر دشمن کے میسرہ پر حملہ کیا

انا الحسین بن علی آلیت ان لا انثنی
أحمی عیالات أبی أمضی علیٰ دین النبی

۱۔ منتخب طریحی ص ۳۱۷، ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۶۵ بحوالہ طریحی

میں علی کا بیٹا حسین ہوں۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ سرِ تسلیم خم نہیں کروں گا۔
میں اپنے باپ کے عیالات کی حمایت وحفاظت کرر ہاہوں اور نبی کے دین پر کار بند ہوں۔(۱)

علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ راوی کا بیان ہے کہ خدا کی قسم میں نے آج تک نہیں دیکھا کہ کسی شخص کے انصار اور اہل خاندان قتل ہو گئے ہوں اور اس پر چاروں طرف سے ان گنت دشمنوں کا حملہ ہو وہ حسین سے زیادہ قوی دل اور ثابت قدم ہو۔ جب لوگ ان پر حملہ کرتے تھے تو وہ جواب میں تلوار سے ان پر حملہ آور ہوتے تھے تو دشمن اس طرح بھاگتے تھے جیسے بھیڑیئے کے حملہ سے بکریوں کے ریوڑ بھاگتے ہیں۔ جب آپ اُن پر حملہ کرتے تھے تو وہ ہزاروں کی تعداد میں ہونے کے باوجود اس طرح منتشر ہوتے تھے جیسے ٹڈیوں کے جھنڈ منتشر ہوتے ہوں۔ آپ حملہ مکمل کر کے اپنی جگہ پر واپس آجاتے تھے اور فرماتے تھے ﴿**لاحول ولا قوّة الّا باللّٰه العليّ العظيم**﴾(۲)

فاضل حائری نے اس حملہ کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے کہ حسین نے پوری فوج پر اکیلے حملہ کیا اور جنگ کرتے ہوئے ان کے درمیان میں داخل ہو گئے۔ تلوار مارتے جاتے تھے اور انہیں قتل کرتے جاتے تھے۔ فوج کے سردار گھبرائے ہوئے تھے اور لوگ حسین کے سامنے سے فرار کر رہے تھے یہاں تک کہ زمین مقتولوں کے خون سے رنگین ہو گئی۔ آپ نے میمنہ پر حملہ کیا پھر میسرہ پر حملہ کیا۔ پھر میمنہ کو میسرہ پر پلٹ دیا۔ دوبارہ میسرہ کو میمنہ پر پلٹ دیا اور قلبِ لشکر کو میمنہ ومیسرہ دونوں پر ڈھکیل دیا۔ چاہا تو ان کی فوج کے بیچ میں چلے گئے۔ چاہا تو باہر نکل آئے (۳)۔ ہر ایک حسین کی دسترس میں تھا۔ کسی کو قتل کرتے تھے اور کسی کو زد پر ہونے کے باوجود چھوڑ دیتے تھے۔ کسی نے سوال کیا تو فرمایا کہ جس کے صلب میں مومن کو دیکھتا ہوں اسے چھوڑ دیتا ہوں۔(۴)

جب فوج یزید کی بہت بڑی تعداد قتل ہو گئی اور بہت سپاہی زخمی ہو گئے تو عمر بن سعد نے اپنے سپاہیوں سے کہا کہ تمہیں کچھ معلوم ہے کہ تم کس سے جنگ کر رہے ہو؟ یہ علی بن ابیطالب کا بیٹا ہے۔ یہ قتالِ

۱۔ مقتل مقرم ص ۲۷۴
۲۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۵۰، ارشاد مفید و دیگر کتب
۳۔ معالی السبطین ج ۲ ص ۲۹
۴۔ معالی السبطین ج ۲ ص ۳۱

عرب کا بیٹا ہے۔ تم سب مل کر اس پر چاروں طرف سے حملہ کرو۔ اس وقت چار ہزار تیر اندازوں نے آپ پر تیروں کی بارش شروع کی۔ اور ایک سو اسّی نیزہ برداروں نے حملہ کیا۔ (۱)

سوال و جواب

امام حسین علیہ السلام نے یزید کے لشکر والوں سے سوال کیا کہ ﴿یا ویلکم! علٰی مَ تقاتلونی؟ علٰی حقّ ترکته أم علٰی سنّةٍ غیّرتها؟ أم علٰی شریعة بدّلتُها؟﴾ تم لوگ مجھ سے کیوں جنگ کر رہے ہو؟ کیا میں نے کسی حق کو ترک کیا ہے؟ کیا میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی سنت تبدیل کی ہے؟ کیا میں نے کسی حکمِ شریعت کو تبدیل کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ﴿بل نقاتلك بغضاً منّا لأبيك وما فعل بأشياخنا يوم بدر و حنين﴾ ہم آپ کے باپ کی دشمنی و عناد میں آپ سے لڑ رہے ہیں کہ انہوں نے ہمارے آباء و اجداد کو بدر و حنین میں قتل کیا تھا یہ اس کا انتقام ہے۔ آپ نے ان کی بدعقلی پر شدید گریہ کیا اور چار اشعار پڑھے۔ (۲)

خیام پر حملہ

فاضلِ مقرم کے مطابق جب عمر بن سعد نے لشکر سے کہا کہ یہ قتالِ عرب کا بیٹا ہے۔

اس پر چاروں طرف سے حملہ کرو۔ اس وقت چار ہزار تیر اندازوں نے حملہ کیا اور فوج امام حسین علیہ السلام اور ان کے خیام کے درمیان آ گئی۔ اسی دوران اہلحرم کے خیموں پر حملہ کر دیا گیا۔ جب امام حسین علیہ السلام کے کانوں تک بی بیوں اور بچوں کی فریاد پہنچی تو آپ نے لشکر یزید سے پکار کر فرمایا۔ ﴿ویلکم یا شیعة آل ابی سفیان ان لم یکن لکم دین وکنتم لاتخافون المعاد فکونوا احراراً فی دنیاکم وارجعوا الٰی حسابکم ان کنتم عربا کما تزعمون﴾ وائے ہو تم پر اے آل ابوسفیان کے شیعو! اگر تمہارا کوئی دین نہیں ہے اور تمہیں روزِ قیامت کا خوف بھی نہیں ہے تو کم از کم اپنی دنیا میں آزاد تو بنو (یزید کے غلام نہ بنو) اور اگر اپنے کو عرب جانتے ہو تو اپنے بزرگوں کے طور و طریق پر تو عمل کرو۔ شمر نے کہا اے

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۱۲۰

۲۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۷۶، الامام الحسین واصحابہ ص ۳۰۶

فاطمہ کے بیٹے کیا کہہ رہے ہو؟ آپ نے فرمایا﴿انا الذی اقاتلکم وتقاتلوننی والنساء لیس علیھن جناح فامنعوا عتاتکم وجھالکم وطغاتکم عن التعرض لحرمی مادمت حیا﴾ میں تم سے جنگ کرر ہا ہوں اور تم مجھ سے جنگ کرر ہے ہولیکن عورتوں کا اس سے ربط نہیں ہے لہٰذا تم اپنے ان جاہل اور بدلگام لوگوں کو منع کرو کہ جب تک میں زندہ ہوں میرے اہلحرم سے تعرض نہ کریں۔شمر نے کہا کہ ایسا ہی ہوگا (۱)۔بعض روایات میں ہے کہ شمر نے کہا کہ حسین صحیح کہہ رہے ہیں وہ ایک کریم انسان ہیں۔ان کے اہل حرم کے خیموں پر حملہ نہ کرو اور انہیں قتل کرنے کی کوشش کرو (۲)۔اب فوجیں پھر حسین کی طرف پلٹ کر حملہ آور ہوئیں۔

آخری خطبہ

فاضل قرشی نے خیام پر حملہ کے تذکرہ کے بعد آخری خطبہ کے عنوان سے یہ تحریر کیا ہے کہ اس کیفیت میں جب کہ آپ کو تلواروں اور نیزوں سے زخم لگائے جار ہے تھے اور آپ کے زخموں سے خون کی دھاریں رواں تھیں، اپنی زندگی کا آخری خطبہ ارشاد فرمایا۔مورخین کا بیان ہے کہ اس خطبہ کے بعد سید الشہداء مختصر سی مدّت تک زندہ رہے۔آپ نے ارشاد فرمایا﴿یا عباداللّٰہ! اتّقوا اللّٰہ وکونوا من الدنیا علٰی حذر ۔ فان الدنیا لو بقیت علٰی أحد، وبقی علیھا أحد لکانت الانبیاء أحق بالبقاء ، واولٰی بالرضا و أرضٰی بالقضاء ، غیر أن اللّٰہ تعالٰی خلق الدنیا للبلاء و خلق اھلھا للفناء ، فجدیدھا بال، ونعیمھا مضمحل ، وسرور ھا مکفھر ، والمنزل بلغة ، والدارقلعة فتزوّدا فان خیر الزاد التقویٰ واتقوا اللّٰہ لعلکم تفلحون ﴾(۳) اے اللہ کے بندو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور دنیا سے ڈرتے رہو۔اگر دنیا کسی کے لئے باقی رہتی اور کوئی اس دنیا کے لئے باقی رہتا تو اس کے سب سے زیادہ مستحق انبیاء تھے اس لئے کہ وہی لوگ اللہ کی رضا سے سب سے زیادہ قریب اور اس کے فیصلوں پر سب سے زیادہ راضی رہنے والے لوگ تھے۔لیکن اللہ نے اس دنیا کو امتحان وابتلاء کے لئے

۱۔ مقتل مقرم ۲۷۵

۲۔ الامام الحسین واصحابہ ص ۳۰۵

۳۔ حیاۃ الامام الحسین ج ۳ ص ۲۸۲

خلق فرمایا ہے۔اور اہل دنیا کو فنا ہونے کے لئے پیدا کیا ہے۔اس دنیا کی ہر نئی شے پرانی ہو جاتی ہے۔اس کی نعمتیں ناپید ہو جاتی ہیں اور اس کی خوشی بدمزہ ہو جاتی ہیں۔ یہ دنیا رہنے کی نہیں بلکہ سامان سفر کو اکٹھا کرنے کی جگہ ہے۔تم بھی بہترین سامانِ سفر مہیا کرو اور وہ تقویٰ ہے۔اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تا کہ تمہیں کامیابی نصیب ہو۔جن حالات میں یہ خطبہ دیا گیا ہے اور اس خطبہ میں سید الشہداء ہدایت کے جس مقامِ بلند پر فائز ہیں وہ اوّلین سے آخرین تک منفرد ہے۔

فرات پر قبضہ

امام حسین علیہ السلام نے فرات کا رخ کیا اور عمرو بن حجاج اور ابو الاعود سلمی کی سربراہی میں فرات پر مامور چار ہزار کے لشکر پر حملہ کر دیا اور انہیں منتشر کرتے ہوئے نہر کے گھاٹ پر پہنچ گئے اور گھوڑے سے مخاطب ہوئے **انت عطشان و أنا عطشان والله لا أذوق الماء حتّى تشرب** ۔تو بھی پیاسا ہے اور میں بھی پیاسا ہوں۔ میں اس وقت تک پانی نہیں پیوں گا جب تک تو نہ پی لے۔گھوڑے نے پانی سے اپنا منہ اٹھا لیا اور نہیں پیا۔گویا وہ امام کی بات سمجھ گیا۔اس پر امام حسین علیہ السلام نے اس سے کہا کہ تم بھی پیو۔ میں بھی پی رہا ہوں۔پھر امام حسین علیہ السلام جھکے اور چلو میں پانی لیا۔اس وقت کسی فوجی نے کہا کہ یا ابا عبداللہ آپ پانی سے حظ حاصل کر رہے ہیں۔اُدھر آپ کے حرم پر حملہ ہو گیا ہے۔آپ نے چلّو کا پانی پھینک دیا۔جب فوجوں کے پرے توڑتے ہوئے واپس چلے تو آپ نے دیکھا کہ خیمہ صحیح وسالم ہے(۱)۔(اس مقام پر بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ وہ پانی پینا چاہتے تھے یہ رائے اس لئے درست نہیں ہے کہ امام گھوڑے سے فرما چکے تھے کہ جب تک تو نہیں پیئے گا میں نہیں پیوں گا۔ جب گھوڑے نے پانی نہیں پیا تو امام حسین علیہ السلام اپنے قول کے مطابق کیسے پانی پی سکتے تھے۔ یہ صرف اور صرف اقتدار کا اظہار تھا اور اس بات کا اعلان تھا کہ یہ جنگ مظلوم کی ہے مجبور کی جنگ نہیں ہے۔)

پیاس کی شدّت

حسین پر پیاس کا شدید غلبہ تھا۔ جب وہ پانی سے قریب ہوئے اور چلّو میں پانی لیا تو

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب ج۴ص۶۵۔۶۶

حصین بن تمیم نے آپ کی طرف ایک تیر پھینکا جو آپ کے دہن میں پیوست ہوگیا۔ آپ نے پانی پھینک کر دہن سے تیر نکالا پھر خون کو آسمان کی طرف پھینکتے رہے۔ پھر آپ نے حمد وثنائے الٰہی کی پھر دونوں ہاتھوں کو بلند کر کے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ ﴿اللهم أحصهم عددا و اقتلهم بددا و لا تذر علٰی الارض منهم احدا﴾(۱) بارالٰہا! ان کی جمعیت کو ختم کردے، انہیں پراگندہ فرما کر قتل کردے اور روئے زمین پر ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑ۔ ایک روایت کے مطابق جب امام حسین علیہ السلام نے پانی پینا چاہا تو حصین بن نمیر نے آپ کی طرف تیر پھینکا جو آپ کی ران میں پیوست ہوگیا۔ آپ نے خون آسمان کی طرف پھینکا اور بارگاہ الٰہی میں عرض کی ﴿یا رب الیك المشتكٰی من قوم أراقوا دمی و منعوفی شرب الماء﴾ پروردگار تجھ سے شکایت کر رہا ہوں ان لوگوں کی کہ انہوں نے میرا خون بہایا اور مجھ پر پانی کو بند کیا۔(۲)

طبری کی ایک روایت

جب امام حسین علیہ السلام پر پیاس کا غلبہ ہوا تو آپ مسنات (ناقہ) پر سوار ہو کر فرات کی طرف چلے۔ اس وقت ابان بن دارم کے ایک شخص نے پکار کر کہا کہ تم لوگوں پر وائے ہو تم لوگ پانی اور حسین کے درمیان حائل ہو جاؤ ﴿لا تتأم الیه شیعته﴾ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے شیعہ ان کے پاس آ جائیں۔ یہ کہہ کر اس نے اور کچھ لوگوں نے گھوڑے دوڑائے اور حسین اور پانی کے درمیان حائل ہوگئے۔ اس وقت امام حسین علیہ السلام نے اُس ابانی کے لئے بد دعا کی ﴿اللهم أظمه﴾ بارالٰہا اسے پیاس کے عذاب میں مبتلا کردے۔ اس پر مشتعل ہو کر اس ابانی نے آپ کو تیر مارا جو آپ کے حلق میں لگا۔ آپ نے تیر کو نکالا اور دونوں ہتھیلیوں کو اس مقام سے لگا دیا وہ دونوں ہتھیلیاں خون سے بھر گئیں۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ ﴿اللهم انی اشكو الیك ما یفعل بابن بنت نبیّك﴾ بارالٰہا! جو کچھ تیرے نبی کے بیٹے کے ساتھ ہو رہا ہے میں اس کی شکایت تیری بارگاہ میں کر رہا ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ خدا کی قسم کچھ ہی دنوں کے بعد اُس ظالم پر پیاس کا اتنا شدید غلبہ ہوا کہ وہ کسی صورت میں بھی سیراب نہیں ہوتا تھا۔(۳)

۱۔ تاریخ طبری ج۴ص۳۴۳، ناسخ التواریخ ج۲ص۳۷۹ تفاوت کے ساتھ

۲۔ الدمعۃ الساکبہ ص۳۰۶

۳۔ تاریخ طبری ج۴ص۳۴۳

اس روایت میں طبری نے کربلا کے ایک اہم گوشے سے نقاب اٹھائی ہے اور وہ یہ کہ ابانی نے کہا کہ حسین اور پانی کے درمیان حائل ہو جاؤ ورنہ ان کے شیعے ان کے پاس آ جائیں گے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ نہر کے دوسرے کنارے کی طرف شیعیانِ علی موجود تھے لیکن محاصرہ اتنا شدید تھا کہ اُن لوگوں کے امام حسین علیہ السلام تک پہنچنے کا امکان نہیں تھا۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ فوج یزید میں شیعوں کا ہونا تو بہت دور کی بات ہے۔ یہ فوجی تو شیعوں کی آمد سے ڈرے ہوئے تھے۔ طبری نے سعد بن عبید سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میدان کربلا میں کچھ عمر رسیدہ لوگ ٹیلے پر چڑھے ہوئے رو رو کر یہ دعا کر رہے تھے کہ بارالہا! تو حسین کی مدد فرما۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے ان سے کہا کہ اے دشمنانِ خدا! تم لوگ نیچے اتر کر حسین کی مدد کیوں نہیں کرتے؟ یہ وہ لوگ تھے جو خانوادۂ رسالت سے ہمدردی رکھنے والے لوگ تھے شیعہ نہیں تھے ورنہ اگر شیعہ ہوتے تو حسین کی صفوں میں حبیب بن مظاہر اور مسلم بن عوسجہ کے پیچھے کھڑے ہوتے۔ اور ایسے لوگ نہر کے دوسری طرف تھے اور انہیں آنے کا موقع نہ مل سکا۔

آخری رخصت

اس آخری رخصت کا تصور بہت ہولناک ہے۔ سید الشہداء جان رہے تھے کہ یہ آخری ملاقات ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس وقت ذہنِ امامت کی کیا کیفیت ہوگی جب سید الشہداء یہ سوچ رہے ہوں گے کہ وہ بی بیاں جو دو عالم کی شہزادیاں ہیں۔ ایسی باپردہ کہ جنہیں چشم فلک نے نہیں دیکھا وہ کچھ دیر بعد بے مقنع و چادر ہوں گی اور انہیں اسیر بنا کر دیار بدیار پھرایا جائے گا۔ مجھے نہیں معلوم کہ اُن بی بیوں کی کیا کیفیت ہوگی جن کا وارث مرنے سے پہلے اُن سے آخری بار ملنے آیا ہے۔

مقتل لکھتا ہے کہ جب سید الشہداء آخری رخصت کے لئے تشریف لائے تو صبر کی تلقین کی۔ اجر و ثواب کا وعدہ کیا اور انہیں حکم دیا کہ ایسے لباس پہن لیں جو اسیری کے لئے مناسب ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا ﴿استعدو اللبلاء واعلموا ان الله حافظكم و حاميكم و سينجيكم من شرّ الأعداء ويجعل عاقبة امركم الٰى خير ويعذب اعاديكم بانواع البلاء ويعوّضكم الله عن هذه البليّة أنواع النعم والكرامة فلا تشكوا ولا تقولوا بألسنتكم ما ينقص قدركم﴾(۱) اب تم سب

۱۔ نفس المہموم ص ۱۸۸ بحوالۂ جلاء العیون

بلا ومصیبت برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ اور یہ جان رکھو کہ اللہ تمہارا محافظ اور تمہارا حمایت کرنے والا ہے۔ وہی تمہیں دشمنوں کے شر سے نجات دے گا اور انجامِ کار خیر پر قرار دے گا۔ اور تمہارے دشمنوں کو قسم قسم کی بلاؤں میں مبتلا کرے گا اور عذاب سے دوچار کرے گا۔ اور اس ابتلاء کے بدلے تمہیں قسم قسم کی نعمتوں اور کرامتوں سے نوازے گا۔ اب تم شکوہ وشکایت کا کوئی لفظ زبان پر نہ لانا اور ایسی بات نہ کہنا جو تمہاری قدر و منزلت کو کم کرے۔

سپہر کاشانی کے مطابق سیدالشہداء جب آخری رخصت کے لئے آئے تو آواز دی **﴿یا زینب یا ام کلثوم یا سکینة﴾** اس پر ساری بی بیاں جمع ہوگئیں تو آپ نے خطاب فرمایا(۱)۔ حسین رخصت ہوئے اور نگاہِ تصور دیکھ رہی تھی کہ بیٹیاں، بہنیں، بیوائیں اور مستقبل کے خوف سے سہمے ہوئے بچے خیمہ کے دروازے تک چھوڑنے کے لئے آئے۔

پسرِ سعد کا حکم

ابن سعد نے اپنے سپاہیوں سے کہا کہ حسین اپنے گھر والوں سے گفتگو میں مشغول ہیں۔ فوراً حملہ کردو ورنہ اگر وہ فارغ ہو کر باہر آ گئے تو تمہارے میمنے اور میسرے کو الٹ پلٹ کر رکھ دیں گے۔ سپاہیوں نے حملہ کیا اور تیر برسانے شروع کئے۔ ان میں سے کچھ تیر بی بیوں تک بھی پہنچے۔ ان بی بیوں نے دہشت کے عالم میں حسین کو دیکھنا شروع کیا۔ سیدالشہداء نے شیر خشمناک کی طرح اُن پر حملہ کردیا اور جو سامنے آیا اسے قتل کردیا۔ اس عالم میں بھی مسلسل تیر آرہے تھے(۲)۔ اعلام الوریٰ کے مطابق آپ پر اتنے تیر برسے کہ ساہی کے کانٹوں کی طرح جسم میں پیوست تھے۔ پھر آپ نے کچھ دیر کے لئے جنگ روکی۔ شاید تھکن محسوس کی ہو۔ اس وقت سپاہی آپ کے مقابل کھڑے ہو گئے اتنے میں شام کا ایک سردار تمیم بن قحطبہ آگے آیا اور اس نے کہا کہ اے علی کے فرزند! تمہارے رشتہ دار اور ساتھی قتل ہو چکے۔ تم کس حد تک دشمنی کرو گے اور تم اب بھی بیس ہزار فوجیوں پر تلوار چلا رہے ہو؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ یہ بتلاؤ کہ میں تم سے

۱۔ ناسخ التواریخ ج۲ص۳۸۰

۲۔ مقتل مقرم ص۲۷۷

لڑنے کے لئے آیا ہوں یا تم مجھ سے لڑنے کے لئے آئے ہو؟ میں نے تمہارا راستہ روکا ہے یا تم نے میرا راستہ روکا ہے؟ یہ تم لوگ ہو کہ میرے بچوں اور بھائیوں کو قتل کر دیا۔ اب ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار ہی فیصلہ کرے گی۔ وہ غصہ میں جنگ کرنے کے لئے آگے آیا تو آپ نے تلوار مار کر اس کا سر قلم کر دیا۔ اس کے بعد ایک مشہور بہادر یزید ابطحی دعوے کرتا ہوا آگے آیا۔ آپ نے اسے دو ٹکڑے کر دیا۔ (۱)

فاضل حائری لکھتے ہیں کہ سید الشہداء تلوار چلاتے جا رہے تھے کہ شمر گھبرایا ہوا ابن سعد کے پاس آیا اور کہا کہ لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کرو۔ سارے تیر انداز ایک ساتھ حسین پر تیر پھینکیں اور سارے شمشیر زن اور نیزہ بردار ایک ساتھ تلواروں اور نیزوں سے حملہ کریں اور سارے پتھر اور آگ کا گولہ پھینکنے والے ایک ساتھ حملہ کریں۔ اکیلے حسین پر سارے لشکر کی تلواریں چلیں، سارے لشکر کے نیزے آئے اور سارے لشکر کے پتھر برسنے لگے اور حسین زخمی ہوتے چلے۔ حسین کے جسم مطہر پر تیر اس طرح پیوست تھے جیسے ساہی کے جسم کے کانٹے ہوں یا کوئی بڑا پرندہ اپنے بال و پر پھیلائے کھڑا ہو۔ (۲)

پیشانی پر تیر

جنگ جاری تھی ابوالحتوف جعفی نے کمان میں تیر جوڑ کر آپ کی پیشانی کی طرف پھینکا۔ پیشانی سے خون جاری ہوا اور آپ کے چہرہ اور ریشِ مبارک پر پھیل گیا۔ آپ نے آسمان کی طرف سر کو بلند کیا اور بارگاہ الٰہی میں میں عرض کی کہ ﴿**اللهم انك تریٰ ما انا فیه من عبادك هٰولآء العصاة اللهم احصهم عددا و اقتلهم بددا ولاتذر علٰی وجه الارض منهم احدا ولا تغفرلهم ابدا**﴾ بارالہا! تو جانتا ہے کہ میں ان لوگوں میں گھر گیا ہوں اور تیرے نافرمان بندوں کے ہاتھوں کس طرح مصیبتیں برداشت کر رہا ہوں۔ بارالہا روئے زمین سے ان کو مٹا دے اور انہیں ہلاک و فنا کر دے اور ان کو نابود کر دے اور ان کی مغفرت نہ فرما۔ (۳)

۱۔ معالی السبطین ج۲ ص۳۰۔۳۱

۲۔ معالی السبطین ج۲ ص۳۴

۳۔ مقتل خوارزمی ج۲ ص۳۸، نفس المھموم ص۱۸۹

آپ نے پھر شدید حملہ کیا۔ چاروں طرف سے تیر برس رہے تھے اور گلے اور سینے کو زخمی کرتے جا رہے تھے۔ اسی عالم میں آپ نے لشکر کو مخاطب کیا ﴿**یا امة السوء بئس ما خلفتم محمدا صلی اللّٰه علیه وآله وسلم فی عترته اما انکم لن تقتلوا بعدی عبدا من عباداللّٰه الصالحین فتهابوا من قتله بل یهون علیکم عند قتلکم ایّای وایم اللّٰه انی لارجو ان یکرمنی ربی بهوانکم ثم ینتقم منکم من حیث لا تشعرون**﴾ اے بدکار لوگو! تم نے محمد رسول اللہ ﷺ کی عترت کے سلسلے میں بدترین مظاہرہ کیا۔ اب آج کے بعد جب تم اللہ کے بندوں میں سے کسی بندے کو قتل کرو گے تو اب تمہیں ہرگز کوئی خوف اور ڈر نہیں ہوگا بلکہ میرے قتل کرنے کے بعد یہ کام تمہارے لئے آسان ہو جائے گا۔ خدا کی قسم اللہ مجھے اپنی بارگاہ میں عزت دے گا اور تمہیں ذلیل کرے گا اور وہ اسی طرح میرا انتقام تم سے لے گا کہ تمہیں گمان بھی نہ ہوگا۔ اُس وقت حصین بن مالک سکونی نے چیخ کر پوچھا کہ اللہ کس طرح آپ کا انتقام ہم سے لے گا؟ جواب میں فرمایا کہ ﴿**یلقی بأسکم بینکم ویسفك دماء کم ثم یصبّ علیکم العذاب الالیم**﴾(۱) پہلے تم پر رعب اور خوف مسلط کرے گا۔ پھر انتقام کی آستین سے ہاتھ نکل کر تمہیں بدترین طریقہ سے ہلاک کرے گا اور آخرت میں دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا۔

استراحت

طبری نے حمید بن مسلم کے حوالہ سے مقتل خوارزمی کی روایت کو تفاوت و فرق کے ساتھ لکھا ہے۔ وہ سید الشہداء کے کلام کو اپنے طریقہ سے نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام بہت دیر بیٹھے رہے۔ اس دوران اگر لوگ انہیں قتل کرنا چاہتے تو قتل کر سکتے تھے لیکن ہر شخص اس عمل سے بچنا چاہتا تھا۔ لوگ یہ چاہتے تھے کہ ہم اس میں ملوث نہ ہوں کوئی دوسرا اس کام کو کر دے۔ یہ جنگ میں مختصر سا ٹھہراؤ تھا کہ شمر نے لشکر سے کہا کہ تم لوگوں پر افسوس ہے اب کس بات کا انتظار کر رہے ہو؟ تمہاری مائیں تمہارے ماتم میں بیٹھیں حسین کو قتل کر دو۔ (سر سے پاؤں تک زخمی ہونے کے سبب جسمِ مطہر سے اتنا خون بہہ چکا تھا کہ آپ پر ضعف کی کیفیت طاری تھی۔ ایسے میں دشمن کو موقع پر ملا اور اس نے بڑھ بڑھ کر حملے شروع کئے۔) زرعہ بن

۱۔ مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۳۹، نفس المہموم ص ۱۸۹، ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۸۱

شریک تمیمی نے آگے بڑھ کر تلوار چلائی اور آپ کی بائیں ہتھیلی کاٹ دی۔ پھر کسی نے آپ کے کندھے پر ضرب لگائی۔ پھر وہ لوگ پلٹ گئے اس وقت آپ مشکل سے اٹھتے تھے اور پھر منہ کے بل گر پڑتے تھے۔(۱)

علامہ مہدی قزوینی لکھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام زخموں سے چور تھے ایسے عالم میں آپ کھڑے کھڑے استراحت فرمانے لگے کہ آپ کی پیشانی پر ایک پتھر آ کر لگا جس سے آپ کا چہرہ لہان ہو گیا۔ پھر آپ کی طرف تیر سہ شعبہ آیا۔(۲)

تیرِ سہ شعبہ

خوارزمی کی روایت ہے کہ سید الشہداء جنگ کرتے کرتے تھک گئے تھے اس لئے کچھ دیر استراحت کے لئے رک گئے۔ ابھی وہ کھڑے تھے کہ آپ کی پیشانی پر ایک پتھر آ کر لگا اور خون کی دھاریں بہنے لگیں۔ آپ نے پیشانی سے خون پونچھنے کے لئے کپڑا اٹھایا ہی تھا کہ زہریلا سہ شعبہ تیر آپ کے حلق مبارک کے گڑھے یا سینے کی طرف پھینکا ﴿**فوقع السهم فی قلبه اولبة**﴾ وہ تیر آپ کے قلب میں آ کر پیوست ہو گیا۔ آپ نے فرمایا ﴿**بسم الله وبالله وعلٰی ملة رسول الله**﴾ نامِ خدا اور ذاتِ خدا کی استعانت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملت پر ہوں۔ ﴿**الهی انك تعلم انهم يقتلون رجلا ليس علٰی وجه الارض ابن نبی غيره**﴾ پھر آسمان کی طرف سر کو بلند کیا اور عرض کی بارالہا تو جانتا ہے کہ یہ لوگ اس شخص کو قتل کر رہے ہیں جس کے علاوہ کسی نبی کا کوئی بیٹا روئے زمین پر نہیں ہے۔

وہ تیر اس طرح آپ کے دل میں پیوست ہو گیا تھا کہ سینے کی طرف سے کھینچ کر نکالنا ممکن نہیں تھا۔ آپ نے پشت کی طرف سے تیر کو کھینچ لیا۔ خون مبارک پرنالے کی طرح بہنے لگا۔ آپ نے ہاتھ لگا کر اس خون کو چلو میں لے لیا اور آسمان کی طرف پھینکا۔ اس کا کوئی قطرہ واپس زمین پر نہیں آیا۔ آسمان کی سرخی کا سبب وہی خون ہے۔ پھر دوبارہ آپ نے خون کو اپنے ہاتھ میں لے کر چہرہ اور ریش مبارک کو خضاب کیا۔ اور اس وقت یہ فرما رہے تھے کہ ﴿**هكذا والله اكون حتٰی القٰی جدّی محمدا وانا مخضوب بدمی واقول**

۱۔ تاریخ طبری ج۴ص ۳۴۶

۲۔ ریاض المصائب ۳۲۹

یارسول اللّٰہ قتلنی فلان و فلان ﴾ میں اسی طرح خون میں غلطاں اپنے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور فریاد کروں گا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلاں اور فلاں نے قتل کیا ہے (۱)۔ ریاض المصائب کے مطابق ﴿ھکذا القیٰ جدّی رسول اللّٰہ محمداً المصطفیٰ واشکوا الیہ ما قد نزل بی من بعدہ فیریٰ ما فعلوا بی الطغاۃ والا رجاس بعترتہ من بعدہ ﴾(۲) میں اس طرح اپنے جد رسول اللہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کروں گا اور ان کے بعد جو کچھ میرے ساتھ ہوا ہے اس کی شکایت کروں گا کہ سرکشوں اور نجس لوگوں نے ان کے بعد ان کی عترت کے ساتھ کیا سلوک کیا۔

زین وزمین

خوارزمی کی پچھلی روایت کا تسلسل یہ ہے کہ آپ جنگ سے تھک کر اپنے مقام پر کھڑے ہوگئے۔ سپاہیوں میں سے جو بھی آپ کی طرف آتا تھا وہ آپ کے پاس پہنچ کر واپس چلا جاتا تھا اس لئے کہ کسی کو یہ پسند نہ تھا کہ خون حسین کا گناہ لے کر اللہ کی بارگاہ میں جائے۔ اتنے میں کندہ کے ایک شخص مالک بن نسر نے آپ کے سر پر ضربت ماری جس سے آپ کے سرِ مبارک کی بڑی ٹوپی کٹ گئی اور خون سے بھر گئی۔ اس پر سید الشہداء نے اس سے کہا کہ اللہ تجھے اپنے ہاتھ سے کھانا پینا نصیب نہ کرے اور تجھے ظالموں میں محشور کرے۔ پھر آپ نے اس ٹوپی کو ہٹا کر ایک چھوٹی پہن لی اور اس پر عمامہ باندھ لیا۔ پھر آپ کم طاقت اور خستہ ہوگئے۔ ایک کندی شخص نے خز کی بڑی ٹوپی لے لی۔ کربلا کے بعد وہ اس ٹوپی کو لے کر گھر آیا اور اپنی زوجہ ام عبداللہ سے کہا اس ٹوپی کے خون کو دھوڈالو۔ اس نے جواب میں کہا کہ بنت رسول کے بیٹے کی ٹوپی لوٹ کر تم میرے گھر میں داخل ہوئے ہو۔ یہاں سے نکل جاؤ۔ اللہ تمہاری قبر کو آگ سے بھر دے۔ اس کندی کے ساتھیوں کا بیان ہے کہ کربلا کے واقعہ کے بعد اس کے دونوں ہاتھ سوکھ گئے تھے اور وہ مفلسی کے بدترین حالات میں زندگی گزارتا تھا یہاں تک کہ مر گیا۔

پھر شمر نے آواز دے کر کہا کہ تیروں نے حسین کو سست اور کمزور کر دیا ہے۔ اب تم لوگوں کو کس بات کا انتظار ہے۔ لوگ پھر نیزوں اور تلواروں کے ساتھ سید الشہداء کے قریب آگئے۔ زرعہ بن شریک تمیمی نے

۱۔ مقتل خوارزمی ج۲ ص۳۹

۲۔ ریاض المصائب ص۳۳۰

آپ پر تلوار کا ایک بھیانک وار کیا۔ سنان بن انس نے آپ کے گلے پر ایک تیر چلایا اور صالح بن وھب مزنی نے آگے بڑھ کر کمر مبارک کے نیچے نیزہ مارا وہ ضرب اتنی شدید تھی کہ آپ گھوڑے پر سنبھل نہ سکے اور داہنے چہرے کے بل زمین پر تشریف لائے۔ پھر اٹھ کر بیٹھ گئے اور گلے سے تیر کو کھینچ کر نکالا۔ اس وقت عمر بن سعد سید الشہداءؑ کی کیفیت دیکھنے کے سید الشہداءؑ کے قریب آیا۔(۱)

رب کی بارگاہ میں

جب سید الشہداءؑ شدید ترین مصائب میں گھرے ہوئے تھے تو آپ نے سر کو آسمان کی طرف بلند کیا اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کی ﴿اللهم متعالی المكان، عظیم الجبروت، شدید المحال، غنّی عن الخلائق، عریض الكبریاء، قادر علٰی ماتشاء، قریب الرحمة، صادق الوعد، سابغ النعمة، حسن البلاء، قریب اذا دعیت، محیط بما خلقت، قابل التوبة لمن تاب الیك، قادر علٰی ما اردت، تدرك ما طلبت، شكور اذا شكرت، ذكور اذا ذكرت، أدعوك محتاجا و أرغب الیك فقیرا و أفزع الیك خائفا و أبكی مكروبا وأستعین بك ضعیفا و أتوكل علیك كافیا اللهم احكم بیننا وبین قومنا فانهم غرونا وخذلونا وغدروابنا ونحن عترة نبیك وولد حبیبك محمد صلی الله علیه وآله وسلم الذی اصطفیته بالرسالة وأئتمنته علٰی الوحی فاجعل لنا من امرنا فرجا ومخرجا یا ارحم الراحمین﴾ اے وہ اللہ جو بلند ترین رتبہ والا ہے، عظیم قوت وطاقت کا مالک ہے، سخت ترین عقاب کرنے والا ہے، مخلوقات سے بے نیاز ہے، وسیع وعریض کبریائی والا ہے، ہر مشیت پر قادر ہے، اپنی رحمت میں قریب ہے، اپنے وعدہ میں سچا ہے، بھرپور نعمتوں والا ہے، اچھے امتحان لینے والا ہے، اگر تجھے پکارا جائے تو تُو قریب ہے، اپنی مخلوقات کو گھیرے ہوئے ہے، تائب کی توبہ قبول کرنے والا ہے، تو اپنے ارادوں پر قادر ہے، تو جو چاہے اس پر حاوی ہے، اپنے شکر کرنے والوں کو جزا دیتا ہے، اپنے یاد کرنے والے کو یاد کرتا ہے، میں تجھے پکار رہا ہوں کہ محتاج ہوں، میں تیری طرف راغب ہوں کہ فقیر ہوں، میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ خائف ہوں

۱۔ مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۳۹۔۴۰

اور سختیوں میں گریہ کناں ہوں، ناتوانی میں تیری مدد کا خواہاں ہوں اور تجھ پر توکل کرتا ہوں کہ تو ہی کافی ہے۔ بارالہا! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان تو حَکَم بن جا، انہوں نے ہمیں دھوکہ دیا اور ہمیں اکیلا چھوڑ دیا اور ہمارے ساتھ بدعہدی کی۔ اور ہم تیرے نبی کی عترت اور تیرے حبیب محمد ﷺ کی اولاد ہیں، جنہیں تو نے رسالت کے لئے چُنا اور اپنی وحی کا امین بنایا۔ پس ہمیں ہمارے امر میں کشادگی عطا فرما اور نکلنے کا راستہ بخش۔ اے مہربانوں کے مہربان!

فرشتوں کا گریہ

بعض روایات میں ہے کہ سید الشہداء جب زین سے زمین پر تشریف لائے تو خون میں غلطاں آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اس وقت آسمانی فرشتوں نے گریہ کرتے ہوئے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ بارالہا! تیرے نبی کی بیٹی کے ساتھ کیا ہو رہا ہے یہ تو دیکھ رہا ہے اور تو ہی شدید انتقام لینے والا ہے۔ جواب میں بارگاہ الٰہی سے آواز آئی کہ عرش کی داہنی جانب دیکھو۔ اُس جانب فرشتوں کو قائم آل محمد مہدی علیہ السلام کا نور نظر آیا جو رکوع و سجود میں مشغول تھا۔ پروردگار نے ارشاد فرمایا کہ میں اِس کے ذریعہ اُس کا انتقام لوں گا (۱)۔ اس کی مثل ایک ایک روایت اصول کافی کتاب الحجۃ باب مولد الحسین میں موجود ہے۔ والد مرحوم رضوان اللہ علیہ نے حاشیہ پر لکھا ہے کہ یہ روایت صحیح یا مثلِ صحیح ہے۔

علامہ دربندی کی روایت ہے کہ تیر کا زخم لگنے کے بعد آپ بے ہوش ہو کر زمین پر تشریف لائے۔ جب غش سے افاقہ ہوا تو پھر جنگ کرنے کے لئے اٹھے لیکن ناطاقتی سے اٹھ نہ سکے۔ اس وقت آپ نے شدید گریہ فرمایا اور اس طرح فریاد کی ﴿واجّداه، وا محمداه، وا عليّاه، وا اخاه، وا حسناه، وا عبّاساه، وا غربتاه واغوثاه، واقلة ناصراه، اقتل مظلوما وجدی محمد المصطفیٰ، اذبح عطشانا وابی علی المرتضیٰ، اترك مهتوكا وامّی فاطمة الزهراء عليها السلام﴾ میں مظلوم قتل ہو رہا ہوں اور میرے جد محمد مصطفیٰ ہیں، میں پیاسا ذبح کیا جا رہا ہوں اور میرے بابا علی مرتضیٰ ہیں، میری ہتکِ حرمت کی جا رہی ہے اور میری مادر گرامی فاطمہ زہرا ہیں۔ پھر بہت دیر تک آپ سجدہ کی کیفیت

۱۔ ریاض المصائب ص ۳۳۳ بحوالہ منتخب طریحی، اواخر مجلسِ ثالث

میں بے ہوش رہے۔طویل بیہوشی کے سبب دشمن یہ نہ جان سکا کہ ابھی آپ زندہ ہیں یا نہیں۔اتنے میں ایک کندی نے آگے بڑھ کر آپ کے سرِ مطہر کے اگلے حصّہ پر ضربت لگائی جس سے آپ کا سر شگافتہ ہوگیا۔(۱)

مقاتل کی روشنی میں یہ وہ وقت ہوسکتا ہے جب امام حسن علیہ السلام کا شہزادہ عبداللہ بن حسن خیمہ سے نکلا اور امام حسین علیہ السلام کے پاس پہنچ کر شہید ہوا۔یہ واقعہ تحریر ہو چکا ہے۔

ہلال بن نافع کا بیان

یزید کی فوج کے ایک سپاہی ہلال بن نافع کا بیان ہے کہ میں عمر بن سعد کے سپاہیوں میں کھڑا ہوا تھا کہ کسی نے بلند آواز سے کہا کہ امیر! مبارک ہو شمر نے حسین کو قتل کر دیا۔راوی کہتا ہے کہ یہ سن کر میں لشکر سے باہر آیا اور دو صفوں کے درمیان حسین کے سرہانے کھڑا ہوگیا۔حسین اس وقت حالتِ احتضار میں تھے۔میں حسین کو دیکھنے لگا۔خدا کی قسم میں نے بہت مقتول دیکھے ہوں گے لیکن میں نے حسین جیسا نورانی اور خوبصورت کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ﴿قد شغلني نور وجهه وجمال هيئته عن الفكرة في قتله﴾ میں آپ کے چہرہ کے نور و جمال سے اس درجہ متاثر ہوا کہ میں ان کے قتل کے بارے میں سوچنا بھول گیا۔حسین شدید پیاسے تھے اور پانی مانگ رہے تھے۔اس وقت کسی بدجنس و بدنسب نے جواب میں کہا کہ اب تمہیں دنیا کا پانی تو نصیب نہیں ہوگا ﴿حتّى تردّ الحامية و تشرب من حميمها﴾ امام نے جواب میں فرمایا کہ میں جہنم میں نہیں جاؤں گا اور نہ جہنم کا حمیم پیوں گا۔میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جنت میں جا رہا ہوں اور سلطانِ مقتدر کے پاس بیٹھوں گا اور شکایت کروں گا کہ ان لوگوں نے میرے ساتھ کیا کچھ کیا ہے۔

ہلال بن نافع کہتا ہے کہ لشکر کے لوگوں نے جب امام حسین علیہ السلام کا کلام سنا تو اس طرح غضب میں آگئے جیسے اللہ نے رحم انکے دل میں ڈالا ہی نہ ہو۔ابھی حسین باتیں کر ہی رہے تھے کہ ان کا سر کاٹ لیا گیا(۲)۔

۱۔ اسرار الشہادۃ ص ۴۱۱، معالی السبطین ج ۲ ص ۳۸

۲۔ ریاض القدس ج ۲ ص ۱۷۸، صاحب ریاض نے عربی کا جملہ نقل کیا ہے لیکن یہ کہہ کر ترجمہ سے انکار کر دیا ہے کہ جملہ قابلِ ترجمہ نہیں ہے۔میں نے بہت سے مقامات پر یزیدیوں کے گستاخانہ جملے نقل کئے ہیں۔لیکن یہ مجبوری ہے۔میں چاہتا ہوں کہ خدا اور رسول سے اس گروہ کی دشمنی صاحبانِ فکر و شعور تک پہنچ جائے۔میں نقل کرنے کی گستاخی پر اپنے خدا کی بارگاہ میں عفو و مغفرت کا طلب گار ہوں۔

اس روایت کو سید ابن طاؤس، شیخ جعفر ابن نما، فرہاد مرزا، سید محمود دہ سرخی اور دوسروں نے اپنے اپنے طریقہ سے نقل کیا ہے۔

تسلیم و رضا

فاضل حائری کے مطابق حسین زمین پر آئے۔ اور ایک طویل مدت تک آسمان کو دیکھتے رہے اور بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے رہے ﴿**صبراً علٰی قضائك وبلائك یا رب لا معبود سواك یا غیاث المستغیثین**﴾ پروردگارا میں تیرے فیصلے اور امتحان پر صابر ہوں۔ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اے فریاد کرنے والوں کی فریاد سننے والے۔ مقتل ابومخنف میں یہی جملہ ہے صرف کلمۂ بلائک نہیں ہے۔ صاحب ریاض المصائب کے مطابق آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی ﴿**مالی رب سواك ولا معبود غیرك، صبرا علٰی حكمك یا غیاث من لا غیاث له یا دائما لا نفاد یا محیی الموتٰی یا قائما علٰی كل نفس بما كسبت احكم بینی و بینهم وانت خیر الحاكمین**﴾ تیرے علاوہ نہ میرا کوئی پالنے والا ہے نہ معبود ہے۔ میں تیرے حکم پر صابر ہوں اے بیکسوں کے پناہ دینے والے! اے ہمیشگی کے مالک! اے مردہ کو زندہ کرنے والے! اے نفسوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دینے والے! میرے اور ان لوگوں کے درمیان فیصلہ فرما تو ہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے (۱) اور ارشاد مفید کے مطابق عبداللہ بن حسن کی شہادت کے بعد فرمایا ﴿**فان متعتهم الٰی حین ففرقهم تفریقا واجعلهم طرائق قددا ولا ترض الولاة عنهم ابدا فانهم دعونا لینصرونا ثم عددا علینا فقتلونا**﴾ (۲) (پچھلے صفحات میں اس کا ترجمہ گزر چکا ہے)۔ ایک روایت کے مطابق جب شمر سینۂ اقدس تک پہنچ چکا تھا اس وقت آپ نے یہ فرمایا کہ ﴿**الٰهی وفیت بعهدی فأنت اولٰی بالوفاء بما عهدت أف بعهدك فنودی یا حسین طب نفسا انی أهب لك من العاصین من محبیك عددا ترضٰی**﴾ بارالٰہا! میں نے اپنے وعدے کو پورا کیا اب تو اپنا وعدہ پورا فرما۔ بارگاہ الٰہی سے جواب ملا کہ مطمئن ہو جاؤ میں تمہارے گناہگار چاہنے والوں

۱۔ معالی السبطین ج۲ ص۳۸، مقتل ابومخنف ص۱۴۲، ریاض المصائب ص۳۳۰

۲۔ ارشاد مفید ج۲ ص۱۱۰

میں سے اتنوں کو بخشوں گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ بعض روایات میں ہے کہ اس وقت آپ نے فرمایا کہ ﴿الآن طاب علیّ الموت﴾ اب میرے لئے موت خوشگوار اور آسان ہے۔(۱)

خولی بن یزید

حسین اپنے اللہ سے راز و نیاز میں مصروف تھے کہ مقتل نگاروں کے مطابق چالیس افراد نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا۔ سب سے پہلے خولی بن یزید اصبحی تلوار لے کر آگے بڑھا۔ جیسے ہی وہ چند قدم آگے بڑھا تھا کہ کانپتا لرزتا آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگا۔ شمر نے اسے جھڑکا کہ تمہاری حالت کیا ہے؟ خدا کرے تمہارے بازو ٹوٹ جائیں۔ اس نے جواب دیا کہ خدا کی قسم مجھ میں رسول کے بیٹے کو قتل کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ شمر نے اسے دوبارہ آمادہ کرنا چاہا لیکن وہ تیار نہ ہوا۔

شَبَث بن رِبعی

یہ امام حسین علیہ السلام کو خط لکھ کر بلانے والوں میں شامل تھا۔ وہ آپ کو قتل کرنے کے لئے تلوار ہاتھ میں لے کر آگے بڑھا۔ امام نے گوشۂ چشم سے اس کی طرف نگاہ کی۔ وہ بھی کانپنے لگا اور یہ کہتا ہوا واپس ہو گیا کہ میں حسین کے خون سے اپنے ہاتھوں کو آلودہ کر کے اللہ سے ملاقات کروں۔ اللہ نہ کرے۔

سنان بن انس

سنان بن انس نے شبث کی یہ کیفیت دیکھ کر اسے سخت و سست الفاظ کہے اور بزدلی کا طعنہ دے کر پوچھا کہ تم نے حسین کو قتل کیوں نہیں کیا؟ شبث نے کہا کہ جیسے ہی حسین نے آنکھ کھول کر مجھے دیکھا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں ہیں۔ اس وقت میری طاقت سلب ہو گئی اور بدن لرزنے لگا۔ سنان نے کہا کہ تلوار مجھے دے دو میں قتل حسین کے لئے تم سے زیادہ مناسب شخص ہوں۔ شبث نے تلوار سنان کو دے دی۔ وہ تلوار لے کر امام حسین علیہ السلام کے سرہانے آیا۔ امام نے اس کی طرف دیکھا۔ اس کے بدن پر ایسا لرزہ طاری ہوا کہ تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گئی۔ وہ پلٹا اور ابن سعد سے کہنے لگا کہ تم پر اللہ کی مار ہو تم حسین کو قتل کروا کے رسول کو میرا دشمن بنانا چاہتے ہو؟ شمر نے اس سے پوچھا کہ تم کیوں واپس

۱۔ ریاض القدس ج ۲ ص ۱۸۲، مصائب المعصومین ص ۲۲۴ مخطوطہ

آ گئے؟ اس نے جواب دیا کہ حسین نے جب آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا تو مجھے جنگوں میں علی کے کارنامے یاد آنے لگے اور میں حسین کو قتل کرنے سے باز آ گیا۔ شمر نے کہا کہ تم بزدل ہو تلوار مجھے دے دو۔ مجھ سے زیادہ کوئی اس کام کے لئے مناسب نہیں ہے۔(۱)

پاک طینت

امام حسین علیہ السلام کے قتل کے لئے کوئی شخص آگے بڑھا۔ وہ جیسے ہی سرہانے پہنچا امام حسین علیہ السلام نے اس پر نگاہ ڈالی اور فرمایا کہ واپس جاؤ تم میرے قاتل نہیں ہو۔ وہ شخص یہ سن کر رونے لگا اور عرض پرداز ہوا کہ فرزند رسول! میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ آپ اس حال میں بھی ہمارے لئے مغموم ہیں اور راضی نہیں ہیں کہ ہم جہنم میں جائیں۔ پھر اس نے وہ تلوار کھینچی جو امام حسین علیہ السلام کے قتل کے لئے لایا تھا۔ اور عمر بن سعد کی طرف دوڑا۔ ابن سعد نے پوچھا کہ حسین کو قتل کر دیا۔ اس نے کہا کہ میں تمہیں قتل کرنے کے لئے آیا ہوں۔ پھر تلوار کھینچ کر ابنِ سعد پر حملہ کر دیا۔ ابن سعد کے غلاموں نے اسے جکڑ لیا اور اسے ضربتیں لگا کر زمین پر گرا دیا۔ اس نے اسی مقام سے امام حسین علیہ السلام کو آواز دی کہ یا اباعبداللہ گواہ رہیے گا کہ میں آپ کی محبت میں جان دے رہا ہوں۔ قیامت کے دن مجھے جنت سے سرفراز فرمایئے گا۔ آپ نے کمزور آواز میں وعدہ فرمایا کہ ہاں میں ایسا ہی کروں گا۔(۲)

زینب قتل گاہ میں

جناب زینب مسلسل بھائی پر نگاہ رکھے ہوئے تھیں۔ گھوڑے سے زمین پر آتے ہی آپ خیمہ سے باہر نکل کر دوڑیں اور فریاد کرتی ہوئی حسین کی طرف تیزی سے آئیں۔ ﴿وا اخاہ! واسیّداہ وا اھل بیتاہ! لیت السماء اطبقت علی الارض والجبال تدکدکت علی السھل﴾ کاش آسمان زمین پر گر پڑتا اور پہاڑ صحرا پر آ جاتا(۳)۔ پھر آپ ابن سعد کی طرف متوجہ ہوئیں اور ارشاد فرمایا ﴿یا بن

۱۔ رمز المصیبۃ ج۲ اور دیگر مقاتل

۲۔ مصائب المعصومین ص ۲۲۳ مخطوطہ

۳۔ لہوف مترجم ص ۱۴۲

سعد أيقتل ابوعبدالله وانت تنظر اليه ﴾ابن سعد! حسین قتل ہو رہے ہیں اور تو دیکھ رہا ہے۔ ابن سعد کی آنکھوں سے (مگرمچھ کے) آنسو جاری تھے۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور جناب زینب کی طرف سے منہ پھیرلیا (۱)۔ شیخ مفید لکھتے ہیں کہ جب ابن سعد نے جواب نہیں دیا تو شہزادی زینب مجمع سے مخاطب ہوئیں ﴿ویحکم اما فیکم مسلم؟ ﴾ تم لوگوں پر وائے! کیا تم میں کوئی مسلمان نہیں ہے؟ اس پر کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ (۲)

فاضل حائری کے مطابق اسی دوران جناب زینب افتاں وخیزاں قتل گاہ کے نشیب میں پہنچیں۔ بھائی کو سراپا زخمی مقتل کی زمین پر پڑے ہوئے دیکھ کر نالہ وفریاد کرنے لگیں۔ فرمایا ﴿أأنت الحسين أخي أأنت ابن أمّي، أأنت نور بصري، أأنت مهجة قلبي أأنت حمانا أأنت رجانا أأنت كهفنا أأنت عمادنا أأنت ابن محمد المصطفٰى أأنت ابن علي المرتضٰى أأنت ابن فاطمة الزهراء﴾ کیا تم میرے بھائی حسین ہو؟ کیا تم میری ماں کے بیٹے ہو؟ کیا تم میری آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہو؟ کیا تمہیں ہمارے سرپرست، نگہبان اور سہارا ہو؟ کیا تم محمد مصطفیٰ ﷺ کے فرزند اور علی و فاطمہ کے بیٹے ہو؟ لاتعداد زخموں سے پہنچنے والی اذیتوں کے سبب آپ پر غشی کی کیفیت طاری تھی۔ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جناب زینب نے گریہ شروع کیا اور فرمایا ﴿اخي بحق جدي رسول الله الا ما كلمتني وبحق ابي امير المومنين الا ماخاطبتني يا حشاش مهجتي بحق امي فاطمة الزهراء الا ماجاوبتني ياضياء عيني كلمني يا شقيق روحي جاوبني ﴾ بھیا تمہیں نانا رسول اللہ بابا علی مرتضیٰ اور اماں فاطمہؑ زہرا کا واسطہ مجھ سے بات کرو۔ بھیا تم میری آنکھوں کا نور اور دل کی ٹھنڈک ہو مجھ سے باتیں کرو۔ امام حسین علیہ السلام نے بہن کے اصرار پر بہت دشواری سے آنکھیں کھولیں اور فرمایا ﴿يا اختاه هٰذا يوم التنادو الفراق هذا اليوم الذي وعدني به جدّي وهو اليّ مشتاق ﴾ بہن یہ فراق اور جدائی کا دن ہے۔ یہ وہ دن ہے جس کا وعدہ میرے جد نے مجھ سے کیا تھا۔ اور وہ مجھ سے ملاقات کے منتظر ہیں۔ پھر آپ پر غش کی کیفیت طاری ہوگئی۔ اس وقت جناب زینب نے آپ کی پشت کی

۱۔ بحار الانوار ج۴۵ ص۵۵

۲۔ ارشاد مفید ج۲ ص۱۱۲

طرف بیٹھ کر آپ کو اٹھایا اور سینے سے لگا لیا۔ سید الشہداء چونکے اور فرمانے لگے ﴿اخیّة زینب کسرت قلبي وزدتني كربي فبالله عليك الا ماسكنت وسكت فصاحت واويلاه اخي يابن امي كيف اسكن واسكت وانت بهذه الحالة تعالج سكرات الموت، روحي لروحك الفداء نفسي لنفسك الوقاء﴾ بہن تمہاری گریہ وزاری سے میرا دل ٹوٹتا ہے اور اندوہ بڑھتا ہے۔ صبر کرو اور چپ ہو جاؤ۔ جناب زینب نے فرمایا بھیا میں کیسے صبر کروں اور کیوں کر خاموش رہوں جب کہ آپ کی یہ حالت ہے۔

ابھی بھائی اور بہن میں باتیں ہو رہی تھیں کہ جناب زینب پر تازیانہ کا وار ہوا۔ آپ نے مڑ کر دیکھا تو شمر نے کہا کہ بھائی کو چھوڑ کر ہٹ جاؤ ورنہ تمہیں بھی قتل کر دوں گا۔ جلال کے عالم میں فرمایا کہ تو میرے بھائی کو قتل کرنا چاہتا ہے تو آپ پہلے مجھے قتل کر دے۔ اس نے ظلم وستم کے ذریعہ آپ کو امام حسین علیہ السلام سے الگ کیا (۱)۔ غالباً یہی وہ وقت ہوگا جب امام حسین علیہ السلام نے جناب زینب کو گوشۂ چشم سے واپس جانے کا اشارہ کیا ہوگا۔

شمر سے گفتگو

بحار الانوار کی ایک روایت کے مطابق شمر اور سنان بن انس اس وقت سید الشہداء کے قریب آئے جب آپ آخری سانسیں لے رہے تھے اور پیاس کی شدت سی اپنی زبان کو چبا رہے تھے اور پانی طلب فرما رہے تھے۔ اس وقت شمر نے اپنے ملعون پاؤں سے جسارت کی اور کہا کہ اے فرزندِ بوتراب! تمہارا تو یہ خیال ہے کہ تمہارے والد حوضِ کوثر سے اپنے دوستوں کو پانی پلائیں گے۔ اس وقت کا انتظار کرو جب ان کے ہاتھ سے تمہیں پانی ملے گا۔ پھر شمر نے سنان سے کہا کہ حسین کا گلا کاٹ دو۔ اس نے جواب دیا کہ بخدا میں یہ نہیں کروں گا۔ ان کے جد محمد رسول اللہ میرے دشمن ہو جائیں گے (۲)۔ شمر غصہ میں آپ کے سینے پر آیا اور قتل کا ارادہ کیا۔ پوچھا تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں شمر بن ذی الجوشن ضبابی ہوں۔ آپ نے خندہ فرما کر ارشاد فرمایا تو بہت بلند جگہ پر بیٹھ گیا جو بوسہ گاہِ رسول ہے۔ کیا مجھے پہچانتا نہیں ہے؟ اس نے کہا کہ میں آپ کو خوب پہچانتا ہوں۔ آپ حسین ہیں۔ آپ کی مادر فاطمہ زہرا اور باپ علی ہیں اور رسول اللہ آپ کے جد

۱۔ معالی السبطین ج ۲ ص ۴۰

۲۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۵۶

اور خدیجہ آپ کی جدّہ ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ جب پہچانتا ہے تو کیوں قتل کر رہا ہے؟ کہا یزید سے انعام لینے کے لئے ورنہ کوئی دوسرا انعام لے لے گا۔ آپ نے پوچھا کہ یزید کا انعام بہتر ہے یا میرے جد کی شفاعت؟ اس نے کہا میں یزید کے کمترین انعام کو بھی آپ کے جد اور والد کی شفاعت سے زیادہ سمجھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ﴿ان كان لابدمن قتلى فاسقنى شربة من الماء﴾ اگر تو نے قتل کرنے کا طے کر ہی لیا ہے تو تھوڑا سا پانی پلا دے۔ اس نے کہا آپ کی یہ خواہش پوری نہیں ہوگی یہاں تک کہ آپ پیاسے ہی مریں گے۔ آپ کے والد تو ساقیٔ کوثر ہیں کچھ دیر انتظار کریں ان کے ہاتھ سے آپ کو جام آب مل جائے گا۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے چہرے کو کھول تا کہ میں تیری صورت دیکھ لوں۔ اس نے چہرہ کھولا تو آپ نے دیکھ کر فرمایا ﴿الله اكبر الله اكبر صدق جدّى رسول الله﴾ میرے جد رسول اللہ سے سچ فرمایا تھا۔ اس نے پوچھا کہ آپ کے جد نے کیا کہا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ میرے جد نے کہا تھا کہ اے علی! تمہارا بیٹا ایک ایسے خبیث صورت اور مبروص کے ہاتھوں قتل ہوگا جس کی تھوتھنی کتے جیسی ہوگی اور جس کے بال سوّر کی طرح کھڑے ہوں گے۔ اس نے کہا کہ چونکہ تمہارے جد نے مجھے کتے سے تشبیہ دی ہے تو میں بھی تمہارا سر پسِ گردن سے کاٹوں گا۔ اس کے بعد اس نے ایسی جسارت کی کہ آپ منہ کے بل ہو گئے۔ (۱)

شہادت

شمر نے اپنی تلوار کی بارہ ضربتوں سے آپ کا سر پسِ گردن سے قلم کر دیا۔ اور نوک نیزہ پر بلند کیا۔ اس وقت فوجیوں نے تین مرتبہ نعرہ تکبیر بلند کیا (۲)۔ ایسے میں سرخ آندھی چلنے لگی اور اتنا گہرا گرد و غبار تھا کہ نزدیک کی چیز بھی نظر نہیں آتی تھی۔ میدان کے سپاہی یہ سمجھ رہے تھے کہ عذاب الٰہی نازل ہو گیا (۳)۔ آسمان سے منادی نے آواز دی ﴿قتل والله الامام ابن الامام واخوالامام وابو الائمة الحسين بن على بن ابيطالب عليهم السلام﴾

۱۔ ناسخ التواریخ ج ۲ص ۳۹۰۔۳۹۱، مقتل خوارزمی ج ۲ص ۳۲، بحار الانوار حوالۂ سابق۔ کچھ فرق کے ساتھ

۲۔ ناسخ التواریخ

۳۔ مقتل خوارزمی

آخری لمحہ

خواجہ حسن نظامی تحریر کرتے ہیں کہ ------- مگر حضرت امام حسین علیہ السلام باوجود کامل مایوسی اور بے کسی اور بے بسی کے، خوش تھے اور مطمئن تھے۔ یہاں تک کہ جب ان کے بچے اور قرابت دار اور ساتھی ختم ہو چکے اور وہ خود بھی زخموں سے چور چور ہو کر گر پڑے اور ان کی زندگی کے چند سانس باقی رہ گئے تب بھی ان کی زبان پر بے صبری کا کوئی لفظ نہیں آیا نہ ان کی حرکت سے کوئی بے صبری ظاہر ہوئی۔ بلکہ انہوں نے آخری سانسوں میں بھی خدائی مخلوق پر احسان کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ جب ان کا قاتل خنجر لے کر ان کے سینے پر چڑھا تو انہوں نے اس پر احسان رکھنے کے لئے بہت دھیمی اور کمزور آواز میں کہا ذرا ٹھہر جا۔ میں بہت جلد مر جاؤں گا۔ اس کے بعد میرا سر کاٹ لینا۔ میں نہیں چاہتا کہ میری قوم کا اور میرے نانا کا کلمہ پڑھنے والا کوئی مسلمان میرا قاتل ہو اور میرے قتل کی وجہ سے دنیا میں بدنام ہو۔ میں عام لڑائی میں زخمی ہوا ہوں اور ان ہی زخموں سے مر گیا تو کسی خاص شخص کا نام میرے قتل میں نہیں لیا جائے گا اور یہ سمجھا جائے گا کہ ایک بے جان لاش کا سر کاٹا گیا ہے۔ اور اگر تو نے میری زندگی میں میرا سر کاٹ لیا تو قیامت تک تیری بدنامی ہوگی اور دنیا تجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کا قاتل کہا کرے گی۔ مگر قاتل نے اس محسنِ عام کی اس عجیب خواہش کو نہ مانا اور زندگی ہی میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر کاٹ لیا۔ (۱)

جبریل کی فریاد

سید الشہداء کی شہادت کے بعد ایک آنے والا لشکر گاہ میں ظاہر ہوا جو قتلِ حسین پر نالہ و فریاد کر رہا تھا۔ لوگوں نے اُسے اس عمل سے منع کیا تو اس نے جواب دیا کہ کیسے فریاد نہ کروں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے کبھی زمین کی طرف دیکھ رہے ہیں اور کبھی تم لوگوں کی طرف۔ مجھے خوف ہے کہ اگر انہوں نے بددعا کر دی تو روئے زمین کے سب لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ یہ سن کر فوج میں ایک نے دوسرے سے کہا کہ یہ پاگل شخص ہے۔ اُس وقت کچھ توبہ کرنے والوں نے کہا کہ یہ ہم نے کیا کیا۔ ہم نے سمیّہ کے بیٹے کیلئے جوانانِ جنت کے سردار کو قتل کر دیا۔ (اس مرحلہ سے حسینی انقلاب کا آغاز ہوا)۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے امام صادق علیہ السلام

۱۔ کارنامۂ حسین ص ۲۰۔۲۱ شائع کردہ بہار شیعہ کانفرنس پٹنہ

سے پوچھا کہ وہ نالہ وفریاد کرنے والا کون تھا؟ آپ نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام کے علاوہ کون ہوسکتا ہے۔(۱)

توّابین

جبریل کی فریاد کے ساتھ ہی یزید کے لشکر میں توّابین کا ظہور ہوا اور یہی وہ مرحلہ ہے جسے ہم حسینی انقلاب کے آغاز کا نام دے سکتے ہیں۔

ذوالجناح اور اہلحرم

امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد آپ کی سواری کا گھوڑا مسلسل ہنہناتا اور چیختا ہوا مقتولین کی لاشوں کے درمیان گردش کررہا تھا۔ عمر بن سعد نے اُسے دیکھ کر اپنے آدمیوں کو آواز دی کہ اسے پکڑ کر میرے پاس لاؤ۔ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری کے بہترین گھوڑوں میں تھا۔ لوگ اُسے پکڑنے کیلئے دوڑے تو اس نے اپنے دفاع میں ٹاپیں مارنی شروع کیں اور دانتوں میں دبا کر لوگوں کو پٹخنا شروع کیا جس سے بہت سے لوگ ہلاک ہوگئے اور بہت سے گھوڑوں سے گرکر زخمی ہوگئے۔ یہ دیکھ کر ابن سعد نے ان لوگوں سے چیخ کر کہا کہ گھوڑے سے دور ہٹ جاؤ۔ دیکھیں کہ وہ کیا کرتا ہے جب لوگ دور ہٹ گئے تو وہ تلاش کرتا ہوا سیدالشہداء کے لاشے پر پہنچ گیا۔ پھر جھک کر آپ کی خوشبو سونگھی اور آپ کے چہرے کا بوسہ لیا اور اپنی پیشانی کو آپ کے جسدِ مبارک سے ملنا شروع کیا۔ اس دوران وہ ہنہناتا اور چیختا رہا اور پسر مردہ ماؤں کی طرح گریہ کرتا رہا۔ دیکھنے والے اس کی کیفیت کو دیکھ کر تعجب کررہے۔ پھر وہ اہلحرم کے خیمہ کی طرف روانہ ہوگیا۔(۲)

سیدالشہداء کا گھوڑا پکڑے جانے کے خوف سے کسی جانب نکل گیا تھا، کچھ دیر میں واپس آیا پھر اپنے سر کو خون حسین سے رنگین کرکے اہلحرم کے خیمہ کی طرف چلا گیا(۳)۔ امام باقر علیہ السلام نے گھوڑے کی آواز کے متعلق ارشاد فرمایا کہ وہ کہہ رہا تھا ﴿الظلیمة الظلیمة من أمة قتلت ابن بنت نبیّها﴾ کیا ظلم کیا، کیا ظلم کیا اس قوم نے کہ اپنے نبی کی بیٹی کے بیٹے کو قتل کردیا(۴)۔ ابومخنف نے جلودی سے روایت کی ہے کہ جب سیدالشہداء زمین پر تشریف لائے تو گھوڑا ان کا دفاع کررہا تھا۔ سواروں کو دانتوں سے پکڑ کر

۱۔ نفس المہموم ص۱۹۲ بحوالہ ابن قولویہ
۲۔ منتخب طریحی ص۳۲۷
۳۔ کتاب الفتوح ج۵ ص۱۱۹، مقتل خوارزمی ج۲ ص۴۲
۴۔ مقتل مقرم ص۲۸۳، بحارالانوار ج۴۴ ص۲۶۶

زین سے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیتا اور پاؤں سے روند کر ہلاک کر دیتا تھا یہاں تک کہ اس نے چالیس افراد کو قتل کیا (۱)۔ شیخ صدوق کے مطابق اپنی پیشانی کو خون حسین سے رنگ کر دوڑتا اور ہنہناتا ہوا خیمہ تک آیا۔ نبی اکرم ﷺ کی بیٹیوں نے اس کی آواز سن لی۔ جب وہ درخیمہ پر آئیں تو رہوار اپنے راکب کے بغیر تھا۔ وہ جان گئیں کہ حسین قتل ہو گئے (۲)۔ مقتل خوارزمی کے مطابق جب حسین کی بہنوں، بیٹیوں اور دیگر اہلحرم نے دیکھا کہ زین خالی ہے تو ان کی گریہ وزاری کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ ام کلثوم نے اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر فریاد کی ﴿وامحمداه ! واجداه ! وانبيّاه ! وا ابا القاسماه ! وا عليّاه ! وا جعفراه ! وا حمزتاه ! واحسناه ! هٰذا حسين بالعراء، صريع بكر بلاء، مجزوز الراس من القضا، مسلوب العمامة الرداء﴾(۳) اے محمد، اے ہمارے جد، اے علی، اے جعفر، اے حمزہ، اے حسین! یہ حسین ہیں جو کربلا کی زمین پر (مقتول) پڑے ہیں ان کا سر پس گردن سے کاٹا گیا ہے، ان سے عمامہ اور ردا کو چھین لیا گیا ہے۔ پھر جناب ام کلثوم غش کر گئیں۔

زیارتِ ناحیہ میں اس طرح ارشاد ہوا ہے ﴿فلمّا نظرن النساء الٰى الجواد مَخزيّاً والسرج عليه ملويّاً خرجن من الخدور ناشرات الشعور، علٰى الخدود لاطمات، وللوجوه سفرات وبالعويل واعيات و بعد العزّ مذلّلات والٰى مصرع الحسين مبادرات والشمر جالس علٰى صدرك و مُولغٍ سيفه علٰى نحرك قابض علٰى شيبتك وبيده ذابح لك بمهنده﴾(۴) (اے سید الشہداء! جب اہلحرم نے آپ کے گھوڑے کو اس حال میں دیکھا کہ وہ بے وارث اور مقہور ہے اور اس کی زین الٹی ہوئی ہے تو وہ خیموں سے باہر آگئیں۔ ان کے بال کھلے ہوئے تھے۔ چہروں پر طمانچے مار رہی تھیں، چہروں سے نقابیں سرک گئی تھیں اور شدت سے نالہ وزاری کر رہی تھیں۔ وہ عزت والیاں اس وقت بے چارہ و تدبیر تھیں اور وہ تیزی سے قتلگاہ کی طرف جا رہی تھیں۔

۱۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۵۶ بحوالۂ مناقب ابن شہر آشوب

۲۔ ترتیب الامالی ج ۵ ص ۲۰۹

۳۔ مناقب خوارزمی ج ۲ ص ۴۳

۴۔ بحار الانوار ج ۹۸ ص ۳۱۷

اس وقت شمر آپ کے سینے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں آپ کی ریشِ مبارک تھی اور دوسرے ہاتھ سے آپ کے گلے پر تلوار (خنجر) چلا رہا تھا۔

ذاتی اشیاء کی لوٹ

سید الشہداء کی شہادت کے بعد جس بے غیرتی اور بے دینی کے ساتھ آپ کی ذاتی اشیاء کو لوٹا گیا ان کی تفصیل مقتل اور تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہے۔ جنہیں مختصراً درج کیا جاتا ہے۔

انگوٹھی بجدل بن سلیم کلبی نے انگلی کاٹ کر وہ انگوٹھی حاصل کی۔ مختار نے اسے گرفتار کر کے اس کے دست و پا قطع کروائے۔ وہ اپنے خون میں غلطاں ہلاک ہوا۔ واضح رہے کہ یہ وہ انگوٹھی نہیں ہے جو ذخائرِ نبوت اور تبرکاتِ امامت میں تھی اس لئے کہ اُسے آپ نے امام زین العابدین علیہ السلام کے حوالہ کیا تھا اور وہ آپ کے ہاتھ میں تھی۔ (۱)

تلوار لہوف کے مطابق جمیع بن خلق اودی نے وہ تلوار لوٹ لی۔ ایک قول کے مطابق اسود بن حنظلہ تمیمی نے لوٹ لی۔ مثیر الاحزان کے مطابق لوٹنے والے کا نام قلانس نہشلی تھا۔ یہ تلوار ذوالفقار کے علاوہ ہے اس لئے کہ ذوالفقار ذخائر نبوت و امامت میں ہے اور خاندانِ رسالت میں محفوظ ہے۔ (۲)

کمان کمان اور اس سے متعلق چیزیں رحیل بن خیثمہ جعفی، ہانی بن شبیب حضرمی، جریر بن مسعود حضرمی نے لے لیں۔

نعلین اسود بن خالد ازدی نے لے لی۔

دستار خز کی کلاہ مالک بن بشر کندی نے لے لی۔

عمامہ اخنس بن مرثد بن علقمہ نے لوٹ لیا۔

قطیفہ وہ چادر جس پر سید الشہداء بیٹھتے تھے وہ خزّ کی تھی۔ اسے قیس بن اشعث کندی نے لوٹ لیا۔ اس دن سے اس کا نام قیس القطیفہ پڑ گیا۔

۱۔ الامام الحسین واصحابہ ص ۳۶۳

۲۔ الامام الحسین واصحابہ ص ۳۶۳

پیراہن اسحاق بن حبوہ حضرمی نے لوٹ لیا۔ اس پیراہن میں تلوار، تیر اور نیزہ کے سو (۱۰۰) سے زیادہ زخم تھے۔ لوٹنے والے نے جب اسے پہنا تو اس کی صورت مسخ ہوگئی، بال جھڑ گئے اور مبروص ہوگیا۔(۱)

اس سے زیادہ معلومات مقتل وتاریخ کی مفصل کتابوں سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔

دوسواریاں

مرحوم سپہر کاشانی کے مطابق کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے پاس سواری کے دو جانور تھے۔ ایک اونٹ تھا جس کا نام مستات تھا اور ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھوڑا تھا جس کا نام مرتجز تھا۔ احادیث و اخبار اور کتب تاریخ میں ذوالجناح کا نام نہیں ملتا (۲)۔ علامہ ابوالحسن شعرانی ترجمۂ نفس المہموم کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کا یہ گھوڑا ذوالجناح کے نام سے مشہور ہے لیکن پرانے اور معتبر مقاتل اور کتب تاریخ میں یہ نام نہیں ملتا۔ فقط ملاحسین کاشفی نے روضۃ الشہداء میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اکثر قدیم کتابیں ہماری دسترس میں نہیں ہیں اور یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ قدیم کتابوں کے سارے مطالب و مضامین موجودہ کتابوں میں آگئے ہیں۔ علامہ شعرانی کے مطابق کاشفی ایک عالم متبحر تھے لہٰذا ان کی بات تسلیم کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (۳)۔ علامہ فضل علی قزوینی فرماتے ہیں کہ سید الشہداء کے ایک گھوڑے کا نام مرتجز تھا جو تیر لگنے سے مرگیا تھا۔ دوسرے گھوڑے کا نام عقاب تھا جس کا تذکرہ علی بن الحسین کے حالات میں ہوگا۔ ایک اور گھوڑا تھا جس کا نام لاحق تھا بقوی طبری اس پر ان کے بیٹے علی سوار ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ ایک گھوڑا بقول طبری میمون نامی بھی تھا اور ایک گھوڑے کا نام ذوالجناح تھا جس کا تذکرہ بہت سے مؤرخین نے کیا ہے۔(۴)

۱۔ بحارالانوار ج ۴۵ ص ۵۸ اس کے علاوہ مناقب ابن شہرآشوب، مناقب خوارزمی، نفس المہموم، ناسخ التواریخ وغیرہ

۲۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۶۶

۳۔ دمع السجوم ص ۲۰۱

۴۔ الامام الحسین واصحابہ ص ۳۴۸

فاصل قزوینی کے مطابق امام حسین علیہ السلام کے ناقہ کا نام عضباء یا مسنات تھا۔ امام حسین علیہ السلام نے عاشور کا ایک خطبہ اسی پر بیٹھ کر دیا تھا۔ وہ قتل کے بعد مقتولین کے درمیان آ کر انہیں سونگھتا رہا اور آگے بڑھتا رہا۔ جب سید الشہداء کے جسد مبارک پہنچا تو اسے سونگھ کر وہیں کھڑا ہو گیا۔ اور اپنے منہ سے جسد میں پیوست تیروں کو نکالتا رہا۔ وہ گریہ کرتا، چیختا اور سر کو زمین پر مارتا قضا کر گیا۔(۱)

لشکر کی ایک عورت

ابو اسحاق اسفرائنی کے مطابق ابن سعد نے حکم دیا کہ جاؤ خیمہ ہائے اہل حرم کو لوٹو پس وہ اشقیا خیموں میں داخل ہوئے اور حرم اور بچوں کے کپڑے لوٹ لئے (۲)۔ حمید ابن مسلم کا بیان ہے کہ قبیلۂ بکر بن وائل کی ایک عورت نے اپنے شوہر کے ساتھ ابن سعد کی لشکر گاہ میں تھی۔ جب اس نے دیکھا کہ ایک مجمع اہلحرم کے خیمہ پر حملہ آور ہو کر لوٹ مار کر رہا ہے تو وہ تلوار لے کر خیمہ کے قریب آ گئی اور اپنے قبیلے والوں کو آوازیں دینے لگی ﴿**یا آل بکر بن وائل أتسلب بنات رسول الله ، لا حکم الّا لله یا لثارات رسول الله**﴾ اے بکر بن وائل کے قبیلے والو! کیا اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیوں کا سامان لوٹا جائے گا؟ حکمِ خدا کے علاوہ کسی کا کوئی حکم نہیں ہے۔ ہے کوئی رسول اللہ کی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طرف سے انتقام لینے والا؟ اتنے میں اس کا شوہر اس کے قریب آیا اور خیمہ میں واپس لے گیا (۳)۔

تاراجی

طبری کے مطابق لوگوں نے مال و متاع لوٹنے کے لئے اہلحرم کے خیمہ کا رخ کیا اور خواتین کی چادریں بھی لوٹ لیں (۴)۔ ابن شہر آشوب کے مطابق ایک گروہ کے ساتھ شمر نے خیموں کا قصد کیا تو انہیں جو کچھ بھی ملا وہ لوٹ کر لے گئے یہاں تک کہ جناب ام کلثوم کے کانوں کو زخمی کر کے گوشوارے بھی

۱۔ الامام الحسین واصحابہ ص ۳۴۹

۲۔ ضیاالعین ص ۱۳۶

۳۔ نفس المہموم ص ۱۹۹

۴۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۴۶

نکال لئے (۱)۔ سید ابن طاؤس کے مطابق ابن سعد کے فوجیوں نے اہلحرم کو خیمہ سے باہر نکال دیا اور اس میں آگ لگادی۔ بی بیاں اس کیفیت میں باہر نکلیں کہ چادریں چھینی جا چکی تھیں اور پاؤں نعلین سے خالی تھے (۲)۔ ابن نما تحریر فرماتے ہیں کہ یزید کے لشکر نے خیموں کا رخ کیا اور اہلحرم کا سامان لوٹ لیا۔ سروں سے چادر چھینیں، ہاتھوں کی انگوٹھیاں، کانوں کے گوشوارے اور پاؤں سے خلخال وغیرہ اتار لئے گئے۔ (۳)

جناب فاطمہ بنت الحسین فرماتی ہیں کہ میں چھوٹی تھی۔ میرے دونوں پیروں میں سونے کے خلخال تھے۔ ایک فوجی میرے پیروں سے خلخالوں کو اتارتے ہوئے رو رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اے دشمنِ خدا تو کیوں رو رہا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ کیسے گریہ نہ کروں جب کہ میں رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کا سامان لوٹ رہا ہوں۔ میں نے اس سے کہا کہ جب تمہیں معلوم ہے تو کیوں لوٹ رہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ مجھے خطرہ ہے کہ اگر میں نہ لوٹوں گا تو دوسرا آکر لوٹ لے جائے گا۔ جناب فاطمہ فرماتی ہیں کہ خیموں میں جو کچھ بھی تھا وہ لوٹ کر لے گئے یہاں تک کہ ہمارے سروں کی چادریں بھی اتار لے گئے۔ (۴)

خیموں میں آگ

بیان ہو چکا ہے کہ سید ابن طاؤس کے مطابق اہلحرم کو خیموں سے نکال کر اس میں آگ لگادی گئی۔ ابن نما لکھتے ہیں کہ جب خیموں میں آگ لگائی گئی تو بی بیاں گھبرائی ہوئی باہر نکلیں (۵)۔ فاضل قرشی لکھتے ہیں کہ لوگ آگ لئے ہوئے ان خیموں کی طرف آئے جن میں رسالت کی بیٹیاں پردہ نشین تھیں۔ اس وقت ایک آواز دینے والے نے آواز دی ﴿احرقوا بیوت الظالمین﴾ ظالموں کے گھروں کو آگ لگادو۔ وہ لکھتے ہیں کہ سید سجاد اس منظر کو زندگی بھر بھلا نہ سکے ان کا بیان ہے کہ جب بھی اپنی پھوپھیوں اور بہنوں کو دیکھتا ہوں تو گریہ گلوگیر ہو جاتا ہے اور میں اس وقت کو یاد کرنے لگتا ہوں کہ جب وہ ایک

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب ج۴ ص ۱۲۱
۲۔ لہوف مترجم ص ۱۵۰
۳۔ مثیر الاحزان ص ۱۱۳
۴۔ ترتیب الامالی ج۵ ص ۲۲۳
۵۔ مثیر الاحزان ص ۱۱۴

خیمہ سے دوسرے خیمہ میں اور ایک چھولداری سے دوسری چھولداری میں پناہ لے رہی تھیں اور فوج یزید کا منادی آواز دے رہا تھا کہ ﴿احرقوا بیوت الظالمین﴾(۱)۔

جب خیموں میں آگ لگی تو جناب زینب نے سید سجاد سے پوچھا کہ اب تمہارا فتویٰ کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اب آپ سب کو باہر نکل جانا چاہئے۔ ساری بی بیاں باہر نکل گئیں لیکن جناب زینب سید سجاد کے پاس موجود رہیں اس لئے کہ آپ اس وقت اٹھنے بیٹھنے سے قاصر تھے۔ راوی کہتا ہے کہ ایک بی بی جلتے ہوئے خیمہ کے دروازے پر آگ میں گھری ہوئی کھڑی تھی اور داہنے بائیں دیکھ رہی تھی۔ میں نے پوچھا کہ ساری بی بیاں تو چلی گئیں، آپ یہاں کیوں کھڑی ہیں؟ اس بی بی نے جواب دیا کہ ہمارا مریض (بھتیجہ) اس جلتے ہوئے خیمہ کے اندر ہے اور اس وقت وہ اٹھنے بیٹھنے سے قاصر ہے۔(۲)

سید سجاد پر ہجوم

واقدی کا بیان ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو اس وقت سید سجاد بیمار تھے۔ جب شمر سید سجاد کے خیمہ میں داخل ہوا تو اس نے لوگوں سے کہا ﴿اقتلوہ﴾ (اسے قتل کردو)۔ اس کے بعد عمر بن سعد داخل ہوا۔ جب اس نے سید سجاد کو دیکھا تو لوگوں سے کہا کہ کوئی اس لڑکے کو تعرض نہ کرے۔ پھر شمر سے مخاطب ہو کے کہا کہ تجھ پر وائے ہو۔ اگر یہ قتل ہو گیا تو حسین کے اہل حرم کے ساتھ کون رہے گا(۳)۔ حمید بن مسلم کا بیان ہے کہ میں خیموں میں لوٹ مار دیکھتا جا رہا تھا کہ ہم سب سجاد کے پاس پہنچے۔ وہ ایک فرش پر پڑے ہوئے تھے اور ان پر مرض کی شدت تھی۔ اس وقت شمر کے ساتھ کچھ اور بھی لوگ تھے۔ انہوں نے شمر سے کہا کہ ہم لوگ کیوں نہ اس لڑکے کو قتل کر دیں؟ اُس پر میں نے کہا کہ سبحان اللہ! کیا (جنگ میں) بچے بھی قتل کئے جاتے ہیں۔ یہ بچہ بھی ہے اور اس کی کیفیت بھی اچھی نہیں ہے۔ میں مسلسل دفاع کرتا رہا یہاں تک کہ میں نے ان کو واپس کروا دیا۔(۴)

۱۔ حیات الامام الحسین ج۳ص ۲۲۸

۲۔ معالی السبطین ج۲ص ۸۸

۳۔ تذکرۃ الخواص ص ۲۶۸

۴۔ ارشاد مفید ج۲ص ۱۱۳

صاحبِ ریاض القدس اخبار الدول کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ جیسے ہی شمر نے خنجر نکال کر امام زین العابدین علیہ السلام کو قتل کرنا چاہا اُس وقت تمام بی بیوں اور بچوں کے گریہ وزاری کا شور بلند ہوا۔ جناب زینب نے اپنے آپ کو امام پر گرا دیا اور انہیں اپنی گود میں لے لیا اور زار و قطار رونا شروع کیا۔ امام حسین علیہ السلام نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے بعد سجاد کو کئی مرتبہ قتل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ تم اپنی گریہ وزاری سے اسے روکنے کی کوشش کرنا۔ یہ پہلی کوشش تھی جسے جناب زینب نے اپنی گریہ وزاری سے روکا۔ سجاد کو اپنی آغوش میں لے کر یہ ارشاد فرمایا کہ ﴿والله لا يُقتل حتّٰى أقتل﴾ خدا کی قسم جب تک مجھے قتل نہ کیا جائے اس وقت تک اسے قتل نہیں کیا جا سکتا۔ ابھی یہی صورتِ حال تھی کہ عمر بن سعد آ گیا۔(۱)

پامالیٔ سُمِ اسپاں

ابن زیاد نے اپنے ایک خط کے ذریعہ عمر بن سعد کو حکم دیا تھا کہ قتل کرنے کے بعد حسین کی لاش پامال کی جائے۔ مورخ طبری لکھتا ہے کہ ابن سعد نے اپنے لشکر میں اعلان کروایا کہ کون اس بات کے لئے تیار ہے کہ حسین کی لاش کو اپنے گھوڑے سے پامال کرے (۲)۔ سید ابن طاؤس کے مطابق ابن سعد نے اعلان کروایا کہ کوئی ہے جو حسین کے سینے اور پشت کو گھوڑے سے پامال کرے؟ دس افراد نے اس عمل کا اقرار کیا۔ ان کے نام یہ ہیں۔

☆ اسحاق بن حوّیہ

☆ اخنس بن مرثد

☆ حکیم بن طفیل سنبسی

☆ عمر بن صبیح صیداوی

☆ رجاء بن منقذ عبدی

۱۔ ریاض القدس ج ۲ ص ۱۹۵

۲۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۴۷، طبری کے علاوہ مقاتل الطالبین، مروج الذھب، تاریخ کامل ابن اثیر اور دیگر کتب میں پامالی کا تذکرہ موجود ہے۔

☆ سالم بن خثیمہ جعفی

☆ واحظ بن غانم

☆ صالح بن وھب جعفی

☆ ہانی بن ثبیت حضرمی اور

☆ اسید بن مالک (۱)

خوارزمی کے مطابق جب ابن سعد سے پوچھا گیا کہ اس نے یہ حکم کیوں دیا ہے تو ابن سعد نے جواب میں کہا کہ یہ امیر عبیداللہ بن زیاد کا حکم ہے۔خوارزمی نے وہ دوشعر بھی تحریر کئے ہیں جس میں اخنس بن مرثد حضرمی نے اپنے عمل کا اعتراف کیا ہے (۲)۔اس عمل کے انجام دینے والے جب کوفہ میں ابن زیاد کے سامنے آ کر کھڑے ہوئے۔تو اسید بن مالک نے دوشعر پڑھے۔

نحن رضضنا الصدر بعد الظهر بكل يعسوب شديد الأسر

حتّى عصينا الله رب الأمر بصنعنا مع الحسين الطهر (۳)

ہم نے ہر طاقتور اور تیز رفتار گھوڑے کے ذریعہ سینے کو اور اس کے بعد پشت کو پامال کر دیا۔

ہم نے خدا کی معصیت کی اُس کام کے ذریعہ جو ہم نے حسینِ پاک کے ساتھ کیا۔

ابن زیاد نے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم وہ ہیں جنہوں نے حسین کے لاشے پر گھوڑے دوڑائے اور ان کے جسم کو اس طرح پیس ڈالا جس طرح چکی گیہوں کو آٹا بنا دیتی ہے۔ابن زیاد نے انہیں بہت تھوڑا سا انعام دینے کا حکم دیا۔ابوعمرو زاہد کا بیان ہے کہ جب ہم نے ان دس افراد کے نسب نامے دیکھے تو یہ دس کے دس غیر شرعی تعلقات کی پیداوار تھے۔مختار نے انہیں پکڑوا کر ان کے ہاتھ پاؤں زنجیروں سے بندھوائے اور گھوڑوں سے پامال کروا دیا۔(۴)

۱۔ لہوف مترجم ص۱۵۳

۲۔ مقتل خوارزمی ج۲ص۴۴

۳۔ دوسرے مآخذ میں شعر پڑھنے والے کا نام اسید ہے۔

۴۔ بحارالانوار ج۴۵ص۶۰

علامہ مجلسی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ کافی کی ایک روایت کی روشنی میں پامالی نہیں ہوئی اور یہی میر انظریہ ہے۔اصول کافی کتاب الحجت کی ایک روایت کے مطابق ایک شیر نے آ کر سید الشہداء کے لاشے کی حفاظت کی۔ جب گھوڑے سواروں نے دیکھا تو اس کی اطلاع ابن سعد کو دی۔اس نے کہا کہ یہ کوئی فتنہ ہے اس سے دور ہی رہو۔لیکن مقتل نگاروں کی اکثریت پامالی کی قائل ہے۔سید الشہداء کے ایک مصرع کو بھی دلیل میں پیش کیا جاتا ہے جو حلقوم مبارک سے سے ادا ہوا تھا۔

﴿ وبجرد الخيل بعد القتل عمدا سقحونی ﴾

سچ بات یہ ہے کہ پامالی کے واقعہ نظر انداز کرنا ممکن نہیں ہے۔البتہ یہ صورت ہوسکتی ہے کہ شیر کے آنے سے قبل پامالی ہوچکی ہو اور شیر نے دوسری پامالی سے قبل آ کر حفاظت شروع کر دی ہو۔اس لئے کہ فاضلِ برغانی کے قول کے مطابق لشکر والوں کا ارادہ یہ تھا کہ اس طرح پامالی کی جائے کہ جسدِ مطہر کا نام ونشان مٹ جائے لیکن شیر کے آنے سے یہ منصوبہ ناکامیاب ہوگیا (۱)۔علامہ فضل علی قزوینی نے لکھا ہے کہ پامالی کا جو واقعہ پیش آیا وہ روزِ عاشور کا ہے اور شیر کی روایت میں پامالی کا جو وقت شیر کو بتلایا گیا ہے وہ گیارہ محرم کا ہے لہٰذا وقت کے اختلاف سے دونوں روایتوں میں تطبیق کی صورت نکل آتی ہے۔(۲)

عصرِ عاشور

خیموں کی تاراجی اور غارتگری کے کچھ واقعات لکھے جاچکے۔آتش زنی اور پامالی کا تذکرہ بھی کیا جاچکا۔شیخ مفید شمر کے آنے اور سید سجاد کا قتل کا ارادہ کرنے کے واقعہ کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ جب عمر بن سعد خیموں کے پاس پہنچا تو بی بیوں نے اسے دیکھ کر سخت گریہ کیا۔اس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ کوئی اُن کے خیمہ میں داخل نہ ہو اور کوئی بیمار سے تعرض نہ کرے۔بی بیوں نے مطالبہ کیا کہ لوٹ کا مال واپس کروائے تاکہ وہ اپنا ستر (پردہ) کرسکیں۔ابن سعد نے اگرچہ یہ حکم دیدیا لیکن کسی نے اس پر دھیان نہیں دیا اور کوئی چیز واپس نہیں کی۔پھر ابن سعد نے اپنے کچھ آدمیوں کو خیموں پر معیّن کیا کہ کوئی خیموں سے نکل کر باہر نہ

۱۔ معالی السبطین ج۲ص۵۶

۲۔ الامام الحسین واصحابہ ص۳۷۰

جائے اور نہ سپاہیوں میں سے کوئی ان سے متعرض ہو(۱)۔ غالباً یہ آتش زنی اور غارت گری کے بعد کا واقعہ ہے اور خیموں سے مراد جلے ہوئے خیمے ہیں۔

عاشور کے دن کے آخری لمحات تھے۔ حسین کے بچے، حسین کی بیٹیاں اور حسین کے اہل حرم دشمنوں کے قیدی بنے ہوئے گریہ و بکا اور نوحہ و ماتم میں مشغول تھے۔ یہاں تک کہ دن کا آخری لمحہ بھی بیت گیا۔ میرے قلم میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ میں اس بے وارثی اور بے چارگی کا بیان کر سکوں۔ حسین والوں پر رات آئی اور وہ رات انہوں نے ایسے گزاری کہ اپنے حمایتیوں اور اپنے رشتہ داروں کو کھو چکے تھے اور اپنے سفر و حضر میں غریب ہو چکے تھے۔(۲)

شامِ غریباں

یہ غریبوں، یتیموں، بیواؤں اور بے وارثوں کی شام ہے۔ یہ کائنات کی منحوس ترین شام ہے۔ جنابِ زینب اپنے عیال و اطفال کو تلاش کرنے میں مشغول تھیں کہ آپ نے دیکھا کہ دو بچے غائب ہیں۔ آپ ان کی تلاش میں چلیں تو دیکھا کہ وہ دونوں بچے ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈالے سو رہے ہیں۔ جب آپ نے انہیں ہلایا تو معلوم ہوا کہ دونوں پیاس سے جان دے چکے ہیں۔ جب ابن سعد کے لشکر نے یہ خبر سنی تو ان میں سے بعض نے اجازت لی کہ ہمیں پانی پہنچانے کی اجازت دی جائے۔ جب پانی آیا تو بچوں نے یہ کہہ کر پینے سے انکار کر دیا کہ ہم یہ پانی کیسے پئیں جب کہ رسول کا بیٹا پیاسا قتل کیا گیا(۳)۔ جب خیموں پر حملہ ہوا تھا تو اس وقت امام حسین علیہ السلام کی دو بیٹیاں اور جناب مسلم کی ایک بیٹی کچلے جانے سے ہلاک ہوئیں۔

سید الشہداء کی وہ چھوٹی بچی جس سے آپ نے رخصتِ آخر کے وقت پانی لانے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ جناب زینب کے ساتھ قتل گاہ میں آئی۔ شمر نے دیکھا تو جناب زینب کو انتہائی گستاخی کے ساتھ واپس جانے پر مجبور کیا۔ بچی باپ کے لاشے کے پاس رہ گئی۔ جناب زینب نے جلے ہوئے خیمہ کے درمیان جب بچی کو نہ پایا

۱۔ ارشاد مفید ج ۲ ص ۱۱۳، نفس المہموم ص ۲۰۰۔۲۰۱

۲۔ نفس المہموم ص ۲۰۲ بحوالۂ اقبال سید ابن طاؤس

۳۔ معالی السبطین ج ۲ ص ۸۹ بحوالہ ایقاد از مقتل ابن العربی

تو تلاش کرتی ہوئی چلیں۔لوگوں سے پوچھا لیکن کسی سے اس کا سراغ نہ ملا۔ایک عرب نے کہا کہ میں نے اوّلِ شب میں قتل گاہ سے کسی بچی کے رونے کی آواز سنی تھی۔وہاں جاکر تلاش کرو۔جناب زینب نے مقتل میں آنے کے بعد بچی کو آوازیں دیں۔کٹے ہوئے سر سے سید الشہداء کی آواز بلند ہوئی کی بہن! بچی میرے سینے پر ہے۔جب جناب زینب نے بچی کو اٹھا کر لے جانا چاہا تو اس نے کہا کہ پھوپھی اماں مجھے یہیں چھوڑ دیں میرے بابا اکیلے ہیں (تلخیص)۔(۲)

غضبِ الٰہی کی نشانیاں

مقتل خوارزمی کے حوالہ سے تحریر کیا جاچکا ہے کہ سید الشہداء کی شہادت کے بعد سرخ آندھی چلنے لگی اور اتنا گہرا گردوغبار تھا کہ نزدیک کی چیز بھی نظر نہیں آرہی تھی اور فوج یزید کے سپاہی یہ سمجھ رہے تھے کہ عذاب الٰہی نازل ہوگیا۔قرآن مجید نے اللہ کی نشانیوں پر گفتگو کرتے ہوئے صاحبان فہم وشعور اور صاحبان ایمان وایقان کو ان کی طرف متوجہ کیا ہے تاکہ اذہان وعقول اُس بات کو سمجھ سکیں جو انہیں سمجھائی جارہی ہے۔شہادت حسین کے بعد آسمان وزمین میں جو نشانیاں ظاہر ہوئیں وہ اس بات کا اظہار تھیں کہ قتل حسین خالقِ کائنات کی نگاہ میں وہ بدترین عمل ہے جس سے بدتر ممکن نہیں۔ان میں سے چند نشانیاں یہاں درج کی جاتی ہیں۔

دنیا کی تاریکی

ابن سیرین اور امّ حیّان کا بیان ہے کہ قتل حسین کے بعد تین دن تک دنیا اندھیری تھی۔

☆ تذکرۃ الخواص سبط ابن جوزی ص ۲۸۳ طبع غری

☆ صواعق محرقہ ابن حجر ہیثمی ص ۱۹۲ طبع عبد اللطیف مصر

☆ تاریخ دمشق ابن عساکر (منتخب ج ۴ ص ۳۳۹ طبع شام)

سورج کا کسوف

ابو قبیل کا بیان ہے قتل حسین کے بعد سورج میں ایسا گہن لگا کہ نصف النہار میں

۱۔ حوالہ مذکورہ

۲۔ ریاض القدس ج ۲ ص ۲۰۰

ستارے نظر آ رہے تھے۔اور ہم یہ سمجھے کہ شاید قیامت آ گئی۔

☆ معجم کبیر طبرانی مخطوط ص ۱۴۵

☆ کفایۃ الطالب گنجی شافعی ص ۲۹۶ طبع غری

☆ مقتل الحسین خوارزمی ج ۲ ص ۸۹ طبع غری

آسمان کی سرخی

عیسیٰ بن حارث کندی کا بیان ہے کہ قتلِ حسین کے سات دن تک جب ہم عصر کی نماز پڑھتے تھے تو دیکھتے تھے کہ دیواروں پر گہرے سرخ رنگ کی دھوپ ہے اور ہم نے یہ بھی دیکھا کہ ستارے ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے۔

☆ معجم کبیر طبرانی ص ۱۴۶ مخطوط

☆ مجمع الزوائد ہیثمی ج ۹ ص ۱۹۷ مکتبہ القدسی قاہرہ

☆ سیر اعلام النبلاء ذہبی ج ۳ ص ۲۱۰ طبع مصر

آسمان کا گریہ

سُدّی کا بیان ہے کہ قتلِ حسین کے بعد آسمان نے گریہ کیا۔آسمان کا گریہ اسکی سرخی ہے۔

☆ تذکرۃ الخواص سبط ابن جوزی ص ۲۸۴ طبع غری

☆ صواعق محرقہ ابن حجر ہیثمی ص ۱۹۲ طبع عبداللطیف مصر

☆ ینابیع المودۃ قندوزی ص ۳۲۲ طبع اسلامبول

تازہ خون

ابوسعید کا بیان ہے کہ شہادتِ حسین کے بعد جب بھی کوئی پتھر اٹھایا جاتا تھا تو اس کے نیچے سے تازہ جوش مارتا ہوا خون برآمد ہوتا تھا۔اسی قسم کی روایت حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جس دن حسین قتل ہوئے اس دن آسمان سے خون برسا۔انہی دنوں جب کوئی پتھر اٹھایا جاتا تھا تو اس کے نیچے سے

خون برآمد ہوتا تھا۔

☆ صواعق محرقہ ابن حجر ہیثمی ص ۱۹۲ طبع عبداللطیف مصر

☆ تذکرۃ الخواص سبط ابن جوزی ص ۲۸۴ طبع غری

☆ ینابیع المودۃ حافظ قندوزی ص ۳۵۶ طبع اسلامبول

درختِ عوسجہ

عوسجہ ایک کانٹے دار درخت کو کہتے ہیں۔ ہند بنت الجوز کا بیان ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے میری خالہ امّ معبد کے خیمہ میں قیام کیا۔ آرام کرنے کے بعد جب آپ اٹھے تو آپ نے عوسجہ کے درخت میں جو خیمہ کے باہر لگا ہوا تھا۔ ہاتھ دھویا اور کُلی کر کے پانی ڈال دیا۔ اس عمل کی برکت سے وہ ایک بلند درخت ہوگیا اور اس میں جو پھل آیا اس کا رنگ سرخ، خوشبو عنبر جیسی اور ذائقہ شہد جیسا تھا۔ اس کی کرامت یہ تھی کہ بھوکا اُسے کھا کر سیر اور پیاسا اُسے کھا کر سیراب ہو جاتا تھا۔ مریض اُس کے کھانے سے شفایاب ہو جاتا تھا۔ اس کے کھانے سے اونٹ چاق ہو جاتے تھے اور بکریوں کے دودھ میں اضافہ ہو جاتا تھا۔ ہم نے اس درخت کا نام مبارکہ رکھ دیا تھا۔ دور و دراز کے میدانوں کے عرب اس سے شفا حاصل کرنے کے لئے آیا کرتے تھے۔ ایک دن ہم نے دیکھا کہ اس کے پھل جھڑ گئے اور پتے زرد ہو گئے۔ اس کیفیت سے ہم پر خوف طاری ہو گیا۔ پھر ہمیں رسول اللہ ﷺ کے ارتحال کی خبر ملی۔ پھر اس کے تیس سال بعد اس کے پھل جھڑ گئے اور پتے زرد ہو گئے، اس کی تازگی ختم ہوگئی۔ وہ اوپر سے نیچے تک کانٹوں سے بھر گیا۔ پھر ہمیں امیرالمومنین علیہ السلام کی شہادت کی خبر ملی۔ اس کے بعد پھر اس میں پھل نہیں لگے۔ ہم صرف اس کے پتوں سے استفادہ کرتے تھے۔ پھر ایک دن اس کے تنے سے تازہ خون اُبلنے لگا اور اس کے پتے بالکل ہی خشک ہو کر گر گئے۔ ہم خوف زدہ اور پریشان تھے کہ ہمیں امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر ملی۔ پھر وہ درخت خشک ہو کر ختم ہو گیا۔

☆ ربیع الابرار زمخشری ص ۴۴ مخطوطہ

☆ مقتل الحسین خوارزمی ج ۲ ص ۹۸ مطبعۃ الزہراء

ہم نے یہ چند حوالے احقاق الحق ج ۱۱ سے نقل کئے ہیں۔ یہ سارے حوالے غیر امامیہ کتابوں کے ہیں۔ اگر امامیہ اور غیر امامیہ ذخیرہ سے اس موضوع پر مواد جمع کیا جائے تو ایک انتہائی ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

سروں کی تقسیم

سید الشہداء کی شہادت کے بعد آپ کا سر کاٹ لیا گیا اور بقول طبری ابن سعد نے امام حسین علیہ السلام کے شہید ہوتے ہی اُسی دن آپ کا سرِ اطہر خولی بن یزید اور حمید بن مسلم ازدی کے ہمراہ ابن زیاد کے پاس بھجوا دیا (۱)۔ شیخ مفید کے مطابق عمر بن سعد نے عاشور ہی کے دن سید الشہداء کے سر کو خولی بن یزید اصحی اور حمید بن مسلم کے ذریعہ عبید اللہ بن زیاد کے پاس کوفہ بھجوا دیا۔ اور اصحاب حسین اور بنی ہاشم کے سروں کو دھونے اور صاف کرنے کا حکم دیا۔ وہ بہتر (۷۲) سر تھے۔ پھر انہیں شمر بن ذی الجوشن، قیس بن اشعث اور عمرو بن حجاج کے ہمراہ کوفہ روانہ کر دیا (۲)۔ سید ابن طاؤس کے مطابق اصحابِ حسین کے سروں کی تعداد اٹھتر (۷۸) تھی۔ وہ قبیلے جو ابنِ سعد کے لشکر میں تھے انہوں نے یزید اور ابن زیاد کی خوشنودی کے لئے وہ سر آپس میں تقسیم کر لئے۔ جس کی تفصیل اس طرح ہے۔

قبیلۂ کندہ	جس کا سربراہ قیس بن اشعث تھا	۱۳ سر
قبیلۂ ہوازن	جس کا سربراہ شمر بن ذی الجوشن تھا	۱۲ سر
قبیلۂ بنی تمیم		۱۷ سر
قبیلۂ بنی اسد		۱۶ سر
قبیلۂ مذحج		۷ سر
باقی افراد		۱۳ سر (۳)

شیخ مفید تحریر کرتے ہیں کہ ابن سعد نے عاشور کا باقی دن اور گیارہ محرم کا دن زوالِ آفتاب تک کربلا میں گزارا پھر کوچ کی منادی کروائی اور کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا (۴)۔ خوارزمی کا بیان ہے کہ ابن سعد عاشور اور اس کے دوسرے دن تک کربلا میں قیام پذیر رہا۔ اس نے اپنے مقتولین کو جمع کروانے کے بعد ان کی نمازِ جنازہ

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۴۸

۲۔ ارشاد مفید ج ۲ ص ۱۱۳

۳۔ لہوف مترجم ص ۱۶۲

۴۔ ارشادِ مفید ج ۲

سروں کی تقسیم

سید الشہداء کی شہادت کے بعد آپ کا سر کاٹ لیا گیا اور بقول طبری ابن سعد نے امام حسین علیہ السلام کے شہید ہوتے ہی اُسی دن آپ کا سرِ اطہر خولی بن یزید اور حمید بن مسلم ازدی کے ہمراہ ابن زیاد کے پاس بھجوا دیا (۱)۔ شیخ مفید کے مطابق عمر بن سعد نے عاشور ہی کے دن سید الشہداء کے سر کو خولی بن یزید اصبحی اور حمید بن مسلم کے ذریعہ عبید اللہ بن زیاد کے پاس کوفہ بھجوا دیا۔ اور اصحابِ حسین اور بنی ہاشم کے سروں کو دھونے اور صاف کرنے کا حکم دیا۔ وہ بہتّر (۷۲) سر تھے۔ پھر انہیں شمر بن ذی الجوشن، قیس بن اشعث اور عمرو بن حجاج کے ہمراہ کوفہ روانہ کر دیا (۲)۔ سید ابن طاؤس کے مطابق اصحابِ حسین کے سروں کی تعداد اٹھتر (۷۸) تھی۔ وہ قبیلے جو ابنِ سعد کے لشکر میں تھے انہوں نے یزید اور ابن زیاد کی خوشنودی کے لئے وہ سر آپس میں تقسیم کر لئے۔ جس کی تفصیل اس طرح ہے۔

قبیلۂ کندہ	جس کا سربراہ قیس بن اشعث تھا	۱۳ سر
قبیلۂ ہوازن	جس کا سربراہ شمر بن ذی الجوشن تھا	۱۲ سر
قبیلۂ بنی تمیم		۱۷ سر
قبیلۂ بنی اسد		۱۶ سر
قبیلۂ مذحج		۷ سر
باقی افراد		۱۳ سر (۳)

شیخ مفید تحریر کرتے ہیں کہ ابن سعد نے عاشور کا باقی دن اور گیارہ محرم کا دن زوالِ آفتاب تک کربلا میں گزارا پھر کوچ کی منادی کروائی اور کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا (۴)۔ خوارزمی کا بیان ہے کہ ابن سعد عاشور اور اس کے دوسرے دن تک کربلا میں قیام پذیر رہا۔ اس نے اپنے مقتولین کو جمع کروانے کے بعد ان کی نمازِ جنازہ

۱۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۴۸

۲۔ ارشاد مفید ج ۲ ص ۱۱۳

۳۔ لہوف مترجم ص ۱۶۲

۴۔ ارشادِ مفید ج ۲

پڑھی اور ان کو دفن کروا دیا اور امام حسین علیہ السلام اور ان کے اہلِ خاندان اور اصحاب کو بے گور و کفن چھوڑ دیا(۱)۔
طبری کے مطابق ابن سعد عاشور سے دوسرے دن تک کربلا میں قیام پذیر رہا۔ پھر اس نے حمید بن بکیر احمری کو حکم دیا کہ لوگوں میں کوفہ کی طرف کوچ کرنے کا اعلان کردو۔ پھر وہ حسین کی بیٹیوں، بہنوں اور بچوں اور علی بن الحسین (عابدِ بیمار) کو ساتھ لے کر کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا۔(۲)

مقتل کی طرف سے

سید ابن طاؤس کے مطابق ابن سعد نے اہلحرم کو بے ہودج اور بے کجاوہ ناقوں پر سوار کروایا جب کہ ان بی بیوں کے چہرے کھلے ہوئے تھے اور چاروں طرف دشمن تھے۔ یہ بی بیاں جو خیر الانبیاء کی امانت اور یادگار تھیں، انہیں اس طرح لے جایا جا رہا تھا جیسے تُرک و روم کے (کافر) قیدی مصیبتوں کے شکنجے میں رکھ کر لے جائے جاتے ہیں (۳)۔ مقتلِ اسفرائنی کے ترجمہ میں ہے کہ زینب نے (عمر سعد سے) کہا کہ تجھ کو خدا کی قسم ہے اگر تو ہم کو لے جانا چاہتا ہے تو اس طرف ہو کر لے چل کہ جہاں میرے بھائی کا لاشہ پڑا ہے کہ میں اُن کو وداع کروں۔ عمر سعد نے کہا بہت اچھا۔ پھر اسفرائنی کا بیان ہے کہ راوی کہتا ہے کہ جن لوگوں نے دیکھا ہے وہ نہیں بھولتے ہیں زینب کے اُس حالِ زار کو کہ جب وہ اپنے سر پر ہاتھ رکھے ہوئے کہتی تھیں وامحمداہ یہ حسین تمہارا فرزند اپنے خون میں آلودہ زمینِ کربلا پر پڑا ہوا ہے۔ اس کے اعضا کو قطع کر ڈالا ہے اور تمہاری بیٹیاں قیدی بنائی گئی ہیں۔ ہم کس سے شکوہ و شکایت کریں سوائے محمد مصطفیٰ اور علی مرتضیٰ اور حمزہ سید الشہداء کے۔(۴)

خوارزمی کے مطابق جب قیدیوں کا قافلہ حسین اور اصحاب حسین کی لاشوں کے پاس سے گزرا تو عورتوں نے بلند آواز سے گریہ وزاری شروع کی اور چہروں پر طمانچے مارنے شروع کئے۔ اس وقت جنابِ زینب نے فریاد کی ﴿**یا محمداه ! صلّى عليك مليك السماء ، هذا حسين بالعراء ، مزمل**

۱۔ مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۴۴
۲۔ تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۴۸
۳۔ لہوف مترجم ص ۱۶۰
۴۔ ضیاء العین ص ۱۳۹۔۱۴۳

بالدماء، معفّر بالتراب، مقطّع الاعضاء یا محمداه! بناتك فی العسكر سبایا وذریتك قتلٰی تسفی علیهم الصبا، هذا ابنك مجزوز الراس من القفا، لا هو غائب فیُرجٰی ولا جریح فیداویٰ ﴾ اے محمد! فرشتے آپ پر درود بھیجتے ہیں اور یہ حسین ہے جو اپنے خون میں غلطاں ہے، جسم پارہ پارہ ہے اور خاک پر پڑا ہوا ہے۔ آپ کی بیٹیاں فوج کے درمیان اسیر ہیں اور آپ کی ذرّیت مقتول پڑی ہے اور جسموں پر گرد آلود ہوا چل رہی ہے۔ یہ آپ کا بیٹا ہے جس کے سر کو پشت کی طرف سے کاٹا گیا ہے۔ نہ وہ مسافر ہے کہ جس کی واپسی کا انتظار ہو اور نہ زخمی ہے کہ جس کے اچھے ہونے کی توقع رکھی جائے۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ اسی طرح فریاد کرتی رہیں یہاں تک کہ دوست دشمن سب رونے لگے۔ ہم نے یہ بھی دیکھا کہ گھوڑوں کی آنکھوں سے آنسو ٹپک کر ان کے سُموں پر گر رہے تھے (۱)۔ ابن اثیر اور بلاذری نے بھی کچھ تفاوت کے ساتھ نقل کیا ہے۔ (۲)

مرحوم شیخ مہدی حائری نے جناب زینب کے بین کو زیادہ تفصیلی طور پر نقل کیا ہے اور اس کے بعد لکھا ہے کہ جناب سکینہ باپ کے لاشے سے آ کر لپٹ گئیں۔ انہیں عربوں نے زبردستی کھینچ کر لاشے سے الگ کیا، آگے بڑھ کر تظلم الزہرا کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ جناب ام کلثوم نے بھائی کا لاشہ بیکسی کے عالم میں پڑا ہوا دیکھا تو اپنے آپ کو ناقہ سے گرا دیا اور بھائی کے لاشے کو آغوش میں لے کر بین کرنا شروع کیا۔ (۳)

دفنِ شہداء

ابن شہر آشوب کے مطابق قتل کے ایک دن بعد غاضریہ کے بنی اسد نے آ کر شہداء کے لاشوں کو دفن کیا۔ انھیں اکثر کی قبریں کھدی ہوئی تیار ملیں اور انہوں نے سفید پرندے اڑتے ہوئے دیکھے (۴)۔ سید ابن طاؤس کے مطابق جب عمر بن سعد کربلا سے چلا گیا تو بنی اسد کا ایک گروہ آیا اور انہوں نے ان پاکیزہ

۱۔ مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۴۴۔۴۵

۲۔ تاریخ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۳۲، انساب الاشراف ج ۳ ص ۱۳۷

۳۔ معالی السبطین ج ۲ ص ۵۴۔۵۵

۴۔ مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۱۲۱

خون آلود لاشوں پر نماز پڑھی اور انہیں وہیں دفن کر دیا جہاں آج ان کی قبریں معروف ہیں (۱)۔ معالی السبطین کے مطابق ابن زیاد نے عمر بن سعد کو یہ پیغام بھیجا کہ اپنے کشتوں کو دفن کرو اور حسین واصحاب حسین کے لاشوں کو بے گور وکفن چھوڑ دو۔ ابن سعد نے اس کے جواب میں لکھا کہ ہمارے کشتوں کی تعداد بہت زیادہ ہے ان کی تدفین ممکن نہیں ہے۔ اُس پر ابن زیاد نے یہ پیغام دیا کہ سرداروں اور بزرگ افراد کے لاشوں کو دفن کردو۔ تین دن بعد بنی اسد کی عورتوں نے جب شہداء کی لاشیں دیکھیں تو گھر جا کر اپنے مَردوں کو غیرت دلائی اور انہیں تدفین پر آمادہ کیا۔ مَردوں نے میدان کارزار میں آکر طے کیا کہ پہلے سید الشہداء کی لاش دفن کی جائے۔ چونکہ لاشوں پر سر نہیں تھے اس لئے پہچان مشکل تھی۔ اتنے میں ایک سوار آیا اور اس نے پوچھا کہ تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم حسین اور ان کی اولاد وانصار کے لاشوں کو دفن کرنا چاہتے ہیں۔ اس سوار نے یہ سن کر بے قراری سے گریہ وبکا کی اور اپنے ہاتھوں سے حسین کو دفن کیا۔ پھر وہ بتلاتا گیا کہ یہ فلاں ہے یہ فلاں ہے اور بنی اسد انہیں قبر میں اتارتے رہے۔ پھر ابوالفضل کے لاشے پر آیا اور وہاں بھی گریہ وزاری کی پھر انہیں دفن کیا۔ جب حر کا لاشہ بھی اس سوار کے حکم کے مطابق دفن ہو گیا تو سوار نے جانا چاہا۔ بنی اسد نے قسم دے کر پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ جواب دیا میں تمہارا امام علی بن الحسین ہوں۔ (۲)

طویل روایت سے اقتباس

امام زین العابدین علیہ السلام بیان فرماتے ہیں کہ کربلا کے واقعہ کے بعد جب ہم کوفہ لے جائے جا رہے تھے تو میں میدان میں پڑے ہوئے لاشوں کو دیکھ رہا تھا جنہیں دفن نہیں کیا گیا تھا۔ میں اس منظر کو دیکھ کر اتنا دل گرفتہ اور ملول تھا کہ قریب تھا کہ میری روح جسم سے پرواز کر جائے۔ میری پھوپھی زینب نے میری اس کیفیت کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ ﴿**مالی أراك تجود بنفسك یا بقیّة جدی و ابی و اخوتی**﴾ اے جدّ و پدر اور بھائیوں کی یادگار! یہ تمہاری کیا حالت ہے جو میں دیکھ رہی ہو۔ کیا جان دینا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کی کہ پھوپھی امّاں! میں کیسے صبر کروں اور کیسے غم نہ کھاؤں جب کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ

۱۔ لہوف مترجم ص ۱۶۴

۲۔ تلخیص از معالی السبطین ج ۲ ص ۶۵۔۶۷ بروایت سید نعمت اللہ جزائری از عبداللہ اسدی

میرے باپ اور بھائیوں، چچاؤں اور عم زادوں اور رشتہ داروں کے لاشے خون میں ڈوبے ہوئے عریاں پڑے ہیں۔ نہ انہیں کفن دیا گیا اور نہ دفن کیا گیا۔ کوئی شخص ان کی طرف متوجہ نہیں ہے اور نہ کوئی ان کے قریب جا رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ دیلم اور خزر کے (کافروں) کے لاشے ہیں۔ میری پھوپھی نے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ دیکھ رہے ہو اس کا حزن و ملال نہ کرو۔ خدا کی قسم یہ رسول اللہ کا عہد ہے تمہارے دادا، باپ اور چچا سے۔ خداوند عالم نے اس امت کے کچھ لوگوں سے عہد لیا ہے، جنہیں اس زمین کے فرعون تو نہیں پہچانتے لیکن انہیں آسمان کے فرشتے خوب پہچانتے ہیں۔ وہ عہد یہ ہے کہ وہ آ کر ان خون آلود اور بکھرے ہوئے اعضاء کو جمع کریں گے اور ان کی تدفین کریں گے اور تمہارے باپ (سید الشہداء) کی قبر پر ایک ایسا علم نصب کریں گے جس کے اثرات کبھی کہنہ نہیں ہوں گے۔ اور روز و شب کی آمد و رفت اس کے نشان کو مٹا نہیں سکے گی۔ کفر کے رہنما اور گمراہی کے طرفدار چاہیں گے کہ اسے مٹا دیں لیکن اس کا اثر پھیلتا جائے گا اور اس کا امر بلند تر ہوتا رہے گا۔(۱)

۱۔ تلخیص از بحار الانوار ج ۴۵ ص ۱۷۹۔۱۸۰

کتبِ استفادہ

ابصار العین فی انصار الحسین	شیخ محمد بن طاہر سماوی م ۱۳۷۰	مرکز الدراسات الاسلامیہ ۱۴۱۹ھ
الاخبار الطوال	ابوحنیفہ احمد بن داؤد دینوری م ۲۸۲ھ	مکتبہ مثنی بغداد
احقاق الحق	(ملحقات گیارہویں جلد)	کتابفروشی اسلامیہ تہران
الارشاد	محمد بن محمد بن نعمان عکبری (شیخ مفید) م ۴۱۳ھ	دار المفید ۱۴۱۴ھ
اسرار الشہادۃ	آخوند ملا آقا دربندی م ۱۲۸۶ھ	طبع سن ۱۲۹۴ھ
الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب	ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر م ۴۶۳ھ	
الاصابہ فی تمییز الصحابہ	احمد بن علی بن محمد بن علی عسقلانی م ۸۵۲ھ	
اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ	ابوالحسن علی بن محمد عزالدین ابن اثیر جزری م ۶۳۰	
الامام الحسین واصحابہ	فضل علی قزوینی م ۱۳۶۷ھ	مطبع باقری قم
امالی شیخ صدوق	ابوجعفر محمد بن علی بن حسین ابن بابویہ م ۳۸۱ھ	طبع قدیم
انساب الاشراف	احمد بن یحییٰ بن جابر بلاذری م ۲۷۹ھ	دار الفکر بیروت
انصار الحسین	محمد مہدی شمس الدین	الدار الاسلامیہ ۱۴۰۱ھ
بحار الانوار	محمد باقر مجلسی م ۱۱۱۱ھ	موسسۃ الوفاء بیروت
البدایہ والنہایہ فی التاریخ	ابوالفداء اسماعیل بن کثیر دمشقی	
پورِ بتول	(ترجمۂ البدایہ والنہایہ، مقتل حسین)	ایاز پبلی کیشنز ملتان
تاریخ الامم والملوک	ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید طبری م ۳۱۰ھ	طبع قاہرہ ۱۹۳۹ء
تاریخ یعقوبی	احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وہب ابن واضح الکاتب العباسی م ۲۹۲ھ	دار صادر بیروت

تذکرۃ الخواص	سبط ابن جوزی م ۶۵۴	مطبعۃ العلمیہ نجف
تذکرۃ الشہداء	حبیب اللہ کاشانی م ۱۳۴۰ھ	انتشارات شمس الضحیٰ چاپ اول قم
ترتیب الامالی	موسسہ المعارف الاسلامیہ ۱۴۲۱ھ	
ترجمۃ الامام الحسین	ابن سعد (تحقیق عبدالعزیز طباطبائی)	موسسہ آل البیت
تظلم الزہرا		طبع قدیم
تنقیح المقال فی علم الرجال	شیخ عبداللہ محمد حسن بن عبداللہ مامقانی م ۱۳۵۱ھ	
حبیب السیر	غیاث الدین	طبع بمبئی ۱۲۷۳ھ
حلیۃ الاولیاء	ابونعیم اصفہانی م ۴۳۰ھ	
حیاۃ الامام الحسین بن علی	باقر شریف قرشی	دار الکتب العلمیہ قم
الدمعۃ الساکبہ	محمد باقر بہبہانی	طبع ۱۳۱۲ھ
دمع ذروف	ترجمہ لہوف	کاظم بکڈپو دہلی
دمع السجوم	ترجمہ مرزا ابوالحسن شعرانی	کتاب فروشی علم ۱۳۷۴ھ
ذخیرۃ الدارین	عبدالحمید حسینی حائری	مطبعۃ المرتضویہ ۱۳۴۵ھ
الذریعہ الیٰ تصانیف الشیعہ	آغا بزرگ تہرانی م ۱۳۸۹ھ	موسسہ مطبوعاتی اسماعیلیان قم
رمز المصیبۃ	سید محمود دہ سرخی	چاپ دوم ۱۴۱۵ھ
روضۃ الشہداء	ملا حسین واعظ کاشفی م ۹۱۰ھ	انتشارات اسلامیہ تہران
روضۃ الصفاء		طبع نولکشور ۱۸۷۴ھ
ریاض الشہادۃ	محمد حسن قزوینی	طبع ایران ۱۲۷۴ھ
ریاض القدس	واعظ قزوینی م ۱۳۱۴ھ	طبع ۱۳۴۳ھ
سفینۃ البحار	شیخ عباس قمی	
ضیاء العین	ترجمہ مقتل اسفرائنی	مطبع اکسیر اعظم بنارس ۱۳۱۵ھ
عوالم العلوم ج ۱۷	شیخ عبداللہ بحرانی اصفہانی (مقتل عوالم)	چاپ امیر قم
کتاب الفتوح	ابومحمد احمد بن اعثم کوفی م ۳۱۴ھ	دار الاضواء بیروت
فرسان الہیجا	ذبیح اللہ محلاتی	کتاب فروشی بوذرجمہری
قاموس الرجال	محمد تقی شوستری م ۱۴۱۵ھ	مرکز نشر الکتاب تہران

قمقام زخار	فرہاد مرزا طبع ۱۳۰۵ھ	چاپ قدیم
اصول کافی	ابوجعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی م ۳۲۹ھ (قدیم)	انتشارات قائم تہران
الکامل فی التاریخ	عزالدین ابوالحسن علی بن ابی الکرم شیبانی (ابن اثیر) م ۶۳۰	
کبریت احمر	محمد باقر بیرجندی	کتاب خانہ مہدیہ ۱۳۴۳ھ
اللہوف فی قتلی الطفوف	علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد طاووس حسینی م ۶۶۴ھ	مع ترجمہ، چاپ امیر قم
لواعج الاشجان	سید محسن امین عاملی م ۱۳۷۰ھ	
مأتین فی مقتل الحسین	غلام حسین کنتوری	مطلع الانوار لکھنؤ
مثیر الاحزان	ابن نما حلی م ۶۴۵ھ	دار العلوم بیروت
مروج الذہب	علی بن الحسین مسعودی م ۳۴۶ھ	
معالی السبطین	شیخ محمد مہدی حائری	موسسۃ النعمان بیروت
معجم رجال الحدیث	سید ابوالقاسم خوئی	
مقاتل الطالبیین	ابوالفرج اصفہانی م ۳۵۶ھ	موسسۃ الاعلمی بیروت
مقتل الحسین	سید عبدالرزاق موسوی مقرم	منشورات شریف رضی ۱۴۱۴ھ
مقتل الحسین	ابوالمؤید الموفق بن احمد مکی م ۵۶۸ھ (مقتل خوارزمی)	طبع دار الحوراء
مقتل الحسین	لوط بن یحییٰ بن سعید بن مخنف بن سلیم ازدی غامدی	منشورات رضی قم
مناقب آل ابی طالب	ابوجعفر رشید الدین محمد بن علی بن شہر آشوب سروی م ۵۸۸ھ	(دو نسخے) طبع قدیم، انتشارات ذوی القربیٰ ۱۴۲۷ھ
منتخب شیخ فخر الدین طریحی	م ۱۰۸۵ھ (دو نسخے) طبع بمبئی ۱۳۰۸ھ	مطبع حیدریہ نجف ۱۳۶۹ھ
نفس المہموم	شیخ عباس قمی	غالباً طبع اوّل سن ۱۳۳۵
نہضۃ الحسین	ہبۃ الدین شہرستانی	مطبعۃ النعمان نجف ۱۹۵۸ء
وسیلۃ الدارین	ابراہیم زنجانی	طبع موسسہ اعلمی
وقائع الایام	ملا علی خیابانی	طبع ۱۳۴۰ھ
ینابیع المودۃ	سلیمان بن ابراہیم قندوزی م ۱۲۹۴ھ	دار الاسوۃ قم

اور دیگر کتب